دار النعمان پبلیشرز
DARUN NOMAN PUBLISHERS

معاصر اخبارات جرائد و رسائل کی روشنی میں

غازیانِ ناموسِ رسالت ﷺ

تحقیق و تالیف
محمد ثاقب رضا قادری

Marfat.com

Marfat.com

قدیم اخبارات و رسائل سے ماخوذ

غازیانِ ناموسِ رسالت

(۱۹۲۶ءتا۱۹۴۷ء)

تحقیق و تالیف

محمد ثاقب رضا قادری

دارالنعمان پبلیشرز

DARUN NOMAN PUBLISHERS

DATA ENTERED

Marfat.com

297.9925
ش 4 ع
141074
ب-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غازیانِ ناموسِ رسالت (معاصر اخبارات کی روشنی میں)
تحقیق و تالیف، محمد ثاقب رضا قادری (پ: یکم جولائی ۱۹۸۴ء)
لاہور، دار النعمان، مئی ۲۰۱۸ء، ۴۳۲ صفحات
۱-ناموس رسالت، ۲-صحافت
۳-تاریخ

GHAZIAN-NAMOOS-E-RISALAT
/TAHQEEQ O TALEEF : MUHAMMAD SAQIB RAZA QADRI
, , PP.432

ناشر: دار النعمان، لاہور، طابع: مقصود احمد، لاہور
قیمت:..........روپے

دست یابی کا پتا:
دار النعمان، دکان نمبر 4، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37225075 صوتی رابطہ: +92-333-1206301
برقی پتا: saqib1126@gmail.com

اورینٹل پبلشرز، رائل پارک، لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت، نزد ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور
کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور
ضیاء القرآن، لاہور/کراچی

مطبع: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

انتساب

ناموسِ رسالت پر پہرہ دینے والے

ہر ''غازی'' اور ''شہید''

کے نام

Marfat.com

اجمالی فہرست

پیش از کتاب: سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ......
تقریظ از علامہ خلیل الرحمٰن قادری
باب اول: غازی عبدالرشید شہید/ دہلی
باب دوم: غازی علم الدین شہید/ لاہور
باب سوم: غازی امیر احمد شہید، غازی عبداللہ شہید/ لاہور
باب چہارم: غازی عبدالقیوم شہید/ کراچی
باب پنجم: غازی محمد صدیق شہید/ قصور
باب ششم: متفرق واقعات
I۔ غازی عبدالمنان
II۔ غازی غلام محمد بٹ شہید/ جہلم
III۔ غازی عبداللہ قصوری/ قصور
IV۔ غازی مرید حسین/ چکوال
ضمیمہ: غازیانِ ناموس رسالت کے متعلق کتب و رسائل کی فہرست

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

مفصل فہرست

پیش از کتاب - سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ...... 14

تقریظ از علامہ خلیل الرحمٰن قادری 23

باب اول: غازی عبدالرشید شہید 32-63

تعارف-32، سوامی شردھانند گولی سے قتل کر دیے گئے-34، سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ شروع ہو گیا-34 پہلے گواہ کا بیان-35، بجواب سوالات جرح-35، دھرم سنگھ کی شہادت-35، بجواب سوالات جرح-36، مہاشہ دھرم پال کی شہادت-36، جرح-37، سوامی چدانند کا بیان-37، پنڈت شردھانند کا قتل-38، مولوی کفایت اللہ صاحب سے ایک سوال-39، عبدالرشید کی تصاویر الہ آباد میں-40، مسلمانوں کی خانہ تلاشیاں-40، موجد شدھی کا قتل اور اس کی ذمہ داری (علامہ نذیر احمد خجندی کیا لکھتے ہیں؟)-41، عبدالرشید کا بیان-42، دس ہزار روپے کا انعام-42، شردھانند کا قتل اور آریوں کی شر انگیزیاں-43، عبدالرشید کو پھانسی کی سزا-46، سات کروڑ مسلمانوں کی اخوت دینی کا مظاہرہ-46، قاضی عبدالرشید کا مرافعہ-49، سازش مسلمانوں کی ہے یا ہندوؤں کی-49، عبدالرشید کا مرافعہ نامنظور-51، قاضی عبدالرشید کے مرافعہ کا استرداد-52، قاضی عبدالرشید کے حالات-52، قاضی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ-52، نعش کا عظیم الشان جلوس-53، شہر میں مکمل ہڑتال-54، متفرق حملے-54، ایک ہندو ہلاک اور تین زخمی-54، ہنگامہ کے متعلق ایسوسی ایٹڈ پریس کا بیان-55، سرکاری بیان-55، ایک ہندو ہلاک اور ۴۵ زخمی-55، پچاس آدمیوں کی گرفتاری-55، تازہ ترین اطلاع بذریعہ ٹیلی فون-56، قاضی عبدالرشید مرحوم کی روح کو ایصال ثواب-56، قاضی عبدالرشید کی قبر پر پولیس کا پہرہ-56، قاضی عبدالرشید صاحب مرحوم و مغفور-57، قاضی عبدالرشید کی زندگی کے آخری لمحے-60، رشتہ داروں سے ملاقات-61، مرحوم کی آخری نصیحت-61، مرحوم کا آخری وعظ-61، مرحوم کا آخری پیغام-62، بیٹے کو نصیحت-62، دوگانہ شکر ادا کیا-62، پھانسی کے تختے پر اللہ کی یاد-63

باب دوم: غازی علم الدین شہید 64-228

تعارف-65، راج پال کی ملعون کتاب-67، آریہ کی شر انگیز کتاب-67، انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد کا ایک خاص جلسہ-68، راج پال پر پہلا حملہ-69، راج پال پر ناکام قاتلانہ

Marfat.com

حملہ-70، بیان کردہ حملہ آور کا حلیہ-70، حکام کی مستعدی-71، زخموں کی حالت-71، ڈپٹی کمشنر کا اعلان-71، محکمہ اطلاعات پنجاب کی اطلاع-72، راج پال پر قاتلانہ حملہ کے مقدمہ کا فیصلہ-72، راج پال کا بیان-72، ملزم سے سوال پوچھنے کے متعلق-73، ملزم کا دوبارہ بیان-73، عدالت کا فیصلہ-74، عبدالعزیز خاں کے خلاف مقدمہ-74، گواہان استغاثہ کے بیانات-74، لالہ نانک چند ناز کی شہادت-74، سید برکت علی شاہ-75، بھگوانا کانسٹیبل-75، شیخ جان محمد (سب انسپکٹر)-75، ملزم کا بیان-76، فرد جرم لگا دی گئی-78، ملزم کا ارتکاب جرم سے انکار-78، راج پال کی حالت-78، راج پال قتل کر دیا گیا-78، قتل-79، مقتول-79، مسلمانوں کا رنج-80، واقعہ-80، چھرا-80، سنسنی-80، احتیاطی تدابیر-80، راج پال کا آخری دن-81، جلسۂ مذمت-81، جلوس بند-81، دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ-81، علم الدین کے حالات-81، قتل راج پال کا مقدمہ-82، میاں علم الدین کا مقدمہ-82، راج پال کے قتل کا مقدمہ-83، ملزم سیشن سپرد کر دیا گیا-83، بیان علم دین-83، راج پال کے قتل کا مقدمہ سیشن میں-84، ڈاکٹر ڈی آرسی کا بیان-85، کدار ناتھ کا بیان-85، بھگت رام کا بیان-87، نانک چند کا بیان-88، پر مانند کا بیان-88، علم الدین پر پہرہ-89، عدالت سیشن میں راج پال کے مقدمہ کی سماعت-90، چھرا بیچنے والا عدالت میں چھرا شناخت نہ کر سکا-90، ودیا رتن گواہ-90، دیوان وزیر چند-92، بیان آتما رام-93، بیان رحمت علی کانسٹیبل-94، بیان تارا چند ہیڈ کانسٹیبل-95، بیان لالہ ملک راج مجسٹریٹ-95، بیان ہنس راج-96، راج پال کے قتل کا مقدمہ-96، مسٹر سلیم کے زبردست دلائل-96، چودھری جلال الدین سب انسپکٹر-97، لالہ جواہر لال انسپکٹر-98، علم الدین کا بیان-100، سرکاری وکیل کی بحث-100، وکیل ملزم کی بحث-102، اسیسروں کی رائے-104، قتل راج پال کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا-105، میاں علم الدین کو سزائے موت کا حکم-105، عدالت کے باہر کا نظارہ-105، علم الدین کو پھانسی کی سزا-106، قتل راج پال کے مقدمہ کی اپیل 107، سرکاری وکیل کے نام مکتوب احمر-107، میاں علم الدین کا مرافعہ عدالت عالیہ میں داخل ہو گیا-108، عدالت عالیہ میں علم الدین کے مرافعہ کی سماعت-108، میاں علم الدین کا مرافعہ-109، مسٹر محمد علی جناح کی فاضلانہ تقریر-109، پولیس کی شہادت میں قانونی نقص-111، موقع کی شہادتوں میں صریحی اختلاف-111، ایک اہم نقص-112، طبی شہادت سے تردید-112، اقبال جرم ناممکن ہے-112، پولیس کے سامنے کیوں نہیں کہا؟-113، دیگر گواہوں کے بیانات میں اختلاف-113، آتما رام کباڑی بناوٹی گواہ ہے-113، چھریوں کی شناخت میں غلطی-114، شناخت کے طریقہ میں نقص-114، خون کے نشانات کا مغالطہ-114، سیشن جج کا قابل اعتراض استدلال-115، رحم کی استدعا-115،

Marfat.com

اپیل خارج کر دی گئی-115، میاں علم الدین کے مقدمہ کا فیصلہ-116، عینی گواہوں کے بیانات-117، ایک اہم نکتہ-117، آتما رام کباڑی کی شہادت-117، خون کے دھبوں کا معاملہ-118، مسلم اسیروں کے خلاف ناواجب رائے-119، مقدمہ کا دوسرا پہلو-119، علم الدین، جناح اور پرتاپ-120، علم دین کا مقدمہ-122، پنجاب ہائی کورٹ اور مسٹر محمد علی جناح-123، میاں علم الدین کا مرافعہ پریوی کونسل میں، کوئی ولایتی بیرسٹر بحث کے لیے پیش ہو گا-124، جیل میں میاں علم الدین کی حالت-124، میاں علم الدین میانوالی جیل میں-125، ناموس رسول کی شمع کا پروانہ-میاں علم الدین کا مرافعہ مستر دکر دیا گیا-125، میاں علم الدین کو پھانسی کے لیے لاہور لایا جائے-127، میاں علم الدین کے والد کا تار حکومت کے نام-128، علم الدین کی پھانسی کے متعلق اس کے باپ کی درخواست-129، پھانسی کی تاریخ ابھی مقرر نہیں ہوئی-129، میاں علم الدین کا عزم و استقلال-130، والدہ اور عزیزوں کو میاں صاحب کی وصیتیں-131، قبر کے متعلق ہدایات-132، والدہ سے گزارشیں-132، میاں علم الدین قاتل راج پال کا اہم بیان-133، میاں علم الدین کو جمعرات کے دن پھانسی دی جائے گی-135، میاں علم دین کی شہادت کا فیصلہ-136، گورنر اور دیگر حکام کو برقی پیغامات-137، مجلس خلافت پنجاب کا تار-137، ہڑتال کا فیصلہ-137، لاہور میں مسلمانوں کا ہیجان و اضطراب-138، رضا کاروں کی بھرتی شروع-138، پولیس کا مظاہرہ-138، دہلی دروازہ کا جلسہ-138، جلوس-139، عام ہڑتال-139، برکت علی مسلم ہال میں مشورہ-139، علامہ اقبال کی مساعی-140، تاروں پر سنسر-140، گورنر کا پتہ نہ ملا-140، عظیم الشان اجتماع-140، سرتاج کائنات کی شمع حرمت کا پروانہ شہید ہو گیا-141، میانوالی جیل میں نماز کے بغیر میت کی تدفین-141، تختۂ دار کا منظر-141، شہید علم الدین کے آخری اوقات-142، والد ماجد شہید کا رقت انگیز بیان-142، جام شہادت-143، پولیس کا تشدد-143، علم دین زندہ باد-144، میاں طالع مند کی تشریف آوری-144، سول نافرمانی کے لیے رضا کاروں کی بھرتی شروع-145، ڈاکٹر اقبال نقض امن کی حفاظت کے ضامن بنتے ہیں-145، میاں طالع مند کا تار-145، میانوالی سے آئے ہوئے آدمی کا بیان-145، کانگرس سے مطالبہ-146، علامہ اقبال کے مکان پر جلسہ-146، شہید علم الدین کی نعش کا مطالبہ-147، مسلمانان لاہور کا پُر جوش اجتماع-147، رضا کار بنو!-147، جذبۂ قربانی پیدا کرو-147، موت کے لیے تیار ہو جاؤ-148، منظم مظاہرہ کی ضرورت-148، مختلف تقریریں-148، حیرت اور استاد گام کی نظمیں-148، علم الدین شہید ہو گیا-149، علم الدین زندہ باد-149، دو گروہ-150، راج پال، جتندر داس اور علم الدین-150، حکومت کی دل آزار روش-151، شہید علم الدین کی لاش

Marfat.com

لانے کے لیے خاموش مقابلہ کی تیاریاں-151، گورنر سے ملاقات کرنے کے لیے وفد-152، پولیس کا زبردست انتظام-152، شان دار جلوس اور جلسہ-152، پہلے دستے کے رضا کار-153، مسلمان تاجروں کی حمیت اسلامی-154، میانوالی کے ڈپٹی کمشنر کی تبدیلی-154، میانوالی میں مسلمانوں کی گرفتاریاں-154، غازی علم الدین کا یوم شہادت-سید کشفی نظامی کی حریت افروز تجویز-155، شہید علم الدین کی قبر پر پولیس کا زبردست پہرہ-156، میانوالی میں گرفتاریوں کی بھرمار-156، شہید کی قبر پر پہرہ اور روشنی-156، بیرون جات کی پولیس-156، بالاخانوں پر پولیس کے مورچے-156، سنگ باری کرنے والوں کی شناخت-156، میاں علم الدین کی شہادت-سمبڑیال میں جلسۂ ماتم-157، علم الدین شہید کی نعش لینے کی سرگرمیاں-گورنر سے مسلمان اکابر کے وفد کی ملاقات-157، خاموش مقابلہ کرنے والے رضا کاروں کا دستہ-158، رضا کاروں کے جلوس کا گشت-158، رضا کاروں کا ضبط و نظام-159، مولانا ظفر علی خان کی تقریر-159، علم الدین شہید کی لاش-161، میاں علم الدین شہید (نظم) از اصغر حسین نظیر لدھیانوی-162، ملتان میں علم الدین شہید کے لیے جنازہ غائبانہ-163، شہادت علم الدین کا مادۂ تاریخ-164، علم الدین شہید کی نعش-164، علم الدین شہید کی نعش واپس لینے کی سرگرمیاں-165، شان دار جلوس اور جلسہ-165، امیر بخش پہلوان کی تقریر-166، مولانا ظفر علی خان کی تقریر-166، ایک ڈاکٹر کی طبی خدمات-167، پہلے دستے کے پانچ اور فدا کار-167، مسلمان اکابر کے وفد کی گورنر سے طویل ملاقات-سر شفیع اور علامہ اقبال کی مساعی جمیلہ-167، غازی علم الدین کی نعش لاہور سنٹرل جیل میں-168، کل چھ بجے فیصلہ ہوگا-168، مفتی کفایت اللہ کا احتجاج-169، عشق رسول کی برکت دیکھو-170، میاں علم الدین شہید کی نعش-گورنر صاحب نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرلیا-170، دو فروگذاشتوں کی تصحیح-171، علم الدین شہید کی نعش مسلمانوں کو مل جائے گی-172، انجمن شباب المسلمین کا اہم سالانہ اجلاس-173، میاں علم دین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کی اجازت-173، مسلمانوں کا وفد-174، گورنر کا جواب-174، حکومت پنجاب کا فیصلہ-175، شرائط-175، ایک کمیٹی کا قیام-175، حکومت کی توقعات-176، شہید اسلام-میاں علم الدین کا عکسی دورنگی فوٹو-176، تاریخ شہادت میاں علم الدین (نظم)-177، علم الدین شہید کے جنازہ کی تیاریاں-178، چوبرجی گراؤنڈ میں انتظامات کی درستی-178، قاضی عبدالرشید اور غازی علم الدین شہید-ایک مشترک مرقع-178، علم الدین شہید کی نماز جنازہ جنازہ پر خلائق وملائکہ کا بے نظیر ہجوم-179، چار لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر-179، پولیس اور فوج کے انتظامات-179، علم الدین شہید کی اسپیشل ٹرین-180، شہید کی میت مسلمانوں کے حوالے-180، کلمہ گویان محمد

Marfat.com

(ﷺ) کا بے نظیر اجتماع-180، مسلمانوں کا حیرت انگیز ضبط و نظام-181، تدفین شہید-181، بیرون جات کے مسلمان-182، میاں علم الدین شہید کی بہترین یادگار-182،علم الدین شہید کی تدفین کی تفصیلات-183، رضا کاروں کا حسن انتظام-183،تقریریں-183، جنازہ-184، لوگوں کا تانتا-184، مستورات-184، میاں طالع مند-184، جنازہ میانی صاحب میں-184، قبر میں پھول-185، رضا کاروں کا انتظام-185، مولانا ظفر علی خان کے ارشادات-185، واپسی-186، اکابرین کی مساعی-186، حکیم احمد حسن کا ایثار-186، شہر میں ہڑتال-186، غازی علم الدین کی میت لاہور میں-187، غلامان رسول کے جوش عقیدت کا مؤاج سمندر-187، اجتماع کا نظارہ-188، میت کی کیفیت-188، شہادت اسے کہتے ہیں-189، اندیشۂ مرگ سے پاک زندگی-189، مقام شہادت کی بلندی-190، ارمغان تشکر وسپاس-190، اعلان جلسۂ عام-191، افکار وحوادث -192، شہید علم الدین کی نعش مل جانے پر جلسۂ تہنیت-193، میانوالی کے اسیروں کی رہائی کا مطالبہ-193، شکریہ-193، اتحاد اور زندگی-194، اسیروں کی رہائی کا مطالبہ -194، رضا کاروں کا شکریہ-195، شہید اعظم علم الدین کی تجہیز وتکفین-196، مسلمانانِ لاہور کی طرف سے حکومت کا شکریہ-196، ہدیۂ تشکر و سپاس-197، مراسلہ-198 ، مہاشہ کرشن اور شہید علم الدین-199، ہندو اخبار کی اشتعال انگیزی-201 ، مسلمانو متحد ہو جاؤ-202، شہید علم الدین کا بے نظیر مادۂ تاریخ-203، شاہ عالمی دروازہ کی مسجد علم الدین کے نام پر موسوم کرنے کی تحریک-203، میاں علم الدین غازی بازار-204، حسابات غازی علم الدین کمیٹی-204، مسجد شہید لاہور کے لیے چندہ-206،

اخبار الفقیہ، امرتسر کے شماروں سے::

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا جلسۂ احتجاج-207، انجمن خدام الصوفیہ راول پنڈی کا جلسہ-208، مسلمانانِ موبہ ضلع لکھنؤ کا جلسہ-209، راج پال کی کتاب-211، سوامی ستیانند پر مفروضہ حملہ-211، سوامی ستیانند پر حملہ-212، مہاشہ راج پال کے مکان پر پولیس-213، مشہور راج پال کا دن دہاڑے قتل-213، ایک مسلمان قتل کے الزام میں گرفتار-213، حملہ کس طرح ہوا؟-213، قاتل کا کیا نام ہے؟-214، پولیس اور راج پال-214، نو انچ لمبا چھرا-214، چاقو جسم کے آر پار ہو گیا-214، پولیس کا زبردست انتظام-214، راج پال-215، ملزم علم الدین کا ریمانڈ آٹھ روز کے لیے-215، قتل راج پال کا مقدمہ-216، علم الدین کا بیان-216، مقدمہ قتل راج پال کا فیصلہ-216، علم الدین کو پھانسی کی سزا-216، علم الدین کا مرافعہ-217، میاں علم الدین کی سزائے موت بحال رہی-217، میاں علم الدین کی وصیت-218، ماں اور باپ سے استدعا-218، غازی علم دین شہید کی قبر پر پولیس کا زبردست

Marfat.com

پہرہ-218، بیرون جات سے خلق کی آمد-219، پولیس کا زبردست پہرہ-220، حکومت پنجاب کو متعدد تار-220، شہر میں گرفتاریوں کی بھرمار-220، غازی کی قبر پر پہرہ اور روشنی-221، مزید پولیس کی آمد-221، غیر مسلموں کا افسوس ناک رویہ-221، شیدائے محمد (ﷺ) کا جنازہ دو لاکھ مومنوں نے پڑھا-222، میاں علم الدین شہید کی وصیت-226، کلام غازی علم الدین شہید-227،

باب سوم: غازی امیر احمد/ غازی عبداللہ شہید 229-251

مختصر واقعہ 230، حضور خواجۂ دو جہان ﷺ کا فوٹو-237، اسلامیانِ گڑھی شاہو کا اظہارِ غیظ و غضب، پراچین کہانی کی فوری ضبطی کا مطالبہ-237، پراچین کہانی کے مصنف کا قتل -238، حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کا نتیجہ-، پراچین کہانی کا مصنف قتل کر دیا گیا-239، دو حملہ آور گرفتار-ایک نے اقبال کرلیا-240، مقتولین کی تعداد تین تک پہنچ گئی-241، میاں عبداللہ شہید و میاں امیر احمد کے حالات-241، کتاب پراچین کہانی کے مصنف کا مقدمہ قتل-245، سیشن جج کا فیصلہ-خان عبداللہ خان اور امیر احمد کو سزائے موت کا حکم-245، عاشقانِ رسول کا آخری وقت آن پہنچا-247، عاشقان رسول کریم کی درخواست اجازت منظور-247، شمع نبوت کے پروانوں کا مرافعہ پریوی کونسل میں-248، عاشقانِ رسول کی پھانسی ملتوی کر دی گئی-249، شمع رسالت کے پروانے-249، فدایانِ رسول کریم عبداللہ خان اور امیر احمد-250

باب چہارم: غازی عبدالقیوم شہید 252-354

تعارف-253، غازی عبدالقیوم کے جلوس جنازہ پر فائرنگ-257، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا عبرت ناک انجام-258، رسول کریم کی شان میں گستاخی کرنے والے ہندو کے چاقو گھونپ دیا گیا-258، نتھو رام کا قتل اور کراچی کے ہندو-259، نتھو رام کے قتل کا مقدمہ-261، غازی عبدالقیوم کا مجاہدانہ بیان-262، شمع رسالت کے پروانے غازی عبدالقیوم کو پھانسی کی سزا دے دی گئی-265، غازی عبدالقیوم سے ان کی والدہ کی ملاقات-266، جنگ بہادر کو دو سال قید اور عبدالقیوم کو پھانسی-268، عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا وفد لاہور میں-270، غازی عبدالقیوم کے لیے وائسرائے کے پاس وفد-270، نتھو رام کی 'تاریخ اسلام' ضبط-270، غازی عبدالقیوم کے اپیل کی سماعت ۲۶ نومبر کو ہوگی-271، حاجی محمد یونس غازی عبدالقیوم کے مقدمہ کی پیروی کے لیے آ رہے ہیں-271، وائسرائے کا ملاقات کرنے سے انکار-272، غازی عبدالقیوم کی سزائے موت کا مسئلہ-273، غازی کی اہلیہ کا تار شہزادی میرینہ کے نام-274، حضرت سجادہ نشین سیال شریف کا مکتوب-275، غازی عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا کام-276، غازی عبدالقیوم کے وکیل کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے-278، غازی

Marfat.com

عبدالقیوم اور محمد صدیق-279، غازی عبدالقیوم کو آج پھانسی نہیں دی گئی-279، جیل کے نزدیک بے پناہ ہجوم-، غازی عبدالقیوم کے متعلق کچھ نہ لکھا جائے-مجسٹریٹ کراچی کا حکم-280، غازی عبدالقیوم کو سرحدی جیل میں منتقل کر دیا جائے گا-280، پھانسی کی تاریخ میں التوا کا سبب-280، کراچی میں اسلامی اخباروں کی شامت-281، حضرت غازی عبدالقیوم-282، غازی عبدالقیوم نے جام شہادت نوش کر لیا-283، مسلمانوں کے ایک لاکھ کے ہجوم پر پولیس کا حملہ-283، غازی کی نعش قبر سے نکالی گئی-283، عینی شاہد کا بیان-284، کراچی کے حادثۂ خونیں کی فوری اور بے لاگ تحقیقات کی جائے-285، کراچی میں گولی چلانے پر حکومت کی مذمت-اسمبلی میں تحریک التوا منظور ہو گئی-286، سیٹھ عبداللہ ہارون کی طرف سے ایک ہزار روپیہ-289، کراچی کا خونچکاں حادثۂ محزنہ، حادثۂ کراچی کے متعلق کونسل آف سٹیٹ میں سوالات-291، پولیٹیکل انارکزم اور مذہبی انارکزم-293، دارالعلوم میں حادثۂ کراچی کے متعلق سوالات-298، حادثۂ کراچی پر گورہ فوج کے افسر کا اظہارِ افسوس-۳۵ شہداء کا خوں بہا ایک سو روپیہ-299، ریلیف کمیٹی کا قیام اور فوج کا اظہارِ ندامت-299، زعمائے کراچی کا پیغام-300، غازی عبدالقیوم کا وقت آخر-301، فوج نے انتباہ کے بغیر مسلمانوں پر گولی چلائی-302، وفد کا تقرر-302، متعلقہ مقامی افسروں سے ملاقات-303، طاقت کے استعمال کی دھمکی-304، پھانسی کی تاریخ کا التوا-305، ۴ مارچ کا ہجوم-305، پولیس کا لاٹھی چارج-306، غازی سے ملاقات کی اجازت منسوخ-307، غازی کے ورثاء کی درخواست-308، سٹی مجسٹریٹ کا جواب-309، پھانسی دے دی گئی-309، میت کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا-310، فوج نے گولی چلا دی-311، توجہ طلب مسائل-311، کراچی کے حادثۂ خونین کے متعلق پہلا چشم دید بیان-313، مجروحین کراچی کی امداد کی جائے-315، مصیبت زدگان کراچی کی امداد-316، مسلمانان کانپور کا خاص جلسہ-316، حکام کو سزا اور شہدا کے ورثا کو خوں بہا دیا جائے-317، مسلمانانِ کلکتہ کا مطالبہ-318، کراچی کے مسلمانوں کی بے گناہی ثابت ہو گئی-319، مسلمانانِ لاہور کے اجتماع عظیم کی قراردادیں-322، مسلمانان سکھر کا عظیم الشان جلسہ-323، آزاد تحقیقات کا مطالبہ-مسلمان ممبروں سے درخواست-324، پس ماندگان سے ہمدردی-324، شہدا کے لیے دعائے مغفرت-324، کراچی کے حادثۂ خونیں کے تازہ حالات- 325، حکام کی بے تدبیری، بدعہدی اور نالائقی-324 ، اسلامی پریس کی بے چارگی-325، کتمان حق-326، پھانسی کا التوا-326، وعدہ خلافی -326، پھانسی اور مابعد کے واقعات-326، قبرستان میں اجتماع-328، غلطی کا احساس-329، مسلمان بالکل پُرامن تھے-329، کراچی کے حکام کی ہولناک مجرمیت-330، طول وعرض ہند میں حادثۂ کراچی پر غم وغصہ کی لہر-333، لاء کالج کے

Marfat.com

مسلم طلبا کا برقیہ-333، انجمن اسلامیہ امرتسر کا احتجاج-333، جماعت احمدیہ لاہور کی قرارداد-334، انجمن اسلامیہ منڈی بہاء الدین-335، جمعیۃ اسلام لاہور کا احتجاجی جلسہ-335، واقعہ ہائلہ کراچی کے کشتگان کی تعداد-335، کراچی کا واقعہ ہائلہ-مسلم ارکان اسمبلی کا فیصلہ-336، مسلمانوں نے غازی عبدالقیوم کی قبر کو نہیں کھودا تھا-ایک غلط خبر کی تردید-336، ملتان میں حادثۂ کراچی پر احتجاج-337، عبدالقیوم مرحوم-338، گاندھی جی اور انارکزم-338، ہندوؤں کے ایک سیدھے سوال کا جواب-338، کراچی کے حادثہ پر خون کے آنسو-بنارس اور لائل پور میں جلسے-342، کراچی کے حادثۂ خونین کی غیر سرکاری تحقیقات-اسمبلی کے مسلم ارکان کا فیصلہ-343، کراچی کے واقعۂ خونیں کی غیر سرکاری تحقیقات-مسلم ارکان اسمبلی کا درست فیصلہ (اداریہ)-344، کراچی کے خونیں حادثہ پر اسلامی ہند میں عالم گیر اضطراب-347، حصار میں جلسہ-347، لاہور میں احتجاجی جلسہ-348، رہتک میں احتجاجی جلسہ-348، مسلمانان کوہاٹ کا احتجاج-349، غازی پور میں جلسہ-349، حادثۂ کراچی پر ہندو سبھا کا اظہارِ مسرت-349، غازی عبدالقیوم کی پھانسی کا خون آشام دن-350، گوجرخان-353، مظلومین کراچی کی امداد-354

باب پنجم: غازی محمد صدیق شہید 355-382

پالا شاہ قصوری کا قتل-356، میاں محمد صدیق کے مقدمہ کی مزید تحقیقات-356، غازی محمد صدیق قصوری کے مقدمہ کی سماعت-356، غازی محمد صدیق قصوری کا مقدمہ سیشن سپرد کر دیا گیا-357، غازی ممدوح نے حکم سنتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا-357، قصہ عاشق رسول عرف غازی محمد صدیق-گورنمنٹ نے ضبط کرلیا-360، غازی محمد صدیق کا مقدمہ-360، غازی محمد صدیق کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا-361، شمع نبوت کے شیدائی کا ہنگامہ خیز بیان-361، مقدمہ کا حالات-361، پولیس کی شہادتیں-362، مجسٹریٹ قصور کی شہادت-363، آنریری مجسٹریٹ کی شہادت-363، عباد علی کانسٹیبل کی شہادت-364، لنچ کے بعد کی کارروائی-364، گواہ پر جرح-363، غازی محمد صدیق قصوری کو سزائے موت-364، عبدالقیوم و محمد صدیق-کسی کے دربار میں جاتے ہیں-366، غازی محمد صدیق کی اپیل-367، غازی محمد صدیق کی درخواست رحم مسترد کر دی گئی-368، ہدیۂ عقیدت-369، پروانۂ رسالت کو جام شہادت پلا دیا گیا-370، حالات زندگی غازی محمد صدیق شہید قصوری-373، باعث شہادت-374، جیل کی ملاقاتوں کے مختصر حالات-377، جیل کی ملاقاتوں کا دستور العمل-378، فیروز پور جیل میں آخری ملاقاتیں-380، مختصر واقعۂ یوم شہادت-380

باب ششم: متفرق واقعات 383-406

Marfat.com

غازی عبدالمنان: عبدالمنان کو سات سال قید سخت کی سزا-384، مولوی عبدالمنان کو سات سال قید-385

غازی غلام محمد بٹ: مختصر تعارف-386، جہلم میں شاتم رسول کا قتل-387، غلام محمد کو سزائے موت کا حکم-شاتم رسول کو قتل کرنے کا الزام-387

غازی مولوی عبداللہ قصوری: ضلع شیخوپورہ میں چیچل سنگھ سابق نورا کا قتل-وہ مرتد ہونے کے بعد توہین رسول کرتا تھا-388، عبداللہ کو سنٹرل جیل لاہور میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا-390

غازی مرید حسین شہید: تعارف 391، شفاخانہ حیوانات پلول کے ڈاکٹر کی حیوانیت-399، جماعت احمدیہ لدھیانہ کی ضروری قراردادیں-400، پلول کے احمق وٹرنری افسر-401، پلول کے وٹرنری ہسپتال کا واقعہ-402، پلول کے شفاخانہ حیوانات کے سپرنٹنڈنٹ پر حملہ کی کوشش-402، چکوال ضلع جہلم کے ایک مسلم لڑکے کو چار ماہ قید بامشقت-403، گدھے کو ''احمق'' سے ''بہادر'' بنا دیا گیا-404، زمیندار کا پریس ضبط کر لیا گیا-405، ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جائے گی-405، بعد کی اطلاع-405، زمیندار کی ضمانت کی واپسی-ایک غلط فہمی کا ازالہ-406

ضمیمہ: غازیانِ ناموس رسالت کے متعلق لٹریچر کا تعارف 407-432

☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ......

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کیا خوب کہا:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں اُنگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب
(حدائق بخشش)

اس ایک شعر میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت کے متعدد پہلو جمع کر دیے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھ کر مصر کی عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے نام پر عرب کے مرد اپنے سر کٹوا دیتے ہیں۔

چند نکات پیش خدمت ہیں:

ا۔ مصر کی عورتوں نے حسن یوسف دیکھا تو اس میں یوں محو ہو گئیں کہ ان کو خبر ہی نہ رہی اور اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ جب کہ مردانِ عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن پر نہیں بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر اپنے سر کٹواتے ہیں۔

۲۔ کٹ جانا اور کٹوانے میں بہت فرق ہے۔ یعنی مصر کی عورتوں نے انگلیاں ارادی طور پر نہیں کاٹی تھیں بل کہ حسن یوسف کے نظارہ میں ایسی محو ہوئیں کہ ان کو ہوش نہ رہا اور اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق آپ کے نام کے تقدس اور ناموس کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں اور ایسا بقائمی ہوش وحواس کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہر دَور میں مسلمانوں کا یہی دستور اور نصب العمل رہا ہے کہ وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس کی حفاظت کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو ناموسِ رسالت کا معاملہ بہت ہی حساس ہے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی غفلت یا سُستی ناقابل برداشت ہے۔ اس معاملہ میں کسی قسم کا سمجھوتا بھی ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔ مختصراً یوں کہیے کہ یہ مسئلہ اہل اسلام کا روحانی ریڈ زون (Red zone) اور نو گو ایریا (No go area) ہے۔

بارگاہِ رسالت کے آداب خود رب تعالیٰ نے تعلیم فرمائے اور اس باب میں قرآن کریم کی متعدد آیات نازل ہوئیں چناں چہ ارشاد ہوتا ہے:

یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصوتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعملکم و انتم لا تشعرون. (الحجرات: ۴۹/۲)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اِکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

مزید ارشاد فرمایا:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرت اکثرھم لا یعقلون.

''بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔'' (الحجرات: ۴۹/۴)

بارگاہِ رسالت کے لیے ایسے لفظ کا استعمال بھی منع فرما دیا جس میں گستاخی کا شائبہ بھی گزرتا ہو چناں چہ ارشادِ ربّانی ہے:

یایھا الذین امنوا لا تقولوا رعنا و قولوا انظرنا واسمعوا و للکفرین عذاب الیم. (البقرۃ: ۲/۱۰۴)

''اے ایمان والو! ''راعنا'' نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کے ادب کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا اور ہر عبادت سے مقدم جانا۔ اور اس بارگاہ کے گستاخ و بے ادب سے سختی کا معاملہ رکھا۔ اس ضمن میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ قابل غور ہے کہ جب بہ ظاہر مسلمان کہلوانے والے ایک شخص نے یہودی کے ساتھ کسی معاملہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ملاحظہ واقعات وحقائق معاملہ کا فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا تو اس بہ ظاہر مسلمان حقیقی منافق نے اسی معاملہ کا فیصلہ از سر نو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کروانا چاہا تو جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کا سر قلم کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔

رب تعالیٰ نے آپ کی تائید میں قرآن کریم کی آیات نازل فرمائیں:

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنوا بما انزل الیک و ما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروا به و یرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا. (النساء:۴/۶۰)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعوی ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کا تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دُور بہکا دے۔

مزید ارشاد ہوا:

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما.

تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (النساء:۴/۶۵)

☆

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت عالمین ہیں لیکن گستاخ رسول وہ شخص ہے جو خود اپنے قول وفعل سے اپنی ذات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے محروم کرلیتا ہے اور اس کی سزائے قتل پر امت کا اجماع ہے۔حتی کہ ایسا شخص اگر کعبہ مشرفہ کے پردوں میں بھی پناہ ڈھونڈے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چناں چہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے ۔کسی نے حضور سے عرض کی کہ حضور! (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔آپ نے فرمایا: اقتلوہ ،اسے قتل کردو۔(صحیح بخاری، جلد۳، صفحہ ۱۷، رقم الحدیث:۱۸۴۶)

عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین وتنقیص کیا کرتا تھا۔اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

☆

متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے بعد جہاں مسلمانوں کے جان و مال کو خطرات درپیش ہوئے وہیں دین وایمان ، اعتقادونظریات پر بھی بار بار حملوں کا سلسلہ شروع ہوا، اس کے نتیجہ میں مختلف فرقوں وگروہوں نے جنم لیا جنہوں نے جمہور اہل اسلام سے منفرد نظریات وعقائد کی تبلیغ شروع کی اور یوں اسلامیانِ ہند کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا۔کوئی منکر حدیث ہوا تو کسی گروہ نے فقہ وتصوف کا انکار کر دیا۔کسی نے بدعت وشرک کی رَٹ لگائی تو کسی نے نیچریت کا راگ اَلاپا اور گم راہی و بے دینی کا یہ سلسلہ یہاں تک دراز ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بتدریج نبوت کا دعوی کر دیا اور اپنے آپ کو امت مسلمہ سے الگ کرلیا۔

جب غیر مسلموں نے مسلمانی کا دعوی کرنے والوں کے مابین یہ چپقلش دیکھی تو انہوں

Marfat.com

نے بھی اسلام و بانی اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کیا جو کہ بڑھتے بڑھتے سنگھٹن اور تحریک شدھی کی شکل اختیار کر گیا۔ اس تحریک کے وجود پانے کے بعد مسلمانوں پر ہندوستان میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا اور طرح طرح سے مسلمانوں کو جسمانی و روحانی اذیت دی گئی۔ تقسیم ہند سے قبل کے اخبارات کا مطالعہ کرنے سے بہ کثرت ایسے واقعات سے آگاہی ہوتی ہے مثلاً مسلمانوں کی مساجد و مزارات پر قبضہ، مساجد میں اذان کی پابندی، دوران اذان و نماز مساجد کے سامنے ہندوؤں کا جمع ہو کر شور و غوغا کرنا، باجا بجانا، دوران نماز مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو شہید کرنا یا زخمی کرنا، مسلمانوں کی محافل و مجالس و جلوس پر خنزیر چھوڑنا، غریب و کمزور مسلمانوں کو جبری طور پر ہندوؤں کے کفریہ عقائد منوانا یا زبان سے کہلوانا، مسلم عورتوں کی بے حرمتی کرنا، عید بقر یا دیگر ایام میں گائے ذبح کرنے والے مسلمانوں کا قتل عام کرنا، نومسلموں کو دوبارہ جبری طور پر ہندو مذہب میں داخل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ہندو عوام کو انتہا پسندی پر اُبھارنے اور جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے ہندو لیڈروں، ہندو اخباروں اور مصنفوں نے خوب حصہ لیا۔

دوسری طرف انگریز حکومت ان ہندوؤں کی پشت پناہی کرتی رہی اور مسلمانوں کو دبانے اور ہندوؤں کے زیر دست کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا رہی۔ ان حالات میں ہندو انتہا پسندوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی پر مشتمل تحریریں شائع کیں، زبانی بدکلامی بھی کی جس کے نتیجہ میں غازیانِ ناموس رسالت کے غیور و روشن کردار سامنے آئے۔

یہ اَمر بھی قابل غور ہے کہ گستاخی کے واقعات کا سلسلہ راج پال کی ملعون کتاب کی اشاعت ۱۹۲۳ء سے شروع ہوا، جب کہ غازی علم الدین شہید نے اس کو ۱۹۲۹ء میں جہنم واصل کیا۔ جب کہ اس سے قبل شدھی تحریک کے بانی کو قاضی عبدالرشید شہید نے ۱۹۲۶ء میں جہنم رسید کیا تھا۔ یوں غازیان ناموس رسالت میں پہلا کردار قاضی عبدالرشید شہید کا ہے اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور تقسیم ہند ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

☆

Marfat.com

ناموس رسالت کے محافظوں و جاں نثاروں کو ''غازی'' اور ''شہید'' کے لقب سے یاد جاتا ہے۔ ''غازی'' کا لقب سب سے قبل غازی علم الدین شہید کے لیے غالباً روزنامہ **انقلاب**، لاہور (مدیران: غلام رسول مہر/عبدالمجید سالک) نے استعمال کیا۔ روزنامہ **انقلاب** کی فائلوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ اس لقب پر مختلف اخباروں بالخصوص ہندو اخباروں میں بحث مباحثہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن وقت کی قلت کے سبب ہم نے اس جانب خاص توجہ نہیں کی۔

تاہم بعد میں یہ جان کر نہایت افسوس بھی ہوا کہ ہفت روزہ اخبار **اہل حدیث** (امرتسر) کے مدیر مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی غازی علم الدین شہید کے لیے لفظ ''غازی'' اور ''شہید'' کے استعمال پر معترض رہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے راج پال کی کتاب کے جواب میں ''مقدس رسول'' کے نام سے کتاب بھی لکھی اور ہندوستان بھر کے علماء سے داد و تحسین وصول کی لیکن دوسری طرف غازی علم الدین شہید کے فعل سے ان کا بیزاری ظاہر کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ انہوں نے اس بارے ۱۳ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو ''**علم الدین۔ غازی اور شہید؟**'' کے عنوان سے ایک طویل اداریہ اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کیا۔ جب کہ چند سالوں بعد غازی محمد صدیق شہید قصوری کے مقدمہ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کا نام گواہانِ صفائی میں پیش کیا گیا۔ (دیکھیے کتاب ہذا کا صفحہ ۳۵۸)

مولوی صاحب کے اس طرز عمل پر خود ان کے ہم مسلک اخبار خادم کعبہ نے درج ذیل تبصرہ کیا جسے ہم ہفت روزہ اخبار **الفقیہ** سے نقل کر رہے ہیں:

''جب کسی دشمن وطن آریہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ ذہنی کی اور راج پال نے اسے چھپوا کر شائع کیا تو مسلمانان ہندوستان کے درمیان غم و غصہ کی زبردست لہر پھیل گئی۔ جا بجا جلسے ہوئے اور احتجاج کے مظاہرے کیے گئے۔ اس نازک موقع پر مولوی ثناء اللہ نے یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دینا چاہا کہ اس کتاب کا جواب میں نے ''مقدس رسول'' میں لکھ دیا ہے مسلمان دس آنے میں اس کی کاپیاں خرید لیں۔ بس یہی کافی ہے۔ شمع ناموس رسالت کے پروانے غازی علم

Marfat.com

الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کعب بن اشرف والے واقعہ کی یاد تازہ دلا دی تو مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے سے باز نہ رہ سکے۔ انھوں نے نہ صرف حضرت شہید کے خلاف دل سوز نکتہ چینی کی بل کہ مسلمانوں کو بھی سخت سست کہا۔ مولوی صاحب کا مقصد یقیناً یہی ہوگا کہ ہندو اور آریہ ناراض نہ ہو جائیں اور جنگ زرگری کی اہم غرض کے پیش نظر جو مناظرے آئے دن ہوتے رہتے ہیں ان کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ (خادم کعبہ، ۲۶ راگست ۱۹۳۸ء) الفقیہ ۱۴ ردسمبر ۱۹۳۸ء)

☆

اس کتاب کی ترتیب میں درج ذیل اُمور کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

۱۔ صرف انہی غازیان ناموس رسالت کے واقعات کو لیا گیا ہے جو معاصر اخبارات و رسائل میں رپورٹ ہوئے۔ جو اخبارات و رسائل ہمیں دستیاب ہوسکے ان کے نام یوں ہیں:

۱۔ روز نامہ **انقلاب** (لاہور)، مدیران: غلام رسول مہر/عبدالمجید سالک

۲۔ ہفت روزہ نیّر اسلام (لاہور)، مدیر: غلام نبی انصاری

۳۔ ہفت روزہ **الفقیہ** (امرت سر)، مدیر: حکیم معراج الدین امرتسری

۴۔ ہفت روزہ **نور افشاں** (لاہور)، مدیر: پادری ایس ایم پال

۵۔ ماہ نامہ **السواد الاعظم** (مراد آباد)، مدیر: مفتی محمد عمر نعیمی/مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی

۶۔ ماہ نامہ **انوار الصوفیہ** (لاہور/سیال کوٹ)

ان کے علاوہ اہم معاصر اخبارات مثلاً پیسہ، زمیندار، سیاست، وطن وغیرہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

۲۔ کتاب- مقدمہ کے علاوہ چھ ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا باب: غازی عبدالرشید شہید، دوسرا باب: غازی علم الدین شہید، تیسرا باب: غازی امیر احمد/غازی عبداللہ شہید، چوتھا باب: غازی عبدالقیوم شہید، پانچواں باب: غازی محمد صدیق شہید اور باب ششم غازی مرید حسین شہید، غازی عبداللہ انصاری اور غازی غلام محمد بٹ شہید کے واقعات پر مشتمل ہے۔

ضمیمۂ کتاب میں غازیان ناموس رسالت کے متعلق قدیم و جدید کتب و رسائل کا مختصر

Marfat.com

تعارف دیا گیا ہے نیز رسائل و جرائد کے خصوصی شماروں کی تفصیل بھی درج ہے تا کہ اس موضوع پر مزید تحقیق کرنے والوں کو مواد کی نشان دہی میں سہولت رہے۔

۳۔ تمام مضامین، اداریوں اور رپورٹس کو باعتبار تاریخ من وعن نقل کیا گیا ہے۔

۴۔ پروف ریڈنگ پر بھرپور توجہ دی گئی ہے پھر بھی غلطی کا اُمکان باقی ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام اس بارے ہماری رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

۵۔ پیش نظر کتاب میں تقسیم ہند سے قبل کے واقعات کو ہی لیا گیا ہے۔ تقسیم ہند کے غازیان کے متعلق اخباری ریکارڈ کی تلاش میں بھرپور کوشش کی گئی اور اسی کے سبب یہ کتاب تقریباً ڈیڑھ سال تاخیر کا شکار ہوئی لیکن پھر بھی بعض غازیان ناموس رسالت کا تذکرہ معاصر اخبارات سے دستیاب نہ ہو سکا جن میں غازی میاں محمد شہید شامل ہیں۔ یوں ہی غازی غلام محمد بٹ، غازی مرید حسین اور غازی عبداللہ انصاری کے متعلق زیادہ معلومات دست یاب نہ ہو سکیں۔

۶۔ اس کتاب کا مقصد قدیم و نایاب اخباری رپورٹس، اداریوں وغیرہ کو من وعن پیش کرنا ہے تا کہ مستقبل کے محققین کو اصل مصادر کی تلاش میں زیادہ سعی نہ کرنی پڑے۔ تاہم غازیان ناموس رسالت کے متعلق شائع ہونے والے کتب و رسائل میں رائے محمد کمال صاحب کی تحریریں لائق استناد اور قابل داد ہیں۔

۷۔ رپورٹس اور خبروں کو نقل کرتے ہوئے اخبار میں شائع شدہ سرخیوں/عنوانات کو باقی رکھا گیا ہے اور انہی عنوانات پر مشتمل ایک تفصیلی فہرست کتاب کے شروع میں مرتب کی گئی ہے۔

اللہ کریم جل مجدہٗ کے بے پایاں رحم و کرم اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نگاہِ فیض سے یہ کتاب ترتیب و تدوین و اشاعت کے پُر پیچ مراحل سے گزرتی ہوئی قارئین کرام کے افادہ کے لیے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ ربّ کریم اس کتاب کو نافع بنائے اور اس کی ترتیب و اشاعت میں معاون احباب کو جزائے خیر سے نوازے بالخصوص یادگارِ اَسلاف علامہ قاری سلیمان سیالوی (لاہور)، محقق و ناشر سلسلہ سہروردسید اویس علی سہروری (اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور)، محقق و مورخ محترم عابد حسین شاہ (چکوال)، محقق سلسلہ سہرورد حسن نواز شاہ (گوجرخان)، علامہ خلیل

الرحمٰن قادری (جامعہ اسلامیہ، لاہور) مفتی ذوالفقار خان نعیمی (انڈیا)، پروفیسر خیال آفاقی (کراچی)، مقصود احمد قادری (دارالنعمان، لاہور)، مفتی سہیل احمد سیالوی (دینہ/جہلم)، جناب فرقان صاحب (فیصل آباد)، رائے محمد کمال صاحب (حافظ آباد)، محترم توفیق احمد جوناگڑھی (کراچی)، جناب محمد متین خالد صاحب (لاہور)، ڈاکٹر خورشید احمد قادری (جی سی یونیورسٹی، لاہور) محترم عقیل اکرم بھٹی (پنجاب پبلک لائبریری، لاہور)، محترم محمد امین صاحب (میوزیم لائبریری، لاہور)، محمد عثمان صاحب (میوزیم لائبریری)۔۔جنھوں نے کتاب کی ترتیب وتالیف، کتب ومواد کی فراہمی یا نظر ثانی میں تعاون فرمایا اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ جزاہم اللہ خیرا فی الدارین

راقم ان اختتامی کلمات کو لکھتے وقت مرکز غیرت وحمیت غازی ممتاز حسین قادری کے مزار پُرانوار پر حاضر ہے۔ غازی موصوف نے تحفظ ناموس رسالت کے قانون ۲۹۵ سی کو کالا قانون کہنے والے اور گستاخ رسول آسیہ مسیح کی حمایت کرنے والے شخص کو موت کے گھاٹ اُتارا اور اصلاحات کے نام پر قانون ناموس رسالت کو بدلنے کی مذموم سازش کو ناکام بنادیا۔ بلاشبہ تاریخ اسلامیانِ ہند میں یہ واقعہ اپنی نوعیت کے منفرد واقعات میں سے ایک ہے اور اثر پذیری کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
(مرزا مظہر جان جاناں)

ان نیک خصلت عاشقوں پر اللہ کی رحمت ہو جنہوں نے خاک وخون میں تڑپنے کی اچھی رسم شروع کی۔ (ترجمہ از ڈاکٹر معین نظامی)

محمد ثاقب رضا قادری

مرکز الاولیاء لاہور

۲۶/اپریل ۲۰۱۸ء

☆

۱۴۱۵۴۴

Marfat.com

تقریظ

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

بہت سی قیمتی تحریریں اور معلومات افزا تجزیات اخبارات اور جرائد کی زینت بنتے ہیں لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں بالخصوص جب درمیان میں ایک دو نسلوں کی خلیج حائل ہو جائے تو ان تحریروں تک رسائی بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ ان قیمتی تحریروں اور بصیرت افروز تجزیات اور حقائق کشا معلومات تک رسائی حاصل کر کے انہیں کتاب کی صورت میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ آنے والی کئی نسلیں اپنے اسلاف کے علمی کاموں سے کماحقہ آگاہ ہو سکیں۔

ہمارے جواں سال فاضل و محقق محمد ثاقب رضا قادری نے اس سمت بھرپور توجہ مرکوز کی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے رد کے تناظر میں تین جلدوں پر مشتمل ایک مبسوط کتاب ''ردِ قادیانیت اور سنی صحافت'' کے عنوان سے تالیف کی اور اس کے ذریعے اہل سنت کے جید اور ممتاز علمائے کرام کے علمی شہ پاروں کو یک جا کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے ''تحریک ختم نبوت 1974ء'' کے عنوان سے ایک الگ کتاب تالیف کی جس میں قومی اخبارات و رسائل کے اداریے اور شذرات کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا جن کا مطالعہ کر کے تحریک ختم نبوت 1974ء کی تاریخ پوری آب و تاب سے قارئین کے سامنے آ جاتی ہے۔ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے روزنامہ نوائے وقت کا کردار بلاشبہ سب سے نمایاں اور ممتاز تھا چنانچہ انہوں نے ایک الگ کتاب ''تحریک ختم نبوت اور روزنامہ نوائے وقت'' کے حوالے سے مدوّن کر دی۔ موصوف ابھی بھی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے نئی نسل سے اوجھل کئی پوشیدہ گوشوں کو منظر عام پر لانے کے لئے کوشاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین

انہوں نے اپنی زیرِ نظر تالیف ''غازیانِ ناموسِ رسالت (قدیم اخبارات و رسائل کے شماروں

سے)"میں متحدہ ہندوستان میں ہونے والے گستاخی کے واقعات کو پوری ذمہ داری کے ساتھ جمع کیا ہے۔ کتاب میں چھ ابواب میں بالترتیب غازی عبدالرشید شہید، غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی محمد صدیق شہید اور غازی عبدالمنان، غازی غلام محمد بٹ شہید، غازی عبداللہ قصوری، غازی مرید حسین شہید علیہم الرحمۃ کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

تقسیم ہندوستان سے قبل اور موجودہ حالات میں کئی اعتبارات سے نمایاں فرق نظر آتا ہے:

اولاً: آج دنیا ٹیکنالوجی کی بدولت گلوبل ولیج (Global Village) کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ کسی ملک وقوم کی تہذیب وتمدن اور مذہبی روایات ومیلانات کو سمجھنا بے حد آسان ہو گیا ہے۔ دنیا میں غالب تہذیبیں کمزور اقوام کو نہ صرف سیاسی وعسکری سطح پر دبانے میں کامیاب نظر آتی ہیں بلکہ وہ انہیں ترغیبات اور تعیّشات کی حرص وہوس میں مبتلا کر کے انہیں اپنی تمدنی اقدار و روایات کا بھی اسیر بنا رہی ہیں۔ ان اقدار و روایات میں ایک ان کا تراشیدہ فلسفہ اظہارِ رائے کی آزادی کا ہے جس کے تحت وہ ہر کسی کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ مقدس ترین ہستیوں کے بارے میں جو اس کے جی میں آئے کہہ سکتا ہے اور اس سے تعرض نہیں کیا جا سکتا۔ ایک وقت تھا خود ان کے ہاں بھی انبیائے علیہم السلام کی توہین پر موت کی سزا دی جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ اظہارِ رائے کی آزادی کا تصور راسخ ہوتا چلا گیا اور مقدس ترین ہستیوں کی اہانت اور گستاخی کو برداشت کیا جانے لگا۔ اظہارِ رائے کی اس بے قید آزادی کے جراثیم ہمارے ہاں بھی کسی نہ کسی درجے میں سرایت کر رہے ہیں۔

ثانیاً: میڈیا بالخصوص سوشل میڈیا کو اہانت رسول کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، ڈنمارک کے رُسوائے زمانہ اخبار میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکوں سے بات بڑھتی بڑھتی فیس بک اور سوشل میڈیا تک آن پہنچی ہے۔ عالم مغرب بدستور اس بات پر قائم ہے کہ اظہارِ رائے کی آزادی پر کوئی قدغن قبول نہیں کی جا سکتی بلکہ اس حوالے سے مغربی ممالک میں مکمل ہم آہنگی اور یک جہتی پائی جاتی ہے۔ ادھر عالم اسلام کے پچپن (۵۵) ممالک اقتصادی اور عسکری اعتبار سے بُری طرح مغلوب ہیں، امریکہ اور اس کے اتحادی جب چاہتے ہیں وہ کسی کمزور اسلامی ملک پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ عراق، افغانستان اور سوڈان کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ شام، یمن

Marfat.com

اور لیبیاء کی صورت حال بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔اندریں حالات توہین رسالت کی ان دل خراش وارداتوں کی روک تھام بظاہر بے حد مشکل کام ہے لیکن یہ بات حوصلہ اَفزا ہے کہ ملت اسلامیہ میں ایسے غیور مسلمان ہر دَور میں موجود رہے ہیں جنھوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر ناموس رسالت کا تحفظ کیا ہے اور امام الانبیاء علیہ السلام پر دَرِیدہ دہنی کرنے والوں کو سخت حفاظتی حصار توڑ کر جہنم واصل کیا ہے۔

ثالثاً: یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے توہین مذہب کا ایک غیر مؤثر سا قانون موجود تھا جس کے تحت توہین مذہب کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر کی گئی تھی۔ یہ قانون (a)295 کی صورت میں 1927 میں قانون ساز اسمبلی نے منظور کیا تھا جبکہ برطانوی اِستعمار کے دَور میں اس سے قبل اس کی کوئی سزا مقرر نہ تھی۔(a)295 کے تحت دی جانے والی سزا بھی بالکل خفیف تھی اور شریعت اسلامیہ کی مقرر کردہ سزا سے بالکل مختلف اور کم تر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس قانونی انتظام پر اہل اسلام مطمئن نہیں تھے۔ چنانچہ جب بھی توہین رسالت کا اِرتکاب کیا گیا تو غازیانِ ملت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ایسے بدبختوں کو جہنم واصل کرنے میں معمولی تاخیر بھی نہ کی۔

زیرِ نظر کتاب میں انہی غازیان ملت کے تذکرے کیے گئے ہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد بھی اس قانون میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ اسلامی مملکت وجود میں آنے کے بعد کسی بھی مسلمان سے یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ توہین رسالت کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

1983ء میں ایم راج نامی ایک کمیونسٹ نے رُسوائے زمانہ کتاب **Heavenly communism** لکھی جسے ایک سازش کے ذریعے پورے ملک میں مفت تقسیم کیا گیا۔ اس کے دل خراش مندرجات نے پورے ملک میں اِضطراب پیدا کر دیا۔ اگرچہ اس کے مؤلف کے خلاف (a)295 کے تحت مقدمہ قائم ہوا لیکن اس کی سزا بہت ہی خفیف تھی۔ یہ وہ موڑ تھا جب پہلی بار توہین رسالت کو ایک مستقل جرم قرار دلوانے اور اس کی شرعی سزا مقرر کروانے کی طرف کوششیں شروع ہوئیں۔ بالآخر وفاقی شرعی عدالت نے (c)295 کے تحت موت کی سزا مقرر کرنے کا فیصلہ سنایا اور حکومت کو مہلت دی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک توہین رسالت کی سزا

Marfat.com

موت مقرر کرنے کے حوالے سے قانون سازی کرے۔

اُصولاً تو اس قدر کڑی سزا مقرر ہونے کے بعد توہین رسالت کے جرم کی وارداتوں میں کمی واقع ہونی چاہیئے تھی لیکن 1991ء سے تا حال ایک ہزار سے زائد مقدمات 295 (c) کے تحت قائم ہوئے ہیں۔ تقسیم ہند سے قبل پانچ بڑی وارداتوں کا ذکر ملتا ہے جہاں غازیانِ اسلام نے قانون نہ ہونے یا غیر مؤثر قانون ہونے کی وجہ سے شاتمینِ رسول کو اَز خود اُقدام کرتے ہوئے جہنم واصل کیا اور خود تختۂ دَار کو چوم کر گلے سے لگالیا۔ دوسری طرف مؤثر قانون بننے کے بعد ان وارداتوں میں کئی گناہ اضافہ ہوا ہے اگر اس کے اَسباب تلاش کیے جائیں تو کچھ کا ذکر ہم نے سطور بالا میں کر دیا ہے یعنی سوشل میڈیا پر کی جانے والی وارداتوں میں اضافے وغیرہ اور بعض دیگر اَسباب یہ ہیں کہ ہماری عدالتوں نے آج تک توہین رسالت کے کسی مجرم کو سزا نہیں دی۔ آسیہ مسیح کی تازہ ترین مثال ہمارے سامنے ہے اس نے پنچایت اور ایس پی کے رُوبرو اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ ٹرائل کورٹ سے سزا پائی پھر ہائی کورٹ نے اس کی سزا کی توثیق کر دی اب معاملہ سپریم کورٹ میں زیر التواء ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ نے سلمان تاثیر کو ٹرائل کورٹ کی طرف سے آسیہ مسیح کو سزا ملنے کے بعد جہنم واصل کیا تھا اور ان پر پھانسی کی سزا نافذ ہوئے دو سال سے زاید عرصہ بیت چکا ہے جبکہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں آسیہ ملعونہ کی اپیل کی سماعت میں غیر معمولی تاخیر واقع ہو رہی ہے۔ مغربی ممالک کی طرف سے حکومت پر شدید دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ اسے رِہا کیا جائے۔ ایسا پہلی بار نہیں ہو رہا۔ اس سے قبل رحمت مسیح، سلامت مسیح کا معاملہ ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح انہیں ہائی کورٹ سے بری کروا کر راتوں رات بیرون ملک بھیج دیا گیا تھا۔ پھر آئے روز اس قانون کو تبدیل کرنے کی باتیں کی جاتی ہیں حالانکہ اس کے تحت کسی ایک مجرم کو سزا نہیں دی گئی۔ تعزیرات پاکستان میں شاید ہی کوئی اور قانون ہو جس کے تحت ۳۲ سالوں میں کسی ایک بھی مجرم کو سزا نہ ملی ہو۔

ان حالات میں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ توہین رسالت کے مرتکب کے لئے 295(c) کی صورت میں جو قانون 1991ء میں بنایا گیا تھا اس کا اطلاق و نفاذ انتہائی غیر مؤثر ہے اور تقسیم ہند سے پہلے کے قانون جس میں خفیف سزا تھی اور 1991ء کے بعد کے قانون جس میں مجرم

Marfat.com

کے لئے موت کی سزا مقرر ہے عملاً کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

شاید یہی وجہ ہے کہ (c)295 کے مروّجہ قانون کے باوجود 1991ء سے لے کر اب تک حکمران یا عدالت سے سبقت لے کر شاتمینِ رسالت کو اَز خود اَقدام کرتے ہوئے جہنم واصل کرنے کے واقعات کی روک تھام نہیں ہوسکی۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ جب قانون کے نفاذ میں کسی داخلی و خارجی دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ اس سے نہ صرف توہین رسالت کی وارداتوں میں کمی آئے گی بلکہ عوام کا قانون پر اعتماد بڑھے گا، وہ شاتم کو قانون کے ذریعے نمٹنے کو ہی ترجیح دیں گے اور اَز خود اَقدام کرتے ہوئے شاتمین کے قتل کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

قانون کے اعتبار سے ان دونوں اَدوار (یعنی تقسیم ہند سے قبل اور مابعد) میں ایک فرق یہ بھی نظر آتا ہے کہ تقسیم ہند سے قبل ملک میں اسلامی قانون رائج نہ تھا اسی لئے شاتمینِ رسول کو قتل کرنے کے اَقدام پر غازیانِ اسلام کو قانون کی طرف سے کوئی ریلیف (Relief) نہیں مل سکتا تھا۔ وہ یہ سوچ کر قدم اُٹھاتے تھے کہ انہیں سزائے موت کا سامنا کرنا ہوگا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آتی اور وہ بخوشی یہ سزا قبول کر لیتے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ غازیانِ اسلام کو وقتی اِشتعال کی کیفیت میں قتل کرنے کے حوالے سے بھی کوئی رِعایت نہ دی گئی جس کی گنجائش انگریزی قانون میں واضح طور پر موجود تھی۔ اس سے بڑھ کر اَفسوس ناک بات یہ ہے کہ اگرچہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان ایک اسلامی ریاست کے طور پر عالمی نقشے پر اُبھرا جس کے آئین کی رُو سے کتاب وسنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیا گیا اور کتاب وسنت کے منضبط اَحکام کے مخالف قانون سازی کی اجازت مقنّنہ کو نہ دی گئی، اس کے باوجود اس اسلامی ریاست میں اَز خود اَقدام کرتے ہوئے شاتم رسول کو قتل کرنے والوں کو سزائے موت دی گئی۔ غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کا فیصلہ شریعت ہی نہیں آئین پاکستان سے بھی متعارض ہے۔ کتاب وسنت کی درجنوں نصوص اور ائمہ اربعہ کی تصریحات شاہد عادل ہیں کہ توہین رِسالت کا مرتکب مباح الدم ہوجاتا ہے اور اسے قاضی (عدالت) یا امام (حکمران) سے سبقت لے کر قتل کرنے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت۔ یہ شریعت اسلامیہ کے مسلمات میں سے ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فیصلے موجود ہیں جن میں آپ نے شاتم کے

Marfat.com

خون کو ہدر قرار دیا اور اسے مارنے والے کو کوئی سزا تو دَر کنار تنبیہ تک نہ فرمائی بلکہ بعض کی تحسین فرمائی۔ مقننہ کو اس حوالے سے صریح اور مؤثر قانون سازی کرنی چاہئے تاکہ ہم شریعت کی مخالفت کے وبال سے بچ سکیں۔

غازیانِ اسلام کے اَقدام کے بارے میں بالعموم سیکولر طبقے کی طرف سے یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ کسی کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر کسی دوسرے شخص کو قتل کر ڈالے۔ ہمیں بطور اُصول اس سے اختلاف نہیں ہے لیکن کئی ایسی اِستثنائی صورتیں نہ صرف اسلامی قانون بلکہ مغربی قوانین میں بھی موجود ہیں جن میں کسی کی جان لینا قابل سزا قرار نہیں پاتا مثلاً اپنی جان کے دفاع حتی کہ اپنے اہل وعیال بلکہ مال واسباب کے دفاع کے لئے بھی اگر کوئی شخص جارح کو قتل کر ڈالے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح توہین رِسالت کا معاملہ بھی ہے، ہاں البتہ اس صورت میں عدالت میں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مقتول نے توہین رسالت کا اِرتکاب کیا تھا اور اسے اسی سبب سے قتل کیا گیا تھا۔

اسی طبقے کے بعض لوگ یہ بھی سوال اُٹھاتے ہیں کہ اگر قانون کو ہاتھ میں لے کر خود ہی قتل کرنا تھا تو 295(c) کی صورت میں قانون بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب ہم درج بالا سطور میں دے چکے ہیں کہ جب قانون داخلی اور خارجی دباؤ کے باعث کسی مجرم کو سزا دینے سے قاصر ہوجائے تو وہاں پر مجرموں کے ساتھ ماورائے عدالت نمٹنے کا رجحان پایا جانا ایک فطرتی عمل ہے۔

اسی طبقے کے بعض لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ یہ تو لوگوں کے ہاتھوں میں قتل کرنے کا لائسنس تھمانے کے مترادف ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو جن ملزموں کے خلاف ہزار سے زائد مقدمات قائم ہوئے انہیں بھی قتل کر دیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ توہین رسالت پر ہمارا غالب رویہ یہی ہے کہ ملزم کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے البتہ عدالتیں بے لاگ انصاف فراہم نہیں کرتیں تو لوگوں کا قانون اور عدالتی نظام سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

رابعاً: ان دونوں اَدوار میں ایک اور فرق واقع ہو چکا ہے جس کی نشان دہی بے حد ضروری ہے، وہ ہے مسلمان سیاسی لیڈروں کا رویہ۔ تقسیم ہند سے قبل مسلمان سیاسی لیڈرز خواہ وہ معروف معنوں میں مذہبی تھے یا نہیں انہوں نے غازیانِ اسلام کے اَقدام کے حوالے سے پوری قوم

Marfat.com

کے ساتھ یک جہتی کا مظاہرہ کیا اور تحفظ ناموس رسالت کے مسئلے کو اسی عقیدت اور جذبے سے دیکھا جس سے پوری قوم نے دیکھا۔ آج بدقسمتی سے ہمارے سیاسی لیڈرز کی شناخت واضح طور پر لبرل، سیکولر اور مذہبی حوالوں سے تقسیم ہو چکی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ لبرل اور سیکولر لیڈرز اپنے اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے غازیانِ اسلام کے اَقدام کے حوالے سے اپنی قوم کے ساتھ کھڑا ہونے کی بجائے غازیانِ اسلام کے اَقدام پر تنقید کرتے ہیں۔

خامساً: اہل صحافت کے رویوں میں بھی خاصی تبدیلی آ چکی ہے۔ اس کا اندازہ زیرنظر کتاب کے مطالعے سے بخوبی ہو جائے گا کہ تقسیم ہند سے قبل اہل صحافت نے غازیانِ اسلام کے اَقدام اور ان سے ملحقہ معمولی جزئیات کو کس طرح قلم و قرطاس کے ذریعے محفوظ کیا بلکہ ان کے مقدمات اور دیگر معاملات کو کس طرح اس دَور کے میڈیا نے زندہ رکھا۔

آج ہمارے اہل صحافت کہنے کے تو زیادہ آزاد ہیں لیکن عملاً وہ پابجولاں ہی نظر آتے ہیں۔ کئی دیدہ و نادیدہ طاقتیں ان کو قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔ غازی ملک محمد ممتاز قادری علیہ الرحمۃ کے معاملے میں میڈیا نے جس بے حسی کا مظاہرہ کیا وہ بے حد شرمناک ہے۔ ٹاک شوز میں ایسے لوگوں کو بلوایا گیا جنہوں نے یک طرفہ مؤقف بیان کر کے قوم کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ان کی رِہائی کے مطالبات کے لئے نکالی جانے والی ریلیوں کی کوریج نہ دی گئی، اسی طرح ان کے حق میں دیئے گئے بیانات بھی میڈیا میں جگہ نہ پا سکے۔

غازی صاحب کے اَقدام کے جواز میں لکھی گئی تحریریں بھی شائع نہ ہو سکیں جبکہ مخالفین کے مضامین اور کالم بدستور شائع ہوتے رہے۔ اگر ان کے محبین نے اخبارات میں معاوضہ کی ادائیگی پر ان کی رِہائی کے لئے کوئی اپیل شائع کرنا چاہی تو اس سے بھی روک دیا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ ملکی تاریخ کے سب سے بڑے جنازے کو بھی میڈیا نے کوریج نہ دی جبکہ بعض غیر ملکی خبر رَساں اداروں نے بھرپور کوریج دی۔ اسی طرح روزنامہ اوصاف نے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غازی صاحب علیہ الرحمۃ پر کئی ایڈیشنز شائع کیے اور فورمز کا بھی انعقاد کیا۔

چینل 92 پر جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے غازی صاحب علیہ الرحمۃ کی شہادت پر پروگرام کیا۔ اسی طرح برطانیہ میں صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری کی سربراہی میں چلنے والے **تکبیر ٹی وی چینل** نے بھی غازی صاحب علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بھرپور پروگرام کیے اور

Marfat.com

انہیں برطانوی حکومت کی طرف سے قانونی کارروائی اور بھاری جرمانوں کے نوٹس کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ پاک ان تمام حضرات کی کاوشیں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔ یہ تو بھلا ہو سوشل میڈیا کا جس نے پوری قوم کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرنے پر کوئی قدغن نہ لگائی۔

یہ رجحان اگرچہ قابل صد افسوس ہے لیکن غازی صاحب علیہ الرحمۃ کے جنازے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا عملی ثبوت فراہم کردیا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آسمان والے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بعد زمین والوں کے دلوں میں وہ مقبول کردیا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں۔ پس تم بھی اس سے بغض رکھو۔ پھر وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر آسمان والوں میں منادی کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی جم جاتی ہے (یعنی زمین میں بھی اللہ کے جو نیک بندے یا فرشتے ہیں وہ بھی اس کے دشمن رہتے ہیں)۔'' (مسلم شریف)

جب اللہ تعالیٰ کا نظام حرکت میں آجائے تو دُنیوی تدبیریں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں لیکن اہل صحافت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ضرور ہے کہ ان کی ترجیحات کیا ہیں؟ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کی صفوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ان کا ساتھ دینا چاہتے ہیں جو اپنے مغربی آقاؤں کو راضی کرنے کے لئے کوشاں ہیں؟

سادساً: یہ بات دونوں اَدوار میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ اُمت نے ہمیشہ غازیان کے اَقدام کو پذیرائی دی۔ ان پر دل وجان نچھاور کیے۔ اگر تقسیم ہند سے پہلے غازی علم الدین شہید

Marfat.com

رحمہ اللہ کا مقدمہ لڑنے کے لئے قائداعظم جیسے ذہین اور نامور وکیل اور مسلمانوں کے عظیم راہنما تیار ہوئے تو غازی ملک محمد ممتاز قادری رحمہ اللہ کا مقدمہ لڑنے کے لئے ہائی کورٹ کے تین ریٹائرڈ ججوں نے اپنی خدمات پیش کیں، جن میں درویش صفت جج جسٹس (ر) میاں نذیر اختر سب سے نمایاں طور پر شامل تھے۔ ہائی کورٹ لاہور کے سابقہ چیف جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف بھی ان کا مقدمہ لڑنے والوں میں پیش پیش تھے۔ جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔

اگر غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کے جنازے کے موقع پر ذرائع اَبلاغ مفقود ہونے کے باوجود پورا لاہور اُمڈ آیا تو غازی ملک محمد ممتاز قادری علیہ الرحمۃ کے جنازے پر ان کے عاشقوں نے ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ بعض اطلاعات کے مطابق 60 لاکھ افراد دنیا کے طول وعرض سے ان کے جنازے میں حاضر ہوئے حتی کہ بی بی سی (BBC) جیسے خبر رساں ادارے کو جنازہ کے مناظر دیکھ کر تسلیم کرنا پڑا کہ توہین رسالت کا مسئلہ پاکستان میں واقعتاً بے حد نازک ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں درج تفاصیل یقیناً قارئین کے ایمان کی تازگی کا سبب بنیں گی اور ان پر غور وفکر کے کئی دَر وَا ہونگے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ثاقب رضا قادری کی یہ کاوش بھی اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ان کی توفیقات میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

☆

Marfat.com

باب اول

قاضی عبدالرشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

رائے محمد کمال لکھتے ہیں: قاضی عبدالرشید بگراسی ضلع بلند شہر کے ایک معزز علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے تایازاد بھائی مولانا قاضی سید محمد بشیر سے حاصل کی اور درس نظامی کے لیے ایک عربی مدرسہ میں داخلہ لے لیا، اس کے بعد آپ اپنے والدین کے ہم راہ بگراسی سے ترک سکونت کر کے دہلی میں آ بسے اور کتابت کا پیشہ اختیار کیا۔

قاضی عبدالرشید پر مذہب کی گہری چھاپ تھی اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا سرمایۂ حیات...... دیوان سنگھ مفتون اپنی کتاب ناقابل فراموش میں لکھتے ہیں:

"افغانستان میں کنگ امان اللہ کے حکم سے چند احمدی سنگسار کر دیے گئے جو وہاں اپنے احمدی خیالات کی تبلیغ کرتے تھے چناں چہ میں نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے افغان گورنمنٹ کے خلاف ایک سخت ایڈیٹوریل نوٹ لکھا اور یہ نوٹ اس کاتب عبدالرشید کو کتابت کے لیے دیا۔ عبدالرشید نے ابھی چند سطروں کی کتابت کی تھی کہ وہ میرے پاس آیا، اس کی آنکھیں سرخ تھیں، چہرے پر غصے کے جذبات تھے اور اس نے کہا:

"آپ کو شرعی معاملات میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ اسلام کی تعلیم کے مطابق سنگساری جائز ہے اور احمدیوں کو ضرور سنگسار کیا جانا چاہیے تھا کیوں کہ یہ اپنے مرزا قادیانی کے نبی ہونے کے دعوی دار ہیں- میں یہ نوٹ نہیں لکھ سکتا۔"

سوامی شردھانند ایک متعصب آریہ سماجی لیڈر تھا جس نے پورے ہندوستان کے طول و عرض میں بسنے والے کم علم مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لیے تحریک شدھی چلائی اور شدت پسند ہندوؤں کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ مسلمانوں کو بزور شمشیر ہندو بنائیں ورنہ قتل کر دیں اس کو "نظریۂ سنگھٹن" کا نام دیا گیا۔ اس تحریک کا مرکز دہلی تھا۔ مسلمانوں کی دل آزاری، قرآن

Marfat.com

کریم کی ضبطی، مشاہیر اسلام پر گستاخانہ تبصرے، اولیائے کرام کی توہین، صحابۂ کرام کے متعلق مغلظات و بکواس، شان اہل بیت میں ہرزہ سرائی، امہات المومنین کو گالیاں اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و تقدیس کو نشانۂ سب وشتم بنانا ہی اس کا مقصد حیات تھا، وہ برملا کہا کرتا کہ اگر ہندو بقا چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو فنا کریں۔ (ماہنامہ نعت، جلد ۴، شمارہ ۴ بابت اپریل ۱۹۹۱ء، صفحہ ۲۹ تا ۳۱ ملخصاً)

دسمبر ۱۹۲۶ء کو سوامی شردھانند کے مکان پر جا کر غازی عبدالرشید نے اسے للکارا اور پستول سے فائر کر کے ہلاک کر دیا اور جائے واردات سے فرار ہونے کی بجائے گرفتاری پیش کی۔ مقدمہ چلا اور سزائے موت کا حکم ہوا، آپ کے متعلقین نے پریوی کونسل تک مقدمہ لڑا مگر سزائے موت بحال رہی۔ ۱۴ر نومبر ۱۹۲۷ء کے روز آپ کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ جب آپ کو پھانسی کے لیے لایا گیا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے خصوصی اجازت حاصل کر کے تختۂ دار پر ہی دو رکعت نفل پڑھے اور بہ آواز کلمۂ طیبہ پڑھا اور فرمایا:

''آپ لوگ شاہد رہیں کہ میں ایمان کے ساتھ اس دنیا سے سفر کر رہا ہوں۔''

پھر دوبارہ کلمہ شریف پڑھا اور اللہ اکبر کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ، امرتسر ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء

سوامی شردھانند گولی سے قتل کر دیے گئے

۲۴ر دسمبر، دہلی: سوامی شردھانند جو ایک عرصہ سے علیل تھے لیکن اب رُو بہ صحت ہوتے جاتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالرشید نامی ایک شخص اُن سے ملنے کے بہانہ سے آیا اور اس نے سوامی پر پستول سے پانچ (۵) گولیاں چلائیں۔ تین گولیاں سوامی کے سینہ پر اور دو گولیاں گردن پر لگیں جس سے سوامی فوراً مر گئے۔ قاتل گرفتار کر لیا گیا ہے اور پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔

☆

نور افشاں، لاہور ۱۴ر جنوری ۱۹۲۷ء

سوامی شردھانند کے قتل کا مقدمہ شروع ہو گیا

دہلی، ۱۱ر جنوری: سوامی شردھانند کے قاتل عبدالرشید کا مقدمہ آج مسٹر ایچ ڈی بھنوٹ کے اجلاس میں پیش ہوا، عدالت کے باہر بے شمار تماشائی جمع تھے لیکن نصف درجن سے زیادہ آدمیوں اور بہت سے رپورٹرانِ اخبارات کے کسی کو اندر جانے نہیں دیا گیا۔ نمائندگانِ اخبار میں مولانا محمد علی بھی شامل تھے۔ مسٹر عبدالرحمٰن ملزم کی طرف سے اور مسٹر عزیز الدین کورٹ انسپکٹر سرکار کی جانب سے پیرو تھے۔ پہلی شہادت پیش ہونے سے پہلے مسٹر رحمان نے زیر دفعہ ۴ ضمنی دفعہ ۳۱۷ ضابطہ فوجداری عدالت سے اجازت طلب کی کہ مجھے ملزم سے بات چیت کرنے کا موقع دیا جائے کیوں کہ جب سے وہ حوالات گیا ہے اسے قانونی مشورہ ملنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ عدالت نے اجازت دے دی اور چند منٹ کے بعد مسٹر مہر چند پوری آڈیٹر بہ طور گواہ نمبر ا کے پیش ہوئے۔

Marfat.com

پہلے گواہ کا بیان

مسٹر مہر چند نے بیان کیا کہ ۲۳ر دسمبر کو ۴ بجے میں آل انڈیا شدھی سبھا کے حساب کی پڑتال کر رہا تھا کہ سوامی شردھانند کا ملازم دھرم سنگھ چلاّتا ہوا دفتر میں آیا جو لوگ دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے- اُٹھ کر سوامی جی کے کمرہ میں گئے وہاں پہنچ کر دھرم سنگھ نے کہا کہ عبدالرشید نے سوامی جی پر فائر کیا ہے۔ میں نے سوامی جی کو چارپائی پر پڑے ہوئے دیکھا ان کا منہ نیچے کی طرف تھا اور ان کے نزدیک سوامی جی کے پرائیویٹ سیکرٹری دھرم پال نے عبدالرشید کو قابو کیا ہوا تھا۔ سوامی چدانند جو کمرہ میں ہمارے ساتھ داخل ہوئے تھے انھوں نے مجھے کہا کہ پولیس کو فون کرو کہ کسی ذمہ دار افسر کو بھیجا جائے۔

بجواب سوالات جرح

گواہ نے بیان کیا کہ فون کرنے کے بعد میں سوامی جی کے کمرہ کے باہر ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک کھڑا رہا۔ جب پہلی دفعہ کمرہ کے اندر گیا تو وہاں اڑھائی یا تین منٹ ٹھہرا تھا۔ اس اثنا میں مَیں نے کوئی بندوق یا ریوالور یا پستول کمرہ کے اندر نہیں دیکھا جب فون کیا تو دھرم سنگھ کے زخمی ہونے کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا تھا۔ سردار چیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے میرا بیان وقوعہ کے تقریباً پندرہ روز بعد لکھا تھا۔ میں پولیس میں اپنا بیان دینے خود نہیں گیا۔ اگرچہ پولیس نے میرا نام لکھ لیا تھا۔ میں نے اس وقت تک پولیس سے دھرم سنگھ کے زخمی ہونے کی بابت کوئی بیان نہیں دیا تھا۔ میں سوامی جی سے واقف تھا لیکن ان سے بہت کم موقعوں پر ملا تھا۔ آخری موقع پر انھیں برسات کے موسم میں آریہ سماج میں دیکھا تھا۔ مسٹر عزیز الدین کی جرح ثانی پر گواہ نے کہا کہ جس وقت دھرمپال نے ملزم کو مغلوب کر رکھا تھا میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

دھرم سنگھ کی شہادت

سوامی جی کا سیوک دھرم سنگھ ابھی کمزور تھا اور اسے اسپتال سے بلایا گیا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ۲۳ر دسمبر کو ۴ بجے عبدالرشید سوامی جی کے مکان میں زینہ کے اوپر چڑھ کر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کس مطلب سے آئے ہو؟ عبدالرشید نے جواب دیا کہ سوامی جی سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے سوامی جی کو بات چیت کرنے سے منع کر

Marfat.com

دیا ہے۔اس لیے آپ اندر نہیں جاسکتے لیکن اس نے کہا کہ میں ضرور درشن کروں گا۔ پھر میں نے سوامی جی سے اجازت حاصل کی اور ملزم کو اندر لے گیا۔سوامی نے عبدالرشید سے پوچھا کہ تمھیں کیا کام ہے؟ میں اس وقت بات چیت کرنے کے ناقابل ہوں چندروز کے بعد آنا۔اس کے بعداس نے پانی پینے کو مانگا۔ میں اسے کمرہ کے باہر لے گیا۔ پانی پینے کے بعد ملزم کمرہ کے اندر دوڑ گیا اور پستول سے سوامی جی پر فائر کیے۔ میں نے اسے پیچھے سے جا پکڑا جب تک کہ دھرمپال نہ آ گئے۔اس کشمکش میں میری ران میں بھی گولی لگی۔ پھر میں سوامی چدانند کے پاس مدد کے لیے گیا اور وہ بھی وہاں آ گئے۔ بعدازاں میں ایک طرف گر گیا۔ پستول دکھانے پر دھرم سنگھ نے شناخت کیا اور کہا کہ یہی پستول عبدالرشید نے استعمال کیا تھا۔

بجواب سوالات جرح

دھرم سنگھ نے کہا میں پندرہ سولہ سال سے سوامی جی کا ملازم ہوں۔زخمی ہونے کے بعد میں بے ہوش نہیں ہوا تھا، پولیس جس وقت تفتیش کر رہی تھی تو اس نے پستول مجھے نہیں دکھایا تھا۔ میں نے ۲۳ر دسمبر سے پہلے عبدالرشید کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پولیس کو پورا بیان نہیں دیا تھا،اس کے بعد میرا بیان نہیں لکھا گیا۔مہر چند گواہ نمبرا سوامی جی کے کمرہ میں نہیں آیا تھا، نہ وہ مجھے اسپتال میں دیکھنے آیا جس وقت پہلا فائر کیا گیا تو سوامی جی چارپائی پر تکیہ پر سرہانہ لگائے بیٹھے تھے، جس وقت فائر کیا گیا عبدالرشید سوامی جی کے سامنے دوڈھائی قدم کے فاصلے پر تھا۔ میرے خیال میں ملزم نے چار یا پانچ فائر کیے۔ پہلے فائر کے بعد ہی سوامی جی چارپائی پر لیٹ گئے تھے۔ملزم کے ہاتھ سے پستول پولیس نے چھینا تھا۔ پولیس نے جو بیان لکھا وہ مجھے پڑھ کر نہیں سنایا گیا تھا۔اسپتال میں ملزم کا فوٹو میں نے دیکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی پولیس مین نے یا کسی اور نے فوٹو مجھے دکھایا تھا۔

مہاشہ دھرمپال کی شہادت

سوامی شردھانند جی کے پرائیویٹ سیکرٹری مہاشہ دھرمپال نے بیان کیا کہ ۲۳ر دسمبر کو میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ فائروں کی آواز سنائی دی جو سوامی جی کے کمرے سے آتی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ میں فوراً کمرہ کے اندر گیا اور دھرم سنگھ کو ملزم کے ساتھ کشمکش کرتے دیکھا۔ بعد ازاں میں نے عبدالرشید کو پکڑ لیا اور اسے مغلوب کر کے فرش پر گرا لیا۔اس وقت میں نے خیال

Marfat.com

نہیں کیا کہ دھرم سنگھ زخمی ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے کئی فائروں کی آواز سنی تھی۔ میں نے نہیں دیکھا کہ سوامی جی کس پوزیشن میں پڑے تھے۔ پولیس ۲۰-۲۵ منٹ کے بعد پہنچ گئی۔ پولیس کے آنے اور ملزم کے گرفتار کیے جانے کے بعد میں نے دھرم سنگھ کی ران کو زخمی دیکھا۔ سردار چیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے ملزم کو اپنے ریوالور سے دھمکا کر اس کا پستول چھینا۔ اسی شام کو پولیس نے میرا بیان لکھا۔ گواہ نے ملزم کو عدالت میں شناخت کیا۔

جرح

وکیل صفائی کے سوالات جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ ملزم سوامی جی کے کمرہ میں ۲۳ر دسمبر سے پہلے کبھی آیا تھا یا نہیں، جس وقت میں نے ملزم کو نیچے دبا رکھا تھا مجھے کوئی زخم نہیں لگا۔ ملزم کا بیان پولیس میں لکھے جانے کے بعد مجھے اس کا نام معلوم ہوا۔ میں نے مہر چند گواہ کو وقوعہ سے دس روز پہلے **شدھی سبھا** کے دفتر میں دیکھا تھا۔ میں نے ملزم کا فوٹو نہیں دیکھا، لیکن سنا تھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں پولیس نے ملزم کے جسم پر کوئی زخم یا خراش دیکھی تھی۔

سوامی چدانند کا بیان

سوامی چدانند سنیاسی سیکرٹری **آل انڈیا شدھی سبھا** نے بیان کیا کہ ۲۳ر دسمبر کو چار بجے کے قریب میں دفتر میں سبھا کے حسابات کی پڑتال بابو مہر چند سے کرا رہا تھا کہ دھرم سنگھ نے آ کر کہا کہ سوامی جی پر فائر ہوا ہے۔ میں فوراً سوامی جی کے کمرہ میں گیا اور دیکھا کہ مہاشہ دھرم پال نے ایک آدمی کو دبا رکھا ہے اور سوامی جی نیچے کی طرف منہ کیے چارپائی پر لیٹے ہیں۔ دھرم سنگھ نے کہا کہ سوامی جی کی خبر لیجیے، میرے بھی گولی لگی ہے۔ میرے کہنے پر بابو مہر چند نے پولیس کو فون کیا۔ پولیس آ پہنچی اور اس نے ملزم کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔ گواہ نے عدالت میں ملزم کو شناخت کیا اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے سوامی جی کے کمرہ میں مغلوب کیا گیا تھا۔

جرح

وکیل ملزم کے سوالات جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ہمارا کمرہ سوامی جی کے کمرہ کے متصل ہے۔ بازار سے دو سیڑھیاں میرے اور سوامی جی کے کمرہ کو جاتی ہیں۔ سردار چیت سنگھ انسپکٹر پولیس نے وقوعہ کے بعد فوراً ہی بیانات لینے شروع کر دیے تھے جو کارروائی ۸ یا ۹ بجے تک

Marfat.com

جاری رہی۔ میرا بیان بھی لکھا گیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وقوعہ سے پہلے میں نے کبھی ملزم کو دیکھا تھا یا نہیں۔ (بندے ماترم)

☆

السواد الاعظم ماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ/ جنوری ۱۹۲۷ء

پنڈت شردھانند کا قتل

پنڈت شردھانند کے قتل پر مسلمان اخباروں اور لیڈروں کی طرف سے اتنا زیادہ اظہار افسوس و ہمدردی کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کے مرنے پر اس قدر رَنج کا اظہار یاد نہیں ہوتا۔ پھر اس میں بہت افراط سے کام لیا گیا یعنی افسوس کرنے والوں نے محض اظہارِ افسوس و ہمدردی پر ہی اکتفا نہیں کیا بل کہ اس قتل کو اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی سے تعبیر کیا ہے۔ کیا ان صاحبوں کے نزدیک مسلمانوں کے مشورہ سے یہ قتل وقوع میں آیا۔ جوش ہمدردی میں اپنی زبان اور قلم کو بے اختیار نہ ہونے دینا چاہیے پھر جس قوم کے ساتھ آپ اس ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں اس کی اخلاقی حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ وہ اظہار ہمدردی پر شکر گزار ہونے کی بجائے ۔۔کلمات کہتی ہے اور اس ہمدردی کو بناوٹ اور چال بتاتی ہے اور مسلمانوں سے اسلام چھوڑ دینے کا مطالبہ کرتی ہے۔ کہیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی دھمکی دیتی ہے۔ جب کسی قوم کی اخلاقی حالت اتنی پست ہو گئی ہو تو اس کے پاس عذر و معذرت لے کر جانا بھی ضرور بے غیرتی ہے۔ قاضی عبدالرشید کا معاملہ ابھی تک تحقیق میں نہیں آیا۔ ان کے قاتل ہونے یا سلیم الحواس ہونے کی نسبت کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ایسی ۔۔۔ میں قبل از وقت اس پر بے انتہا ملامتوں کی بوچھاڑ کر دینا بھی اعتدال سے گزری ہوئی بات ہے۔ ہندوؤں نے جس وحشت کے ساتھ پانچ راہ گیر مسلمانوں پر بے رحمانہ حملہ کر دیا جن میں سے مفتی محبوب علی صاحب جان بر نہ ہو سکے، شہید ہو گئے۔ اس پر نہ ہندو لیڈروں کی طرف سے افسوس کیا گیا (ہندو لیڈروں کی اشتعال انگیز تقریروں کا تو یہ نتیجہ ہی تھا وہ کس دل سے اظہار افسوس کرتے) نہ معذرت کی گئی نہ اس طرح ان ظالم وحشیوں پر ملامت کا مینھ برسایا گیا۔ ہندوؤں کی موجودہ روز افزوں شورشوں کے باوجود مسلمان لیڈروں

Marfat.com

کا خوشامد میں تیز گام ہوتے جانا ان کی تو بے حمیتی ہے اوران کا اس سے غصہ ہی تیز ہوتا ہے۔ ہندو اخباروں اور ہندو لیڈر جلسوں میں بے محابا تقریریں کرتے ہیں۔ شردھانند کا قاتل کوئی بھی ہوا گراس نے عالم ہوش وحواس میں قتل کیا ہے تو اس کے اشتعال کا باعث کس کی اشتعال انگیزی ہے۔ ہندو اپنے مضامین میں پنڈت شردھانند کو ''شہید اکبر'' لکھ رہے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ انہیں ویدک دھرم سے اس طرح مرنے والے کے لیے کوئی منصب نہ مل سکا جو انہوں نے ایک دوسرے مذہب اسلام کے دیے ہوئے ایک عہدہ کا چربہ اُتارا۔ اس جوش محبت میں انہیں یہ بھی نظر نہ آیا کہ آریہ مذہب کے اُصول پر ہی پانی پھر گیا۔ شہید تو وہ ہوتا ہے جسے اَبدی حیات ملتی ہے، تناسخ کے معتقد شہادت کا کس منہ سے دعوی کرتے ہیں!!!

مولوی کفایت اللہ صاحب سے ایک سوال

جمعیۃ العلماء دہلی کے صدر مولوی کفایت اللہ صاحب نے پنڈت شردھانند کے ملزم قاتل قاضی عبدالرشید کے جنت سے محروم ہونے کا فتوی دیا ہے جس کا حوالہ ۸ جنوری ۱۹۲۷ء کے (اخبار) ہمدم میں ہے۔ اس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ کافر معاہد کا قاتل جنت کی بُو بھی نہ سُونگھے گا۔ حکام گورنمنٹ کے پاس تو ابھی مقدمہ زیر سماعت ہی ہے اور وہ شہادتوں، بیانوں اور بحثوں کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ کر کوئی فیصلہ صادر کریں گے مگر جمعیۃ العلماء کی ہائی کورٹ سے جناب مفتی کفایت اللہ صاحب نے عبدالرشید کو اُخروی زندگی میں ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم کر دیا کہ وہ جنت کی بُو بھی نہ سونگھے گا کیوں کہ اگر کیسی ہی بڑی سزا کے بعد بھی جنت میں جائے تو جنت کی خوشبو جب بھی اسے پہنچے گی اور اس معنی کا بھی احتمال نہیں کہ اس کی قوت شامہ باطل کر کے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا کیوں کہ لفظ ''بھی'' اس معنی سے انکار کرتا ہے۔ مولوی صاحب کو یہ تحقیق کرنے کی ہی ضرورت نہیں ہے کہ آیا درحقیقت قاضی عبدالرشید پر الزام ثابت بھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے حواس درست بھی ہیں یا نہیں؟ اور عہد کیا چیز ہے؟

میں جناب مولوی کفایت اللہ صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں شردھانند کے محروم قاتل پر تو جناب نے بے انتظار تحقیق حکم لگا دیا کہ اس کو جنت کی بُو بھی نہ ملے گی اب مہربانی کر کے بے گناہ مسلمانوں، علماء، سادات، مشایخ، اطفال، مستورات کے قاتلوں کا حکم بھی بیان فرما دیجیے جو طائف میں، حجاز میں، بلد الامین، میں نجدیوں کے جور و جفا سے تہ تیغ کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

کافر کے قاتل کو جنت کی بُو بھی نہ ملے گی تو ان مسلمانوں کے قاتلوں کو کیا سزا ملے گی؟ اور اگر آپ کے نزدیک سزا کافر ہی کے قتل کے ساتھ خاص ہو تو بھی بیان کر دیجیے کہ مسلمانوں کے قتل کرنے والوں کو جنت میں کیا درجہ دیا جائے گا اور مہربانی کر کے یہ بھی بتا دیجیے کہ نجدی اور نجدیوں کو کس قوم پر تلوار چلانے کی وجہ سے ''غازی'' کہا جاتا ہے؟ مسلمانوں پر یا کافروں پر؟ اور جناب نے شردھانند کے (مزعوم) قاتل پر تو نہایت عجلت سے حکم صادر فرما دیا مگر مسلمانوں کے قتل کرنے والے اہل نجد کے متعلق کبھی لب کشائی نہ فرمائی؟

گر مسلمانی همیں است که مفتی دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

☆

الفقیہ ۱۴؍جنوری ۱۹۲۷ء

عبدالرشید کی تصاویر الہ آباد میں

الہ آباد کا انگریزی ہم عصر لیڈر (Leader) لکھتا ہے کہ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ قاضی عبدالرشید جو سوامی شردھانند کے قتل کے الزام میں پولیس کے زیر حراست ہے۔ کی تصاویر کھلے بندوں الہ آباد میں فروخت ہو رہی ہیں۔

مسلمانوں کی خانہ تلاشیاں۔ چند کاغذات پکڑے گئے

دہلی ۶؍جنوری۔ پولیس نے سوامی جی کے قتل کے سلسلہ میں مولانا مظہرالدین صاحب ایڈیٹر الامان اور مولانا زاہد القادری صاحب کے بیانات قلم بند کیے ہیں۔ محمد عبدالتواب مہر کے گھر کی تلاشی لی گئی، پولیس اپنے ساتھ یہاں سے کاغذات لائی ہے جن میں مہر کی اس چٹھی کی نقل لکھی ہے جو خواجہ حسن نظامی کے نام مسلمان بچوں کے آریہ سماج کے قبضہ میں ہونے کے سوال پر لکھی گئی ہے۔ دو پمفلٹ بھی ہیں جن میں سے ایک میں یہ درج ہے کہ ایک انگریز بادشاہ نے اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے پمفلٹ میں یہ درج ہے کہ سوامی شردھانند کا خاتمہ اور لیکھ رام کے قتل کے حقیقی حالات پولیس نے عبدالتواب کو بیان کرنے کے لیے بلایا ہے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۸ رجنوری ۱۹۲۷ء

موجد شدھی کا قتل اور اس کی ذمہ داری

علامہ مولانا نذیر احمد خجندی کیا لکھتے ہیں؟

وہ کون سی قوت ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ تحریک شدھی نے ملکانہ راجپوتوں ہی پر نہیں بل کہ عام مسلمانوں پر مظالم و ستم ظریفی کا دروازہ نہیں کھولا؟؟؟

وہ کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ دو سال کے لیے جیل جانے والے منشی رام صرف شردھانند سنیاسی محض 'شدھی پرچار' کے لیے دو ماہ کچھ دن میں باہر نہیں نکلے؟؟؟

کیا کوئی واقف حال اس کو جھٹلا سکتا ہے کہ سماجی متوالوں نے مسلمان مرد، عورت، بچے ان کی عزت و آبرو کسی کو بھی گزشتہ چار سال میں محفوظ رہنے کا موقعہ نہ دیا؟؟؟

پھر کیا سب کی ذمہ داری عقلاً اور اُصولاً شردھانند سنیاسی پر عاید نہیں ہوتی تھی اور ایک دل جلا مسلمان، ایک غیرت اسلامی رکھنے والا مسلمان، ایک حمیت دینی کا شیدا مسلمان، ایک جذباتِ ایمانی کا فدائی مسلمان- ان سفاکانہ مظالم سے مشتعل ہو کر سب کچھ کر گزرے، اپنی جان پر کھیلنے اور دوسرے کی جان لینے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ یقیناً فطرت انسانی ایک وقت اس حرکت کے لیے ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کی مثل کو پورا کرا سکتی ہے اور جذبۂ انتقامی کے لیے وہ کسی نقطۂ نظر سے قابل ملامت نہیں ہو سکتا۔

آج ہندو شخصیتیں بہت ہوشیاری سے اظہارِ رائے میں مصروف ہیں خواہ وہ مسٹر گاندھی ہوں یا لالہ لاجپت رائے ہو یا مسٹر نائیڈو لیکن غلط رَو مسلمان، خوشامدی مسلمان، ناعاقبت اندیش مسلمان، اپنے قتل سے ڈرنے والے مسلمان، ہندو کی خاطر اسلامی ناموس کو قربان کرنے والے مسلمان، وہ مسلمان جنہوں نے مسلمانانِ ہندوستان کا خون ہوتا دیکھا اور ہنود کے خلاف دَم نہ مارا بل کہ اُلٹا مسلمانوں کو ملزم بتایا، مسلمان مرے، مسلمان جیلوں میں بھرے، مسلمانوں کے بچے یتیم ہوئے، مسلمانوں کی عورتیں بیوہ ہوئیں لیکن شوکت علی ہوں یا محمد علی، ابوالکلام ہوں یا

Marfat.com

ڈاکٹر انصاری، مولوی حسین احمد ہوں یا خواجہ حسن نظامی کسی نے ان ملزموں کے لیے صدائے احتجاج نہ کی۔

شردھانند سنیاسی کے قتل پر پانچ مسلمان زخمی کیے جاتے ہیں جن میں ایک بے گناہ رستہ چلتا مسلمان جاں بحق تسلیم کرتا ہے لیکن حیف نابردہ مسلمانوں پر جو ہندو کے لیے روتے ہیں اور مسلمان کے قتل کا ذکر بھی نہیں کرتے، ہم اس پالیسی کے بالکل خلاف ہیں اور ہم آزادی سے کہیں گے کہ ان نام نہاد مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ یہ فعل خلاف اسلام ہوا، یہ فعل خلاف انسانیت ہوا، غلط اور محض غلط ہے۔

یہ ہندو پرست نہ اسلام سے واقف، نہ انسانیت سے باخبر۔ انہوں نے ہندوستان میں ہندو کے ہاتھوں اور حجاز میں ابن سعود کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی کا بیڑا اٹھایا ہے، ان کی ہم نوا انجمنیں ان کے ہم آواز اخبار سب اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

عبدالرشید کا بیان

جس قدر میدان میں آ چکا ہے وہ اس کا مدعی ہے کہ: اسلامی جذبات کو سماجی مظالم نے مشتعل کر کے اس کو اس بہانے جنت کا متوالا بنا دیا۔ اس صورت میں اس قتل کی پوری ذمہ دار آریہ سماج کی وہ جماعت ہے جس نے اپنی گوناگوں ستم شعاریوں سے ایک مسلمان سادہ لوح کے جذبات کو بھڑکایا اور اس کو اس زبردست کام پر آمادہ و مجبور کیا۔

ابھی مقدمہ زیر سماعت کچہری میں نہیں آیا اس لیے ہم اس رائے کے اظہار میں آزاد ہیں کہ سماجیوں کا ایک فتنہ پرداز طبقہ اس واقعہ کو جماعتی و سازشی بنوانے پر زور دے رہا ہے۔

اس موقع پر پولیس کو اپنی پوری ذمہ داری سے تحقیقات کرنی چاہیے خواہ مخواہ بے گناہوں کو ملوث کرنے کی ضرورت نہیں۔

[مقدمہ عدالت میں پہنچ کر عبدالرشید پر فرد جرم عاید کر دی گئی
اور عبدالرشید سشن سپرد کر دیا گیا۔ ایڈیٹر]

دس ہزار روپے کا انعام

یقیناً فطرتاً انسان کی لالچی طبیعت اس کو غلط بیانیوں پر مائل کر سکتی ہے۔ مرد وہ ہے جو دیانت و امانت کو ہاتھ سے نہ دے۔ اتنا کہہ کر ہم ہندوستان کی ان اسلامی انجمنوں کو توجہ دلاتے

Marfat.com

ہیں جو ایمانی جذبات کی شناسا ہیں کہ وہ اپنی آزاد رائے سے اس واقعہ پر اظہارِ خیال کریں اور دنیا کو یہ بتا دیں کہ اس حادثہ کی ذمہ داری صرف آریہ سماجی مظالم جبر و تشدد اور سفا کیوں پر عاید ہوتی ہے۔

(خجندی - مدیر 'غالب'، بمبئی)

☆

الفقیہ ۷ / مارچ ۱۹۲۷ء

شردھانند کا قتل اور آریوں کی شرانگیزیاں

قتل شردھانند کو حیلہ بنا کر آریہ اخبارات اور انجمنوں اور ان کے عوام و خاص افراد نے جو مسلم آزار رَوِش اور اسلام و معظمانِ اسلام پر نہایت درجہ بے با کی اور دَرِیدہ دہنی سے سخت ترین گندے اور ناپاک حملوں کی تحریراً و تقریراً بوچھاڑ اور نئے سرے سے زور شور سے آغاز کیا ہے اور اس سلسلہ میں عموماً تمام مسلمانوں اور اسلامی تعلیمات کو سخت سست کہنے اور بدنام کرنے کے لیے صریح کذب بیانیوں اور افترا پردازیوں اور طرح طرح کی ناجائز حرکات کا جس دلیری سے علانیہ اِرتکاب کیا جا رہا ہے اور معاذ اللہ اسلام اور مسلمانوں کو جس طرح نہ صرف ہندوستان بل کہ صفحۂ اَرض سے محو و نابود کر دینے کی جو دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور اس کے لیے جو خفیہ اور علانیہ کارروائیاں کی جا رہی ہیں وہ اب ہمارے بتانے کی محتاج نہیں رہی ہیں مگر ان میں سے کسی کا بل کہ اور ان سے بدرجہا اَشد شدید دشمنی و عداوت اسلام و مسلمین کا ان سے ظاہر ہونا کچھ عجیب نہیں۔ قرآن شریف مسلمانوں کو آج سے تیرہ سو برس سے بھی زاید پہلے سے نہایت وضاحت و صراحت سے بتا چکا ہے کہ کفار و مشرکین تمہارے نقصان رَسائی میں کوئی کمی اُٹھا نہیں رکھیں گے۔ دشمنی اور عداوت ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور عداوت و بغض کی جو آگ اسلام و مسلمین کی طرف سے ان کے سینوں میں بھڑک رہی ہے وہ اور بڑھی ہے وہ مسلمانوں کے بارے میں نہ کسی قول و قرار و عہد و حلف کی پابندی کریں گے نہ کسی قرابت و رشتہ داری کا لحاظ، ان کے دلوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ مسلمان مصائب و آفات میں گھریں اور وہ مسلمانوں سے

Marfat.com

اس وقت تک جھگڑتے رہیں گے جب تک مسلمان بھی معاذ اللہ مرتد ہو کر انھی جیسے کافر و مشرک نہ ہو جائیں۔

یہ وہ اٹل قرآنی ارشادات ہیں جن کی تصدیق پر آج زمانہ ان سرمستان بادۂ اتحاد و دار کفار و مشرکین کو بھی، مجبور کر دیا ہے جو کل تک انھیں اپنا یقینی بھائی اور دلی دوست ہونے پر ایمان لائے ہوئے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہنود کا یہ مکاری کا زبانی دعوی اتحاد قطعاً یقیناً سچا ہے اور اس نامراد اتحاد کے بنیاد کے بغیر مسلمانوں کی نجات اور سلطنت اسلامی کی آزادی و مقامات مقدسہ اسلامیہ کی حفاظت محال جانتے تھے اور جو آج بھی اپنے اس جہل مرکب سے پورے طور پر دست بردار اور اس بادۂ شبانہ سے پوری طرح ہوشیار نہیں ہوئے ہیں مگر جو اپنے دوست بنتے تھے وہ دشمن سے سوا نکلے۔ آریوں کی تو یہ مسلم آزار روِش کچھ تعجب خیز نہیں نہ ہمیں ان سے کسی شکایت کا موقع۔ کہنا تو یہ ہے کہ یہ مدعیان اسلام کو کیا ہو گیا ہے تو بآں دعوائے عقل و ہوش و ایمان اسلام سب کچھ دیکھ سن لینے کے بعد ان خون کے پیاسے دشمنان اسلام کی للو پتو میں اب بھی محو ہو رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے یہ ان سے اپنا دلی خلوص اور قلبی محبت و اطاعت و انعقاد جتا کر ان کے سینوں میں بھڑکتی ہوئی اس عداوت اسلام و مسلمین کی آگ کو ٹھنڈا کر سکیں گے جسے کفر و شرک کی بادِ سموم برابر تیز سے تیز تر کرتی جا رہی ہے۔ اسی واقعہ قتل کو لیجیے۔ عبدالرشید کا مقدمہ ابھی کچہری میں پیش ہے۔ ابھی حاکم نے اس کا حکم اُخیر نہیں سنایا اور کون جانتا ہے کہ حاکم آخر کس نتیجہ پر پہنچے مگر یہ مسلمانوں کی سربراہی و رہنمائی و خیر خواہی کے بڑے بڑے لمبے چوڑے دعوے للکارنے والے لیڈر اور ان کی کانفرنسیں انجمنیں ہی ہیں جنھوں نے پہلے دن سے ''عبدالرشید قاتل عبدالرشید قاتل'' کا اُودھم مچا کر ان پر لعن و نفرین کی موسلا دھار بارش شروع کر دی۔ وہ کون سی ناگفتنی تھی جو نہ کہی گئی۔ یہاں تک کہ ایک بڑے بھاری مفتی صاحب نے تو یہاں تک حکم لگا دیا کہ اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔ (دیکھو ہمدم ۸/ جنوری ۱۹۲۷ء میں جمعیۃ العلماء کے صدر کا مضمون کا اقتباس)

یعنی جنت کی حور و قصور اور دیگر نعمتوں سے تو اس کا فیض یاب ہونا بہت دُور رہا۔ وہ تو جنت کی خوشبو تک سے بھی دُور دُور رہے گا۔ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ ایک مسلمان اگرچہ وہ فاسق فاجر مرتکب کبار ہو مگر بالآخر (اگرچہ کچھ سزا بھگتنے کے بعد ہو) اپنے مولیٰ کریم کے فضل عمیم سے

Marfat.com

ضرور جنت اوراس کی نعمتوں سے فیض یاب اور کامیاب ہوگا اورصرف کفار ومشرکین ہی جنت اوراس کی نعمتوں سے محروم رہیں گے، مگر جمعیۃ العلماء (الوہابیہ) کے ان ''مفتی'' صاحب کے فتوی سے عبدالرشید جس پر ابھی کچہری سے شردھانند کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی ہے ابھی سے اس سخت ترسزا کا مستحق ہوگیا کہ اسے جنت کی خوشبوتک بھی نصیب نہ ہوگی۔اس لیے کہ وہ اگرچہ کسی اور کے نزدیک قتل شردھانند کا مجرم نہ ہی سہی مگران ''مفتی'' صاحب کے نزدیک تو ضرور ہے اورشردھانند سے اگرچہ خدااوررسول واسلام کا عہدوذمہ بری سہی مگران مفتی صاحب اوران کے پسرووَں کا تواس سے گہرا عہد مودتِ اتحاد ہے ایک اور صاحب ''دل'' سے اُمید کرتے ہیں کہ قاتل کو پھانسی دے دی جائے گی۔'' (دیکھو ہمدم ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۶ء میں محمد ادریس خان لودھی کا تار)

کون قاتل وہ جسے ان سب کی چیخ وپکار عبدالرشید کی شخصیت میں پیش کرچکی ہے اگرچہ کچہری میں ابھی اس کا مقدمہ زیرتحقیقات ہی ہے مگر نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔انھوں نے جس قدرعبدالرشید پر لعن طعن اوران سے اپنی انتہاء درجہ کی نفرت وبیزاری اوراپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ اپنی دلی محبت واتحاداور کامل اطاعت وانقیاد کا اپنے ہندو بھائیوں کو یقین دلایا--اسی قدر ان کے آقایانِ ہنود نے انھیں جھوٹا جانا اور مردود بتایا اوران کی اس خوشامد درآمد نے بغض و عداوت کی اس آگ پر جواسلام ومسلمین کی طرف سے کفار ومشرکین کے دلوں میں لگی رہتی ہے اورمٹی کا تیل چھڑکا۔اورغریب مسلمانوں پرتو جو کچھ انھوں نے آتش فشانی کی-وہ کی ہے خود اسلام اوراس کی پاک مقدس اورسراپا امن ورحمت تعلیمات واَحکام کوبھی کوئی جلی کٹی سنانے کوکسر اُٹھانہیں رکھی۔

محمد میاں قادری برکاتی

خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ،ایٹہ

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۱ر مارچ ۱۹۲۷ء

عبدالرشید کو پھانسی کی سزا

نئی دہلی ۱۴ر مارچ: آج صبح کو مسٹر جانسٹن سشن جج نے عبدالرشید والے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ ملزم پر تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت [سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا]

☆

الفقیہ ۲۸ر اپریل ۱۹۲۷ء

سات کروڑ مسلمانوں کی اُخوت دینی کا مظاہرہ

قاضی عبدالرشید صاحب کے متعلق یوم مغفرت یا یوم حسرت منانے کی برمحل تجویز

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفقیہ، امرت سر۔ تسلیم

بالآخر ۱۴ر مارچ ۱۹۲۷ء کو عدالت سشن سے دفعہ ۳۰۲ کے بہ موجب قاضی عبدالرشید صاحب کو قتل کا مجرم قرار دے کر پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ قاضی صاحب پر الزام لگایا گیا تھا کہ آریوں کے اشتعال انگیز و توہین آمیز حرکات سے مشتعل ہو کر انھوں نے یہ غلط طریقہ کار اختیار کیا جس کو مسلم لیڈرانِ قوم نے اسی طرح کی دوسری متاثر طبیعتوں پر بلند بانگ ہو کر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ فعل مذموم کسی طرح قابل ستائش نہیں لیکن اسی قدر کافی نہ تھا بلکہ ضرورت تھی کہ اسی وقت آریوں کی بدزبانی و زیادتیوں سے پیدا کردہ نازک ترین و خطرناک حالت کا اندازہ کر کے جس سے مسلمانوں کے قلوب بُری طرح مجروح ہو چکے ہیں تمام مسلم لیڈران اپنے اختلافات کو ترک فرما کر اور دیگر مشاغل کو ملتوی کر کے دہلی ایسے مقام پر جمع ہوتے، تبلیغ و تنظیم کا ایک واحد مرکز قائم کرتے، صحیح و مکمل راہ عمل تجویز فرما کر اس کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے تاکہ زخم خوردہ طبائع اپنے اُبھرے ہوئے جذبات کو اپنی جگہ استعمال کر کے تسکین حاصل کر سکتے اور اس قسم کی غلط روی کا احتمال بھی نہ رہتا۔

Marfat.com

فی الحال کیفیت یہ ہے کہ کثیر التعداد افرادِ قوم قاضی عبدالرشید صاحب کے اس بیان کو جو انھوں نے عدالت سشن میں اپنی بے گناہی کے متعلق دیا۔ صحیح مانتے ہیں اور ان کو آریہ پروپیگنڈے کا ایک بدنصیب شکار جانتے ہیں اور اس لیے قدرتاً ایک عمیق ہمدردی ان کی ذات سے پیدا ہو چکی ہے۔

لیکن اگر ان کو مجرم ہی سمجھ لیا جائے تب بھی کیا قاضی عبدالرشید کی ہستی پاداش جرم کے بعد بہ حیثیت مسلم اس اَمر کی متقاضی نہیں کہ ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور پھانسی کے حکم کو بحال رہنے پر ان کے واسطے دعائے مغفرت کا انتظام کیا جائے اور پھانسی کے دن کو ''یوم مغفرت'' کے طور پر منایا جائے۔ ہمارے نزدیک وہی دن بالکل موزوں دن ہے جس میں نہ صرف دعائے مغفرت کر کے اُخوت دینی کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے بل کہ مسلمانوں کے واسطے صحیح راہِ عمل بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔

اگر لیڈرانِ قوم و فدایانِ اسلام واقعی جو کچھ کرتے دھرتے ہیں وہ صرف اسلام و حلقہ بگوشانِ اسلام کے لیے کرتے ہیں تو وہ سن لیں کہ یہ وہ وقت ہے کہ آسمان کا ہر تارا، ہوا کا ہر جھونکا، زمین کا ہر ذرّہ دنیا کا ہر گوشہ مسلمان کو بے تحاشہ تبلیغ و تنظیم کی طرف پکار رہا ہے کیوں کہ تبلیغ و تنظیم ہی تو وہ چیز ہے جو ہر محاذ کے لیے قوم کی ناکارہ ہستیوں کو قوی و تن درست روحانی جسمانی اور ایمانی طاقتوں سے معمور کر کے مجاہد بنا سکتی ہے جس کو ہر مفید کام میں لگایا جا سکتا ہے اور نت نئے اللہ کے بندوں کو دین الٰہی میں داخل کر کے حیرت انگیز قوت پیدا کی جا سکتی ہے۔ پس ان پر فرض ہے کہ وہ خدا کے واسطے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و عظمت و محبت و شفقت کے واسطے مسلم قوم کی تباہ حالی پر رحم کر کے اپنے اپنی خود رائیوں کو اپنے جداگانہ مرکزوں کو چھوڑ کر جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ میں بہ حیثیت معمولی مجاہد اسلام کے اپنی پوری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ داخل ہو کر اس کو ہر پہلو سے مستحکم و مضبوط کر دیں اور سارے ہندوستان میں اس کی شاخ کو پھیلائیں اور اس طرح مل جل کر رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مشعل ہدایت زندگی سے آسان ترین و براہین و کامیاب راہِ عمل نکال کر قوم کو اس پر ڈال دیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ قوم سو نہیں رہی ہے بل کہ جاگ رہی ہے مگر ایسے وقت میں جب کہ اس پر دوسروں نے دھاوا بول دیا ہے اور اس کے سر پر بم کے گولے ٹوٹ رہے ہیں اس کے سکوت کی اس وقت

Marfat.com

اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے سرداروں کی اس طرف سے غفلت و باہمی اختلافات کے انہماک سے اُنگشت بدنداں ششدر و حیران ہے ذرا آپ سب مل کر کوئی صورت تو پیدا کریں پھر اسی قوم کے کارنامے دیکھ لینا۔ہم بڑی اُمیدوں کے ساتھ ''یوم مغفرت'' کے لیے حسب ذیل پروگرام پیش کر کے درخواست کرتے ہیں کہ اس پر غور کیا جائے اور اس کو کامیاب بنانے کی صورتیں نکالی جائیں:

۱۔تمام کاروبار اس دن بند کر دیا جائے۔

۲۔ٹھیک دس بجے ہر مقام کے مسلمان جگہ جگہ جمع ہو کر نماز غائبانہ پڑھیں۔

۳۔سہ پہر کے بعد ہر جگہ تبلیغی جلسہ منعقد ہوں جس میں آریوں کو فتنہ عظیم و سنگھٹوں کے حملوں کی روک تھام کے واسطے مسلمانوں کو صحیح راہ عمل ذہن نشین کرائی جائے۔

۴۔شدھی و سنگھٹن کے اضطراب کے دَور میں اسلام کی عزت و عظمت پر قربان ہو جانے والے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت سبق آموز پند و نصائح سے باخبر کیا جائے۔

۵۔اس روز سے ایک ہفتہ تک فتنہ آریہ کی مدافعت و قاضی عبدالرشید کے پسماندگان کی امداد کے واسطے چندہ فراہم کیا جائے۔

۶۔جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام، انبالہ کا (مرکز) دہلی اور اس کی شاخیں صوبہ صوبہ ضلع ضلع تحصیل تحصیل قائم کرنے کے واسطے سربرآوردہ حضرات کو سارے ہندوستان کا دورہ شروع کر کے مقامی انجمنیں اور رہنمایانِ قوم پوسٹر وغیرہ سے مسلمانوں کو ''یوم مغفرت'' کے پروگرام سے آگاہ و آمادہ کریں اور اگر یہ فضل ایزدی سے قاضی صاحب اپیل سے رِہائی پا جائیں تو اس کے لیے ''یوم مسرت'' کا انتظام کیا جائے۔ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں ان شاء اللہ العزیز یہ اجتماع عظیم مسلمانوں میں صحیح اسلامی زندگی پیدا کر دے گا۔

خادمانِ قوم

چودھری احمد یار خان و چودھری حامد و صوفی بشیر الدین

عہدیداران جمعیۃ تبلیغ مرکزیہ، ضلع بریلی

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۱ / اکتوبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید کا مرافعہ

دہلی - ۶ / اکتوبر - اخبار 'مبلغ' کو معلوم ہوا ہے کہ قاضی عبدالرشید ملزم قتل سوامی شردھانند کی اپیل پریوی کونسل میں ۱۸ / اکتوبر کو اڑھائی بجے پیش ہوگی۔

☆

الفقیہ ۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۷ء

سازش مسلمانوں کی ہے یا ہندوؤں کی؟

ہندو اخبارات بیک آہنگ مسلمانوں پر سازش کا اتہام لگا رہے ہیں اور ان کے ذمہ دار راہنما اس خیال کی تائید کر رہے ہیں اور اس سے غرض محض معاندت و منافرت کے جذبات کو ترقی دینا اور عمال حکومت کی رائے کو متاثر کرنا ہے۔ ان کے اس پروپیگنڈا کے جواب میں مسلم پریس نے بھی آواز بلند کی ہے اور ان کے کذب و افترا کی خوب ہی دھجیاں اُڑائی ہیں۔ اس سلسلہ میں معاصر محترم (اخبار) سیاست کی کوشش قابل داد ہے۔ جس نے نہایت محنت و کاوش سے ذیل کی فہرست مرتب کر کے دکھایا ہے کہ شردھانند کے قتل کے وقت سے لے کر اس وقت تک ہندوؤں نے کہاں کہاں مسلمانوں پر حملے کیے اور کتنے مسلمانوں کی جانیں ہندوؤں کی اس چیرہ دستی کی نذر ہوئیں۔ ان اعداد و شمار سے اور واقعات کی رفتار اور نوعیت سے ہر شخص نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ سازش اگر ہے تو ہندوؤں کی نہ کہ مسلمانوں کی۔ مدیر الفقیہ

☆ شردھانند - ۲۲ / ستمبر ۱۹۲۶ء کو بہ قول عدالت عبدالرشید کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اسی روز مفتی محبوب علی صاحب دہلی کے ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور چار دیگر مسلمان زخمی ہو کر ہسپتال کو گئے۔

Marfat.com

☆پونا بالیایا کلکتی نزد باریسال بنگالہ میں چھ مارچ ۱۹۲۷ء کو مسجد کے قریب سے ہندوؤں کا جلوس نکلا۔ نہتے مسلمانوں نے راستہ روکا، سرکار نے ہندوؤں کی حمایت کی اور مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور ۱۷ مسلمان شہید اور چالیس مجروح ہوئے۔

☆رٹھالہ نزد دہلی میں ۱۳ اپریل ۱۹۲۷ء کو ایک مسلمان دوکان دار پر ہندوؤں نے اچانک حملہ کیا اور دو مسلمان شہید اور تین زخمی کر دیے گئے، صرف تین ہندو قدرے مجروح ہوئے۔

☆لاہور میں ہولی کے دنوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں نے رنگ پھینکا اور ایک کے اینٹ ماری۔

☆جویلی کابلی مل لاہور-۳ و ۴ مئی ۱۹۲۷ء کی درمیانی شب کو اچانک ہندوؤں اور سکھوں نے سازش کر کے چار مسلمانوں کو شہید کر دیا جو نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے، مسلمان شہداء کے جنازے پر سنگ باری کی اور جس کی وجہ سے لاہور میں فساد ہوا جس میں ہندو مسلمانوں کے جان و مال کا کافی نقصان ہوا اور جس کی وجہ سے اب تک لاہور کی فضا مکدر ہے۔

☆سکندر آباد ریاست حیدر آباد دکن میں مسجد کے سامنے سے ہندوؤں کا جلوس نکلا، نماز کا وقت تھا-ہندوؤں کو منع کیا گیا۔ انہوں نے مسجد میں گھس کر دو مسلمانوں کو زخمی کیا۔ پانچ مسلمان باہر زخمی ہوئے، دو مسلمان بعدۂ شہید ہو گئے۔

☆دنیا پور میں ۱۳ جولائی ۱۹۲۷ء کو ایک مسلمان نے اپنے مکان کے اندر گائے قربان کی۔ ہندوؤں نے اچانک دھاوا بول کر ایک بے گناہ مسلمان عورت اور دو مردوں کو شہید کیا اور مسلمانوں پر جبر و تشدد روا رکھا۔

☆پالیش پورہ-۷ جولائی ۱۹۲۷ء کو ہندوؤں نے حملہ کیا اور مسلمانوں کے بیس (۲۰) گھر جلا دیے۔

☆کلکتہ میں ۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو محرم کے جلوس پر ہندوؤں نے بلا وجہ خشت باری کی اور دو مسلمانوں کو زخمی کیا۔

☆لاڑکانہ میں ہندو مسلمانوں کی ایک ایسی ہندو عورت کی وجہ سے جنگ ہوئی جو مدت سے مسلمان ہو چکی تھی اور ثابت ہوا کہ اس جنگ کے لیے ہندوؤں نے باہر سے آدمی منگوائے

Marfat.com

تھے۔

☆ اناڈ میں ہندو مسلم فساد ہوا۔محرم کے زمانہ کی بات ہے۔۱۲؍اشخاص ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے۔ابتداہندوؤں نے کی۔

☆ ملتان ۱۲؍جولائی ۱۹۲۷ءکومحرم میں فساد ہوا۔ایک نہتے مسلمان کواس وقت جب کہ شہر کے مسلمان تعزیوں کے ساتھ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے-ہندوؤں نے قتل کر کے فساد کی ابتدا کی،شہدا کے جنازوں پرخشت باری کی،بعدۂ فساد بڑھ گیا کئی ہندو مسلمان قتل اور زخمی ہوئے۔

☆ بریلی میں محرم پرفساد ہو۔ہندووں نے جلوس تعزیہ پرخشت باری کی اورفساد کی ابتدا پیدا ہوئی۔

☆ اندور میں ۴؍فروری کو ہندوؤں نے جلوس نکالا جس کی ضرورت آج تک ثابت نہیں ہوسکی۔کوئی تہوار وغیرہ نہ تھا۔انہوں نے مسجد کے سامنے اس طریقہ سے باجا بجایا کہ مسلمان مشتعل ہوئے۔جب محرم کا زمانہ آیاتو جلوس تعزیہ پراورشیعہ حضرات کی مسجد پر رنگ پھینکا گیا۔

☆

دبدبۂ سکندری مورخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۲۷ء

عبدالرشید کامرافعہ نامنظور

دہلی کے مسلمانوں کی اطلاعات مظہر ہیں کہ عبدالرشید کی درخواست اپیل بالزام سوامی شردھانند جو ہائی کورٹ کے حکم کی سزا کے خلاف پریوی کونسل میں زیر تجویز تھی اس کا فیصلہ ملزم کے خلاف ہوا،اور پریوی کونسل نے اپیل نامنظور کردی۔خیال کیا جاتا ہے کہ عبدالرشید کو دہلی میں پھانسی نہ دی جائے گی بل کہ پنجاب کے علاقہ متصل صوبہ دہلی میں کسی مقام پر پھانسی دی جانے والی ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

☆

Marfat.com

الفقیہ ۷/نومبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید کے مرافعہ کا استرداد

پریوی کونسل لندن سے قاضی عبدالرشید قاتل شردہانند کوان کے وکیل نے انگلستان سے حسب ذیل مخبری پیغام روانہ کیا ہے:

"افسوس ہے کہ درخواست مسترد ہو گئی۔ وائسرائے کی خدمت میں دیوانگی کے عذر کی بنا پر عرضداشت پیش کرو۔"

معلوم ہوا کہ دیوانگی کے عذر کی بنا پر وائسرائے کی خدمت میں درخواست کی جائے گی جسے عدالت سشن یا عدالت عالیہ مسترد کر چکی ہے۔ یہ بھی مسترد ہو گی۔ عن قریب پنجاب میں کسی جگہ ۱۰/نومبر سے پہلے پہلے پھانسی دی جائے گی۔

حکام نے فیصلہ کیا ہے کہ عبدالرشید کی نعش کا جلوس نہ نکالا جائے۔ عبدالرشید نے استراد مرافعہ کی خبر کو نہایت سکون کے ساتھ سنا۔

☆

الفقیہ ۱۴/نومبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید صاحب کے حالات

آپ سے رشتہ دار روزانہ ملاقات کرتے ہیں۔ معزز معاصر 'مبلغ' لکھتا ہے کہ اس خبر میں بھی کوئی صداقت نہیں ہے کہ قاضی عبدالرشید صاحب کو پانچ نومبر کو پھانسی دے دی گئی یا ۱۰/نومبر کو دی جائے گی۔ آپ اس وقت تک دہلی جیل میں ہیں اور نہایت خوش اور تن درست ہیں۔ لوگ حسب قاعدہ درخواست دے کر روزانہ ملنے جاتے ہیں۔ انہوں نے خود رحم کی درخواست کرنے سے انکار کر دیا ہے مگر ان کے والد اپنی طرف سے رحم کی درخواست کر رہے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک پھانسی نہیں دی جا سکتی جب تک کہ وزیر داخلہ مسل کو

Marfat.com

ملاحظہ کر کے سزائے موت کا حکم نہ دے اور مسل کو نہایت احتیاط اور غور سے دیکھا جاتا ہے چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ۲۹ را کتوبر کو سرکاری طور پر رحم کی درخواست کی گئی ہے جب تک پریوی کونسل سے مسل نہ آ جائے۔ قاضی عبدالرشید کو پھانسی نہیں دی جاسکتی۔

☆

الفقیہ ۲۱ رنومبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

بنا کردند خوش رسمے بخاك و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاك طینت را

منقول از زمیندار- ۱۶ رنومبر ۱۹۲۷ء

دہلی- ۱۴ رنومبر ۱۹۲۷ء۔ آج علی الصباح سنٹرل جیل دہلی میں عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ حوالہ دار ورسن کر دیے گئے۔ مسلمانوں کا ایک جم غفیر مرحوم کی نعش کا مطالبہ کر رہا ہے۔ شہر کے بعض حصوں میں ہڑتال ہے اور پولیس شہر کے گلی کوچوں میں تعینات کر دی گئی ہے۔

'زمیندار': قارئین کرام مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

☆

نعش کا عظیم الشان جلوس

نئی دہلی- ۱۴ رنومبر۔ جب عبدالرشید سوامی شردھانند کے قاتل کو پھانسی دی گئی تو اس کے بعد شہر میں بڑا جوش خروش پھیل گیا۔ مرکزی جیل کے باہر تقریباً پچاس ہزار مسلمان جمع ہو گئے اور انہوں نے مرحوم کی نعش کا مطالبہ کیا۔ حکام چاہتے تھے کہ نعش اس قبرستان میں دفن کی جائے جو جیل کے بالمقابل واقع ہے لیکن مسلمان اس بات کے خواہش مند تھے کہ نعش جامع مسجد پہنچائی جائے اور وہاں اہتمام خاص سے نماز جنازہ ادا کی جائے جیسے نعش مسلمانوں کے حوالے کی گئی وہ

Marfat.com

اسے ایک زبردست جلوس کی شکل میں لے کر روانہ ہو گئے اور اس برقی پیغام کی روانگی کے وقت جلوس جامع مسجد کے پاس سے گزر کر چاؤڑی بازار کے قریب پہنچ چکا ہے کہ مسلمان نعش کو صدر دہلی کے قریب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔

شہر میں مکمل ہڑتال

شہر میں مکمل ہڑتال ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی دوکانیں بند ہو رہی ہیں۔ سات مسلح موٹریں شہر میں گشت لگا رہی ہیں۔

متفرق حملے

معلوم ہوا ہے کہ متفرق حملے شروع ہو گئے ہیں اور دو زخمی ہندو اسپتال پہنچائے جا چکے ہیں۔

ایک ہندو ہلاک اور تین زخمی

دہلی ۱۴ر نومبر۔ (ذیل کا برقی پیغام رات کو آٹھ بج کر پچاس منٹ پر موصول ہوا۔)

عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے سلسلہ میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایک ہندو ہلاک ہوا، اور تین آدمی زخمی ہوئے جن میں سے اکثر چوڑی بازار اور کھاری باؤلی کے دکان دار اور ایک کے سوا باقی سب ہندو ہیں۔

حکام نے فوج کا دستہ قطب روڈ پر متعین کر دیا ہے اور مسلح موٹریں متاثرہ علاقہ میں گشت لگا رہی ہیں۔

☆

ہنگامہ کے متعلق ایسوسی ایٹڈ پریس کا بیان

دہلی ۱۴ر نومبر۔ شہر میں جو ہنگامہ ہوا ہے اس کے متعلق معتبر تفصیلات موصول ہو رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صبح کے وقت نعش مرحوم کے اقربا کو اس تحریری شرط پر دی گئی کہ وہ اس قبرستان میں دفن کی جائے گی جو مرکزی جیل کے بالمقابل ہی واقع ہے۔ یہ حکم ہجوم کو پڑھ کر سنایا گیا لیکن جوں ہی نعش مرحوم کے اعزہ کے حوالے کی گئی، ہجوم میں سے بعض آدمیوں نے میت چھین لی اور

Marfat.com

اس کو لے کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے جب یہ جلوس جامع مسجد چاوڑی بازار، نان کنواں اور کھاری باؤلی سے گزرنے کے بعد دریبہ میں پہنچا تو فوج کے دستہ اور مسٹر مورگن ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہجوم کو روکا اور نعش کو ہجوم سے چھین کر موٹر لاری میں رکھ کر مرکزی جیل میں واپس لے آئے جہاں مرحوم کے اعزہ انتظار میں کھڑے تھے۔ مسلح موٹروں کے علاوہ وارو کشائر کی رجمنٹ کا ایک دستہ شہر کا گشت لگا رہا ہے۔

سرکاری بیان

دہلی ۱۴ نومبر- آج کے فساد کے متعلق سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آج صبح عبدالرشید سوامی شردھانند کے قاتل کو پھانسی دی گئی اور اس کے بعد دہلی میں فساد ہو گیا۔ عبدالرشید کے عزیزوں نے یہ اقرار نامہ داخل کر دیا تھا کہ وہ نعش کا کوئی جلوس نہ نکالیں گے اور اس قبرستان میں دفن کریں گے جو جیل کے بالمقابل واقع ہے۔ جیل میں مرحوم کے اعزہ کو اجازت دی گئی کہ وہ نعش کی تجہیز و تکفین کریں۔ اس اثناء میں مسلمانوں کا زبردست ہجوم جیل کے باہر جمع ہو گیا اور انہوں نے نعش کو حضرت نظام الدین کی خانقاہ میں دفن کرنے کی اجازت طلب کی لیکن یہ درخواست منظور نہیں کی گئی۔ مرحوم کے عزیزوں نے جو اقرار نامہ پیش کیا تھا اس کے بعد ان سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت ایک حکم سنا دیا تھا اور وہ ہجوم میں پڑھ کر سنایا گیا۔ زاں بعد مرحوم کے رشتہ داروں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ نعش کو دفن کر دیں لیکن ہجوم میں سے بعض سرکش آدمی آگے بڑھے اور نعش کو چھین کر تیزی کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ آخر کار ہجوم کو پولیس اور سپاہ نے قطب روڈ پر روکا اور نعش کو پولیس کی زیر نگرانی قبرستان میں پہنچا دیا جہاں مرحوم کے ورثا نے نعش کو پہلی تجویز کے مطابق دفن کر دیا جب نعش کا جلوس شہر کی بعض سڑکوں میں سے تیزی کے ساتھ گزارا جا رہا تھا، اس وقت بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔

ایک ہندو ہلاک اور ۴۵ زخمی

معلوم ہوا ہے کہ اب تک اسپتال میں ۴۶ زخمی پہنچ چکے ہیں۔ ایک کے سوا سارے ہندو ہیں اور ایک ہندو ہلاک ہوا ہے۔

پچاس آدمیوں کی گرفتاری

دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت ایک حکم نافذ کر دیا گیا ہے جس کے رُو سے لاٹھیاں وغیرہ رکھنے اور

Marfat.com

قابل اعتراض اشتہارات کی طباعت واشاعت کی ممانعت کردی گئی ہے۔

تازہ ترین اطلاع بذریعہ ٹیلی فون

دہلی ۱۴ر نومبر۔ آج رات کو ۲ر بج کے ۱۶ منٹ پر ٹیلی فون کیا گیا کہ اس وقت وہاں کیا حالت ہے۔ اور اس کا یہ جواب موصول ہوا کہ اب شہر میں امن وسکون قائم ہو گیا ہے۔ پولیس فون و مسلح موٹریں شہر میں گشت لگا رہی ہیں۔ جو ہندو ہلاک ہوا، اُس کی نعش سول اسپتال میں طبی معائنہ کے لیے بھیج دی گئی ہے اور تمام زخمی اسپتال میں پہنچا دیے گئے ہیں۔

☆

الفقیہ ۲۸ر نومبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید صاحب مرحوم کی روح کو ایصال ثواب

آج بروز جمعہ جامع مسجد حاجی پیر بخش گجرات میں قاضی عبدالرشید صاحب مرحوم ومغفور کے ایصال ثواب کے لیے بہ طریق سوم ختم قرآن کریم کیا گیا۔ قریباً دو بجے کے کثیر مجمع قاضی عبدالرشید مرحوم ومغفور کی روح کو ثواب پہنچایا گیا، اوران کے پس ماندگان کے صبر وسکون اور امن وعافیت اور آرام وراحت کے لیے دعا کی گئی۔

خادم الفقراء سید ولایت شاہ

مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن گجرات پنجاب۔ خریدار الفقیہ نمبر ۱۱۰۶

☆

الفقیہ ۱۴/ ۷ر دسمبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید کی قبر پر پولیس کا پہرہ

اخبار گورو گھنٹال ایک متعصب ہندو اخبار جو اپنی ہرزہ سرائی اور لغو گوئی میں مشہور ہے۔ اپنے ۵ر دسمبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں یوں لکھتا ہے:

Marfat.com

''سوامی شردھانند کے قاتل عبدالرشید کی جسمانی زندگی کا خاتمہ ہو گیا لیکن پھانسی چڑھنے سے پیشتر جو وہ شرارت کا بیج بو گیا۔ شوریدہ سر اور فسادی طبیعت والے مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ بیج ایک ثمردار درخت بن جائے۔ وہ عبدالرشید کی ایسی یادگار قائم کرنا چاہتے ہیں جسے دیکھ کر مسلمانوں کے سروں پر ہندو آزاری کا جنون سوار ہو۔ چنانچہ وہ اُسے شہید، قومی ہیرو اور اسلام کا ستون بنانا چاہتے ہیں۔ اس غرض کے لیے جاوڑی بازار کی مسلمان رنڈیوں نے اس کے جنازہ پر پھول برسائے۔ قبرستان میں اس کی قبر پر پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ اس کا کفارہ دینے کے لیے دعائیں کی جاتی اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کوشش میں نہ صرف عام مسلمان شامل ہیں بل کہ ایسے مسلمان لیڈر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ان جنونی مسلمانوں کی جانب سے دہلی پولیس کو اب تو اس اَمر کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ اس کی مزید عزت افزائی کے لیے کہیں وہ قبر کھود کر اس کی نعش نہ نکال لے جائیں اور اس کے سلسلہ میں کوئی اور گُل نہ کھلائیں چنانچہ حفظ ماتقدم کے طور پر چار کانسٹیبلوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے اور جب تک قبر پختہ نہ ہو گی، پہرہ جاری رہے گا۔''

☆

ماہ نامہ السواد الاعظم، مراد آباد بابت ماہ جمادی الاخر ۱۳۴۶ھ/ نومبر ۱۹۲۷ء

قاضی عبدالرشید صاحب مرحوم و مغفور

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آج دنیا واقف ہے اور ان کی وفات کی خبر اب نئی نہیں رہی ہے۔ جا بجا ان کے ایصال ثواب کی مجلسیں ہو چکی ہیں اور ان کو ختم کلام اللہ اور کلمہ طیبہ اور صدقات وغیرہ سے ثواب پہنچائے گئے ہیں۔ ان کے معمر والد اور نو عمر صاحب زادے اور تمام اعزہ کے صبر کے لیے دعائیں کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کو کسی ایک مسلمان سے ہمدردی ہونا اور آخرت کے لیے اس کے حق میں دعائے خیر کرنا کچھ عجیب نہیں ہے، خاص کر ایسا مسلمان جو دَمِ آخر ایمانِ کامل کے ساتھ روانہ ہوا ہو، اور نوافل پڑھ کر ذکر الٰہی کے ساتھ اس نے دنیا سے

Marfat.com

قدم نکالا ہو۔ زندگی اور علائق زندگی کے غم اس کے پاس نہ آسکے ہوں اور وہ مشتاقانہ دیدارِ محبوب کے لیے جانے والے کی طرح خوش وخرم گیا ہو، اس کا تذکرہ، اس کی یاد، اس کا ایصال ثواب اس کے بھائی کریں تو یہ بات کچھ حیرت کے قابل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو اس پر بہت غصہ ہے اور وہ اس کے شاکی ہیں کہ قاضی عبدالرشید صاحب کے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا۔ اول تو ہندوؤں کو اس معاملہ میں ہم پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہمارا ایک بھائی ہم سے جدا ہوتا ہے، ہمیں اس کے فراق کا غم ہوتا ہے یا ہم اس کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں تو آپ اس پر کیوں معترض ہوتے ہیں کیا آپ ہمارے تعلقات اُخوت کو قطع کر دینا چاہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ سے قاضی عبدالرشید صاحب کا صرف اتنا تعلق ہے کہ انہوں نے آپ کے ایک عزیز شخص کو قتل کیا، رسماً اور قانوناً قاتل سے انتہائی بدلہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ اُسے قتل کرادیا جائے۔ قتل کے بعد آپ کی کوئی شکایت باقی نہیں رہی۔ اب گالی گلوچ اور بدزبانی کے کیا معنی، بُرا بھلا کہنا، دل خراش اور رَنج دہ کلمات زبان سے نکالنا یہ کون سی تہذیب ہے!!!

قاضی عبدالرشید صاحب کے ساتھ ملک کو عام طور پر ہمدردی ہو جانا اور ہر مسلمان کا ان کے اور ان کے باقی ماندوں کے لیے دعائے خیر کرنا، اس کا زیادہ باعث بھی بہ ظاہر اسباب ہندو اخبارات کی دِل دَوز تحریریں ہیں جتنا وہ قاضی صاحب مرحوم مغفور کو بُرا کہتے گئے ان کی مظلومیت و بے کسی کا نقش مسلمانوں کے دلوں پر جمتا گیا۔ اب اگر وہ شاکی ہیں تو انہیں اپنے ہی طرز عمل کی شکایت کرنا چاہیے اور اگر مسلمان اپنے بھائی کے ساتھ بے حمیتی کر کے ہندوؤں کی رضا جوئی کے لیے اس کو دعاؤں سے بھی محروم کر دیتے تو ہندو مسلمان کے کیا شکر گزار ہوتے۔

پنڈت شردھانند کے قتل کے وقت لیڈروں نے اور اخباروں کے ایڈیٹروں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اظہار ہمدردی کیا تھا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن اس کا کیا ثمرہ ہوا؟ اور ہندو تہذیب نے ان کے اس طریق عمل کا کیا جواب دیا؟ وہ جواب یہ تھا کہ یہ ظاہری دکھاوٹ کے الفاظ اور جھوٹا اظہارِ ناراضی کچھ قبول نہیں ہے۔ ہندوؤں کی تسلی جب ہوسکتی ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ قرآن پاک کے اَحکام بدل دیے جائیں۔ یہ کلمے مسلمانوں کو کس قدر گھائل کر ڈالنے والے تھے، انہوں نے معذرت اور اظہار ہمدردی کرنے والے لیڈروں اور ایڈیٹروں کو اپنے فعل پر نادم کر دیا اور وہ ہمدردی کے کلمات لکھ

Marfat.com

کر پچھتائے کہ ہم نے ایسی قوم کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا جس کے پاس ایسی ہمدردی کا جواب یہ دل وجگر چاک کر دینے والے الفاظ تھے، یہیں سے اظہار ہمدردی کی بلند آہنگیاں بند ہو گئیں۔ یہ خود ہندوؤں کے اپنے طریق عمل کا نتیجہ ہے، اب اسے وہ پسند کریں یا ناپسند۔ مسلمانوں کو تو ان کے طریق عمل سے سبق ملا اور شردھانند کے ایک قتل کے پیچھے قاضی عبدالرشید صاحب مرحوم مغفور کو جو خود بھی قتل کر دیے گئے۔ بُرا کہنا اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اور مسلمانوں کے پیشواؤں کو اور مسلمانوں کے دین کو کس درجہ سیاہ باطنی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ناانصافی یہ کہ شردھانند کا شر انگیز طرز عمل اور مسلم آزار رَوِش کوئی صاحب رائے ہندو زیر بحث نہیں لاتا اور اس پر کسی قسم کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتا۔

عبدالرشید بے شک شہید ہیں، مغفور ہیں۔ وہ ایمان کے ساتھ اللہ کی طاعت وعبادت کرتے ہوئے نہایت پاکبازانہ دنیا سے روانہ ہوئے، ان کا دین ایسی موت پر بشارتیں دیتا ہے، وعدۂ مغفرت سناتا ہے۔ ظاہر میں ہندوؤں کے نزدیک اگرچہ پستول چلا دینا قتل ہو مگر عاقل کے نزدیک حقیقی قتل یہ نہیں ہے بل کہ شردھانند کا حقیقی قتل یہ ہے کہ ہندوؤں نے شردھانند کو شہید کیا، شہید چھاپا، شہید نمبر نکالے اور اس کے بعد سے ہندوؤں کو شہید کہنے کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ یہ ایک شردھانند کا قتل نہیں، کروڑوں شردھانند کا قتل ہے جو تناسخ اور آواگون کے اعتقاد پر ایمان رکھتے تھے، ان کا اپنے ہم قوموں کی نسبت شہادت کا معتقد ہو جانا تناسخ کی گردن قطع کر دینا ہے اور درحقیقت شردھانند جس دھرم کا حامی تھا اس دھرم کی موت ان شہادتوں کے اعلان سے ہو رہی ہے، اس لیے میں اس کو حقیقی موت اور موثر موت عقیدے اور ملت کی موت، کروڑوں سال کی پرورش کیے ہوئے خیالات کی موت سمجھتا ہوں جس وقت ہندو پنڈت شردھانند کو ''شہید اکبر'' لکھتے ہیں ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اسلام کی روشنی سے اس قوم کی آنکھ کچھ تو کھلی اور دیرینہ غلطی کے ارتکاب سے اب تو اس نے اپنے کو بچایا۔ اس سے بحث نہیں کہ ''شہید'' کا لفظ بے محل اور غلط استعمال ہوا لیکن تناسخ کے ماننے والوں نے مختلف اَبدان کے قیود میں رُوح کے دھکے کھاتے پھرنے کے اعتقاد کو شہادت کے لفظ سے ٹھوکر ماردی، اس کے ساتھ ہی ایک اور راز منکشف ہوتا ہے وہ یہ کہ ہندوؤں کا بڑا شخص جب ان کے عقیدے اور خیال کے بہ موجب اپنے مذہب اور دھرم کا پرچار کرتا ہوا مارا جائے تو اس کے لیے وہ اُخروی عزت کا کوئی

Marfat.com

سامان اپنے دین میں نہیں پاتے ہیں اور ایسے شخص کو بھی جو دین پر جان قربان کر دے ان کا دھرم کوئی اونچی کرسی یا بلند مسند نہیں دے سکتا، اس کو صلہ دینے کے لیے ان کے اپنے سرمایہ میں اس قدر کمی ہے کہ وہ اس کے واسطے اپنی دینی عزت کا ایک لفظ بھی نہیں لا سکتے اور مجبوراً انہیں اسلام سے ''شہادت'' کا لفظ اُڑا کر اپنے بزرگ کی خاطر تواضع کرنا پڑتی ہے۔ پھر جس دین میں یہ کمی ہو کہ خاص دین کی خدمت میں مر جانے والے کے لیے بھی وہ ایک لفظ تک نہ دے سکے، وہ کیا آپ کی دستگیری کرے گا۔

ہندوو! ہم اس پر شاکی نہیں ہیں کہ تم نے ہمارے یہاں سے منصب شہادت کا ایک لفظ بے استحقاق لے لیا۔ نہیں، نہیں۔ بڑی فراخ دلی سے تیار ہیں کہ اسلام کی دی ہوئی تمام عزتیں بھی اللہ تمہیں مبارک کرے۔ لو اور خوشی سے لو، اسلام کا دسترخوان وسیع ہے۔ لفظی شہادت نہیں حقیقی شہادت حاصل کرو اور وہ تمام منازل قرب جو مسلمانوں کے لیے ہیں ان سے بہرہ یاب ہو۔ ہمارے پاس سب سے بہتر دولت اور سب سے نفیس نعمت توحید و رسالت کا اعتقاد ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مبارک لفظوں سے اَدا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی آپ کے پیش نظر ہے، قبول کیجیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے۔

☆

الفقیہ، ۲۱ر دسمبر ۱۹۲۸ء

قاضی عبدالرشید کی زندگی کے آخری لمحے

۱۴ر نومبر کی شام کو قاضی عبدالرشید مرحوم کے ضعیف والد کو حکام جیل کی جانب سے اطلاع دی گئی کہ کل آٹھ بجے صبح ان (کے بیٹے) کو پھانسی دی جائے گی اور اس شرط پر ان کو لاش مل سکتی ہے کہ وہ جیل کے اندر ہی تجہیز و تکفین کر کے جیل کے سامنے والے قبرستان میں میت کو دفن کر دیں، نیز کسی قسم کا جلوس وغیرہ نہ نکالیں، اور نہ اندرون فصیل شہر میت کو داخل کرنے کا اَقدام کریں۔

Marfat.com

رشتہ داروں سے ملاقات

مرحوم کے والد اور بھائیوں نے ان شرائط پر اپنی رضامندی ظاہر کردی اور صبح کو چھ بجے انھیں اور دوسرے رشتہ داروں کو قاضی صاحب سے ملاقات کی اجازت دے دی گئی جن میں قریبی رشتہ کی کچھ خواتین اور دس مرد تھے۔ ساڑھے چھ بجے مرحوم کے والد قاضی عبدالوحید صاحب کے ہمراہ پہلے عورتیں ملاقات کے لیے جیل میں داخل ہوئیں اور داروغۂ جیل نے ملاقات کروائی۔

مرحوم کی آخری نصیحت

مرحوم نے عورتوں کو نصیحت کی، اَحکام شریعت کی پابند رہیں اور نفل نماز اور نفل روزوں کا اہتمام رکھیں کیوں کہ یہی چیزیں انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہیں۔ اس کے بعد مستورات کو جیل کے اندر ہی ایک جدید تعمیر شدہ مکان میں بٹھا دیا گیا اور سات بجے کے قریب مردوں کو طلب کیا گیا جن میں مرحوم کے والد، دو بھائی، ایک بہنوئی، داماد اور دیگر اعزا شامل تھے جس وقت یہ سب پہنچے تو داروغہ صاحب مع چند سپاہیوں کے موجود تھے اور قاضی صاحب تنہائی کی کوٹھری میں کھڑے تھے۔ اعزہ کو صحن کے دروازے کے باہر دیوار صحن کے مقابل کھڑا کیا گیا، اسی طرح عورتوں کو بھی صحن کے باہر ہی دیکھنے کا موقع دیا گیا۔

مرحوم کا آخری وعظ

قاضی صاحب نے خندہ پیشانی سب سے فوراً سلام علیک کی اور کہا سب کو ایک دن موت سے ہم آغوش ہونا ہے، آپ صبر سے کام لیں اور میرے لیے دعائے خیر کریں۔ چند اعزہ آب دیدہ ہوئے تو ان کو سمجھایا کہ ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین (اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا) تمھارے فرض روزے اور فرض نمازیں کسی ایسے اجر کا مستحق نہیں بناتے جو ضائع ہو جائے۔

پھر فرمایا: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (احسان کا بدلہ احسان ہے) اب تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''احسان'' کس کو کہتے ہیں فرض عبادت کے سوا نفل اور مستحب روزوں اور نمازوں کے پڑھنے کو مسلمان بھائیوں کی ہمدردی اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کو اس کے

Marfat.com

علاوہ احسان کی پوری تعریف تمھیں کتب تصوف میں ملے گی جو اس کی تعریف سے بھری ہوئی ہیں۔ اس کے بعد بیان کیا کہ تین اشخاص کو ایمان کی لذت حاصل ہوتی ہے اور اس کی تفصیل بیان کی، اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مومن کی ادنیٰ پہچان یہ ہے اس کو عبادت میں لذت اور لطف حاصل ہو۔

مرحوم کا آخری پیغام

جیلر صاحب نے ملاقات ختم کرنے کی جلدی کی تو ایک صاحب نے کہا کہ آپ مسلمانوں کو پیغام دیجیے۔ قاضی صاحب نے ایک لحہ سکوت کے بعد کہا کہ میں کیا پیغام دوں، جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی مشیت سے ہوتا ہے۔ میرے متعلق لوگ بڑھا چڑھا کر باتیں کریں گے، تم ان کا خیال نہ کرنا۔ میں ایک ادنیٰ درجہ کا مُلاّ ہوں میرے لیے دعائے خیر کرنا۔ پھر ایک لحہ سکوت کے بعد کہا کہ ہاں ایک پیغام دیتا ہوں کہ شریعت کو مضبوط پکڑیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اَحکام کے مقابلہ میں کسی زبردست سے زبردست طاقت کی بھی پروا نہ کریں، زمانہ کی نزاکت کو پہچانیں، چاروں طرف بے دینی دہریت اور ایمان کو چھیننے والی چیزیں پھیلی ہوئی ہیں ان سے بچنے کی کوشش کریں، واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا پر قائم رہیں۔

پھر فرمایا: ہاں ایک اور بات ہے وہ یہ کہ صحیح راستہ پر مسلمان اہل سنت و جماعت ہیں، بدعات کی پیروی اور اجماع امت کے خلاف عمل کرنے سے بچنا ہی نجات کا صحیح راستہ ہے۔

بیٹے کو نصیحت

پھر جیلر نے رخصت ہونے کے لیے جلدی کی تو قاضی صاحب خاموش ہو گئے اور اعزہ نے کہا کہ آپ ہمارا کہا سنا معاف کیجیے، انھوں نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ میں نے معاف کیا، میرا خدا بھی معاف کرے، آپ حضرات بھی میرا کہا سنا معاف کیجیے، اس پر لوگوں نے باچشم نم جواب دیا کہ ہم نے معاف کیا۔ آپ کے لڑکے نے کہا کہ میرا بھی قصور معاف کریں، آپ نے اس کو بھی وہی جواب دیا، اس نے کہا میرے لیے آپ دعا کیجیے اس پر قاضی صاحب نے جواب دیا کہ خدا تمھیں سیدھے راستے پر چلائے، نیک اعمال کی توفیق دے اور تمہارا معین و مددگار ہو۔

Marfat.com

دوگانہ شکر ادا کیا

ایک صاحب نے کہا آپ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیں، جواب دیا کہ الحمد للہ پڑھ چکا ہوں اور باوضو ہوں۔ قاضی صاحب نے تمام باتیں استقلال سے کیں، تیوری پر ذرا بھی بل نہ تھا اور نہ کسی قسم کا خوف و ہراس تھا البتہ آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں سے ایک قسم کی بے تعلقی ہے اور کسی دوسری طرف لو لگی ہوئی ہے، آپ کی آواز میں کسی قسم کا اضطراب محسوس نہ ہوتا تھا بلکہ وقار متانت اور سنجیدگی ٹپکتی تھی، اس کے بعد تمام اعزہ کو جیل سے باہر کر دیا گیا اور صرف مستورات کو جیل کے اندر ایک مکان میں رہنے دیا گیا۔

پھانسی کے تختے پر خدا کی یاد

جس وقت آپ کو کوٹھری سے پھانسی کے تختہ پر لے جانے کے لیے نکالا گیا تو آپ بالکل بااطمینان کلمۂ شہادت بہ آواز بلند پڑھ رہے تھے اور جو مسلمان ملازم جیل راستہ میں ملتا اس سے سلام علیک کرتے۔ تختہ پر جس وقت کھڑا کیا گیا تو سپرنٹنڈنٹ جیل نے کہا کہ آپ آہستہ آہستہ کلمہ پڑھیے چناں چہ آہستہ آہستہ کلمہ پڑھنا شروع کیا۔ ٹھیک آٹھ بجے جب تختہ ہٹایا گیا اور گلے میں پھندا پڑ گیا تو نہایت بلند آواز سے لفظ ''اللہ'' کہا اور اس کے ساتھ ہی رُوح نکل گئی۔

عام طور پر پھانسی کے بعد انسان کی لاش بہت دیر تک تڑپتی رہتی ہے اور جان کنی کی شدید کیفیات ظاہر ہوتی ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ قاضی عبدالرشید مرحوم کے جسم میں ادنیٰ سی جنبش نہ ہوئی اور ایک گھنٹہ تک لاش بے حس و حرکت لٹکتی رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بہ حوالہ اخبار مسلم، راجپوت)

☆

Marfat.com

باب دوم

غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

غازی علم الدین ۴؍دسمبر ۱۹۰۸ء بروز جمعرات کوچہ چابک سواراں محلہ سرفروشاں سریاں والا بازار اندرون رنگ محل بازار لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام طالع مند تھا جو کہ نہایت غریب آدمی تھے اور پیشہ کے اعتبار سے نجار تھے۔ غازی علم الدین کے اَجداد میں لہنا سنگھ مغل شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے جن کا مزار موضع پڈانہ برکی ہڈیارہ بارڈر کے قریب ''بابا لہنو'' کے نام سے مشہور ہے۔

علم الدین تعلیمی میدان میں زیادہ آگے نہ بڑھ سکا تو اپنے والد کے ہمراہ فرنیچر سازی کے کام میں مشغول ہو گیا۔ کم علم ہونے کے باوجود غازی علم الدین با اخلاق اور شریف الطبع نوجوان تھا۔ ۱۹۲۹ء میں محض ۲۱ ربرس کی عمر میں آپ نے گستاخ رسول راج پال پر چاقو کے اشد وار کیے اور واصل جہنم کیا۔ گرفتاری ہوئی، مقدمہ چلا اور سزائے موت قرار پائی۔ اہل خانہ نے ہائی کورٹ میں اپیل کی قائداعظم محمد علی جناح مقدمہ کی پیروی کے لیے آئے اور غازی علم الدین کا دفاع کرتے ہوئے ججوں کے سامنے بڑے جان دار دلائل پیش کیے لیکن ججوں نے تعصب ظاہر کرتے ہوئے ان کو نظر انداز کر دیا اور سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا۔ غازی موصوف کے اہل خانہ نے پریوی کونسل میں بھی نظرثانی کی درخواست کی وہاں سے بھی خارج ہو گئی۔ غازی موصوف کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور بے تابی سے آرزوئے شہادت کی تکمیل کا انتظار کرنے لگا۔

حکومت نے نقض امن کے خطرہ کے پیش نظر غازی صاحب کو لاہور سے میانوالی جیل میں منتقل کر دیا اور وہیں کچھ دن بعد سزائے موت دے کر تدفین کرنا چاہی لیکن مسلمانانِ لاہور نے مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبال و دیگر قائدین کی قیادت میں بھرپور تحریک چلائی اور بالآخر علامہ اقبال کی شخصی ضمانت پر پنجاب کی انگریز حکومت غازی علم الدین کے جسد خاکی کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے پر راضی ہو گئی۔ چناں چہ غازی صاحب کی میت لاہور لائی گئی اور چوبرجی گراؤنڈ میں تقریباً دو لاکھ مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ علامہ اقبال خود غازی کی قبر میں تدفین کے لیے اُترے اور یہاں آپ نے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو آج زبان زد عام ہے؛

''اسی گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا''

Marfat.com

یعنی ہم باتیں ہی بناتے رہے اور نجار کا لڑکا بازی لے گیا۔ (روزگار فقیر، ج ۲، ص ۳۰)

☆

راج پال ایک دریدہ دہن اور متعصب ہندو تھا اس نے شردھانند کی روش پر چلتے ہوئے مسلمانوں کی دل آزاری اور ازلی ابدی شقاوت کی کالک ماتھے پر لگائی اور اہانت رسول پر مشتمل ایک کتاب بہ نام ''رنگیلا رسول'' تصنیف کی۔ اس کتاب کی تصنیف سے مسلمانوں کو سخت رنج ہوا، خاص اس کا نام ہی اس قدر گستاخی پر مبنی ہے کہ ایک مسلمان اس کو بولنا اور سننا گوارا نہیں کرتا۔

راج پال نے یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شائع کی، مسلمانوں کے احتجاج اور اپیل پر کورٹ نے راج پال کو مختصر جرمانہ اور چھ ماہ قید کی سزا سنائی جسے دوسری عدالت نے معاف کر کے راج پال کو بری کر دیا۔

راج پال غازی علم الدین سے قبل دو غیور مسلمانوں نے حملہ کیا، ایک کا نام خدا بخش اور دوسرے کا نام عبدالعزیز خان تھا۔ ان دونوں حملوں میں راج پال بچ گیا۔ حکومت کی طرف سے اس کو سکیورٹی گارڈ بھی مہیا کیے گئے لیکن حسن اتفاق سے جب غازی علم الدین شہید نے حملہ کیا تو راج پال کا سکیورٹی گارڈ چھٹی پر تھے اور غازی موصوف نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کو واصل جہنم کر دیا۔

☆

Marfat.com

السواد الاعظم ماہ صفر ۱۳۴۶ھ/ جولائی ۱۹۲۷ء

[راج پال کی ملعون کتاب]

راج پال کی ملعون کتاب جس کے متعلق پنجاب ہائی کورٹ نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دے کر راج پال کو رِہا کر دیا ہے۔اس کتاب نے عالم اسلام میں تہلکہ مچا دیا ہے اور مسلمانوں کی زندگی مکدر ہوگئی ہے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ سے مسلمانوں کی فریادوں کی صدائیں بلند ہورہی ہیں اور وہ ایسے گستاخ بدلگام کوسزا نہ دیے جانے سے نہایت مغموم ومضطرب ہیں جب تک اس کوسخت سے سخت سزا نہ دی جائے گی مسلمانوں کا غم وغصہ قلق و اضطراب کم نہیں ہوسکتا ہے بل کہ زیادہ عرصہ ہونے اور ہندوؤں کی طرف سے نمک پاشیوں کا سلسلہ جاری رہنے کے سبب ممکن ہے کہ مسلمانوں کی بے چینی اور بڑھ جائے۔راج پال نے اس کتاب کا نام بھی ایسا رَنج دہ رکھا تھا جس کے تلفظ سے بھی مسلم قلب کو اِیذا ہوتی ہے مگر سمجھانے کے لیے تجویزوں اور ریزولوشنوں میں اس کتاب کا وہی نام لیا جاتا ہے لفظ ''رسول'' کے ساتھ ''رنگیلا'' کا ملانا مسلم قلب سے برداشت نہیں ہوسکتا اور اس توہین کے کلمہ کا بار بار اِعادہ بھی سخت تکلیف کا موجب ہے اس لیے اہل اسلام سے استدعا ہے کہ وہ اس کے متعلق جس قدر جلسے کریں، ریزولوشن بنائیں۔ان میں کہیں اس کتاب کواس نام سے ذکر نہ کریں بلکہ اس کو''راج پال کی ناپاک کتاب/ملعون کتاب'' کے لفظوں سے تعبیر کیا کریں۔

آریہ کی شرانگیز کتاب

آریہ جماعت جس طرح اَمن کی دشمن ہے،تہذیب وشائستگی سے بھی اس کو پوری عداوت ہے۔روزمرہ اس کی طرف سے نئی نئی شرانگیزیاں ہوتی رہتی ہیں۔بدزبانی وگندہ ذہنی اس جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔آج کل راج پال کی کمینہ تحریر نے جس پر پنجاب ہائی کورٹ میں مقدمہ چل رہا تھا۔ہندوستان کے مسلمانوں کونہایت رنجیدہ اور مغموم کردیا ہے۔اس کتاب کا نام تک انہیں روحانی اِیذا پہنچاتا ہے،بچہ بچہ مضطرب و بے چین ہورہا ہے۔ہر طرف سے اس

Marfat.com

کے خلاف آہ و بکا کا شور مچ رہا ہے۔ تمام اہل اسلام غم و غصہ سے بے تاب ہے۔ ہائی کورٹ پنجاب کا فیصلہ اور راج پال کی رِہائی مسلمانوں کے قلوب کو صدمہ پہنچانے والی ہوئی۔ ہر خطہ ملک میں جلسے ہو رہے ہیں اور اس ناقص اور کمینہ کتاب اور اس کے مصنف پر نفرت و حقارت اور ہائی کورٹ پنجاب کے فیصلہ پر اظہارِ رنج و ملال کیا جا رہا ہے۔

انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد کا ایک خاص جلسہ

اس رنج و ملال سے بے تاب ہو کر یکم محرم ۱۳۴۶ھ کو انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد کا ایک خاص جلسہ بہ صدارت مولانا مولوی اکرام الحق صاحب اشرفی منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی:

> ''یہ جلسہ کتاب ''رنگیلا رسول'' کے مقدمہ کے متعلق ہائی کورٹ پنجاب کے آخری فیصلہ پر نہایت رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ اس فیصلہ سے مقدس بزرگانِ مذہب کے حق میں بدزبانی کرنے والوں کو براءت ہو گی اور ملک کی فضا مسموم ہو جائے گی۔ مسلمان اپنے پیشوا کی شان میں کوئی ناقص کلمہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے گورنمنٹ کے متدعی ہیں کہ مسلمانوں کے ایمانی و روحانی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب تدبیر اختیار کرے۔

محرک: صدر الافاضل حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب

موید: حکیم مولوی ابرار الحق صاحب

☆

Marfat.com

السوادالاعظم ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ/ستمبر ۱۹۲۷ء

[راج پال پر پہلا حملہ]

راج پال پر حملہ کرنے کے الزام میں لاہور کے مجسٹریٹ ضلع کے اجلاس سے خدا بخش نامی ایک مسلمان کو چھ سال کی قید سخت تین ماہ قید تنہائی اور بعد انقضائے میعاد قید ہزار ہزار روپیہ کی تین ضمانتیں اور ضمانتیں بہم نہ پہنچنے کی صورت میں تین سال مزید قید محض کی نہایت سخت سزا ہوئی ہے۔ خدا بخش جرم سے منکر ہے، اس کی طرف سے کوئی صفائی بھی نہیں پیش ہوئی اور غالباً وہ کسی وکیل سے قانونی مدد بھی نہ حاصل کر سکا۔ ان کا بیان ہے کہ وہ کوئی کتاب خریدنے کے لیے راج پال کی دوکان پر گیا تھا - اس نے اس سے سخت کلامی کی اور اس کے ترکی بہ ترکی جواب دینے پر ہاتھا پائی ہوگئی اور ہندو دھکیل کر اس کو دوکان میں لے گئے، یہاں اس کو زدوکوب کیا۔ اس کا بیان ہے کہ اس کو خبر نہیں کہ راج پال کے کس طرح زخم لگے۔

ہندوؤں کی موجودہ حالت یہی ہے کہ وہ مسلمانوں سے درشت کلامی اور ترش روئی سے پیش آتے ہیں اور بے وجہ چھیڑ چھاڑ پیدا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو مار پیٹ کر مقدمہ میں پھانسنے کے لیے اپنے بدن پر بھی زخم بنا لیے ہوں۔ گو واقعہ کی نسبت یقین کے ساتھ حکم نہیں کیا جا سکتا مگر اتنی بات بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس لیے خدا بخش کے عزیزوں کو اور اگر ایسے عزیز نہ ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کا اپیل کریں اور اس کو قانونی امداد پہنچانے میں غفلت اور سہل انگاری سے کام نہ لیں تا کہ ایک دادخواہ اپنے قانونی حق سے محروم نہ رہے۔ بعض ہندو لیڈروں نے ''یوم راج پال'' منانے کی جو آواز اٹھائی ہے اس سے سخت اشتعال اور ملک کے امن میں خلل اندازی کا قوی اندیشہ ہے۔ گورنمنٹ کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

☆

Marfat.com

نورافشاں ۳۰ر ستمبر ۱۹۲۷ء

راج پال پر ناکام قاتلانہ حملہ

لاہور ۲۶ر ستمبر: آج صبح ساڑھے آٹھ بجے کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ناشر راج پال کو چاقو سے زخمی کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص مسمّی خدا بخش نامی راج پال کی دکان پر جو ہسپتال روڈ پر گوروگھنٹال کے دفتر کے نیچے ہے۔ آیا اور اس نے ایک کتاب طلب کی۔ راج پال نے کتاب نکال کر دی۔ ملزم کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس خرید وفروخت کے سلسلہ میں تُو تُو مَیں مَیں اور پھر سخت کلامی تک نوبت آ گئی اور ملزم نے کسی اشتعال انگیز فقرے کے جواب میں راج پال پر چاقو سے حملہ کیا۔ راج پال نے مدد کے لیے آواز بلند کی تو وہ آریہ جو بھگوے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور جن کے نام سوتنترا اور ویدانند بتائے جاتے ہیں۔ ملزم پر پل پڑے مگر ملزم پوری طرح سے گرفت میں نہ آ سکا۔ ان دونوں میں سے ایک نے ''پولیس پولیس'' کا غل مچا دیا۔ جس کے جواب میں پرتاپ اخبار کا ایک منشی محمد اکرم بروقت آ پہنچا۔ اس کے ساتھ لالہ لعل چند فلک بھی پہنچ گئے۔ ان لوگوں نے ملزم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا۔ سٹی پولیس کے دو مسلمان کانسٹیبل جو سڑک پر پہرہ دے رہے تھے ادھر سے آ نکلے اور ان سب نے ملزم کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا۔

بیان کردہ حملہ آور کا حلیہ

بیان کیا جاتا ہے کہ حملہ آور لاہور کا رہنے والا اور کاشمیری ہے اس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ ہے، اس کا جسم فربہ رنگ گورا قد لمبا اور کاٹھی مضبوط ہے جس وقت یہ وقوعہ ہوا، اس وقت وہ ترکی ٹوپی، کھلا کوٹ، بنگال قمیص اور علی گڑھ فیشن کا پاجامہ پہنے ہوئے تھا اور اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی وہ چاقو اس سے چھینا ہوا بتایا جاتا ہے، اس کا پھل چار انچ سے زیادہ وہ لمبا نہیں اور اس کی دھار بالکل معمولی ہے اور باورچی خانوں کے چاقوؤں سے زیادہ تیز نہیں۔ پیدائش کے لمحے سے آج تک اس نے خلافت یا کسی اور قومی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا، البتہ بیان کیا جاتا ہے

Marfat.com

کہ وہ حال ہی میں تین سال کی سزائے قید بھگت کر آیا ہے جو اسے زیر دفعہ ۳۷۷ تعزیراتِ ہند (جرم خلاف وضع فطرت) دی گئی تھی۔

حکام کی مستعدی

وقوعہ کے پندرہ بیس منٹ بعد راج پال کی دکان کے سامنے تماشائیوں کا جم غفیر جمع ہو گیا تھا۔ اطلاع ملنے پر باوامنی رام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس متعینہ انارکلی مسٹر اوگلوی ڈپٹی کمشنر اور لالہ نند مخند ہ موقع پر پہنچ گئے۔ ملزم کو پولیس کی حراست میں انارکلی کے تھانہ میں پہنچایا گیا اور بعد میں موٹر لاری میں بٹھا کر بورسٹل جیل کی جوڈیشل حوالات میں بھیج دیا گیا۔ چاقو اور وہ چیزیں جو ملزم کے قبضے سے جامہ تلاشی کے دوران میں برآمد کی گئیں انارکلی کے تھانہ میں رکھ لی گئیں۔

زخموں کی حالت

راج پال کو کل چار زخم آئے مگر خون غیر معمولی طور پر زیادہ نکلا، اسے فی الفور میو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں کلوروفارم سنگھا کر اس پر عمل جراحی کیا گیا۔ ہسپتال کے ذمہ دار اس کی ملاقات کے لیے کسی مسلمان کو بالخصوص اور عوام کو بالعموم اجازت نہیں دیتے۔ تاہم معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے زخم چنداں شدید نہیں ہیں اور اس کی جان کے لیے چنداں خطرہ نہیں۔ ایک معمولی زخم اس کے دائیں کندھے کے قریب لگا ہے دوسرا چھاتی پر بائیں پستان پر جس کی گہرائی ثلث انچ سے کچھ زیادہ ہے۔ تیسرا زخم دائیں ران پر پہنچا ہے جس کی لمبائی دو انچ ہے۔ چوتھا زخم جو دائیں بازو پر آیا ہے البتہ قدرے گہرا ہے۔

☆

ڈپٹی کمشنر کا اعلان

لاہور ۲۶ ستمبر (۱۲ بجے دوپہر) ڈپٹی کمشنر لاہور نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو ٹیلی فون پر حسب ذیل اطلاع دی ہے:

> ”آج صبح کے حملہ کے سلسلے میں اطلاع دی جاتی ہے کہ راج پال خطرے میں نہیں اسے چاقو کے تین زخم لگے ہیں، ایک بازو پر ایک ران میں اور ایک معمولی سی

Marfat.com

خراش سینہ میں۔اس کا حملہ آور ہیرامنڈی کا کوئی خدابخش بتایا جاتا ہے۔''

محکمہ اطلاعات پنجاب کی اطلاع

لاہور ۲۶ ستمبر؛ راج پال پر ایک مسلمان مسمّی خدابخش نے آج صبح نو بجے اس کی دکان واقعہ ہاسپٹل روڈ میں حملہ کیا۔راج پال کو چاقو کے تین زخم لگے ہیں لیکن اس کی حالت خطرناک نہیں، مجرم موقع پر گرفتار کرلیا گیا۔(ڈائریکٹر محکمہ اطلاعات پنجاب)

☆

نورافشاں ۷؍اکتوبر ۱۹۲۷ء

راج پال پر قاتلانہ حملہ کے مقدمہ کا فیصلہ

راج پال پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیے زیردفعہ ۳۰۷ ملزم خدابخش کے خلاف جو مقدمہ چل رہا ہے وہ ۲۸ ستمبر کو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پھر پیش ہوا، کارروائی کے آغاز میں عدالت نے ملزم سے سوال کیا کہ کیا وہ کسی گواہ پر جرح کرنا چاہتا ہے؟ ملزم نے جواب میں کہا کہ نہ تو وہ کسی گواہ پر جرح کرے گا اور نہ صفائی پیش کرے گا۔

اس کے بعد باوامنی رام صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جگت رام ہیڈ کانسٹیبل تھانہ انارکلی، لکھ میداس ہیڈ کانسٹیبل، چودھری مول چند ساہوکار اور لالہ نانک چند کلاتھ مرچنٹ کی شہادتیں ہوئیں۔

اس کے بعد راج پال کا بیان عدالت نے میوہسپتال میں ملزم کی موجودگی میں جا کرلیا۔

راج پال کا بیان

میں تاجر کتب ہوں۔سوموار ساڑھے آٹھ بجے کا واقعہ ہے کہ میں دکان کے اندر کام کر رہا تھا۔میرے نوکر نے آواز دی کہ سوامی جی مجھے بلا رہے ہیں۔میں باہر آ گیا اور دکان کے تھڑے

Marfat.com

پر کھڑا ہو گیا۔ سوامی سوتنترا انند جی اور سوامی ویدا انند جی باہر کھڑے تھے۔ سوامی ویدا انند جی نے مجھے چند کتب جلد بندھوانے کے لیے دی تھیں جب میں انھیں کتابیں دکھا رہا تھا۔ میں نے آرمی پولیس کے نزدیک ملزم کو دیکھا میں پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

ملزم نے اچانک میرے سامنے آکر میری چھاتی پر چاقو سے حملہ کیا جب اس نے چاقو مارا، میں پیچھے ہٹ گیا تاہم چاقو مجھے لگا اور خون جاری ہو گیا۔ ملزم نے مجھے دھکیل کر دکان کے اندر کر دیا۔ میں اندر جا کر نیچے گر پڑا، ملزم میرے اوپر چڑھ گیا۔ میں اپنی چھاتی کو چاقو کے حملے سے بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ سوامی سوتنترا انند کے پہنچنے سے پیشتر ملزم نے مجھے چھ زخم لگائے۔ سوامی جی نے آکر ملزم سے چاقو چھیننے کی کوشش کی۔ ملزم یہ کہے جاتا تھا کہ ''کافر! آج تم میرے ہاتھ آئے ہو، میں تمہیں مار کر چھوڑوں گا۔''

جس وقت سوامی سوتنترا انند نے ملزم کا ہاتھ پکڑ لیا، ملزم نے مجھے بازو پر دانتوں سے کاٹا۔ پندرہ بیس دن پہلے ملزم میری دکان کے آگے سے گزر رہا تھا۔ میں نے کرم دین درزی کی دکان پر اسے بیٹھے دیکھا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ ملزم جلد سازی کی دکان کھولنے کے لیے میرے بازار میں دکان لینا چاہتا ہے۔ مجھے ہائی کورٹ یعنی مقدمہ رنگیلا رسول میں مئی گذشتہ میں بَری کر دیا تھا۔ بَری ہونے کے بعد میں نے اخبارات میں اعلان شائع کرایا کہ میں کتاب رنگیلا رسول دوبارہ شائع نہیں کروں گا، اس کے باوجود انجمن خدام (الدین) نے شیرانوالہ دروازہ میں میرے قتل کا فیصلہ دے دیا۔ میری رائے میں مجھ پر حملہ کتاب رنگیلا رسول کی اشاعت اور مسلمانوں کی ایجی ٹیشن کا نتیجہ ہے۔ مجھے ملزم سے اب بھی خطرہ ہے۔

ملزم سے سوال پوچھنے کے متعلق

جب ملزم سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ کوئی سوال کرنا چاہتا ہے تو ملزم نے کہا کہ یہ رنگیلا رسول کا لفظ کیوں زبان سے نکالتا ہے اس کی زبان بند کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد ڈاکٹر میتھیوز اور ڈاکٹر سنت رام ہاؤس سرجن میو ہسپتال اور نقشہ نویس کے بیان ہوئے اور ملزم کا دوبارہ بیان ہوا۔

ملزم کا دوبارہ بیان

تمام گواہوں نے بیان کیا کہ خدا بخش قتل کی نیت سے آیا تھا۔

Marfat.com

(ملزم خدا بخش نے کہا) اگر میرا ارادہ قتل کا ہوتا تو میں گھر سے کافی طاقت لے کر آتا اور معمولی چاقو کی بجائے کوئی مہلک ہتھیار لے کر حملہ کرتا اور اچھے موقع کی تلاش کرتا۔ اگر میری قتل کرنے کی نیت ہوتی تو میں اس وقت حملہ نہ کرتا۔ جب وہاں اتنے آدمی کھڑے تھے کیا مجھے ان کی طاقت کا احساس نہ تھا۔ میں نہ چاقو لے کر راج پال کے قتل کے ارادہ سے گیا اور نہ ہی میں نے چاقو مارا، میں فقط ہیر کی کتاب لینے گیا تھا۔

عدالت کا فیصلہ

فاضل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ملزم کو سات سال قید سخت جس میں تین ماہ قید تنہائی بھی شامل ہے۔ کی سزا کا حکم دیا۔ میعاد قید کے بعد ملزم کو پانچ پانچ ہزار روپیہ کی تین سال کے لیے حفظ امن کی تین ضمانتیں زیر دفعہ ۱۰۶ ضابطہ فوجداری داخل کرنی ہوں گی۔ ضمانت نہ دے سکنے کی صورت میں تین سال مزید قید محض بھگتنی پڑے گی۔ (پرکاش)

☆

نور افشاں ۱۴/۱۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء

عبدالعزیز خاں کے خلاف مقدمہ

گواہانِ استغاثہ کے بیانات

لاہور، ۱۱/۱۰ اکتوبر: آج مسٹر اوگلوی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں عبدالعزیز خان کے خلاف سوامی ستیانند و لالہ نانک چند بزاز اور ان کے بھائی چونی لال پر حملہ کرنے کے الزام میں مقدمہ پیش ہوا۔ رائے صاحب مہتہ ایشر داس کورٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ استغاثہ کی طرف سے پیروکار تھے۔ ملزم کی طرف سے کوئی وکیل پیروی کے لیے موجود نہ تھا۔

لالہ نانک چند ناز کی شہادت

سب سے پہلے لالہ نانک چند ناز سابق ایڈیٹر پرتاپ کی شہادت ہوئی۔ آپ نے بیان کیا کہ پرسوں وقوعہ کے وقت میں دفتر پرتاپ میں تھا کہ اچانک بازار سے آواز آئی:

"ایک آدمی مجھے مار گیا ہے اسے پکڑو"

Marfat.com

میں نے چھجے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ سوامی ستیانند راج پال کی دکان پر کھڑے ہیں۔ ایک آدمی بھاگا جا رہا تھا۔ سوامی جی اس کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ وہ بھاگا جا رہا ہے پکڑو پکڑو۔ میں نے فوراً پولیس کو بہ ذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی۔ گواہ کو رپورٹ ابتدائی پڑھ کر سنائی گئی جو گواہ نے درست تسلیم کی۔

ملزم کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا بہت سے آدمی ملزم کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے نیچے آ کر ملزم کو کانسٹیبل کی حراست میں دیکھا۔

سید برکت علی شاہ

سید برکت علی شاہ بورڈ نویس اور پینٹر نے بیان کیا کہ میری دکان راج پال کی دکان کے سامنے ہے وقوعہ کے وقت میں اپنی دکان پر کام کر رہا تھا، بازار میں پکڑو پکڑو کا شور سنا اس پر میں نے اپنی دکان کے تھڑے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ نانک چند کپور نے ملزم کو پکڑا ہوا تھا۔ ملزم کے ہاتھ میں چاقو تھا جو اس نے اس کی پشت پر مارا، نانک چند پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے پھر ملزم کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے اس کی آنکھ پر چاقو مارا۔ اس پر نانک چند کا بھائی چونی لال لپک پڑا، مگر ملزم نے اس کے پیٹ میں چاقو مارا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ملزم انارکلی کی طرف بھاگ گیا۔ میں نے سوامی کو بھی زخمی دیکھا تھا۔ جرح پر گواہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ملزم نے سوامی کو کیوں مارا۔

بھگوانا کانسٹیبل

بھگوانا کانسٹیبل نمبر ۲۶۴۱ نے بیان کیا کہ اتوار کی شام کو مجھے لوہاری گارڈ کی چوکی پر تعینات کیا گیا تھا، میں شام کے چار بجے کے قریب ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چوک میں کچھ پانی وغیرہ پینے آیا۔ ہسپتال کی طرف سے شور ہوا، ''چاقو مارا ہے پکڑو پکڑو'' ملزم بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ ملزم کے ایک ہاتھ میں چاقو تھا اور دوسرے میں اُسترا۔ میں نے ملزم کو پیچھے سے پکڑ کر نیچے گرا دیا جس سے ملزم کی پیشانی پر ضرب آئی اور ملزم کے ہاتھ سے چاقو اور اُسترے کے بعد دیگرے چھین لیے۔ ملزم نے مجھے بھی مارنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا (چاقو اور اُسترا گواہ نے عدالت میں شناخت کیے) گواہ نے کہا کہ اس وقت بھی چاقو اور اُسترے پر کپڑے کے ٹکڑے باندھے ہوئے تھے۔ گواہ نے کہا کہ وہاں سے ملزم کو میں قابو کر کے گارد میں لے آیا اور سب انسپکٹر کے

Marfat.com

رُو برو پیش کر دیا۔ ملزم کے ہاتھ اس وقت خون آلود تھے۔

ملزم کے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نے ملزم کو اکیلے پکڑا تھا۔

شیخ جان محمد سب انسپکٹر

شیخ جان محمد سب انسپکٹر تھانہ انارکلی وارڈ نمبر ا نے بیان کیا کہ وقوعہ کے وقت میں گارڈ نمبر ۲ میں تھا، وہاں مجھے بہ ذریعہ ٹیلی فون وقوعہ کی اطلاع ملی۔ میں پہلے سید ھا محل واردات پر گیا، وہاں جا کر دیکھا کہ مضروب ہسپتال جا چکے تھے اور ملزم گارڈ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے راج پال اور نانک چند کی دکانوں پر خون کے نشان دیکھے۔ میں نے گارڈ میں جا کر دیکھا کہ ملزم وہاں موجود تھا۔ بھگوانا نے میرے رُوبرو چاقو اور اُسترا پیش کیا جس کی فرد مرتب کی گئی۔ میں نے ملزم کا معائنہ کیا۔ اس کی پیشانی پر ضرب دونوں کہنیوں پر رگڑ اور ہاتھوں پر خون کے نشانات تھے۔ میں نے ملزم کی ضربات کا نقشہ تیار کیا اور ڈاکٹر صاحب سے ملاحظہ کرایا۔ میں نے راج پال کی دکان سے خون آلود چٹائی بھی قبضہ میں لی تھی۔

ملزم کا بیان

عبدالعزیز ولد عبداللہ ذات پٹھان عمر ۲۸ سال ساکن غزنی (افغانستان) نے حسب ذیل بیان دیا:

سوال: کیا تم نے راج پال کی دکان پر سوامی ستیانند پر چاقو سے حملہ کیا تھا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: تم نے کیوں مارا؟

جواب: میں راستہ سے گزر رہا تھا۔ سوامی ستیانند ایک اور آدمی کے ساتھ دکان پر بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہمارے مذہب کی توہین کر رہا ہے اور سنا کہ وہ بہت بُرے الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ میں نے اسے منع کیا کہ ایسی باتیں مت کرو۔ اس پر جھگڑا ہو گیا اور سوامی نے مجھ پر لکڑی سے حملہ کیا۔ سوامی نے مجھے پکڑ لیا، اس پر آٹھ نو دکان داروں نے مجھ پر حملہ کیا۔ دو پکی اینٹیں میری دونوں کہنیوں پر لگیں۔ میں نے اپنی جان بچانے کی خاطر چاقو اور اُسترا اپنی جیب سے نکال لیا تا کہ خوف زدہ ہو کر مجھ پر کوئی حملہ نہ کرے، چوں کہ بہت سے آدمی مجھ پر حملہ

Marfat.com

کررہے تھے اور کئی ایک مجھے پکڑ رہے تھے، اس لیے میں نے اپنے تئیں حفاظت کے لیے اُسترا مارا۔ شاید کسی کے لگا ہو۔ میں اپنے تئیں حملوں سے بچانے کی خاطر چاقو اور اُسترا ہلاتا ہوا جا رہا تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا ہوگا اس کے لگا ہوگا۔ چوک میں ایک کانسٹیبل کھڑا تھا اس نے مجھے پکڑ لیا اور میں نے چاقو اور اُسترا اس کے حوالے کر دیا۔

سوال: کیا چاقو یہی ہے جو عدالت میں تم کو دکھایا گیا ہے؟

جواب: جی ہاں، میں نے چاقو کو آسانی سے کھولنے کے لیے کپڑے کے ٹکڑے سے باندھا تھا۔

سوال: کیا تم اسے ہمیشہ کھلا رکھتے ہو؟

جواب: جس وقت انھوں نے مجھ پر حملہ کیا میں نے اس وقت کھولا تھا۔

سوال: اُسترا کس کا ہے؟

جواب: اُسترا میرا ہے۔

سوال: کیوں اپنے پاس رکھتے ہو؟

جواب: میں اسے قلم تراشنے اور بال کاٹنے کے لیے استعمال کرتا ہوں۔

سوال: کیا یہ موجودہ حالت میں تھا؟

جواب: نہیں۔ جس وقت مجھ پر حملہ کیا گیا تھا اس وقت کھولا تھا۔

سوال: اُسترا کیوں باندھا تھا؟

جواب: اُسترا اس لیے باندھ رکھا تھا کہ یہ کہیں جیب میں کھل نہ جائے اور میں کہیں زخمی نہ ہو جاؤں۔

سوال: لاہور کب آئے تھے؟

جواب: لاہور میں آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا ہوگا۔

سوال: کیا تم نے نانک چند اور چونی لال کو زخمی کیا تھا؟

جواب: میں کسی کو نہیں جانتا۔

سوال: کیا تم نے سوامی کے علاوہ دو اور اشخاص کو زخمی کیا؟

جواب: میں نہیں جانتا کہ میں نے کتنے آدمیوں کو زخمی کیا تھا۔

Marfat.com

فردجرم لگا دی گئی

زاں بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ملزم کے خلاف دفعہ ۳۰۷ تعزیراتِ ہند سوامی ستیانند، نانک چند اور چونی لال پر قاتلانہ حملہ کرنے کے الزام میں تینوں حملوں کے لیے علاحدہ علاحدہ فردجرم لگائی۔

ملزم کا ارتکاب جرم سے انکار

ملزم نے ارتکاب جرم سے انکار کیا اور کہا کہ میں بے گناہ ہوں۔ زاں بعد مقدمہ کی سماعت کل پر ملتوی ہوئی۔ (زمیندار)

راج پال کی حالت

لاہور، ۷ اکتوبر؛ راج پال ابھی تک ہسپتال میں ہے، پولیس کا پہرہ بدستور ہے۔ اس کا چھاتی کا زخم اچھا ہو چکا ہے لیکن ران اور بازو کے زخم ابھی تک اچھے نہیں ہوئے۔ ہنوز بازو کے زخم سے خون آتا ہے، نیز اس سے گاہے گاہے حرارت ہو جاتی ہے۔ چھ اکتوبر کی شام کو ٹمپریچر ۹۹ تھا۔ (زمیندار)

☆

روزنامہ انقلاب ۹ را پریل ۱۹۲۹ء

راج پال قتل کر دیا گیا

لاہور میں پولیس اور فوج کے زبردست پہرے

آٹھ دن کے لیے جلسے اور جلوس بند

رُسوائے عالم کتاب ''رنگیلا رسول'' کے راج پال پبلشر کو شنبہ مورخہ چھ اپریل اڑھائی بجے بعد دوپہر کے قریب اس کی دکان واقعہ ہسپتال روڈ بازار میں نو (۹) انچ لمبے چھرے سے ہلاک کر دیا گیا۔ چھرا دل کے اوپر سینہ میں گھونپا گیا جو جسم کے پار جا نکلا۔

Marfat.com

قتل

پولیس نے اس واقعۂ قتل کے سلسلہ میں ایک مسلمان نوجوان کو گرفتار کیا ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ راج پال کو قتل کر کے میو ہسپتال کی طرف بھاگا۔ راج پال کے ملازم اور دیگر اشخاص نے اس کا تعاقب کیا اور وہ لکڑی کے ایک ٹال (ذخیرہ) فروختی کے پھاٹک میں داخل ہو گیا۔ جہاں پر سیتا رام مالک ذخیرہ کے بیٹے ودیا رتن نامی نے اسے پکڑ لیا اور تعاقب کرنے والی پولیس کے سپاہیوں کے حوالے کر دیا جو چند منٹ کے اندر اندر وہاں پہنچ گئے تھے۔

اس نوجوان نے اپنا نام ''علم دین'' بتایا ہے وہ قوم کا ترکھان ہے۔ اس کی عمر پچیس چھبیس سال کی بتائی جاتی ہے۔ گرفتاری کے وقت اس کے سر پر گلابی رنگ کی پگڑی تھی اور وہ دھاری والی قمیص اور سفید شلوار پہنے ہوئے تھا۔ اس نوجوان کی مونچھیں چھوٹی اور داڑھی منڈھی ہوئی ہے۔

مقتول

مقتول ایک کتب فروش تھا جو عام طور پر آریہ مذہب کا لٹریچر فروخت کیا کرتا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں اس نے ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' کے نام سے شائع کی تھی جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مصنف نے دَرِیدہ دہنی سے کام لیا تھا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت پر ہیجان پھیلا۔ حکومت نے مقدمہ چلایا۔ ماتحت عدالت سے اسے اس کتاب کی اشاعت پر دو سال قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اپیل کرنے پر عدالت عالیہ پنجاب نے اسے بری کر دیا۔ کیوں کہ عدالت مذکور کے خیال میں اس کے جرم کے لیے قانون میں کوئی تعزیر ہی نہ تھی۔

مسلمانوں کا رنج

اس واقعہ نے مسلمانوں کو اور بھی برافروختہ کر دیا چناں چہ عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کی ایک پُر زور لہر اُٹھی جس میں متعدد فدایانِ اسلام کو قید وغیرہ کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور حکومت انبیائے کرام کے نیک ناموں کے تحفظ کے لیے ایک قانون بنانے پر مجبور ہو گئی۔

Marfat.com

راج پال پر جو عدالت عالیہ پنجاب کے فیصلہ کی بدولت اپنے کیے کی سزا سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو چکا تھا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ایک مسلمان نوجوان مسمی ''خدا بخش'' نے چاقو سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا تھا۔ حملہ آور کو سات سال قید با مشقت مع تین ماہ قید تنہائی کی سزا ہوئی تھی۔

ایک شخص مسمی ''عبدالعزیز خان'' نے اکتوبر ۱۹۲۷ء کو راج پال کی دکان پر ایک اور شخص کو چاقو سے زخمی کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حملہ بھی شخص مذکور کو راج پال سمجھ کر کیا گیا تھا۔

واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ راج پال اپنی دکان پر بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک نوجوان نے سر کو پکڑ کر اسے فرش پر لٹا لیا اور نو (۹) انچ پھل کا چاقو اس کے سینے میں گھونپ دیا جو جسم کے دوسری طرف نکل گیا۔ راج پال نے ایک چیخ ماری اور حملہ آور بھاگ گیا جس کا تعاقب کیا گیا۔ راج پال کی جان اس وقت تک نکل گئی۔

چھرا

جس چھرے سے راج پال کو ہلاک کیا گیا، نعش کے پاس پڑا ہوا اور خون آلود تھا۔ اس کا پھل نو (۹) انچ لمبا تھا۔

سنسنی

جوں ہی واقعہ کی اطلاع بازار میں پھیلی، لوگ جوق در جوق راج پال کی دکان پر جمع ہونے لگے۔ پولیس بھی کافی تعداد میں جلد پہنچ گئی جس نے دکان کا محاصرہ کر لیا اور لوگوں کو پیچھے ہٹا کر بازار کی ناکہ بندی کر دی۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر اور دیگر حکام ضلع بھی موقع پر پہنچ گئے۔ پولیس نے نعش کی تصویر اُتاری۔ اور موقع واردات کا نقشہ تیار کیا۔ نعش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

احتیاطی تدابیر

پولیس کے بڑے بڑے افسر اور دیگر حکام ضلع شام کے بعد تک لوہاری دروازہ کی پولیس کی چوکی میں بیٹھے رہے تا کہ شہر کی صورت حال سے باخبر رہیں کیوں کہ اس حادثہ سے شہر بھر میں

Marfat.com

سنسنی پھیل گئی تھی۔ پولیس کے افسروں نے قیام امن کی احتیاطی تدابیر احتیاط کرنے کے لیے مشاورتی جلسہ کیا، پہرے متعین کر دیے گئے اور پولیس کی ٹولیاں گشت لگانے کے لیے چھوڑ دی گئیں۔ چھاؤنی سے گورا فوج بلالی گئی۔ جسے سٹی کوتوالی میں رکھا گیا۔ فساد کے اندیشہ سے زخمیوں کو اُٹھانے والی گاڑیاں بھی کوتوالی میں لا کر رکھ دی گئیں۔

راج پال کا آخری دن

(اخبار) ''بندے ماترم'' کا بیان ہے کہ راج پال عموماً ہر روز صبح کے وقت لارنس باغ (موجودہ نام ''جناح باغ'') کی سیر کو اہل وعیال کے ہمراہ جایا کرتا تھا لیکن چھ اپریل کو وہ دریا کی طرف گیا تھا۔ سیر سے واپس آکر دکان میں کام کیا۔ ایک بجے گھر جا کر کھانا کھایا اور پھر دکان میں آکر کام شروع کر دیا۔ اڑھائی بجے قاتل نے آکر کام تمام کر دیا۔

جلسۂ مذمت

شام کے چھ بجے ''نوجوان بھارت سبھا'' کا ایک جلسہ اسیرانِ میرٹھ سے اظہارِ ہمدردی کے لیے ہونے والا تھا لیکن حادثۂ مذکور کے باعث اس جلسہ میں مسٹر احسان الٰہی کی تحریک اور خواجہ غلام محمد کی تائید سے ایک قرارداد منظور کی گئی تھی جس میں قتل اور قاتل کی مذمت کی گئی اور راج پال کے پس ماندوں سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

جلوس بند

یک شنبہ کی شام کو نہرو رپورٹ کی حمایت میں اور اس کے خلاف دو جلوس نکلنے والے تھے جو فرقہ وارکشیدگی کی لہر پیدا ہو جانے کے باعث بند کر دیے گئے۔

دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

رات کے ۹ بجے کے قریب ڈپٹی کمشنر کی طرف سے شہر میں آٹھ روز کے لیے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو گیا اور اب اجازت کے بغیر کوئی جلسہ اور جلوس نہیں نکال سکتا۔

علم الدین کے حالات

بیان کیا جاتا ہے کہ علم الدین کی منگنی ہوئے ابھی آٹھ روز گزرے تھے۔ اس کا ایک بھائی

Marfat.com

خلافت کا رضا کار ہے۔ اس کے والد کو واقعہ کا علم ہوا تو اس نے صبر و تحمل کے ساتھ اسے برداشت کر لیا اور کہا کہ اگر میرے بیٹے نے یہ فعل نہیں کیا اور ناحق گرفتار ہوا ہے تو مجھے دُکھ ہے۔

☆

انقلاب ۱۸ر اپریل ۱۹۲۹ء

قتل راج پال کا مقدمہ

ملزم کی درخواست انتقال مقدمہ مسترد ہوگئی

لاہور۔ ۱۶ر اپریل: ناظرین کو یاد ہوگا کہ قتل راج پال کے ملزم علم الدین کے وکیل مسٹر فرخ حسین نے مسٹر لوئس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے درخواست کی تھی کہ چوں کہ انتقال مقدمہ کی درخواست دی ہے لہذا مقدمہ ملتوی کیا جائے۔ آج وکیل ملزم نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست انتقال مقدمہ دائر کی۔ عدالت نے سماعت کرنے کے بعد درخواست نامنظور کر دی۔ مقدمہ کی سماعت ۱۹ر اپریل کو ہوگی۔

☆

انقلاب ۱۹ر اپریل ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مقدمہ۔ غلط افواہ کی تردید

مسٹر فرخ حسین بیرسٹر ایٹ لاء اطلاع دیتے ہیں کہ انہوں نے راج پال کے قتل کے مقدمہ میں ملزم علم الدین کی طرف سے نہ تو انتقال مقدمہ کی کوئی درخواست پیش کی اور نہ کوئی ایسی درخواست مسترد ہوئی۔ کل کے اخبارات میں غلط اطلاع شائع ہوئی ہے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۶ راپریل ۱۹۲۹ء

راج پال کے قتل کا مقدمہ

ملزم سیشن سپرد کر دیا گیا

لاہور۔۲۴ راپریل: آج راج پال قتل کے مقدمہ جیل میں مسٹر لوئس اسپیشل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے لالہ ایشرداس کورٹ ایس۔ پی اور ملزم کی طرف سے خواجہ فیروزالدین بیرسٹرایٹ لاء اور خواجہ نیاز احمد پلیڈر صاحبان پیروکار تھے۔ کمرہ تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسٹر لوئس صاحب دس بجے عدالت میں آئے، کلکتہ سے آیا ہوا پارسل کھولا گیا اور اس میں سے چھری جس سے بیان کیا جاتا ہے کہ مہاشہ راج پال قتل کیا گیا تھا۔ نکالی گئی۔ علم دین کمرۂ عدالت میں نہ تھا، اس کا انتظار کیا گیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ علم دین کو عدالت میں اس لیے نہیں لائے کہ پولیس فتح دین عرف فتو ملزم نمبر۲ سے اس کی ملاقات کرائے گی۔ آخر کار ساڑھے دس بجے علم دین پولیس کی حراست میں داخل کمرۂ عدالت ہوا اور کارروائی شروع ہوئی۔ تاراچند گواہ اور کدارناتھ گواہان نے چھری شناخت کی۔ اس کے بعد کورٹ ڈی ایس پی نے دونوں رپورٹیں عدالت میں پیش کیں اور کہا کہ شہادت استغاثہ ختم ہو گئی۔ ملزم کا بیان قلم بند کیا جائے۔

بیان علم دین ملزم نمبر۱

علم دین نے بیان کیا کہ میں نے راج پال کو قتل نہیں کیا، میں سبزی منڈی کی جانب آ رہا تھا کہ مجھے ٹال کے قریب پکڑ لیا اور یہ کُرتہ یعنی قمیص جو عدالت میں پڑا ہے۔ میرا ہے اور میرے بدن سے اُتارا گیا تھا لیکن شلوار جو عدالت میں پڑی ہے۔ وہ میری نہیں ہے اور شلوار میرے بدن سے اُتاری گئی ہے۔ میں نے یہ چھری آتمارام سے ہرگز خریدنہیں کی۔ میں بالکل بے گناہ ہوں اور مجھے ابھی تک سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔

علم دین پر عدالت نے فرد جرم زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند لگا دی اور سیشن کے سپرد کرتے

Marfat.com

ہوئے ہدایت کی کہ کل یعنی ۲۵/اپریل ۱۹۲۹ء کو وہ صفائی کے گواہان کی فہرست داخل عدالت کرے۔ خواجہ فیروز دین بیرسٹرایٹ لاء نے عدالت کی توجہ اس اَمر کی طرف مبذول کرائی کہ میں نے پچھلی تاریخ پیشی پر ایک درخواست بدیں مضمون گزرانی تھی کہ علم دین کو گھر سے روٹی کپڑا مہیا کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے دوسرے حوالاتیوں کی طرح سنٹرل جیل کی بورسٹل جیل میں رکھا جائے۔ عدالت سے حکم ہوا تھا کہ وہ درخواست سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس بھیجی جائے گی تا کہ وہ مناسب کارروائی کرے لیکن علم دین کے باپ نے جیل سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ درخواست وہاں نہیں پہنچی۔ معلوم ہوتا ہے کہ درخواست مذکوریا تو عدالت سے بھیجی نہیں گئی یا راستہ میں روک لی گئی ہے۔ اب میں دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ ملزم کو بورسٹل جیل میں بھیجا جائے اور اس کو گھر کی روٹی اور بستر کی اجازت دی جائے۔ عدالت نے کہا کہ آپ کی درخواست احتیاط سے بھیج دی جائے گی اور یہ بھی تحریر کر دیا جائے گا کہ اس سے پہلے بھی درخواست دی گئی تھی۔

خواجہ فیروز دین نے اس کے بعد عدالت سے کہا کہ میں قمیص وشلوار کے ان ٹکڑوں کو جو کلکتہ بھیجے گئے تھے- دیکھنا چاہتا ہوں۔ عدالت نے جواب دیا کہ وہ بہت چھوٹے ٹکڑے تھے، وہ کلکتہ والوں نے واپس نہیں بھیجے۔

صفائی کے گواہان کی فہرست داخل کرنے کے لیے مقدمہ کل پر ملتوی ہوا۔

☆

انقلاب ۱۶/مئی ۱۹۲۹ء

راج پال کے قتل کا مقدمہ سیشن میں

استغاثہ کے گواہوں کے بیانات پر جرح
چھرے کی ٹوٹی ہوئی نوک کی گمشدگی

آج راج پال کے قتل کے مقدمہ کی سماعت مسٹر ٹیپ سیشن جج کی عدالت میں ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے لالہ راج کرشن اور ملزم کی طرف سے خواجہ فیروز الدین، مسٹر سلیم اور خواجہ

Marfat.com

نیاز احمد پیروکار تھے۔ کمرہ کے باہر پولیس کا زبردست پہرہ تھا اور کمرہ میں لوگوں کو جانے کی اجازت نہ تھی، باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ پولیس نے وکلاء کو بھی اندر جانے سے روکا، مقدمہ گیارہ بجے شروع ہوا۔ علم الدین سے پوچھا گیا کہ آیا اس نے ۶ راپریل کے دن راج پال کو قتل کیا۔ اس کا جواب اس نے نفی میں دیا۔ اس کے بعد لالہ راج کرشن نے اسیسر صاحبان کو مخاطب کر کے استغاثہ کی کہانی مختصراً سنائی اور اس کے بعد شہادت استغاثہ شروع ہوئی۔ اسیسر حسب ذیل حضرات ہیں:

مسٹر فیروز الدین، مسٹر سلیم، لالہ بھلاّ مل اور سردار چمپن سنگھ

ڈاکٹر ڈی آر۔ سی کا بیان

گواہ کو اس کا پہلے بیان پڑھ کر سنایا گیا جس کو اس نے درست تسلیم کیا۔ جرح پر کہا کہ ہاتھ کے زخم کشمکش کا نتیجہ ہیں، چھاتی کا زخم اس وقت لگایا گیا جب کہ راج پال بیٹھا ہوا تھا اور مارنے والا اس کے سامنے تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ مقتول کپڑے پہنے ہوئے تھا یہ ناممکن ہے کہ اس چھرے سے جس حالت میں کہ وہ اب ہے چھاتی کا زخم لگ سکے۔ ہاں البتہ جب بہت زور سے استعمال کیا جائے تو ایسا زخم لگ سکتا ہے۔ راج پال کے جسم اور سر کے زخموں میں سے کوئی ایسا زخم نہیں جس سے چھرے کی نوک ٹوٹ جاتی۔ میں نے مقتول کی نعش کو دوبارہ دیکھا کہ چھرے کا ٹکڑا نکلے لیکن کچھ نہ نکلا۔ عکس ریز (X-Rays) کا امتحان بھی ہوا لیکن ٹکڑے کا پتہ نہ ملا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان زخموں کے لگانے میں کتنا وقت لگا ہوگا۔ نہ یہ بتا سکتا ہوں کہ پہلے کون سا زخم لگایا گیا اور بعد ازاں کون سا۔ چھاتی کا زخم لگ چکنے کے بعد مقتول اس حالت میں نہیں رہ سکتا تھا کہ اپنے آپ کو بچا سکے۔ ملزم کے ہاتھوں پر نشانات کام کرنے سے بھی لگ سکتے ہیں۔ میرے خیال میں مقتول چھاتی کے زخم کے لگنے کے بعد پانچ منٹ کے اندر ہی مر گیا ہوگا۔ میری رائے میں مقتول کے ہاتھوں پر زخم اس وقت لگے جب کہ وہ اپنے آپ کو بچا رہا ہوگا۔

کدار ناتھ کا بیان

میں تقریباً تین سال سے راج پال کی دکان پر کلرک ہوں۔ راج پال گدّی پر باہر کے برآمدے میں بیٹھا چٹھیاں لکھ رہا تھا۔ میں اندر کے برآمدے میں پارسلوں پر پتے لکھ رہا تھا۔ میرا منہ باہر کی طرف تھا۔ میں نے ایک آدمی کو اندر آتے اور مقتول کو زخم لگاتے دیکھا۔ راج پال

Marfat.com

نے اور میں نے شور مچایا۔ چھرا چھاتی میں گھونپا گیا۔ میں نے کتابیں ملزم پر پھینکیں۔ میرے اور راج پال کے درمیان چار پانچ فٹ کا فاصلہ تھا۔ ملزم نے چھرا پھینک دیا اور بھاگ گیا، میں اس کے پیچھے بھاگا۔

بھگت رام بھی باہر کے برآمدے میں کام کر رہا تھا، وہ بھی میرے ساتھ بھاگا۔ پرمانند اور نانک چند بھی بھاگے۔ میں شور مچا رہا تھا جب کہ میں اس کے پیچھے بھاگا۔ ملزم ودیا رتن کی ٹال کے اندر چلا گیا۔ ودیا رتن نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے اس کی مدد کی۔ اس کو پھر دکان پر لے آئے۔ وہ کہہ رہا تھا:

''میں نے چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں مارا، میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کا بدلہ لیا ہے۔''

پولیس آ گئی اور ملزم کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ چھرا کیش باکس پر تھا۔ چھ اپریل کو راج پال کی حفاظت کے لیے پولیس کے آدمی نہ تھے۔ ملزم دکان کے اندر داخل ہونے کے وقت سے لے کر پکڑے جانے تک میری آنکھ سے اوجھل نہیں ہوا۔

جرح پر گواہ نے کہا: میں دروازے سے تقریباً تین فٹ کے فاصلہ پر تھا، جہاں میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے مجھے صرف راج پال نظر آتا تھا۔ میں نے ملزم کو تھڑے پر سے چڑھتے دیکھا۔ اسی وقت اس کے ہاتھ میں چھرا دیکھا۔ ملزم کو حملہ کرنے میں اتنی تھوڑی دیر لگی کہ میں مقتول کی مدد نہ کر سکا۔ میں نے مقتول کی چھاتی پر دو تین دفعہ چھری مارتے دیکھا۔ چھاتی کی ضرب کے علاوہ میں نے کوئی ضرب لگاتے نہیں دیکھا۔ میں نے ملزم پر اس وقت کتابیں پھینکیں جس وقت اس نے کیش باکس پر چھری رکھ دی۔ جب میں ملزم کے پیچھے بھاگا میں پکارتا گیا: ''مہاشہ جی کو مار کر بھاگ گیا ہے'' ملزم کے پیچھے بھاگنے والوں میں پرمانند سب سے آگے تھا۔ جس وقت ملزم ٹال میں داخل ہوا میں صرف ایک قدم کے فاصلہ پر تھا۔ پرمانند ٹال کے دروازہ سے آگے نکل گیا تھا۔ دکان سے کچھ فاصلہ پر ایک سڑک برہمو سماج سو یا ڈیڑھ سو قدم لمبی ہے۔ اس میں سے لوگ گزرتے ہیں۔ میں نے مقتول کو ایک دفعہ ''ہائے'' پکارتے سنا۔ اس کے سوا میں نے اور کوئی آواز نہیں سنی۔ ملزم نے یہ الفاظ کہے کہ ''میں نے رسول کا بدلہ لیا ہے، میں چور نہیں ہوں، ڈاکو نہیں ہوں۔'' یہ الفاظ صرف دو جگہ پر کہے۔ پہلے ٹال میں پھر راج پال کی دکان کے سامنے جب

Marfat.com

کہ اس کو پکڑ کر واپس لائے۔ یہ الفاظ اس نے خود بہ خود کہے۔ کسی سوال کے جواب میں نہیں کہے۔ ملزم دروازے کے اندر صرف دو تین فٹ گیا ہوگا کہ وہ پکڑا گیا۔ چوں کہ پولیس نے مجھ سے یہ نہ پوچھا تھا کہ ملزم نے کیا کہا تھا، اس لیے میں نے یہ بات پولیس کو نہ بتائی۔ پولیس مجھ پر سوال نہ کرتی تھی۔ میں نے وہ لکھایا جو میں نے ضروری سمجھا۔ میں نے پولیس کی رپورٹ میں بھگت رام کی موجودگی کا ذکر کرنا ضروری نہ سمجھا۔

بھگت رام کا بیان

میں سات آٹھ سال سے راج پال کی دکان پر منشی کا کام کرتا ہوں۔ جب میں سیڑھی پر کھڑا کتابیں درست کر رہا تھا تو میں نے آواز سنی ''میں مر گیا''۔ میں نے اس طرف دیکھا، ایک شخص نے مقتول کو گلے سے پکڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی چھاتی پر چھرا مارا۔ میں نے وہاں سے اس پر کتابوں کا بنڈل مارا۔ کتابیں اس کو لگیں اور کچھ سڑک پر جا گریں۔ قاتل پھر باہر بھاگ گیا۔ کدارناتھ، نانک چند، پرمانند اور میں اس کے پیچھے بھاگے۔ ملزم کے اور ہمارے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ تھا، ہم اس کو ہاتھ لگا سکتے تھے لیکن پکڑ نہ سکتے تھے۔ پرمانند آگے نکل گیا تھا تاکہ اس کو پکڑ لے۔ ملزم ودیارتن کی ٹال کے اندر چلا گیا۔ تھوڑا ہی دروازہ کے اندر گیا ہوگا کہ ودیارتن آ گیا اور اس نے اس کو پکڑ لیا، اس کو دکان پر لایا گیا۔ جب سے اس کو پکڑا تب سے دکان تک آتے وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے اپنے رسولؐ کی توہین کا بدلہ لیا ہے، وہ چور اور ڈاکو نہیں ہے۔ چھرا کیش باکس اور ڈیسک کے درمیان گدی پر پڑا تھا۔

جرح پر گواہ نے جواب دیا، میں نے ملزم کو چھرا مارتے نہیں دیکھا۔ چھرا میں نے اس وقت دیکھا جب کہ اس کا پھل زخم میں اور دستہ ملزم کے ہاتھ میں تھا جس وقت ملزم کو بنڈل مارا اس وقت اس کی پیٹھ میری طرف تھی۔ میں نے کدارناتھ کو بھی کتابیں پھینکتے دیکھا۔ برہموسماج کی گلی کے پاس پرمانند ہمیں مل گیا۔ اور اس کے پاس ہی وہ ہم سے آگے نکل گیا۔ ملزم اگر چاہتا تو برہموسماج کی طرف مڑ سکتا تھا۔ ملزم بغیر کسی کے پوچھنے کے کہہ رہا تھا کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے۔ میری پیٹھ مشرق کی طرف تھی اور راج پال میرے شمال کی طرف تھا۔ میں نے جب پولیس کے سامنے بیان دیا تو پولیس والے بولتے جاتے تھے اور لکھتے جاتے تھے۔ بعد میں میرا بیان انہوں نے مجھے پڑھ کر نہیں سنایا۔ میں نے یہ پولیس کے سامنے نہیں بیان کیا کہ میں گدی پر بیٹھا

Marfat.com

کتابیں درست کر رہا تھا۔

نانک چند کا بیان

میری دکان راج پال کی دکان سے انارکلی کی جانب ہے۔ چھ اپریل کو دو بجے کے قریب میں اپنی دکان کے تھڑے پر بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے راج پال کی دکان سے آواز سنی:

''مارا گیا، مارا گیا''

میں نے ایک شخص کو دکان سے باہر نکلتے دیکھا اور کدار ناتھ اور بھگت رام کو اس آدمی کے پیچھے بھاگتے دیکھا۔ میں اور پرمانند بھی بھاگے جس شخص کا ہم تعاقب کر رہے تھے وہ پانچ چھ قدم کے فاصلہ پر تھا۔ وہ سیتا رام کی دکان کے اندر داخل ہو گیا، وہ جب داخل ہوا تو ودیا رتن نے اس کو پکڑ لیا، ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس کو ہم پکڑ کر راج پال کی دکان پر لائے، وہاں اس نے کہا کہ:

''مقتول میرا دشمن نہیں ہے بل کہ میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے اور اس کا اس نے بدلہ لے لیا ہے''۔

اتنے میں پولیس پہنچ گئی۔ اور ملزم کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا، میں دکان کے اندر گیا، چھرا ڈیسک پر پڑا تھا۔ ڈیسک زمین پر گدّی کے نیچے تھا۔ میں چھرے کی نوک کے نہ ہونے سے پہچانتا ہوں۔ سب انسپکٹر نے میرا بیان قلم بند کیا۔

جرح پر گواہ نے بیان دیا کہ وہ پیچھے رہ گیا تھا۔ جس وقت ملزم دکان میں داخل ہوا، میں چھ سات قدم کے فاصلہ پر تھا۔ جب وہ دکان کے اندر داخل ہوا، باقی تینوں اس کے ساتھ ہی دکان میں داخل ہوئے۔ میں نے ودیا رتن کو پکڑتے دیکھا۔ وہاں اور بہت سے آدمی اکٹھے ہو گئے تھے۔ جب اس نے پہلی دفعہ یہ کہا کہ میں نے رسول کا بدلہ لیا ہے تو وہ راج پال کی دکان کے تھڑے کے سامنے تھا۔ میں نے مقتول کے جسم پر ایک ہی زخم دیکھا۔ میں نے ملزم کو دکان سے نکلتے دیکھا، اس دن ہسپتال روڈ کی دکانیں کھلی تھیں۔ میں نے ملزم سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ میرے سامنے اور کسی نے ملزم سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

پرمانند کا بیان

میں چھ اپریل کو دو بجے تھڑے پر تھا، میں نے کدار ناتھ کو شور کرتے ہوئے سنا ''مارا گیا، مارا گیا۔ پکڑلو، پکڑلو'' اور ایک آدمی کے پیچھے بھاگتے ہوا دیکھا۔ پھر کہا جب میں نے کدار ناتھ کا

Marfat.com

شور سنا تو میں نے ایک آدمی کو دکان سے نکلتے دیکھا اور کدار ناتھ بھی پیچھے بھاگا۔ بھگت رام اور نانک چند بھی بھاگے، میں ان کے آگے نکل گیا تاکہ اس کو آگے جانے سے روکوں۔ وہ سیتارام کے ٹال کے اندر داخل ہو گیا۔ ودیا رتن اور پرکاش چند نے اس کو پکڑ لیا۔ ہم چاروں وہاں چلے گئے۔ ملزم کو دکان پر واپس لائے۔ ڈیسک اور کیش باکس کے درمیان چھرا پڑا ہوا تھا۔

جرح پر گواہ نے بیان کیا کہ میں نے جس وقت کدار ناتھ کی آواز سنی، اس وقت کدار ناتھ تھڑے سے اُتر رہا تھا۔ ملزم اس وقت دو تین قدم آگے تھا۔ ملزم سے کسی نے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی کوئی بات کہی۔ وہ خود ہی کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے۔ میں نے مقتول کو تھڑے سے مرا ہوا دیکھا، میں اندر نہیں گیا۔ جب ہم دکان پر گئے تو وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ سڑک پر کتابیں تھیں۔ کتابیں ہجوم کے پاؤں میں تھیں۔ میں تھڑے سے چھرے کو دیکھ سکتا تھا جب کہ وہ ڈیسک اور کیش باکس کے درمیان تھا۔ میرا بیان جب میں سڑک پر تھا۔ لکھا گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میری دکان پر کوئی گاہک تھا، اگر کوئی گاہک ہوگا تو وہ بھاگ گیا ہوگا۔

مقدمہ کی سماعت کل پر ملتوی ہوئی۔

علم الدین پر پہرہ

احاطۂ عدالت میں لوگ سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ کمرے سے تمام آدمیوں کے نکل جانے کے بعد علم الدین کو باہر نکالا گیا۔ لوگ علم الدین کو دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آتے تھے اور پولیس ہجوم کے آگے لائن باندھے کھڑی تھی۔ علم الدین کو سخت پہرہ میں رکھا ہوا تھا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۷ رمئی ۱۹۲۹ء

عدالت سیشن میں راج پال کے مقدمہ کی سماعت

چھرا بیچنے والا عدالت میں چھرا شناخت نہ کر سکا

مزید گواہان استغاثہ کی شہادتیں

لاہور۔۱۵رمئی: آج مسٹر ٹیپ سیشن جج کی عدالت میں راج پال کے مقدمہ قتل کے ملزم علم الدین کے خلاف مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کی سماعت ہوئی۔ آج بھی بہ دستور کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ پولیس کا زبردست پہرہ تھا اور لوگوں کا عدالت کے باہر ہجوم تھا۔ استغاثہ کی طرف سے مسٹر راج کشن اور ملزم کی طرف سے مسٹر سلیم خواجہ فیروز الدین پیروکار تھے۔

ودیا رتن گواہ

میری دکان ہسپتال روڈ پر ہے اور راج پال کی دکان سے تقریباً دو سو فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں سے ایک راستہ انارکلی کی طرف بھی جاتا ہے۔ ۶ر اپریل کو ۲ بجے کے قریب میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ راج پال کی دکان کی طرف سے میں نے آواز سنی:

''پکڑو پکڑو مارا گیا۔''

دفتر کا ایک دروازہ سڑک پر کھلتا ہے اور دوسرا ٹال کے اندر۔ اس وقت دونوں دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس وقت میں نے ایک آدمی کو دوڑتا ہوا دیکھا جو سرخ دھاری دار قمیص پہنے ہوئے تھا۔ میرا دھیان اس وقت سڑک کی طرف تھا۔ ملزم میرے ٹال کے اندر چلا گیا۔ پیچھے آٹھ دس آدمی تھے۔ میں نے اندر والے دروازے سے نکل کر ملزم کو پکڑ لیا۔ دوسرے آدمیوں نے مجھے پکڑنے میں امداد کی۔ ملزم نے چھڑانے کی کوشش کی۔ گواہ نے علم الدین ملزم کو عدالت میں شناخت کیا اور کہا کہ میری امداد کرنے والوں میں پرمانند، نانک چند، کدار ناتھ، بھگت رام اور ایک اور صاحب تھے۔ جن کا مجھے نام یاد نہیں۔ ملزم نے پہلے تو مجھ سے کہا کہ چھوڑ

Marfat.com

دو۔ پھر کہا کہ؛

''میں نے اور کچھ نہیں کیا، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے۔''

ہم ملزم کو پکڑ کر راج پال کی دکان پر لے گئے۔ ملزم وہاں بھی شور کرتا رہا کہ؛

''میں چور نہیں ہوں، ڈاکو نہیں ہوں۔ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کا بدلہ لیا ہے۔''

اسی اثنا میں پولیس آ گئی اور ملزم کو حوالے کر دیا گیا۔ اس وقت بھی ملزم نے کہا کہ؛

''میں نے سونے کے کڑے پہنے ہیں۔''

پولیس ملزم کو لوہاری چوکی میں لے گئی۔ میں راج پال کی دکان کے اندر گیا، وہ ایک کونے میں پڑا تھا، کپڑے خون آلودہ تھے۔ راج پال ایک چھوٹے سے تخت پوش پر پڑا تھا۔ ڈیسک اور کیش باکس کے درمیان ایک چھری پڑی تھی جو خون آلودہ تھی اور اس کی نوک ٹوٹی ہوئی تھی، دستہ سیاہ تھا۔ گواہ نے چھری شناخت کی اور کہا کہ اسی وقت فرد برآمدگی بنائی جس پر میرے دستخط ہیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پولیس کے دوسرے افسر بھی آ گئے۔ میرا بیان قلم بند کر لیا گیا۔

بہ جواب جرح مسٹر سلیم کہا کہ جس جگہ میں نے ملزم کو پکڑا وہاں اور کئی آدمی آ گئے جو لوگ ملزم کے تعاقب میں آئے تھے وہ تمام ہندو تھے۔ ملزم نے پہلے کہا کہ ''جانے دو''۔ پھر کہا کہ ''میں نے بدلہ لیا ہے۔'' میرے دفتر میں میرے ساتھ میرا بھائی پرکاش چند تھا، وہ بھی باہر نکلا اور پکڑنے میں امداد دی۔ تعاقب کرنے والے بھی ساتھ تھے۔ ملزم راستہ سے چار پانچ فٹ میرے اِحاطہ کے اندر آیا ہو گا کہ میں نے اسے پکڑ لیا۔

جس وقت میں نے ملزم کو پکڑا، اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ میں نے پولیس میں لکھوایا تھا کہ ملزم میرے سکونتی مکان کی طرف جا رہا تھا۔ دروازہ بند دیکھ کر واپس آ گیا۔ میں نے آج اس لیے نہیں کہا کیوں کہ مجھ سے پوچھا نہیں گیا۔ مجھے ملزم کے اصلی الفاظ یاد نہیں۔ اس کا مفہوم یاد ہے۔ ملزم نے کہا تھا کہ میں چور ڈاکو نہیں، مجھے اس قدر تو یاد نہیں کہ اس نے کون کون سے الفاظ کہے تھے۔ جس وقت پولیس آئی اور اسے ہتھکڑی لگائی گئی تو ملزم سے نام پوچھا گیا، اس نے علم دین بتایا۔ اس وقت سے پیشتر ملزم مذکورہ الفاظ کہہ چکا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے پولیس کے روبرو کہا کہ ''میں نے بدلہ لیا ہے۔'' ملزم نے اس وقت اپنا نام بتلایا جب کہ ہم اسے پکڑ کر

Marfat.com

لے جا رہے تھے۔ جس وقت ملزم کو پکڑ کر مکان پر لے جایا گیا تو وہاں بہت سے آدمی تھے جب میرا بیان لکھا گیا تو نعش دکان کے باہر چارپائی پر رکھی تھی۔ اس وقت ایک مسلمان تھڑے پر کھڑا تھا جب ہم ملزم کو پکڑ کر لے جا رہے تھے تو کئی آدمی تھے۔ پرکاش چند بھی ہمارے ہمراہ آیا، میرے رُوبرو اس کا بیان نہیں لکھا گیا، جہاں تک میرا خیال ہے۔

کدارناتھ، بھگت رام، نانک چند نے بیانات میرے رُوبرو دیے، میں نے ملزم کو مڑتے دیکھا تھا جس وقت ہم آئے تو راج پال کی دکان پر ایک ڈاکٹر ڈھلا رام اور ایک مسلمان ڈاکٹر تھے۔ ڈاکٹر ڈھلا رام کی دکان لوہاری دروازہ کے باہر ہے جہاں باغ کو راستہ جاتا ہے۔ میں نے اس بات کا ذکر پہلے نہیں کیا کہ ملزم نے کہا کہ؛

"یہ ہتھکڑی نہیں سونے کے کڑے ہیں۔"

بجواب سوال عدالت کہا کہ میں نے نقشہ نویس کو وہ جگہ بتائی جہاں ملزم پکڑا گیا تھا۔

دیوان وزیر چند

میں گوجراں والہ کا رہنے والا ہوں۔ ۶ر اپریل کو میں ۲ر بجے کے قریب دفتر گورو گھنٹال میں لالہ شام لال کپور کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، کہ دفتر کے نیچے راج پال کی دکان تھی۔ میں نے شور سنا "مار دیا، مار دیا، پکڑو" میں نے کھڑکی سے منہ نکال کر دیکھا۔ بازار میں چند کتابیں گری تھیں۔ ایک آدمی کو میں نے ہسپتال کی طرف بھاگتے دیکھا، پیچھے آدمی بھاگ رہے تھے۔ میں نے بھی آواز دی "پکڑ لو جانے نہ دینا" پھر میں بھی پیچھے بھاگا جس وقت میں سیتا رام کے ٹال کے قریب پہنچا تو جو آدمی بھاگا تھا اس کو پکڑے ہوئے سڑک پر لایا گیا۔ گواہ نے ملزم کو شناخت کیا اور کہا کہ میں نے اسے بازار سے پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم نے کیا کیا ہے تو اس نے کہا کہ؛

"میں چور نہیں ہوں، میں نے کچھ نہیں چرایا، میں نے تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے۔"

پھر ملزم کو پکڑ کر راج پال کی دکان پر لایا گیا۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ ملزم نے چھرے سے راج پال کو مارا ہے۔ میں لوہاری دروازہ کی پولیس چوکی میں چلا گیا تا کہ پولیس کو بلا لاؤں۔ میری اطلاع پر پولیس آ گئی، بڑے بڑے پولیس افسر آ گئے۔ واقعہ کے دو گھنٹے کے بعد میرا بیان لکھا گیا، پانچ بجے کی گاڑی سے میں گوجراں والہ چلا گیا۔

Marfat.com

بجواب جرح کہا کہ جب میں گیا تو میں نے ملزم کو سڑک پر پکڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے اندر سے لاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ملزم کو چار پانچ آدمی پکڑے ہوئے تھے۔ میں ان میں سے کسی کا نام نہیں جانتا۔ ایک دو کو شناخت کر سکتا ہوں۔ ان میں سے ایک سیتارام کا لڑکا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس مجمع میں کوئی مسلمان تھا یا نہیں۔ اردگرد دکان دار تھے لیکن مارے ڈر کے کوئی اندر نہ آیا۔ جس وقت ملزم نے کہا کہ؛

''مسلمان بھائیو! میں نے رسول کا بدلہ لیا ہے''

تو میں نے سمجھا کہ مسلمان دکان داروں کو خطاب کر رہا ہے۔ میں نے ملزم کا بازو اس لیے پکڑا کہ دیکھوں کہ اس کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے دکان پر واپس آنے پر پولیس آ چکی تھی۔ میں قتل کا علم ہوتے ہی پولیس کی چوکی میں چلا گیا۔ میرا بیان راج پال کی دکان کے باہر لیا گیا۔ میں راج پال کو جانتا تھا، اس کا قد ملزم سے کچھ چھوٹا ہوگا۔ ملزم اس وقت سرخ دھاری والی قمیص شلوار اور سفید پگڑی پہنے ہوئے تھا۔ جس وقت میں بازار میں اُترا، اس وقت مجھے دو بھاگنے والے نظر آئے، ملزم بعد ازاں پکڑا آیا تھا۔

بیان آتمارام

میری دکان گمٹی بازار میں ہے۔ میں نے عرصہ ۳/ یا ساڑھے تین سال کا ہوا، میاں میر سے ۵۰۰ چھریاں خریدی تھیں۔ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ ملزم میری دکان پر تقریباً ساڑھے نو بجے آیا اور مجھ سے کہا کوئی چھری دکھاؤ، قیمت ایک روپیہ مقرر ہوئی۔ وہ چلا گیا اور ایک گھنٹہ کے بعد مجھے ایک روپیہ دے دیا اور چھری لے گیا۔ دوسرے روز دو پولیس کے آفیسر آئے اور مجھ سے دو چھریاں لے گئے اور ان کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ کل میں نے ایک چھری بیچی ہے اور ان کے بعد میں نے ملزم کو پولیس لائن میں شناخت کیا۔ جب کہ میں نے چھری فروخت کی تھی اس وقت اس کی نوک ٹوٹی ہوئی نہ تھی۔

جرح پر گواہ نے بیان کیا کہ میں ملزم کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ صرف اسے اسی وقت دیکھا جب کہ وہ میری دکان پر چھری کا سودا کرنے آیا۔ ملزم کے کانوں میں دھاگے تھے، اس لیے نہایت پریشان تھا جس دن میں نے چھری بیچی، اس دن میں ڈاکٹر ڈھلا رام کے گودام میں گیا۔ میرے ساتھ پانچ چھ کباڑیے بھی گئے تھے وہ کباڑیے تالاب پر رہتے ہیں، ہم

Marfat.com

گودام میں تھے کہ ڈھلا رام کا لڑکا آیا اور اس نے بیان کیا کہ راج پال قتل ہو گیا ہے۔ وہ موقع کی طرف چلا گیا اور میں اپنے گھر کو واپس آ گیا۔ میری نظر کمزور ہے، مجھے یاد نہیں کہ ملزم نے کس رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

ملزم کے کان عدالت نے دیکھے، ان میں سوراخ نہیں تھے۔ لیکن عدالت کا خیال ہے کہ ان میں سوراخ کبھی ہوں گے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب ہوں گے۔

میں نے پولیس کے سامنے یہ بیان نہیں کیا ہے۔ ملزم اس سے پہلے بھی میری دکان پر چیزیں خریدنے آیا، میں نے سوائے لڑکے کے کسی سے یہ ذکر نہیں کیا کہ ملزم کے دھاگے تھے اور اس کے ناک پر نشان تھا۔ عدالت میں چھریوں کا تھوڑا سا حصہ چھپایا گیا اور کہا گیا کہ وہ چھری جو کہ اس نے بیچی تھی۔ شناخت کرے۔ گواہ چھری شناخت نہ کر سکا۔ پولیس ملزم کو میری دکان پر لائی تھی۔

بیان رحمت علی کانسٹیبل

میں ۶/ اپریل کو انارکلی میں ڈیوٹی پر تھا۔ ۲/ بجے کے قریب ایک چھوٹے لڑکے نے آ کر بتایا کہ راج پال قتل ہو گیا ہے۔ جب میں ودیا رتن کی ٹال کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دو تین شخصوں نے ملزم کو پکڑا ہوا ہے۔ برکت علی ہیڈ کانسٹیبل اور شیر محمد کانسٹیبل بھی وہاں پہنچ گئے۔ ہم اس کو مہاشہ کی دکان پر لائے، میں ہتھکڑی لینے چلا گیا اور پولیس چوکی سے جلال الدین سب انسپکٹر کو ٹیلی فون کیا۔ میں نے ملزم کو ہتھکڑی لگائی اور چوکی میں واپس لے آیا۔ جرح پر گواہ نے بیان کیا کہ جب میں پہنچا تو ملزم ٹال کے قریب سڑک پر تھا اور اس کو دکان پر لانے والے تھے۔ جو آدمی ملزم کو پکڑے ہوئے تھے وہ تین سے زیادہ نہ تھے۔ ٹال میں ان شخصوں اور ہمارے سوا اور کوئی نہ تھا۔ برکت علی اور شیر محمد بھی ٹال سے دکان تک ہمارے ساتھ آئے۔

بیان برکت علی ہیڈ کانسٹیبل

۷ا/ اپریل کو میں لوہاری دروازہ کے چوک میں تھا۔ میں نے سنا کہ راج پال قتل ہو گیا ہے۔ شیر محمد کے ساتھ دکان کی طرف گیا۔ دیکھا کہ ملزم کو دو آدمی پکڑے ہسپتال کی طرف سے لا

Marfat.com

رہے ہیں۔ان کے ساتھ تقریباً پندرہ بیس آدمی اور بھی ہوں گے۔رحمت علی بھی پہنچ گیا ہوا تھا۔ ہتھ کڑی منگوائی گئی اور ملزم کو پولیس چوکی میں بھیجا گیا۔زمین پر ڈیسک کے نزدیک خون آلود چھری ٹیڑھی پڑی ہوئی تھی۔وہاں کمرہ میں کوئی تخت پوش نہ تھا،صرف گدی تھی جہاں راج پال پڑا ہوا تھا۔جرح پر بیان کیا کہ راج پال مضبوط آدمی تھا۔چھری کے ٹکڑے کو ڈھونڈا کیا لیکن کچھ نہ ملا۔

بیان تاراچند ہیڈ کانسٹیبل

۶ را اپریل کو دو بجے کے قریب میں سیتلا مندر کی طرف آرہا تھا کہ میں نے سنا کہ راج پال قتل ہو گیا ہے۔میں فوراً وہاں پہنچ گیا۔برکت ہیڈ کانسٹیبل اور تین چار آدمی دکان کے اندر تھے اور دکان کے باہر ہجوم تھا۔راج پال کی چھاتی پر ایک زخم تھا۔چھری کیش باکس اور ڈیسک کے درمیان تھی۔جرح پر گواہ نے بیان کیا کہ میں نے یہ خیال نہیں کیا کہ زمین پر خون تھا یا نہیں۔

بیان لالہ ملک راج مجسٹریٹ

پولیس لائن میں میں نے ملزم کی شناخت کرائی۔جب میں وہاں پہنچا،ملزم حوالات میں بند تھا اور گواہ موجود نہ تھا۔ملزم کو چھ اشخاص میں شامل کیا گیا۔چھ سے آٹھ منٹ کے بعد گواہ آیا اور اس نے ملزم کو تھوڑے عرصہ کے بعد شناخت کیا۔میرے ساتھ لالہ جواہر لال کمرہ میں تھا۔

جرح پر گواہ نے بیان کیا کہ وہ لوگ جن میں ملزم کو شامل کیا گیا تھا پہلے ہی موجود تھے۔ میں ان کو پہلے سے نہیں جانتا تھا اور نہ ہی ان کے نام جانتا تھا۔انہوں نے مجھے اپنے والدین کے نام بتائے۔میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ نام انہوں نے درست بتلائے کہ نہیں۔میں نے کوئی تحقیقات نہیں کی کہ آتما رام ان کو پہلے جانتا تھا کہ نہیں۔ملزم سمیت تین شخصوں نے شلوار پہنی ہوئی تھی۔اور اس کے سمیت چار شخصوں نے پگڑی باندھی ہوئی تھی۔میں نہیں کہہ سکتا کہ ملزم کے علاوہ وہ آدمی جنہوں نے شلوار پہنی ہوئی تھی،پگڑی بھی باندھے ہوئے تھے کہ نہیں۔مجھے ملزم کے چہرہ پر کوئی خاص نشان نظر نہ آیا جس سے کہ وہ دوسرے شخصوں سے جدا نظر آئے۔

مجھے یاد نہیں کہ ملزم کے کپڑے صاف تھے یا گندے۔نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ دوسرے

Marfat.com

آدمیوں کے کپڑے کیسے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ ملزم نے مجھ سے شکایت کی ہو۔ گواہ نے پریڈ سے پہلے مجمع دیکھ لیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں ضرور اس کا نوٹ لکھتا۔

اس عدالت نے آتمارام کو پھر بلایا اور اس سے پوچھا کہ آیا وہ ملزم کے علاوہ چھ آدمیوں کو جو وہاں پریڈ کے وقت موجود تھے- جانتا تھا۔ اس نے جواب دیا: نہیں۔

وکیل ملزم کے سوال پر گواہ نے بیان کیا میں کمرۂ عدالت میں موجود تھا جب کہ لالہ ملک راج کی گواہی ہو رہی تھی، عدالت نے وکیل ملزم کو زیادہ جرح کرنے کی اجازت نہ دی۔

بیان ہنس راج

میں ہسپتال لاش کے ساتھ گیا۔ راستے میں اس کو کسی نے نہیں چھیڑا۔

جرح پر جواب دیا کہ راج پال مضبوط آدمی تھا اس کا قد پانچ فٹ ہوگا۔

☆

انقلاب ۱۸ رمئی ۱۹۲۹ء

راج پال کے قتل کا مقدمہ

ملزم علم الدین پر ہندوؤں اور پولیس کے جبر و تشدد کی شکایت

مسٹر سلیم کے زبردست دلائل- فیصلہ ۲۲ رمئی کو سنایا جائے گا

لاہور۔ ۱۶ رمئی: آج راج پال کے قتل کا مقدمہ مسٹر ٹیپ سیشن جج کی عدالت میں پیش ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے لالہ راج کرشن اور ملزم کی طرف سے خواجہ فیروز الدین، مسٹر فرخ سلیم اور خواجہ نیاز احمد پیروکار تھے۔ لوگوں کو آج بھی اندر جانے کی اجازت نہ تھی لیکن کمرۂ عدالت کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ ملزم کے رشتہ داروں کو اندر جانے کی اجازت تھی۔ ملزم نے آج اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اکٹھے روٹی کھائی۔ شیخ حسن الدین میونسپل کمشنر شروع سے آخر تک ملزم کے پاس کرسی پر بیٹھے رہے۔

Marfat.com

چودھری جلال الدین سب انسپکٹر

۶؍اپریل کو ۲ بجے دن کے بعد میں تھانہ کچہری میں تھا کہ مجھے بہ ذریعہ ٹیلی فون اطلاع ملی کہ راج پال قتل ہو گیا ہے۔ میں فوراً موقع پر پہنچا۔ راستے میں عبدالعزیز کانسٹیبل نے مجھے بتایا کہ ملزم پکڑا گیا ہے اور لوہاری دروازہ کی چوکی میں ہے۔ میں چوکی میں گیا اور ملزم کو پولیس کی حراست میں دیکھا۔ میں نے اس کے بدن اور کپڑوں کا ملاحظہ کیا، اس کی قمیض کے دائیں بازو پر خون کے دو خفیف نشانات تھے۔ یہ وہی قمیض ہے جو وہ پہنے ہوئے تھا۔ شلوار کے دائیں حصے پر بھی ایک خفیف نشان تھا۔ ملزم کے جسم کو بہ غور دیکھنے سے اس کے ہاتھوں پر بھی خفیف سی خراش پائی گئی۔ یہ نوٹ کر کے میں موقع پر پہنچا جس وقت میں دکان میں داخل ہوا تو راج پال گدی پر مردہ پڑا تھا۔ تارا چند نے چھری قبضہ میں لی اور فرد تیار کر رہا تھا، چھری خون آلود تھی اور نوک ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں نے چھری کا خاکہ اُتار لیا، اس کا پارسل میرے سامنے بنایا گیا۔ میں نے تفتیش شروع کی اور کدار ناتھ کا بیان قلم بند کیا جس کو ابتدائی رپورٹ تصور کیا گیا۔ اس کے بعد ودیا رتن، بھگت رام، نانک چند اور پرمانند کے بیانات قلم بند کیے۔ جب میں بھگت رام کا بیان لکھ رہا تھا تو اعلیٰ افسران پولیس بھی موقع پر پہنچ گئے۔ بعدازیں میں نے نقشہ مضروبی اور نقشہ صورت حال تیار کیا۔ میں نے مقتول کے سر کے زخم کا خیال ہی نہیں کیا۔ میں نے ہنس راج کے ساتھ مقتول کی لاش ہسپتال بھیج دی۔ تفتیش کے دوران میں ہمیں معلوم ہوا کہ چھری گمٹی بازار میں ایک کباڑیے سے خریدی گئی تھی۔ میں اور جواہر لال ۷؍تاریخ کو آتما رام کی دکان پر گئے۔ اس کے پاس تقریباً ۱۵؍چھریاں اسی قسم کی تھیں۔ آتما رام سے معلوم ہوا کہ اس نے کل اسی قسم کی ایک چھری فروخت کی تھی۔ اس سے دو چھریاں قبضہ میں لی گئیں۔ یہ مجھے علم الدین نے بتایا تھا کہ اس نے آتما رام کی دکان سے چھری خرید کی تھی۔ مقتول کی دکان پر پولیس کا پہرہ لگا رہتا تھا، اس روز بھی اس کی دکان پر کانسٹیبل تھا۔ وہ مقتول سے اس وقت پوچھ کر روٹی کھانے گیا ہوا تھا۔

بہ جواب جرح گواہ نے کہا کہ میں نے تفتیش کے دوران میں بھگت رام اور آتما رام کے بیانات قلم بند کیے تھے اور وہ میں نے ان کے کہنے کے مطابق درست لکھے تھے۔ میں نے دیوان وزیر چند کا بیان قریباً ۵؍بجے قلم بند کیا تھا۔ چھری کی نوک کی موقع پر تلاش کی گئی۔ ہم نے دو دفعہ

Marfat.com

احتیاط سے تلاش کی تھی۔ میں نے پرکاش چند کا بیان بھی قلم بند کیا تھا۔ میں نے اس کو اس مقدمہ میں گواہ اس لیے نہیں رکھا کہ زیادہ گواہ نہ ہو جائیں۔ میں نے اپنی ضمنی رپورٹ میں ذکر نہیں کیا کہ میں نے ملزم کے کپڑوں اور جسم کے نشانات کو یادداشت کے لیے ایک کاغذ پر لکھ لیا تھا اور وہ کاغذ پھاڑ دیا تھا۔ مجھے آتما رام کی دکان کا پتہ دوسرے روز دوپہر کو ملا تھا۔ اس وقت سی آئی ڈی کے دو افسران اور لالہ جواہر لال موجود تھے۔ جو کچھ ملزم نے بیان کیا وہ ہم سب سن سکتے تھے۔ آتما رام کی دکان پر ہم ۵ ربجے کے قریب پہنچے۔ یہ درست نہیں ہے کہ مجھے آتما رام سے یہ پتہ چلا ہو کہ چھری اسی دن مجھ سے خریدی گئی تھی۔ ماتحت عدالت میں میرا یہ بیان کہ آتما رام نے چھری اسی دن فروخت کی تھی یعنی ۷ را پریل کی صبح کو فروخت کی گئی تھی - غلط ہے۔ شلوار پر جو خون کا نشان تھا وہ ٹانگ کے باہر کی طرف تھا۔ شلوار پر خون کا نشان قمیص سے چھپا ہوا نہ تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ قمیص شلوار پر خون کے نشان سے نیچے گئی ہوئی تھی کہ نہیں۔

لالہ جواہر لال انسپکٹر

میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں تھا کہ دو بجے کے بعد مجھے راج پال کے قتل کی اطلاع ملی۔ میں سینئر سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ موقع پر پہنچ گیا۔ وہاں ہجوم تھا۔ چودھری جلال الدین سب انسپکٹر وہاں موجود تھا اور گواہوں کے بیانات قلم بند کر رہا تھا۔ راج پال گدی پر پڑا تھا۔ چھری تارا چند کے قبضہ میں تھی اور وہ اس کا پارسل بنا رہا تھا، مجھے حکم ہوا کہ ملزم کے مکان کی تلاشی لی جائے، میں پولیس لائن میں گیا اور ملزم کے مکان کا پتہ لیا اور پھر اس کے مکان کی تلاشی لی لیکن کچھ برآمد نہ ہوا۔ ملزم نے ایک قمیص اور ایک شلوار پہنی ہوئی تھی۔ ملزم اپنے باپ اور بھائی کے پاس سریاں والے بازار میں رہتا تھا۔ میں تلاشی لینے کے بعد موقع پر آیا۔ اور پھر پولیس لائن میں گیا۔ میں پولیس لائن میں ۶ ربجے کے قریب پہنچا ہوں گا۔ میں نے اس کے کپڑے اُتارے اور فرد تیار کی۔ میں نے کپڑوں کا پارسل تیار کیا اور دوسرے دن کیمیکل ایگزیمنر کے پاس پارسل بھیج دیا گیا۔ پاجامے پر سرخ سیاہی مجھ سے گر گئی تھی۔ میں نے ملزم کے جسم کا بھی معائنہ کیا۔ میں نے ۶ رتاریخ کو ڈائری میں ملزم کا حلیہ تحریر کیا تھا۔ میں نے تحریر کیا تھا کہ اس کے کان تازے بندھے ہوئے تھے اور ان سوراخوں میں دھاگے تھے اور ایک نشان ناک پر تھا جب کہ ملزم پولیس لائن میں تھا تو وہ راستہ جو حوالات کے کمرے کے نزدیک سے گزرتا ہے- بند کر دیا گیا تھا اور

Marfat.com

پولیس کا زبردست پہرہ لگا دیا گیا تھا تاکہ کوئی اس کو دیکھ نہ سکے اور نہ ہی اس سے کوئی بات ہی کر سکے۔ ملزم کا ڈاکٹری معائنہ پولیس لائن میں کرایا گیا۔ ۷/اپریل کی صبح کو چھری کا پارسل ڈاکٹر آئی آر سی کے پاس لے گیا تاکہ وہ چھری کی نوک کا پتہ چلائے۔ ۷/اپریل کی دوپہر کو ملزم نے بتایا کہ چھری گمٹی بازار سے خرید کی گئی تھی۔ ہم وہاں گئے۔ آتما رام نے بتایا کہ وقوعہ والے دن اس نے ایک چھری فروخت کی ہے۔ میں نے دو چھریاں اس سے قبضہ میں لیں۔ چھری کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا نہ ملا۔ ایک بجے کے قریب جب مجھے فرصت ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب سے لالہ ملکھ راج کے نام حکم لیا کہ وہ پریڈ کے موقع پر موجود رہیں۔ میں نے پولیس کانسٹیبل کو ٹیلی فون کیا کہ وہ آتما رام کو تھانہ نولکھا میں لائے۔ مجسٹریٹ صاحب ۵/بجے کے بعد آئے۔ میں نے ہیڈ کانسٹیبل کو بھیجا تھا کہ قلعہ گوجر سنگھ سے آدمی لائے۔ مجسٹریٹ نے ان میں سے ۶، ۷ آدمی چن لیے۔ گواہ کو بلایا گیا، وہ لائن کے دروازہ سے پریڈ نہیں دیکھ سکتا تھا جب آتما رام اندر آیا تو اس نے ملزم کو شناخت کر لیا۔

بہ جواب جرح کہا میں نے اس جگہ کی تلاشی نہیں لی جہاں کہ ملزم ترکھان کا کام کرتا ہے۔ جب میں نے ملزم کے مکان کی تلاشی لی تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ چھری کہاں سے خریدی گئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ ملزم ترکھان تھا۔ میں نے تلاشی ہتھیار کے لیے نہیں لی تھی، مکان میں کچھ اوزار موجود تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے جب ملزم نے ہمیں آتما رام کی دکان کا پتہ بتایا تو سی آئی ڈی کے افسر اور شاید جلال الدین بھی تھا میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ اس نے چھری کہاں سے خرید کی تھی۔ آتما رام سے میں نے پوچھا۔ اور سب انسپکٹر نے فرد تیار کی۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی آدمی وہاں اور موجود تھا جب کہ آتما رام کا بیان قلم بند کیا۔ اس کا بیان اس کی دکان کے نزدیک ایک تھڑے پر لکھا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ وہ باہر نہ جائے۔ شاید اس کی ضرورت شناخت کے لیے پڑے۔ میں نے ملزم کی ناک کا نشان ۶/تاریخ کو قلم بند کیا تھا۔ ملزم کی آنکھ کے نیچے بھی ایک نشان ہے، ممکن ہے کہ اس وقت میں نے خیال نہ کیا یا اس کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ اس کے کان میں میں نے دھاگے رہنے دیے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ دھاگے شناخت کے وقت اس کے کانوں میں تھے کہ نہیں۔

اس کے بعد سرکاری وکیل نے کہا کہ میں شہادت استغاثہ بند کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی

Marfat.com

وکیل موصوف نے کیمیکل ایگزیمنر (Chemical Examiner) کی رپورٹ عدالت میں پیش کی اور اجلاس لنچ (Lunch) کے لیے ملتوی ہوا۔

علم الدین کا بیان

علم دین ولد طالع مند قوم ترکھان عمر ۱۸ سال ساکن بازار سریانوالہ لاہور۔ ملزم کو ماتحت عدالت کا بیان پڑھ کر سنایا، اس نے درست تسلیم نہیں کیا۔ جب میں پکڑا گیا تو مجھے بہت مارا گیا اور جب مجھے پولیس لائن میں لائے تو وہاں بھی مارا گیا، میری کسی نے نہیں سنی۔ پریڈ میں مجھے جوتا اور پگڑی ملی لیکن لالہ جواہر لال نے مجھے کہا کہ جوتا اُتار دے، میں نے جوتا اُتار دیا پھر مجسٹریٹ صاحب آئے۔ پھر کباڑیا آیا۔ میں پریڈ میں دوسرے نمبر پر تھا۔ میرے ساتھ ایک بوڑھا آدمی کھڑا تھا، گواہ آیا تو اس نے مجھے شناخت کیا۔ اسی روز صبح نو بجے جب میں روٹی کھا رہا تھا تو انسپکٹر جواہر لال گواہ آتما رام کے ساتھ آئے۔ انسپکٹر نے مجھے سگریٹ دیا اور گواہ نے مجھے دیکھ لیا۔ پریڈ کے وقت میرے سر پر پگڑی تھی اور میرے پاؤں میں جوتا نہ تھا۔ دوسروں کے سر میں پگڑی نہ تھی اور جوتے پاؤں میں تھے۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس حوالات کے کمرہ سے ۱۰۰ قدم کے فاصلہ پر لے گئے۔ مجھے انسپکٹر نے کہا کہ دائنی کہنی پر اور دائیں ٹانگ پر جو زخم ہے۔ ڈاکٹر کو نہ دکھانا ورنہ تم کو پیٹوں گا۔ جب مجھے ٹال کے قریب پکڑا تھا تو ہندوؤں نے مجھے سخت زدو کوب کیا۔ میری کہنی اور ٹخنے پر چوٹیں آئیں اور میری شلوار پھٹ گئی۔ پولیس نے بھی مجھے بہت مارا۔ میری کہنی اور ٹانگ سے خون بہہ نکلا تھا۔ جب مجھے پکڑا گیا تو میں نے یہ قمیص پہنی ہوئی تھی لیکن یہ شلوار میری نہیں۔ میں شہادت صفائی نہیں دوں گا۔ جب مجسٹریٹ صاحب آئے تو میں نے ان کو کہا تھا کہ گواہ نے مجھے دیکھ لیا ہے لیکن انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی۔

سرکاری وکیل کی بحث

سرکاری وکیل نے اسیسر صاحبان کو مخاطب کر کے کہا کہ میں لمبی چوڑی بحث نہیں کرنا چاہتا، اس اَمر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ راج پال کو سفا کانہ طریقہ سے قتل کیا گیا۔ یہ اَمر بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ اس نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس کے خلاف رنجش تھی۔ اس مقدمہ میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اس کے مقدمہ کے اندر دیر نہیں ہوئی۔ قتل کے بعد جلد ہی قاتل پکڑا گیا اور وہ کسی وقت بھی گواہان کی نظر سے اُوجھل نہیں ہوا۔ اور وہ فخریہ

Marfat.com

بیان کرتا رہا ہے کہ وہ چور نہیں ہے، ڈاکو نہیں ہے، اس نے رسول کا بدلہ لیا ہے۔ تارا چند، برکت علی ہیڈ کانسٹیبل وہاں پہنچ جاتے ہیں اور چھری کو فوراً قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ چھری جس حالت میں اب ہے اگر اسی حالت میں اسے زور سے لگایا جائے تو چھاتی کا زخم لگ سکتا ہے۔ سب انسپکٹر جلال الدین نے ملزم کے کپڑوں پر قتل کے جلد ہی بعد خون کے نشانات دیکھے۔ آپ کے سامنے بھگت رام نے بیان کیا کہ مقتول کو گردن سے پکڑ کر قتل کیا گیا۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ تمام گواہوں کے بیانات فوراً قلم بند کیے گئے، کوئی موقع نہ تھا کہ شہادت جھوٹی بنائی جاتی یا گواہان کو کوئی وقت ملتا کہ وہ کوئی اور بات بنا لیتے۔ آپ کدارناتھ اور بھگت رام کے بیانات کو درست تسلیم فرمائیں اور معمولی اختلافات سے درگزر کریں۔ معمولی اختلافات کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ بناوٹی کہانی بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کہانی بناوٹی ہوتی تو ضروری تھا کہ گواہان میں اختلافات نہ ہوتے اور وزیر چند بھی ضرور یہی ظاہر کرتا کہ وہ دوسرے گواہان کی طرح ملزم کے پیچھے بھاگا اور ملزم اس کی آنکھ سے اوجھل نہ ہوا۔ ملزم برھمو سماج کی گلی کی طرف اس لیے نہ گیا کہ وہ دوسری ایسی سڑک پر نکلتی ہے جہاں زیادہ آمدورفت ہے۔ تمام گواہان کی شہادت قابل اعتبار ہے۔ ملزم کی قمیص سرخ دھاری والی تھی اور ایسے رنگ کی نہ تھی کہ گواہان کو اس کے پہنچاننے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ ملزم کا یہ بیان کہ انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ تم کہنی اور ٹخنے کے زخم نہ بتانا - غلط ہے۔ کیا ڈاکٹر صاحب ملزم کا ملاحظہ کرنے آئے تھے یا وہ زخم دیکھنے آئے تھے جو ملزم نے ان کو دکھائے۔ ملزم کی کہانی بالکل جھوٹی ہے۔ ملزم نے مسٹر لوئس کی عدالت میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ چھری کونے سے ٹوٹ گئی ہو۔ اس بات کا کہ چھری کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے - مقدمہ پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا کیوں کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ راج پال کے جسم کے زخم سوائے چھاتی کے زخم کے اس ٹوٹی ہوئی نوک والی چھری سے لگ سکتے ہیں اور چھاتی کا زخم بھی اس چھری سے لگ سکتا ہے، اگر زخم لگانے کے وقت زیادہ زور استعمال کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ آتما رام سے ملزم نے اسی روز چھری خریدی۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آتما رام ملزم کو شناخت نہ کر سکتا۔ ملزم نے جب وہ پکڑا گیا - فخریہ طور پر کہا کہ اس نے حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے تا کہ اردگرد کے مسلمان اس کی مدد کریں اور اسے (بچا) لیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے شخص سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور انہوں نے

Marfat.com

اس کی کچھ پروا نہ کی۔ گو علم الدین قتل کرتے ہوئے نہیں پکڑا گیا لیکن چند منٹوں کے بعد کچھ فاصلے پر پکڑے جانے میں کوئی شک نہیں۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر کہ علم الدین نے راج پال کا بڑی بے رحمی سے قتل کیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس کو ضرور سزا دی جائے۔

وکیل ملزم کی بحث

مسٹر سلیم وکیل ملزم نے اسیسر صاحبان کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو اس مقدمہ میں صرف واقعات پر رائے دینی ہے نہ کہ دوسری باتوں پر جو کہ اخبارات وغیرہ میں چھپتی رہی ہیں۔ آپ کو اس وقت وہ تمام باتیں دل سے محو کر دینی چاہییں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا راج پال کو قتل ہوتے کسی نے دیکھا ہے کہ نہیں۔ میری رائے میں راج پال کو قتل ہوتے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیوں کہ ہمیں ان حالات کو مدنظر رکھنا ہے جن میں کہ وہ قتل ہوا ہے۔ قاتل نے ضرور پہلے پتہ لگایا ہوگا کہ اس وقت قتل کرنے کا موقع تھا یا نہیں۔ کیوں کہ قاتل کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ اس کے پاس پولیس کا پہرہ ہوتا ہے اور جیسا کہ جلال الدین سب انسپکٹر نے بیان کیا ہے، اس دن بھی ایک کانسٹیبل موجود تھا جو اس وقت مقتول سے پوچھ کر روٹی کھانے گیا ہوا تھا۔ قاتل کو صرف اسی وقت حملہ کرنا تھا جس وقت وہ اکیلا ہو کیوں کہ قاتل کی یہی منشا ہوتی ہے کہ قتل کروں اور قتل کے بعد بچ کر نکل جاؤں۔ قاتل کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ دو شخصوں کی موجودگی میں قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ بھاگ کر نکل سکتا ہے۔ لازم یہی ہے کہ قاتل کمرہ میں اسی وقت داخل ہوا جس وقت کہ راج پال اکیلا تھا اور کدار ناتھ و بھگت رام وہاں موجود نہ تھے۔ ڈاکٹر کی شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل نے راج پال پر کئی وار کیے ہوں گے اور راج پال کے ہاتھوں کے زخموں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل اور اس کی آپس میں ضرور کشمکش ہوئی ہوگی۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہاں نزدیک اور کوئی موجود نہ ہو۔ لیکن کدار ناتھ اور بھگت رام تو صرف چھاتی کا زخم ہی بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق کوئی نہ کوئی کشمکش نہیں ہوئی اور نہ چھاتی کے زخم کے علاوہ اور کوئی زخم لگا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دونوں گواہ قتل کے وقت موجود نہ تھے اور سراسر جھوٹے ہیں۔ قاتل کو اگر دیکھنے والا کوئی نہ ہو تو لازم ہے کہ وہ آلۂ قتل ساتھ کبھی نہیں لے جائے۔ ہمیشہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور اگر اس وقت اور اشخاص موجود ہوں تو وہ آلۂ قتل کبھی نہیں پھینکتا۔ اپنے بچانے کے لیے اپنے پاس ہی رکھے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر قتل

Marfat.com

کے وقت اس کے پاس کافی وقت ہوتو وہ چھری رکھ کر جائے گا اور اگر وقت نہ ہو تو چھری پھینک کر جائے گا۔ اس مقدمہ میں قاتل چھری پھینک کر نہیں گیا بلکہ رکھ کر گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاتل دکان میں کافی دیر رہا اور اس کے اور راج پال کے سوا دکان میں اور کوئی موجود نہ تھا۔ بھگت رام بیان کرتا ہے کہ قاتل نے ایک ہاتھ سے مقتول کی گردن پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے چھاتی پر زخم لگایا لیکن کدار ناتھ نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ اس کی گردن قاتل نے پکڑے ہوئے تھی۔ بھگت رام کے عدالت کے بیان اور پولیس کے بیان میں بہت اختلافات ہیں اور کیا یہ اختلافات معمولی ہیں جن کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر یہ دونوں گواہ سچے ہوتے تو یہ تمام ضربات بتاتے۔ یہ گواہ اس لیے جھوٹے ہیں کہ ڈاکٹر کے معائنہ سے پہلے ان کو یہ بالکل معلوم نہ تھا کہ راج پال کے جسم پر کتنے زخم ہیں۔ انہوں نے صرف چھاتی کا زخم دیکھا اور پولیس کے سامنے بیان کر دیا کہ انہوں نے قاتل کو چھاتی پر زخم لگاتے دیکھا ہے۔ اگر پولیس میں ان کے بیانات ڈاکٹروں کی شہادت کے بعد قلم بند ہوتے تو انہیں یہ کہنا تھا کہ انہوں نے سر اور دوسرے حصوں پر بھی زخم لگاتے دیکھا ہے۔

اب رہا ملزم کی گرفتاری کا معاملہ۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات ایسے کشیدہ رہے ہیں کہ یہ ضروری تھا کہ جس وقت راج پال کے قتل ہونے کا پتہ چلا تو شبہ کسی مسلمان پر ہوتا۔ استغاثہ کی شہادت سے یہ ظاہر ہے کہ اس دن ہسپتال روڈ پر علم الدین کے سوا اور کوئی مسلمان نہ تھا۔ اس وقت اگر وہ کسی اور مسلمان کو وہاں دیکھتے تو ضروری تھا کہ اس کو پکڑ لیتے اور شور مچا دیتے کہ قاتل یہی ہے۔ وہ غریب مسلمان ضروری تھا کہ گھبرا کر بھاگتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہی حال علم الدین کا ہوا، وہ غریب سڑک پر آ رہا تھا کہ شور ہوا کہ راج پال قتل ہو گیا ہے اس کو پکڑ لیا۔ قاتل نے قتل کرنے سے پہلے یہ ضرور خیال کر لیا ہوگا کہ وہاں ایک سڑک برہمو سماج بھی ہے۔ جس سے کہ وہ بھاگ کر نکل سکتا ہے۔ سرکاری وکیل کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ اس طرف اس لیے نہیں گیا کہ وہ دوسری ایک سڑک پر نکلتی ہے کہ جہاں لوگوں کی زیادہ آمدورفت ہے۔ میرے خیال میں قاتل کی قتل کے بعد یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جلد سے جلد ہجوم میں مل جائے اور دُور تک کسی ایسی سڑک پر نہ جائے جہاں کہ آمدورفت کم ہو۔ یہ کہانی کہ وہ ٹال کے اندر گرفتار ہوا۔ غلط ہے۔ اسے ٹال سے باہر پکڑا گیا۔ یہی وزیر چند اور رحمت علی کانسٹیبل کہتے ہیں۔ ودیا رتن کی شہادت

Marfat.com

قابل اعتبار نہیں ہے کیوں کہ اس کے پولیس والے اور عدالت کے بیانات میں بہت اختلافات ہے۔اس بات کی بابت کہ پکڑے جانے کے بعد اس نے کہا کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے، میں چور نہیں ہوں، ڈاکو نہیں ہوں- گواہوں میں بہت اختلاف ہے۔کوئی کہتا ہے کہ اس نے یہ الفاظ صرف ٹال پر ہی کہے۔کوئی کہتا ہے کہ دکان پر بھی کہے۔کوئی کہتا ہے کہ دونوں موقعوں پر کہے۔کوئی کہتا ہے کہ راستہ میں بھی کہے۔کوئی کہتا ہے کہ یہ الفاظ اس نے خود بہ خود کہے۔کسی کے سوال کرنے پر نہیں کہے۔لیکن وزیر چند یہ کہتا ہے کہ میرے پوچھنے پر اس نے یہ الفاظ کہے۔دوسرا کہتا ہے کہ کسی کو الفاظ یاد نہیں۔

وزیر چند کا بیان ہے کہ اس نے ہاتھ پھیلا کر یہ الفاظ کہے۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم الدین جرم کا اقبال نہیں کر رہا تھا۔کدار ناتھ اور بھگت رام کی موجودگی میں اس کا یہ کہنا کہ میں چور نہیں ہوں، ڈاکو نہیں ہوں- بے معنی ہے۔اس کے کپڑوں پر خفیف نشانات تھے اور وہ ایسی جگہ پر تھے کہ جہاں قتل کرنے سے خون نہیں لگ سکتا۔ان تمام واقعات کو مدنظر رکھ کر میں گزارش کرتا ہوں کہ ملزم قاتل نہیں ہے اور اس کو سزا نہ دی جائے۔اگر اس شہادت سے آپ کے دلوں میں ذرا بھی شبہ پیدا ہو جائے کہ ملزم نے قتل نہیں کیا تو اس کا فائدہ ملزم کو دینا چاہیے۔

اسیسروں کی رائے

مسٹر ٹیپ سیشن جج نے اسیسر صاحبان کی رائے پوچھی کہ آیا ان کے خیال میں علم الدین قاتل ہے کہ نہیں۔دو مسلمان اسیسر صاحبان نے کہا کہ ہماری رائے میں علم الدین قاتل نہیں ہے لیکن دوسرے ہندو اور سکھ اسیسروں نے کہا کہ ہمارے خیال میں وہی قاتل ہے۔اسیسر صاحبان کی رائے قلم بند کرنے کے بعد عدالت نے کہا کہ فیصلہ ۲۲ رمئی کو سنایا جائے گا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء

قتل راج پال کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا

میاں علم الدین کو سزائے موت کا حکم

لاہور۔۲۲ مئی: آج مسٹر ٹیپ سیشن جج لاہور نے راج پال کے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے میاں علم الدین ملزم کو سزائے موت کا حکم دے دیا۔ قارئین کرام کو یاد ہو گا کہ گزشتہ تاریخ پیشی پر اسیسروں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ ایک ہندو اور ایک سکھ اسیسر نے ملزم کے گنہگار ہونے کی رائے دی تھی لیکن باقی دونوں مسلمان اسیسروں نے شہادت پیش کردہ عدالت کی بنیاد پر ملزم کو بے گناہ قرار دیا تھا۔ عدالت نے راج پال کے ملازموں کدار ناتھ اور بھگت رام کی شہادت کی بنا پر ملزم کو مجرم قرار دیا۔

عدالت کے باہر کا نظارہ

فیصلہ سنانے سے پیشتر ہی سیشن کورٹ کے باہر ایک ہزار کے قریب مسلمان جمع تھے۔ عدالت کے چاروں طرف پولیس کا پہرہ تھا اور خاص طور پر کمرۂ عدالت کے اردگرد کافی پولیس تعینات کی گئی تھی۔ ملزم کو مسلح کانسٹیبلوں کی حراست میں لایا گیا اور ملزم کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ جب ملزم کو موٹر کار میں بٹھا کر سنٹرل جیل میں لایا گیا تو عدالت کے باہر جمع شدہ مسلمانوں نے ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگائے۔ مسلمانوں میں کافی جوش و خروش تھا مگر کوئی نامناسب واقعہ نہیں ہوا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۵ رمئی ۱۹۲۹ء

علم الدین کو پھانسی کی سزا

آخر مسٹر ٹیپ سیشن جج نے راج پال کے مقدمہ قتل کا فیصلہ سنا ہی دیا اور علم الدین کو پھانسی کی سزا دے ہی دی۔ اگر چہ بعض اونچے حلقوں میں مقدمے کے ابتدائی ایام ہی سے یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ علم الدین کو غالباً سزائے موت دی جائے گی لیکن مقدمہ اس قدر کمزور تھا اور مسٹر سلیم کی فاضلانہ جرح نے استغاثہ کی دھجیاں کچھ اس انداز سے بکھیری تھیں کہ عامۃ الناس میں سے اکثر اشخاص کو یہ حسن ظن ہو گیا تھا کہ شاید علم الدین موت کی سزا سے بچ جائے۔

یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ علم الدین کو کسی نے اِرتکاب جرم کرتے نہیں دیکھا۔ واقعہ کا کوئی عینی شاہد موجود نہیں۔ قتل شہر کے ایک پُر رونق حصے میں دن دھاڑے دو اڑھائی بجے بعد دوپہر واقع ہوا، اور مقتول کے جسم پر بے شمار زخموں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قاتل و مقتول کے درمیان دیر تک کشمکش بھی ہوتی رہی لیکن اس کے باوجود نہ کسی نے علم الدین کو قتل کرتے دیکھا نہ آگے بڑھ کر اسے اس ہولناک جرم کے ارتکاب سے روکنے کی کوشش کی۔ استغاثہ صرف ایک ہی حقیقت پر مبنی ہے کہ ملزم موقع واردات سے ذرا دُور گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اور یہ ایک ہی مسلمان تھا جو اس وقت سڑک پر سے گزرتا ہوا دکھائی دیا چوں کہ اس وقت راج پال مر چکا تھا اور لوگوں کے ہجوم کو یہ خیال تھا کہ اس کو کسی مسلمان نے ہی ہلاک کیا ہے اس لیے جو پہلا مسلمان انہیں ملا۔ اسی کو پکڑ لیا۔ اگر علم الدین کی جگہ کوئی دوسرا مسلمان سڑک پر سے گزر رہا ہوتا تو ممکن تھا کہ ہجوم اسی کو گرفتار کرا دیتا۔ علم الدین کا بیان ہے کہ اسے بہت بُری طرح زدوکوب بھی کیا گیا۔ خیال یہ ہے کہ اس کے کپڑوں پر خون کے جو بعض دھبے پائے گئے ہیں وہ اسی زدوکوب کا نتیجہ ہوں گے۔ ان تمام حالات کے باوجود علم الدین کو شبہ کا فائدہ بھی نہیں دیا گیا اور ہمارے نزدیک اس کو ناکافی شہادت کے باوجود سزائے موت دے دی گئی ہے۔ ابھی فاضل سیشن جج کا پورا فیصلہ ہمارے سامنے نہیں۔ ہم منتظر ہیں کہ جلد سے جلد فیصلہ دستیاب ہو اور ہم یہ معلوم کر سکیں

Marfat.com

کہ عدالت نے کن دلائل وشواہد کی بنا پر علم الدین کو راج پال کا حقیقی قاتل قرار دیا ہے۔

☆

انقلاب ۳۰ رمئی ۱۹۲۹ء

قتل راج پال کے مقدمہ کی اپیل

سرکاری وکیل کے نام مکتوب احمر

لاہور۔ ۲۸ رمئی: مسٹر راج کشن بیرسٹر اسپیشل پبلک پر سیکیوٹر جو راج پال کے قتل کے مقدمہ میں بہ طور وکیل استغاثہ پیش ہوئے تھے۔ ان کے نام لدھیانہ سے ایک سرخ مکتوب موصول ہوا ہے۔ چٹھی پر لاہور کے ڈاک خانہ کی ۲۷ رمئی کی ایک مہر ہے۔ دوسری طرف کی مہر پڑھی نہیں جاتی۔ چٹھی کا مضمون حسب ذیل ہے:

جناب والا!!!

"چوں کہ آپ نے راج پال جیسے ذلیل شخص کی طرف سے پیروی کر کے ایک بے گناہ شخص کو پھنسایا ہے لہذا آپ کو بہ ذریعہ عریضہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر آپ نے آیندہ پیشی (ہائی کورٹ) میں اپنا رویہ نہ بدلا تو آپ کو اور مردود جہنم رسید کے ملازم کو نہایت بے رحمی سے قتل کر کے سرگ باش کر دیا جائے گا۔

اس ضمن میں سپاہی نمبرے کو جس نے کہ راج پال کو کیفر کردار تک پہنچا کر اپنی بہادری کا جیتا جاگتا ثبوت دیا ہے۔ اطلاع دی جاتی ہے کہ وقت مقررہ کے اندر تادیبی کارروائی کر کے دوبارہ اپنی بے باکی کا ثبوت دے۔"

لدھیانہ ۲۵ رمئی ۱۹۲۹ء

☆

Marfat.com

انقلاب یکم جون ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مرافعہ عدالت عالیہ میں داخل ہو گیا

سماعت غالباً تعطیلات گرما میں ہو گی

لاہور۔۳۰ رمئی: راج پال کے مقدمہ قتل کے ملزم علم الدین کی طرف سے آج عدالت عالیہ میں سیشن جج کے فیصلہ کے خلاف مرافعہ دائر ہو گیا ہے۔ سیشن جج نے ملزم کو مجرم قرار دیتے ہوئے پھانسی کی سزا دی تھی۔ خیال ہے کہ یہ مرافعہ اس بنچ میں پیش ہو گا جو موسم گرما کی تعطیلات میں مقرر ہونے والا ہے۔

☆

انقلاب ۱۳ رجون ۱۹۲۹ء

عدالت عالیہ میں علم الدین کے مرافعہ کی سماعت

ایام تعطیلات سے قبل ہونے کی توقع

لاہور۔۱۰ رجون: راج پال کے بیان کردہ قاتل علم الدین کو عدالت سیشن سے پھانسی کی سزا ملی تھی اور مسٹر ٹیپ سیشن جج کے حکم کے خلاف عدالت سابقہ میں ملزم کی طرف سے اپیل بھی دائر ہو گیا تھا۔ پیشتر ازیں یہ خبر دی گئی تھی کہ اس اپیل کی سماعت موسم گرما کے ایام تعطیلات میں ہو گی۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ جلد تر کرانے کی کوشش ہو رہی ہے اور ہائی کورٹ میں اپیل مذکور کی فرضی تاریخ یکم جولائی مقرر ہوئی ہے۔ غالباً سماعت تعطیلات سے پیشتر ہی کوئی جج کر دے گا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۳ر جولائی ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مرافعہ

تاریخ سماعت کے متعلق غلط بیانی کی تردید

ہم عصر ''ملاپ'' کی اشاعت مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۲۹ء میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میاں علم الدین کے مرافعہ کی سماعت ۲۲ر جولائی کو ہوگی لیکن اب ایک نہایت معتبر ذریعے سے اس خبر کی تردید موصول ہوئی ہے، جس میں لکھا ہے کہ تاریخ سماعت ۱۵ر جولائی ہے اور اس روز سب سے پہلے میاں علم الدین ہی کا مقدمہ پیش ہوگا۔ نیز مسٹر جناح پیروی مقدمہ کے لیے لاہور تشریف لا رہے ہیں۔

☆

انقلاب ۱۷ر جولائی ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مرافعہ

مسٹر محمد علی جناح کی فاضلانہ تقریر

مدت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی
تھک کے گر پڑے نگہ انتظار آج

لاہور۔ ۱۵ر جولائی: میاں علم الدین کو جسے راج پال کے قتل کے جرم میں مسٹر ٹیپ سیشن جج لاہور کی عدالت سے پھانسی کی سزا ہوئی تھی۔ آج اس کا مرافعہ مسٹر براڈوے اور مسٹر جسٹس جانسٹن کے ڈویژنل بنچ میں پیش ہوا۔

صبح نو بجے سے ہی لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے اور ۱۰ بجے تک اوپر کی گیلری پُر ہوگئی۔ عدالت عالیہ کے بڑے دروازوں پر پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ عدالت کے کمرے کے باہر بھی پولیس متعین تھی۔ کسی شخص کو بغیر اجازت ایوان عدالت کے اندر داخل

Marfat.com

ہونے کی اجازت نہ تھی۔اخبارات کے رپورٹروں کو سات سات مقامات پر روکنے کے بعد بڑی مشکل سے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔عدالت عالیہ کے وکلاء بھی بہ تعداد کثیر کارروائی سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔معلوم ہوا ہے کہ لدھیانہ، امرت سر اور دیگر مقامات سے بہت سے لوگ مقدمہ سننے کے لیے آئے۔ان اصحاب میں سے جو عدالت کے کمرے میں موجود تھے مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں:

سید حبیب احمد مالک اخبار سیاست، مولوی غلام محی الدین، مسٹر محمد طفیل بیرسٹر، خلیفہ شجاع الدین، مدن کمند لال پوری، چودھری گھسیٹا، چودھری محمد حسین ایڈووکیٹ لدھیانہ، ملک محمد امین، مسٹر محمد شریف وکیل، مسٹر بدرالدین بیرسٹر، مدیر اخبار ہنٹر، دیوان چمن لال سردار امر سنگھ، لالہ دنی چند، لالہ گوکل چند نارنگ، خواجہ فیروز الدین بیرسٹر، مہتہ امین چند ایڈووکیٹ۔

وکلاء

میاں علم الدین کی طرف سے مسٹر ایم اے جناح جو کل رات ہی اس مقدمہ کی پیروی کے لیے بمبئی سے تشریف لائے ہیں۔ پیروکار تھے۔اور استغاثہ کی طرف سے دیوان رام لال اور مسٹر جیون لال کھنہ پیش ہوئے۔

شوروغل نہ ہونے پائے

کارروائی مقدمہ شروع ہونے سے پیشتر مسٹر جسٹس براڈوے اور مسٹر جسٹن کی عدالت میں کچھ اور مقدمات پیش تھے، اسی اثنا میں سررشتہ دار (ریڈر) نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ جج صاحبان کا حکم ہے کہ اگر کسی قسم کا شوروغل ہوا تو سب کو باہر نکال دیا جائے گا۔آپ لوگ خود گیلری میں انتظام رکھیں۔پولیس کے سپاہی بھی گیلری میں تعینات تھے، باہر بھی مسلمانوں کا کثیر التعداد مجمع کھڑا تھا۔گیارہ بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ میاں علم الدین کے والد ایک اور شخص کی معیت میں مسٹر جناح کی قانونی کتب کی ایک بھاری گٹھڑی اٹھا کر لائے۔

صفائی کا حکم

دوسرے مقدمات کی سماعت کے بعد پونے گیارہ بجے جج صاحبان اٹھ گئے اور جاتے ہوئے پولیس افسر کو ہدایت کر گئے کہ کمرہ اچھی طرح سے صاف کرا کے فینائل چھڑک دی جائے۔گیارہ بجنے میں دو منٹ باقی تھے کہ مسٹر جناح بہ ہمراہی مسٹر فرخ حسین بیرسٹر جو ابتدائی

Marfat.com

عدالت میں ملزم کی طرف سے پیروکار تھے۔ عدالت کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ ڈپٹی رجسٹرار عدالت عالیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ جو لوگ وکالت پیشہ نہ ہوں وہ کرسیاں وکلاء کے لیے خالی کر دیں۔

مسٹر جناح کی تقریر

ٹھیک گیارہ بجے جج صاحبان پھر عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ایوان عدالت اور گیلری مقدمہ سننے والوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

پولیس کی شہادت میں قانونی نقص

گیارہ بج کر پانچ منٹ پر مسٹر جناح نے تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اس پولیس افسر کی شہادت کی طرف عدالت عالیہ کی توجہ مبذول کراتا ہوں جس نے بیان کیا کہ ہم ملزم سے یہ اطلاع پاتے ہی کہ میں نے آتمارام کباڑی سے چھری خریدی ہے فوراً اس کی دکان پر پہنچے۔ پولیس نے بہ ذات خود کوئی تفتیش نہیں کی۔ اور صرف ملزم کے بیان پر اکتفا کیا لیکن دفعہ ۲۷ قانون شہادت کے رُو سے ملزم کا بیان بہ طور شہادت نہیں پیش ہوسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ جج صاحبان اس کا فیصلہ صادر کریں۔ مسٹر جسٹس براڈوے نے کہا کہ شہادت کے قابل قبول یا ناقابل قبول ہونے کے سوال کا فیصلہ عدالت ماتحت کا کام ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ آپ اس نکتہ پر اب نہیں تو آخیر میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔

موقع کی شہادتوں میں صریحی اختلاف

سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اب غور طلب اُمر یہ ہے کہ ملزم کے اس مقدمہ میں ماخوذ کرنے کی کافی وجوہ موجود ہیں یا نہیں۔

۶ راپریل کو راج پال ہلاک کیا گیا لیکن سوال یہ ہے جس نے راج پال کو قتل کیا، وہ کون تھا؟ استغاثہ کی شہادت میں دو عینی گواہوں کے بیانات ہیں۔ یہ دونوں گواہ کدار ناتھ اور بھگت رام ہیں۔ ان عینی گواہوں کی شہادت کے قابل اعتماد ہونے کو پرکھنے کے لیے میں فاضل ججوں کی توجہ اس اُمر کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ یہ دونوں مقتول راج پال کے ملازم تھے۔ ان

Marfat.com

شہادتوں کو پرکھنے کا صرف یہی طریقہ [رہ جاتا ہے کہ ان] کے بیانات کے اختلافات دیکھے جائیں۔

ایک اہم نقص

مسٹر جناح نے کدارناتھ گواہ کا بیان پڑھ کر سنایا اور کہا کہ سخت تعجب کی بات ہے کہ اس بیان میں بھگت رام کا کہیں نام تک نہیں آیا۔ حالاں کہ وہ اس وقت دکان پر موجود تھا برخلاف اس کے گواہ بھگت رام کا بیان ہے کہ اس نے ملزم کا تعاقب کیا اور کدارناتھ کے ساتھ مل کر ملزم پر کتابیں پھینکیں۔ جرح کے موقع پر بھی کدارناتھ نے بھگت رام کا نام نہیں لیا۔ حالاں کہ ایک عینی شاہد کی حیثیت سے کدارناتھ کو بھگت رام کا نام سب سے پہلے لینا چاہیے تھا۔ یہ ایک نہایت ہی اہم نکتہ ہے اور عینی شہادت کا جزوِ اعظم ہے۔

طبی شہادت سے تردید

کدارناتھ گواہ نے ارتکاب جرم کا جس قدر وقت بتایا ہے۔طبی شہادت اس کی تردید کرتی ہے۔طبی شہادت سے ظاہر ہے کہ گواہ کے بیان کردہ وقت سے دو چند وقت صرف ہوا۔

اقبال جرم ناممکن ہے

مسٹر جناح نے فرمایا کہ گواہ کا بیان ہے کہ جب ملزم کو پکڑا گیا تو اس نے کہا میں نے کوئی چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں مارا۔ میں نے صرف اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بدلہ لیا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ملزم بھاگتا جاتا تھا، اس کا تعاقب کیا گیا لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص گرفتار ہوتے ہی فوراً اس طرح اقبال جرم کرے۔ یہ شہادت بھی پیش کی گئی کہ وہ متواتر اقبال جرم کرتا رہا۔ پولیس کا ایسے موقع پر فرض تھا کہ وہ مجسٹریٹ کے رُوبرو ملزم کے بیانات قلم بند کراتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ ہر ایک تجربہ کار پولیس افسر کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

لوگوں کا بیان ہے کہ ملزم نے راج پال کی دکان پر آ کر بھی اقبال جرم کیا۔ ایسا غیر ممکن ہے۔ وہاں پولیس موجود تھی۔ یہ سب کہانی ایسی غیر قدرتی ہے کہ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

پولیس کے سامنے کیوں نہیں کہا

مسٹر جناح نے کہا کہ یہ سب کہانی غلط ہے۔ گواہ نے نہ صرف بھگت رام کا نام ہی ترک کر دیا ہے بل کہ وزیر چند کا نام بھی چھوڑ دیا۔ حالاں کہ وزیر چند نے ملزم کا تعاقب کیا تھا۔ جرح پر گواہ نے کہا کہ میں وزیر چند کے نام کے کسی شخص کو نہیں جانتا۔ میں اس شہادت پر صرف یہی کہوں گا کہ اگر گواہ سچ بولتا تو وہ بھگت رام کا نام ضرور لیتا۔ اس کے علاوہ وہ پولیس کے سامنے بھی وہ الفاظ بتاتا جو اس نے بعد میں ملزم کی طرف منسوب کیے لیکن ایسا نہیں کیا گیا، اس لیے یہ کہانی فرضی ہے۔

دیگر گواہوں کے بیانات میں اختلاف

دیوان وزیر چند کی شہادت پڑھ کر سناتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ آیا فاضل جج صاحبان اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ کدار ناتھ وزیر چند کو نہیں جانتا تھا، اگر اسے نام نہیں آتا تھا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ کوئی آدمی وہاں موجود تھا۔ اس کے بعد گواہ بھگت سنگھ بھی تقریباً ایسی ہی کہانی سناتا ہے، اس کا بیان ہے کہ ملزم کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔ ہر ایک گواہ ان الفاظ کے متعلق جو ملزم نے کہے۔ مختلف بیانات دیتا ہے۔ چناں چہ بھگت سنگھ نے کہا کہ ملزم نے کہا تھا: "ہتھکڑیاں سونے کے کڑے ہیں"۔

نانک چند گواہ کا بیان ہے کہ ملزم کہتا تھا:

"راج پال میرا دشمن نہیں بل کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے"

گواہ پرمانند نے کم وبیش وہی الفاظ کہے جو نانک چند نے کہے لیکن گواہ ودیا رتن جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس نے ملزم کو گرفتار کیا۔ بالکل مختلف الفاظ بیان کرتا ہے۔

مسٹر جسٹس براڈوے: گواہ نے پہلے کہہ دیا ہے کہ میں ملزم کے صحیح الفاظ بیان نہیں کر سکتا مگر اس کا ملخص بتا سکتا ہوں۔

آتمارام کباڑی بناوٹی گواہ ہے

میں صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ آتمارام کباڑی ایک سکھایا ہوا گواہ ہے۔ اسے اسی روز معلوم ہو گیا تھا کہ راج پال مارا گیا ہے پھر شناخت کی پریڈ ہوئی جس میں تین مرتبہ گھومنے کے

Marfat.com

بعد اس نے ملزم کو شناخت کیا۔ گواس گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ ملزم کی ناک کے قریب ایک نشان ہے۔ کیا کوئی چھریاں بیچنے والا اس قدر باریک بین ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ خریدار کی ناک کے پاس نشان بھی ہے۔ گواہ کا اپنا بیان ہے کہ ملزم کے کان میں دھاگا پڑا ہوا تھا حالاں کہ اس کی بینائی بھی اچھی نہیں۔

چھریوں کی شناخت میں غلطی

اسی گواہ کا بیان ہے کہ میں فروخت کی ہوئی چھریوں کو پہچان سکتا ہوں لیکن بعد ازاں اس نے غلط چھری کو شناخت کیا۔ چھریاں عدالت میں پیش کی گئیں۔ مسٹر جناح نے ٹوٹی ہوئی نوک والی کی طرف جج صاحبان کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ خود ان چھریوں کو دیکھ کر بتائیں کہ ان میں کیا تمیز ہو سکتی ہے کہ آتمارام یہ بتانے کے وقت قابل ہو گیا کہ فلاں چھری ہے۔ ملزم کا بیان ہے کہ میں نے آتمارام کباڑی کی دکان سے چھری نہیں خریدی۔

شناخت کے طریقہ میں نقص

شناخت کے وقت جو طریقہ اختیار کیا گیا - اس پر آپ زیادہ اعتماد نہیں کر سکتے۔ باوجود اس کے آتمارام کباڑی نے تین چکر لگانے کے بعد ملزم کو شناخت کیا۔

خون کے نشانات کا مغالطہ

مسٹر جناح نے فرمایا: سب انسپکٹر کی شہادت ہے کہ ملزم کی شلوار اور قمیص پر خون کے نشانات تھے۔ ملزم کے جسم کے دیگر حصوں پر بھی معمولی نشانات تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملزم کو بھی ضربات آئیں۔ ملزم کا بیان ہے کہ میرے ساتھ تشدد کیا گیا تھا۔ استغاثہ نے کہیں بھی یقینی طور پر بیان نہیں کیا کہ ملزم کے کپڑوں پر خون کے جو نشانات تھے وہ اسی قتل کی وجہ سے تھے۔ طبی شہادت ہے کہ یہ نشانات شاید مقتول کے قریب آنے سے لگ گئے ہوں۔ یہ اَمر واضح ہے کہ ملزم مقتول کے نزدیک نہیں آیا۔ اس میں شک نہیں کہ خون کے نشانات کسی انسان کے خون کے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ مقتول کے خون کے نشانات ہیں۔ اگر میری انگلی زخمی ہو جائے تو اس کے اندر سے بھی کافی خون نکل آتا ہے جس سے میرے کپڑوں پر بڑے بڑے نشانات لگ سکتے ہیں۔

Marfat.com

سیشن جج کا قابل اعتراض استدلال

اس کے بعد مسٹر جناح نے کہا کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ فاضل جج نے فیصلہ میں غلطی کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ دو ہندو اسیسر ملزم کو مجرم بتاتے ہیں لیکن دو مسلمان اسیسر اسے بے قصور ٹھہراتے ہیں۔ اگر اس وقت ہندو مسلم فرقوں میں کشیدگی تھی تو فاضل جج کا فرض تھا کہ وہ اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کرتا۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ ہندو اسیسروں کی رائے فرقہ پرستانہ نہ تھی۔ اس کے علاوہ فاضل جج نے شہادتوں سے بھی غلط نتیجہ مرتب کیا ہے۔

رحم کی استدعا

آخر میں مسٹر جناح نے کہا کہ ملزم نوجوان ہے۔ راج پال نے بدنام کتاب شائع کر کے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا تھا، اس لیے سزائے موت سخت سزا ہے، ملزم پر رحم کیا جائے۔

لنچ (Lunch) کے بعد عدالت نے سرکاری وکیل کا جواب سننے کے بغیر حاضرین کو باہر نکال دیا اور فیصلہ محفوظ رکھا۔ سرکاری وکیل کی جوابی تقریر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

اپیل خارج کردی گئی

معلوم ہوا ہے کہ چار بجے کے قریب عدالت نے فیصلہ سنا دیا اور اپیل نامنظور کر دی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۹؍جولائی ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کے مقدمہ کا فیصلہ

فلقد رضیت بما رضی

و لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصبرین. الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.(البقرۃ:۱۵۵-۱۵۶)

[اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔]

عام حالات کے اعتبار سے میاں علم الدین کے مقدمے پر آخری پردہ گر چکا ہے، عدالت عالیہ اُمید وتوقع کی آخری بڑی منزل تھی اگرچہ ایک چھوٹی سی منزل اور باقی ہے لیکن اس تک پہنچنا اور کامیاب ہونا اتنا یقینی نہیں جتنا کہ اس منزل میں یقینی تھا۔ جس کا سفر کل ختم ہو چکا۔ اپنے ان صدہا بھائیوں کی طرح جو میاں علم الدین کو سزا سے بچانے کے لیے اب تک مخلصانہ کوششیں کرتے رہے ہیں۔ ہم بھی میاں صاحب موصوف کو بے گناہ سمجھتے ہیں لیکن عدالت سیشن کے بعد عدالت عالیہ نے بھی اس بے گناہی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مسٹر جناح نے مقدمہ کے واقعات کو سامنے رکھ کر انتہائی قابلیت کے ساتھ علم الدین کی بے گناہی ثابت کی، گواہان استغاثہ کے بیانات کی کمزوریاں، اختلافات اور تضادات واضح کیے اور ان کی بنا پر عدالت سیشن کے فیصلے کی غلطی ثابت کی لیکن عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے مسٹر جناح کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر عدالت سیشن کے فیصلے کو درخور تحریر نہ سمجھا اور علم الدین کے لیے موت کی سزا بحال رکھی۔

Marfat.com

عینی گواہوں کے بیانات

کدارناتھ عینی گواہ کے متعلق مسٹر جناح نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ کدارناتھ گواہ مقتول کا ملازم ہے اس لیے اس کی گواہی تامل اور غور کے بعد قبول کرنی چاہیے۔

۲۔ اس نے اپنے ابتدائی بیان میں بھگت رام گواہ کا ذکر نہیں کیا، حالاں کہ وہ بھی مقتول کی دوکان کے اسی حصے میں کام کر رہا تھا جس میں کدارناتھ کام کر رہا تھا اور کدارناتھ کی طرح بھگت رام نے بھی بیان کردہ قاتل پر کتابیں پھینکیں اور اس کا تعاقب کیا۔

۳۔ کدارناتھ نے ابتدائی بیان میں ملزم کے متعلق یہ نہیں کہا کہ اس نے گرفتاری کے بعد اقبالِ جرم کیا، عدالت سیشن میں وہ بیان دیتا ہے کہ ملزم نے کہا میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت کا بدلہ لیا ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ عینی گواہ نمبر۲ یعنی کدارناتھ جھوٹا ہے، اسی طرح مسٹر جناح نے دوسرے عینی گواہ یعنی بھگت رام کی شہادت کو لے کر اس کی کمزوریاں واضح کیں۔

ایک اہم نکتہ

پھر وزیر چند، نانک چند اور پرمانند وغیرہ کے بیانات پر نقادانہ بحث کر کے ثابت کیا کہ کوئی بیان بھی اصلاً قابلِ اعتماد نہیں۔ بل کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص بیان وضع کر کے مختلف آدمیوں کو طوطے کی طرح رٹا دیا گیا۔ سب سے اہم نکتہ یہ نکالا کہ عام بیانات کے مطابق واقعہ کے وقت مقتول کی دکان پر ایک مقتول اور اس کے دو ملازم تھے۔ ڈاکٹر کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتول کے آٹھ زخم لگے یعنی اٹھارہ انیس سال کے ایک معمولی نوجوان نے دن دھاڑے تین مردوں میں گھس کر ان میں سے ایک کے جسم میں آٹھ دفعہ چھری گھونپی اور نکالی اور تین آدمی اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ عقلِ انسانی اس واقعہ کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتی۔

آتمارام کباڑی کی شہادت

اس کے بعد مسٹر جناح نے آتمارام کباڑی کی شہادت کو لیا اور اس کا تار و پود بکھیرا، اس کے خلاف آپ نے کئی دلائل قائم کیے مثلاً

Marfat.com

ا۔کوئی دکان دار اتنا باریک بین نہیں ہوسکتا کہ اپنے ہر گاہک کی شکل یاد رکھے اور اسے پہچان لے۔علی الخصوص اس گاہک کی شکل جو صرف ایک ہی مرتبہ اس کی دکان پر آیا ہو۔

۲۔اس نے ملزم کے چہرے کے ایک نشان کو دیکھ کر پہچانا، ظاہر ہے کہ پولیس نے اسے یہ نشان بتا دیا ہوگا جس کی بنا پر اس نے ملزم کو شناخت کرلیا۔

۳۔اس کا دعویٰ تھا کہ وہ چاقو کو پہچان سکتا ہے لیکن جب چاقو اس کے رُوبرو پیش کیے گئے تو وہ پہچان نہ سکا۔

۴۔وہ یہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ میری نظر کمزور ہے۔ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ آتمارام سکھایا پڑھایا ہوا گواہ ہے۔

استغاثہ کے یہی دو تین مبانی تھے۔اول عینی گواہ، دوم ملزم کو گرفتار کرنے یا کرانے والے اصحاب، سوم چاقو فروخت کرنے والا کباڑیا۔

ان مبانی کی انتہائی کمزوری ثابت کرنے کے ساتھ ہی استغاثہ بالکل بے حقیقت رہ جاتا تھا۔

خون کے دھبوں کا معاملہ

اس کے بعد صرف ایک اُمر تھا جس کی وضاحت ضروری تھی، وہ یہ تھا کہ اگر علم الدین کے قاتل ہونے کے عام دلائل و براہین غلط تھے تو اس کے کپڑوں پر انسانی خون کے دھبے کس طرح لگے۔مسٹر جناح نے اس اُمر پر بھی سیر حاصل بحث کی مثلاً ڈاکٹر کا یہ بیان پیش کیا کہ مقتول کا خون فوارے کی طرح نہیں اُچھلا۔اور جب حالت یہ ہے تو بیان کردہ قاتل کے جسم پر دھبے نہیں پڑ سکتے لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ بیان کردہ قاتل کے کپڑے مقتول کی لاش سے چُھو گئے ہوں گے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ڈاکٹر کی شہادت کا یہ حصہ بالکل لغو ہے-اسے رائے دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔سیشن جج اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ مقتول کا خون فوارے کی طرح نہیں اُچھلا۔اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ ملزم کے کپڑے مقتول کی لاش سے چھوئے نہیں۔لیکن لکھتا ہے کہ ڈاکٹر کی رائے کے مطابق یہ خون انسانی ہے، اس لیے مقتول کا خون ہے اور چھری سے ٹپک کر ملزم کے کپڑوں پر گرا ہے۔مسٹر جناح نے کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ جس خون کے دھبے ملزم کے کپڑوں پر ہیں وہ واقعی مقتول کا ہے۔میرا دعویٰ ہے کہ یہ خود ملزم کا خون ہے۔ملزم کا بیان

Marfat.com

ہے کہ اسے گرفتار کرنے کے بعد ہندوؤں نے مارا پیٹا اور اس مار پیٹ سے اس کی انگلی اور کہنی پر زخم آئے۔

مسلم اسیسروں کے خلاف ناواجب رائے

مسٹر جناح نے ایک اہم بات یہ کہی کہ سیشن جج نے مسلم اسیسروں کی رائے کے سلسلے میں خواہ مخواہ ہندو مسلم سوال پیدا کیا۔ اس مقدمے میں چار اسیسر تھے۔ دو مسلمان اور دو غیر مسلم۔ مسلمان اسیسروں نے ملزم کو بے گناہ بتایا۔ غیر مسلم اسیسروں نے جرم کا اثبات کیا۔ سیشن جج نے لکھا ہے کہ مسلمان اسیسروں کے فیصلے پر یقین نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں فرقہ وار تعصب ہو۔ مسٹر جناح نے اس پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اس کا مفاد یہ ہے: مسلمان اسیسروں کے متعلق یہ کیوں کہا گیا، دوسرے اسیسروں کے متعلق کیوں نہیں کہا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں مسلمان اسیسروں کے فیصلے بالکل ایمان دارانہ ہوں۔ ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ وجہ بتائیں کہ فلاں فیصلے پر کیوں پہنچے ہیں۔ یہ اَمر افسوس ناک ہے کہ جج نے مسلمان اسیسروں کے متعلق تعصب کا اظہار کیا۔ ملزم کے حق میں جو شہادت تھی، سیشن نے اسے ناقابل قبول قرار دیا اور اس کے خلاف جو شہادت تھی اسے درست سمجھا۔ جسٹس براڈوے نے کہا کہ جج کو اختیار ہے وہ جس شہادت کو چاہے قبول کرے جس کو چاہے مسترد کر دے۔ مسٹر جناح نے کہا یہ صحیح ہے مگر قبول و عدم قبول کے لیے دلیل بھی ہونی چاہیے۔

مقدمہ کا دوسرا پہلو

اس طرح علم الدین کو بے گناہ ثابت کرنے کے بعد مسٹر جناح نے معاملہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی اور کہا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ملزم واقعی قاتل ہے تو بھی اس کی سزا پھانسی نہیں بل کہ عمر قید ہونی چاہیے۔ اس کے لیے صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل وجوہ پیش کیے:

۱۔ ملزم کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔

۲۔ راج پال نے ایسی کتاب چھاپی جسے عدالت عالیہ نے بھی نفاق انگیز اور شر اَفزا قرار دیا۔ ملزم نے اسے پڑھا اور وہ بھڑک اُٹھا۔

۳۔ ملزم نے کسی لغو اور ذلیل خواہش سے یہ ارتکاب نہیں کیا بل کہ ایک کتاب سے غیرت کھا کر ایسا کیا۔

Marfat.com

لیکن عدالت عالیہ نے سیشن کے فیصلے کو بہ حال رکھا حالاں کہ حالات مقدمہ کے ماتحت یہ فیصلہ صحیح نہیں تھا اگر بہ درجہ آخر پھانسی کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کر دیا جاتا تو اس حالت میں بھی سمجھا جاتا کہ سابقہ غلط فیصلے کی کسی حد تک تلافی ہو گئی ہے۔

اب سنا جاتا ہے کہ پریوی کونسل میں اپیل کی جائے گی۔ ہمیں اس واقعہ پر میاں علم الدین اور اس کے اعزا کے ساتھ گہری ہمدردی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ علم الدین بے گناہ ہے۔ مقدمہ کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ استغاثہ بے حد کمزور تھا۔ محض اس کی بنا پر ملزم کو مجرم ماننا درست نہ تھا اور انتہائی سزا دینا تو بہت ہی افسوس ناک تھا۔ اللہ تعالیٰ علم الدین پر رحم کرے اور اس کے اعزا و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆

انقلاب ۲۰ر جولائی ۱۹۲۹ء

علم الدین، جناح اور پرتاپ

ہندوستان میں چھوٹی بڑی ہزاروں عدالتیں ہوں گی جن میں روزانہ ہزاروں مقدمات کے فیصلے سنائے جاتے ہیں اور فریقین میں سے لازماً ایک کامیاب ہوتا ہے، دوسرا ناکام رہتا ہے، سب کی طرف سے عموماً وکیل پیش ہوتے ہیں، ایک وکیل لازماً شکست کھاتا ہے، وکیل کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دعاوی کو مدلل طریق پر پیش کرے، مخالف کے دعاوی کو ہر اعتبار سے توڑے، عدالت کے فیصلے پر اس کا اختیار نہیں ہوتا، جج کتنے ہی انصاف پرست اور محتاط کیوں نہ ہوں، لیکن انسان ہیں ان سے بھی اسی طرح غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، جس طرح کہ دوسرے انسانوں سے اور ماتحت عدالتوں کے فیصلے اکثر و بیشتر بڑی عدالتوں میں جا کر مسترد ہو جاتے ہیں یا بدل جاتے ہیں تو یہ اسی امر کی دلیل ہے کہ عدالتیں غلطی کر سکتی ہیں۔

علم الدین کے خلاف راج پال کے قتل کا جو مقدمہ تھا۔ اس میں عدالت سیشن نے ملزم کو پھانسی کا حکم سنایا۔ ایسے اہم مقدمات میں ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق بہتر سے بہتر قانونی امداد کا انتظام کرتا ہے۔ علم الدین کے اعزا و احباب نے بھی جنہیں اپنے آدمی کی بے

Marfat.com

گناہی کا یقین تھا۔ اپیل میں بہتر سے بہتر قانونی امداد کا انتظام کیا۔ مسٹر جناح آئے، انہوں نے انتہائی قابلیت کے ساتھ استغاثہ کا تار و پود بکھیرا اور عدالت سیشن کے فیصلے کو غلط ثابت کیا۔ لیکن فاضل ججان عدالت عالیہ مسٹر جناح کے دلائل سے متاثر نہ ہوئے اور انہوں نے عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رکھا۔ صدہا مقدمات میں ایسا ہوتا ہے لیکن کبھی کسی شخص نے اس نوع کے فیصلوں کی بنا پر اپیلوں کا دروازہ بند کرنے کی کوشش نہیں کی اور کبھی کسی وکیل کی اس قسم کی باتوں کی وجہ سے تنقیص نہیں کی، لیکن (اخبار) ''پرتاپ'' کو چین نہیں آیا اور اس نے نوٹوں میں ''چلنت'' میں ''گپ شپ'' میں اور نہیں معلوم کس کس مہمل عنوان کے ماتحت مسٹر جناح کو رگیدا ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ ان کی قابلیت علم الدین کو موت کے منہ سے نہ چھڑا سکی۔ کہیں لکھا ہے کہ انہیں ایسا کمزور مقدمہ لینا ہی نہیں چاہیے تھا کیوں کہ ہندوؤں کو ان کے خلاف ناواجب شکایت پیدا ہوگئی۔

ذرا غور کیجیے کہ ایک شخص ہے جس پر قتل کا الزام ہے۔ قانون اسے صفائی پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ عدالت اس کی صفائی سنتی ہے لیکن اگر مسٹر جناح اس میں پیش ہوں، اس یقین ودعوی کے ساتھ پیش ہوں کہ ملزم بے گناہ ہے اور عدالت سیشن کا فیصلہ غلط ہے تو ہندوؤں کو فی الفور شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ مسٹر جناح نے اپنی تقریر میں استغاثہ کی ہر بنیاد منہدم کر دی۔ ان کا کام یہی تھا یہ دوسری بات ہے کہ عدالت کے فاضل ججوں کو اس تقریر کی بنا پر ماتحت عدالت کا فیصلہ بدلنے کی کوئی وجہ نہ ملی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تقریر کمزور تھی یا مقدمہ کمزور تھا۔ نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جج اپیل کو مسترد کرتے ہوئے عام انسانی خطاؤں اور غلطیوں سے پاک ہو کر معصوم محض بن گئے تھے۔ کیا (اخبار) پرتاپ کو معلوم نہیں کہ (اخبار) ورتمان کے مقدمہ میں بھی اسی عدالت نے ایک فیصلہ صادر کیا تھا جس کے خلاف پرتاپ نے چار پانچ مقالے لکھے تھے۔ جس عدالت کا فیصلہ پرتاپ کے نزدیک اس وقت غلط تھا کیا وہ اب غلطی نہیں کر سکتی؟؟؟

یہ ساری خرافات پرتاپ اصلاً اس لیے اپنے صفحات پر لایا کہ مقتول ہندو تھا اور بیان کردہ قاتل مسلمان ہے۔ اگر سر شفیع نے علم دین کے مقدمہ میں پیش ہونے سے اس لیے انکار کیا کہ ہندوان کو بُرا سمجھیں گے اور ان کے پاس کوئی اور وجہ نہیں تھی تو ہمارے خیال میں انہوں نے سخت غلطی کی بل کہ شدید کمزوری کا اظہار کیا۔ مسٹر جناح کی جرات قابل قدر ہے کہ انہوں نے معاملہ

Marfat.com

کوفرقہ واری کا رنگ نہیں دیا بلکہ عام مقدمات کی حیثیت سے مقدمہ کیا اور قابلیت کے ساتھ انتہا تک پہنچایا۔ رہا نتیجہ تو اس پر انہیں کوئی قدرت حاصل نہ تھی۔

☆

انقلاب ۲۱ر جولائی ۱۹۲۹ء

علم دین کا مقدمہ

بدنام زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' کے مصنف مہاشے راج پال کے قتل کے الزام میں سشن جج لاہور نے علم دین کو پھانسی کی سزا دی تھی جس کا مرافعہ لاہور ہائی کورٹ میں دائر ہو چکا تھا۔ کل ۱۵ر جولائی کو مسٹر جناح نے علم دین کی طرف سے پیروی کی۔ مسٹر جناح نے ماتحت عدالتوں کے گواہوں کے بیانات کو ناکافی بتا کر ایک دوسرے سے مختلف ثابت کیا اور کہا کہ لائق سشن جج نے ملزم کو جو سزا دی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ عدالت کے اس سوال پر کہ تخفیف سزا کے لیے ان کے پاس کیا دلائل ہیں۔ مسٹر جناح نے جو کچھ بیان کیا وہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے شاید ہی کوئی چشم پوشی کرے۔

''رنگیلا رسول'' ایک ایسی کتاب تھی کہ مسلمانوں میں خصوصاً نوجوان مسلمانوں میں اس سے جوش اور اشتعال پیدا ہونا لازمی اَمر تھا۔ اس لیے علم دین یا کسی اور کا مشتعل ہونا کوئی بعید نہیں۔ عدالت نے ابھی تک اپنا فیصلہ نہیں سنایا ہے لیکن مسٹر جناح کی بحث کے بعد عدالت نے وکیل سرکار کے جواب کو سننے کو جو غیر ضروری ٹھہرایا تھا۔ مرافعہ کا نتیجہ تو اسی سے معلوم ہو سکتا تھا۔

(ملت، دہلی)

☆

Marfat.com

انقلاب ۲؍اگست ۱۹۲۹ء

پنجاب ہائی کورٹ اور مسٹر محمد علی جناح

عام طور پر ایک ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ دوسرے ہائی کورٹ میں بہ غرض پیروی مقدمات پیش نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسٹر محمد علی جناح نے علم الدین کے مقدمے میں پیش ہونے کی اجازت ہائی کورٹ پنجاب سے طلب کی تو مسٹر جسٹس براڈوے نے اس کی مخالفت کی لیکن چیف جسٹس سر شادی لال نے مسٹر جناح کو میاں علم الدین کی اپیل میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس معاملے میں چیف جسٹس نے ہوش مندانہ طریق اختیار کیا۔ اگر وہ اجازت نہ دیتے تو مسلمانوں میں بے حد جوش پھیل جاتا۔

☆

انقلاب ۲؍اگست ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مرافعہ پریوی کونسل میں

معتبر ذریعے سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ راج پال کے مفروضہ قاتل میاں علم الدین کا مرافعہ عدالت عالیہ لاہور کے فیصلے کے خلاف مسٹر فرخ حسین بیرسٹر ایٹ لاء کی وساطت سے پریوی کونسل میں دائر کر دیا گیا ہے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۴ راگست ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کا مرافعہ پریوی کونسل میں

کوئی ولایتی بیرسٹر بحث کے لیے پیش ہوگا

میاں علم الدین کے والد نے ایف ایل ولسن اینڈ کمپنی سولیسا یئٹرز (F.L Wilson & Company Solicitors) کو کسی وکیل کے تقرر کے لیے لکھا ہے اور پوچھا ہے کہ مسٹر آر ل ایسکوئتھ جو لارڈ اوکسفورڈ سابق وزیراعظم برطانیہ کے فرزند ہیں۔پیش ہونے کے لیے کتنی فیس لیں گے۔یہاں کی ہائی کورٹ میں کاغذات مسٹر فرخ حسین بیرسٹر کی معرفت پیش کیے گئے ہیں۔

☆

انقلاب ۶ ر ستمبر ۱۹۲۹ء

جیل میں میاں علم الدین کی حالت

میں کل تین بجے شام لاہور سنٹرل جیل میں غازی علم الدین صاحب سے ان کے والد کی معیت میں ملا۔ ماشاء اللہ خوش وخرم ہیں اور نہایت اچھی صحت ہے۔ ہم نے ۲۰، ۲۵ منٹ ملاقات کی، انہوں نے اتنی دیر جو بات کی ہنس کر کی۔آزاد آدمیوں میں اتنا اطمینان قلب نہیں دیکھا جتنا ان میں پایا گیا۔ان کے والد نے کہا کہ اخبار پرتاپ میں تمہارے متعلق لکھا ہے کہ بہت ہی کمزور ہو گئے ہو اور ہر وقت مغموم و متفکر رہتے ہو۔یہ سن کر خوب ہنسے اور فرمایا کہ؛

"یہ ان لوگوں کے خبث باطن کی علامت ہے۔اپنی آگ میں خود ہی جل رہے ہیں نا کردہ گناہ کو، اور جس کو یہ یقین ہو کہ موت کا مقررہ وقت اٹل ہے خواہ اب آجائے یا بیس برس بعد تو اس کو کیا غم اور کیسی فکر!!!! ایڈیٹر اخبار خود آکر مجھے دیکھ جائے اور اپنے خشک شدہ زخموں کو تازہ کر جائے۔"

Marfat.com

یہ بھی فرمایا کہ: ''مجھے معلوم ہوا ہے کل چودھری افضل حق صاحب اور مولانا ظفر علی خان صاحب جیل میں آئے تھے، افسوس وہ مجھ سے ملے بغیر چلے گئے۔''

ہم نے کہہ دیا کہ اخباروں سے ہمیں تو مولانا کا جیل میں آنا معلوم نہیں ہوا، اور اگر تشریف لائے ہوں تو علم نہیں۔ کھانے، پینے، نہانے، دھونے اور وضو نماز کی کوئی تکلیف نہیں۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کے جمعہ روزہ رکھتے ہیں۔ تہجد اور دیگر نوافل کا معمول ہے اور ہر وقت درود شریف کا وِرد رکھتے ہیں۔

وقاراللہ عثمانی پانی پتی

۴ر ستمبر ۱۹۲۹ء

☆

انقلاب ۱۲/۱اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین میانوالی جیل میں

حیرت انگیز احتیاطی تدابیر کا راز کیا ہے؟

میاں علم الدین کے میانوالی جیل میں منتقل کرنے کی اطلاع پا کر ان کے والد میاں طالع محمد دریافت حالت اور ملاقات کے لیے میانوالی جیل گئے۔ جہاں انہیں میاں علم الدین کی زبانی مندرجہ ذیل حالات معلوم ہوئے۔

۳ر اکتوبر جمعرات کے روز ساڑھے نو بجے رات کے جیلر نے مجھے بیڑی لگائی، دریافت کرنے پر جیلر نے کہا کہ تمام پھانسی والے ملزموں کو بیڑیاں لگانے کا حکم ہے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ڈیوڑی میں لائے۔ جیلر نے مجھے آٹھ روپے نقد دیے اور کہا کہ اس لاری میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ مجھے کہاں بھیجا جا رہا ہے تو انہوں نے کہا مجھے کوئی علم نہیں۔

لاری میں ایک انگریز پولیس افسر اور دو ہندوستانی حوالدار اور چار کانسٹیبل پولیس میرے ساتھ بیٹھے اور لاری ہی میں مجھے گوجرانوالہ لے گئے۔ جہاں ہم تقریباً پونے بارہ بجے پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر پہنچتے ہی ریل گاڑی آگئی اور اس گاڑی کے اخیر میں ایک فرسٹ کلاس ڈبہ لگا ہوا تھا جس

Marfat.com

میں مجھے بٹھایا۔ پولیس کے تمام آدمی بھی میرے ساتھ بیٹھ گئے اور گاڑی کو قفل لگا دیا گیا۔ راستہ میں پولیس والوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا کہ کہاں جاتے ہیں۔ دو بجے دن کے گاڑی میانوالی پہنچی۔ مقامی پولیس بھی پہنچ گئی اور مجھے ایک ٹانگے میں بٹھا کر جیل خانے لے گئی۔ پولیس کے متعدد تانگے بھی میرے آگے پیچھے تھے اور چھ کانسٹیبل میرے ساتھ تانگے میں بیٹھے تھے۔

میاں طالع محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۷ر اکتوبر کی صبح کو میانوالی پہنچا۔ غلام یسین امام مسجد کی زبانی معلوم ہوا کہ یہاں عام افواہ ہے کہ منگل کے روز صبح علم الدین کو پھانسی دیا جائے گا۔ مجھے سخت فکر لاحق ہوگئی۔ ادھر پریوی کونسل میں اپیل دائر ہے اور ادھر یہ کارروائی شروع ہے۔ اس لیے میں فی الفور جیل پہنچا۔ ملاقات کی درخواست دی۔ سپرنٹنڈنٹ بھی خود ہی آ گیا۔ اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پھانسی کے متعلق کوئی اطلاع نہیں، صرف علم الدین کو اس جیل میں تبدیل کیا گیا ہے۔ میاں طالع محمد صاحب ارکان کونسل سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ حکومت سے جواب طلب کریں کہ اس نے میاں علم الدین کو کس وجہ سے اس ناجائز احتیاط کے ساتھ میانوالی بھیجا۔ خصوصاً جب کہ نہ تو میں نے لاہور جیل کے سامنے کوئی مظاہرہ کیا اور نہ لاہور کے کسی اور مسلمان نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔

☆

انقلاب ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

ناموس رسول کی شمع کا پروانہ

میاں علم الدین کا مرافعہ مسترد کر دیا گیا

لنڈن۔ ۱۵ر اکتوبر: پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی نے آج میاں علم الدین کا مرافعہ مسترد کر دیا ہے۔ ان کو راج پال طابع کتاب ''رنگیلا رسول'' کے قتل کے جرم میں سزائے موت کا حکم دیا گیا تھا۔

جوڈیشل کمیٹی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہندوستان کے کثیر التعداد مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے کمیٹی کی تین الگ الگ عدالت ہائے سماعت مقرر ہوئیں۔ دوسری عدالتوں

Marfat.com

میں پانچ فوجداری درخواستیں تھیں جن میں میاں علم الدین کی درخواست بھی شامل تھی، اس عدالت نے تمام درخواستیں نامنظور کر دیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مقتول نے مذکورہ بالا ننگ انسانیت کتاب شائع کر کے تمام مسلمانانِ ہند کے دلوں میں ہیجان اور منافرت کا ایک طوفان پیدا کر دیا تھا۔

☆

انقلاب ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کو پھانسی کے لیے لاہور لایا جائے۔

حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری کے نام میاں طالع مند کا پیغام

میاں علم الدین کے والد میاں طالع مند نے حسب ذیل پیغام چیف سیکرٹری حکومت پنجاب کو بھیجا ہے۔

''قتل راج پال کے مقدمہ میں علم دین کی اپیل خارج ہو گئی ہے اور پریوی کونسل نے سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا ہے وہ آج کل میانوالی جیل میں ہے اور اس کے رشتہ دار اتنے غریب ہیں کہ موت سے پہلے اس کی ملاقات کے لیے وہاں نہیں جا سکتے۔ التجا ہے کہ اسے لاہور لایا جائے اور اس کی نعش میرے حوالے کر دی جائے تا کہ اسے اس کے حسب خواہش لاہور میں دفن کر دیا جائے۔''

طالع مند والد علم دین

☆

Marfat.com

۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم دین کو لاہور میں پھانسی دیا جائے

آپ کے والد کا تار حکومت کے نام

میاں علم الدین کے والد میاں طالع مند (مرید والا بیڈ لاہور) نے چیف سیکرٹری حکومت پنجاب اور انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات پنجاب کے نام ذیل کا تار بھیجا:

"مقدمہ راج پال کے مقدمے میں علم الدین کی اپیل نامنظور ہو چکی ہے۔ پریوی کونسل نے سزائے موت کو بحال رکھا ہے۔ علم الدین میانوالی جیل میں ہے۔ اس کے اعزا بہت غریب ہیں اور اس کی موت سے پہلے میانوالی جا کر اس سے ملاقات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ میری استدعا ہے کہ اسے لاہور لایا جائے اور اس کی نعش میرے حوالے کی جائے تا کہ میں اس کی وصیت کے مطابق یہاں دفن کر سکوں۔"

"انقلاب" — میاں طالع مند اس سے قبل بھی چیف سیکرٹری کو اسی قسم کا ایک تار بھیج چکے ہیں جس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ حکومت کی یہ خاموشی قابل افسوس ہے۔ میاں علم الدین جب پھانسی کی سزا پا چکیں گے تو انگریزی قانون کا تقاضا پورا ہو چکے گا۔ ہمارے نزدیک حکومت کو چاہیے کہ انتقام کو اس جگہ سے متجاوز نہ ہونے دے اور پھانسی کے بعد مرحوم کی نعش اس کے اعزا کے حوالے کر دے تا کہ وہ باقاعدہ اس کی تجہیز و تکفین کر سکیں۔ عام طریقہ تو یہ ہے کہ جو شخص جس ضلع کا رہنے والا ہو اسی میں لا کر اس کو پھانسی دی جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت پنجاب میاں طالع مند کی اس معقول استدعا کو منظور کرنے میں ہرگز تامل سے کام نہ لے گی۔

Marfat.com

انقلاب ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

علم الدین کی پھانسی کے متعلق اس کے باپ کی درخواست

لاہور۔ ۲۳ر اکتوبر: کل میاں علم الدین کے والد میاں طالع مند نے صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور کو بہ ذریعہ پیغام برقی درخواست ارسال کی تھی کہ میرے لڑکے کو پھانسی دینے سے قبل لاہور لایا جائے تا کہ ہم اس سے ملاقات کرسکیں۔ اس کے جواب میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے رائے صاحب نتھو رام سٹی مجسٹریٹ کو لکھا ہے کہ میاں طالع مند کو اطلاع دے دی جائے کہ اس معاملہ میں تم سے بڑی ہمدردی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ تم شفقت پدری کی وجہ سے ایسا کر رہے ہو جو ایک فطری اَمر ہے لیکن حکومت تمہاری درخواست کو قبول کرنا مناسب خیال نہیں کرتی۔ البتہ حکومت تمہیں تمہارے رشتہ داروں اور دوستوں کو جو میاں علم الدین سے ملاقات کے لیے میانوالی جانا چاہیں۔ سفر خرچ دینے کے لیے تیار ہے۔ میاں طالع مند نے حکومت کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چناں چہ معلوم ہوا ہے کہ آج میاں طالع مند اپنے احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ اپنے خرچ پر علم الدین سے ملاقات کے لیے میانوالی گئے ہیں۔

☆

میاں علم دین کی پھانسی کی تاریخ ابھی مقرر نہیں ہوئی

لاہور۔ ۲۴ر اکتوبر: میاں علم دین کے والد میاں طالع مند کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہونے پر تمام شہر میں۔۔۔ بجلی کی سرعت کے ساتھ پھیل گئی تھی کہ ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کرنے والے میاں علم الدین کو کل صبح سات بجے جام شہادت پلایا جائے گا لیکن اب آٹھ بجے شام کے میانوالی سے میاں طالع مند کا حسب ذیل برقی پیغام طاہر دین ۔۔ انارکلی لاہور کے نام موصول ہوا ہے:

Marfat.com

''غلط اطلاع بھیجی گئی۔ تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ دوسرے تار کا انتظار کرو۔''

میاں علم دین کا عزم واستقلال

میاں علم الدین کی والدہ محترمہ جب ان کو پریوی کونسل کی اپیل کی نامنظوری کے بعد میانوالی جیل ملنے کو تشریف لے گئیں تو اپنے بچے کو جیل کے کپڑوں میں دیکھ کر چیخ نکل گئی۔ علم دین نے وجہ دریافت کی تو اس کی والدہ نے اپیل کی نامنظوری کا حال بیان کیا۔ غازی نے سن کر ''الحمدللہ'' کا کلمہ پڑھا اور والدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو یاد نہیں رہا کہ ایک رات کو میں خواب میں ڈر گیا تھا اور آپ نے مجھے محبت مادری سے آغوش میں لے کر وجہ دریافت فرمائی تھی، اس وقت اظہار مناسب نہیں تھا، یہ اُس خواب اور ارشاد کی تعبیر ہے۔ مجھے فرمایا گیا تھا کہ؛

> ''تجھے میرے عشق کے جرم میں عن قریب پھانسی پر چڑھنا ہوگا اور تُو خوش ہو کہ میرے حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھی ہوگا''

تُو گھبرا نہیں۔ میں خوشی خوشی تکبیر اور کلمہ کا وِرد کرتا ہوا تعمیل حکم میں پھانسی کے تختہ پر جاؤں گا۔ میں تم کو دیکھوں گا البتہ تُو مجھے حیات مستعار میں نہ دیکھ سکے گی۔ میں عین راحت میں ہوں۔ تُو نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ کا حال نہیں سنا کہ دوسروں کے لیے آگ اور اُن کے لیے گلزار تھی!!!

تُو نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چاہ میں گرنے کا حال نہیں سنا!!!

کیا تجھے اور مجھے ہمیشہ زندہ رہنا ہے؟ نہیں، مرنا ہے۔ آج بھی مرنا ہے پچاس سال بعد بھی مرنا ہے۔

میری چارپائی کو بانس باندھ دینا کہ عوام کو تکلیف نہ ہو۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کی پھانسی کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی

والدہ اور عزیزوں کو میاں صاحب کی وصیتیں

مکرمی بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار انقلاب، لاہور!

السلام علیکم۔ میاں علم الدین کے والد کا تار جو جناب کی خدمت میں برائے اشاعت روانہ کیا گیا تھا۔ شائع ہو چکا۔ تار کے چھپنے اور ۲۵ تاریخ کے گزرنے پر مختلف افواہیں سننے میں آئیں۔ ان کے متعلق صرف یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تمام افواہیں قطعاً غلط ہیں۔

آج چھ بجے شام کے قریب میانوالی سے میاں علم الدین کے رشتہ داروں میں سے آدمی آیا ہے، اُس نے تمام افواہوں کی تکذیب کی ہے۔ یہ شخص کل رات کے دس بجے وہاں سے روانہ ہوا تھا۔ اس وقت تک پھانسی کے لیے تاریخ کا کوئی تعین نہیں ہوا تھا۔ دریافت پر انہوں نے کہا کہ میاں علم الدین کو جب سب رشتہ دار ملے تو انہوں نے فرمایا کہ؛

"تم سے کوئی بھی رو کر مجھے نہ ملے ورنہ اس سے منہ موڑ لیا جائے گا۔ میرا بھائی اب اکیلا رہ جائے گا تم سب اس کو اپنا بھائی سمجھنا۔ مجھ کو وفات کے بعد یہاں غسل دینا اور جنازہ بھی یہاں ہی پڑھنا تا کہ میانوالی کے مسلمانوں کی دعا سے بھی میں فائدہ اُٹھاؤں۔ راستے میں جو اسٹیشن آئے اور اس پر گاڑی ٹھہرے، بہ آواز بلند کلمہ شریف کا ذکر کرنا۔ اس سے میری رُوح خوش ہو گی۔ لاہور پہنچ کر پھر مجھے غسل دینا اور اگر ہو سکے تو وہ چارپائی جس پر حضرت مولوی تاج الدین صاحب کی نعش لے جائی گئی تھی۔ ضرور مہیا کر لینا۔ پھر میرا جنازہ چوبرجی والی گراؤنڈ میں لاہور کے مسلمانوں کی دعائے خیر کے لیے پڑھنا۔"

Marfat.com

قبر کے متعلق ہدایات

میری قبر پختہ نہیں بلکہ کلی تیار کرانا۔ ہاں اس کی حفاظت کے لیے ایک گھڑا بنا لینا اور قبر کے گرد میرا والد کٹہرہ اپنے ہاتھ سے تیار کرے اور چار گملے گلاب کے درخت کے قبر کے چار کونوں پر رکھنا۔

قبر کے قرب میں آپ کو درخت لگانے کی ضرورت نہیں۔ میری قبر ننگی ہوتا کہ بارانِ رحمت کی بُوندیں اس پر آنے سے نہ رکیں۔

صندوق میں رکھ کر پختہ قبر نہ بنانا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہوں۔ سوائے اس کے اور مجھ میں کوئی صفت نہیں اور سنت طریق پر دفن ہونا چاہتا ہوں۔ جب تم سے کسی کو میرے ملنے کی خواہش ہو تو درود شریف اور آیت کریمہ پڑھ کر سو جانا۔ میں ان شاء اللہ ضرور ملوں گا۔

والدہ سے گزارشیں

پھر ماں سے مخاطب ہو کر کہا کہ؛

تُو اپنا دودھ بخش دے اور تُو خوش ہو کہ مجھے ایسی موت نصیب [ہو رہی ہے] جس کے لیے بڑے بڑے غازی آرزو رکھتے تھے۔ یہ [مالک کی] دَین ہے کہ آگ لینے جائے اور پیغمبری لے کر آئے۔ میرے جیسا حقیر اور گنہ گار اور یہ احسان ربی!!!

پھر فرمایا:

منشی طاہر الدین صاحب کو اور ان کے ملنے والوں کو السلام علیکم کہہ دینا۔

آنے والے شخص نے میانوالی کے مسلمانوں کی مہمان نوازی اور اخوت اور حسن اخلاق کی بہت تعریف کی۔ جزاھم اللہ!

طاہر الدین

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم دین قاتل راج پال کا اہم بیان

جس ملک میں میرے آقا کی توہین ہو اُس کا امن بحال نہیں رہ سکتا۔
میں پھانسی کے رسّے کو بوسہ دے کر گلے میں ڈالوں گا

لاہور۔ ۲۸ر اکتوبر: میاں علم دین کے والد میاں طالع مند نے حسب ذیل برقی پیغام میانوالی سے روانہ کیا ہے۔ ہم یہاں راج پال کے قاتل علم دین کی شہادت کے دن کا انتظار ۲۳ر اکتوبر سے کر رہے ہیں کیوں کہ ڈپٹی کمشنر لاہور نے ہمیں یہی اطلاع دی تھی۔ مہربانی فرما کر پھانسی کی تاریخ کا پتہ لے کر اطلاع دیں اور ساتھ ہی میاں علم دین کی وصیت کے مطابق اسے لاہور میں دفن کرنے اجازت حاصل کریں۔

میاں طالع مند کا ایک خط جو منشی طاہر دین کو موصول ہوا ہے-اس میں لکھا ہے کہ جس وقت ہم ملاقات کے لیے اندر جانے لگے تو برخوردار نے کہلا بھیجا کہ جو میرے سامنے آ کر روئے گا میں اُس سے نہیں بولوں گا۔ سب لوگوں سے اس بات کا عہد لیا گیا۔ راستہ میں ملکوال اسٹیشن پر اتفاق سے مولانا احمد علی صاحب خطیب شیرانوالہ بھی مل گئے۔ آپ نے بھی ہم سب کو یہی تلقین کی کہ کوئی شخص میاں صاحب کے سامنے جا کر نہ روئے۔ مولانا صاحب خوشاب کے اسٹیشن پر میاں علم دین کے لیے دعا کر کے اُتر گئے۔ اس تلقین نے بھی ہم پر بہت اَثر کیا تھا لہذا ہم خوشی خوشی برخوردار سے ملے۔ ہمیں پانچ دستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر دستے میں ۱۴،۱۴ آدمی تھے جب پہلا دستہ برخوردار کے پاس گیا تو برخوردار کھڑا ہو گیا۔ دوسرے اور تیسرے دستے میں صرف عورتیں تھیں۔ برخوردار نے اپنی والدہ سے کہا کہ؛

”اماں خدا کا شکر کرو کہ میں ایسی شان دار موت مر رہا ہوں جو حقیقت میں موت نہیں۔“

برخوردار کو روزہ تھا لیکن وہ سب کو پانی پلاتا تھا۔ آپ نے کہا کہ؛

Marfat.com

''میرے جنازے کو لاہور لے جائیں۔ میں نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے کہہ دیا کہ وقت مقررہ پر میرے ہاتھ نہ باندھیں کیوں میں خود بہادروں کی طرح جان دینا چاہتا ہوں اور رسّے کو بوسہ دے کر پھانسی کے تختے پر چڑھوں گا۔''

آپ نے اپنے بھائی سے کہا کہ؛

''میرے بعد تم اکیلے نہیں بل کہ سب مسلمان تمہارے حقیقی بھائی ہیں۔''

آپ نے فرمایا کہ؛

''مجھے ہندوؤں کے ساتھ کوئی عداوت نہیں جب میں لاہور جیل میں سردار بھگت سنگھ کو ملا تھا تو میں نے انہیں کہہ دیا تھا کہ راج پال مفسدہ پرداز تھا جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد برپا کر رکھا تھا لہٰذا میں نے اس کا کام تمام کر دیا تا کہ میرا ملک امن سے زندگی بسر کرے کیوں کہ جس ملک میں میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کچھ) کہا جائے اس میں اَمن قائم نہیں رہ سکتا۔''

آپ نے کہا کہ میں کچھ شعر لکھ رہا ہوں وہ آپ کو آخری ملاقات میں دوں گا۔ آپ نے وصیت کی کہ میری قبر کچی ہو اور مجھے خاندانی قبرستان میں دفن کیا جائے۔

میاں طالع مند کا بیان ہے کہ میاں علم دین کا وزن آج کل ۱۴۰/ پونڈ ہے۔ ۲۲/مئی ۱۹۲۹ء کو آپ کا وزن ۱۲۸/ پونڈ تھا۔

آپ نے کہا کہ پانچ دفعہ کی ملاقات میں ہم ۳۷۵/روپے خرچ کر چکے ہیں اور ابھی ستر (۷۰) آدمیوں کو واپس جانا ہے۔

☆

Marfat.com

انقلاب یکم نومبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کو جمعرات کے دن پھانسی دی جائے گی

میت کو لاہور لانے کی اجازت دینے سے انکار

علم الدین کے والد ماجد کے برقی پیغامات

میاں طالع مند صاحب کا تار منشی طاہر دین صاحب انارکلی لاہور کو ملا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

علم الدین کو بہ تاریخ ۳۱ راکتوبر کو پھانسی دی جائے گی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل سے کوئی اطلاع نہ ملنے پر ہم ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے جس نے بتایا کہ علم الدین کو کل پھانسی دی جائے گی لیکن میت کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دیتے۔ براہِ کرم یہ صیغہ ''ضروری تار بھیجئے'' کہ کیا کیا جائے۔

(طالع مند، میانوالی)

یہ تار آج شام کو پونے پانچ بجے میانوالی سے روانہ ہوا۔ چھ بجنے میں تقریباً دس منٹ تھے کہ منشی صاحب کے مکان پر پہنچا اس کے جواب میں بہ صیغہ ضروری مندرجہ ذیل تار دیا گیا ہے۔

''گورنر کو تار دیا جائے کہ قتل راج پال کے ملزم علم الدین کے پھانسی پا جانے کے بعد اس کی میت کو لاہور لے جانے کی ڈپٹی کمشنر اجازت نہیں دیتا۔ حضور گورنر براہِ نوازش علم الدین کی میت کو لاہور لا کر تجہیز و تکفین کی اجازت مرحمت فرمائیں۔''

''انقلاب'' ۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ پہلے بعض ذمہ دار اربابِ حکومت نے میاں طالع مند صاحب والد ماجد میاں علم الدین کو یقین دلایا تھا کہ ان کے لختِ جگر کی میت کو اس کی وصیت کے مطابق لاہور لانے کی اجازت دی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ میت بادامی باغ کے اسٹیشن پر اُتاری جائے اور شہر سے باہر باہر یعنی سرکلر روڈ سے لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں پہنچا کر دفن کر دی جائے۔ اس کے مطابق میاں طالع مند صاحب اور ان کے اعزا و اقربا میانوالی

Marfat.com

میں اب تک بیٹھے ہیں۔ حکومت نے پہلے ۲۵ ر تاریخ پھانسی کے لیے مقرر کی تھی لیکن بعد میں بوجوہ غیر معلوم یہ تاریخ بدل دی گئی اور اب میت کو لاہور لانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے، یہ کھلی ہوئی بے انصافی ہے۔ ہم ذمہ دار ارباب حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میاں علم الدین کی وصیت کے مطابق اس کی میت کو لاہور لانے کی اجازت دی جائے۔ حکومت اس سے قبل جتندر ناتھ داس کی میت کو لاہور سے کلکتہ لے جانے کی اجازت دے چکی ہے، کوئی وجہ نہیں کہ میاں علم الدین کے متعلقین کے ساتھ بے انصافی برتی جائے۔

میاں علم دین کی شہادت کا فیصلہ

مسلمانانِ لاہور کا اضطراب اور جوش

میاں صاحب کی میت لاہور لانے کی اجازت کا زبردست مطالبہ

لاہور۔ ۳۰ ر اکتوبر: یہ خبر کہ میاں علم دین کو کل صبح جام شہادت پلا دیا جائے گا اور ورثاء کو ان کی میت لاہور لانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ شہر میں بجلی کی سُرعت رفتار کے ساتھ پھیل گئی اور لوگ مضطرب ہو کر اخباروں کے دفتروں کی طرف خبر کی تصدیق معلوم کرنے کے لیے جوق جوق آنے لگے۔ منادیوں اور ڈھنڈورچوں نے ڈھول اور نقاروں کی صداؤں کے ساتھ خود بخود شہر میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگ مختلف جلوسوں کی شکل میں مرتب ہو کر شہر کا گشت کرنے لگے۔ ہر طرف سے ''اللہ اکبر'' اور ''غازی علم دین زندہ باد'' کے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ مسلمان عام طور پر اس خبر پر بہت مشتعل ہو رہے ہیں کیوں کہ حکومت نے مسٹر جتندر ناتھ داس کی نعش کو ہندوؤں کی ایجی ٹیشن (Agitation) سے ڈر کر کلکتہ لے جانے کی اجازت دے دی تھی اور میاں علم دین کی میت کو لاہور لانے سے روکنے میں حکومت نے مسلمان قوم کی سخت توہین کی ہے۔

چوں کہ جلوس بہت بڑھ گیا تھا اس لیے رات کے نو بجے کے قریب باغ بیرون موچی دروازہ میں آ کر جلسہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ مجمع خود بخود بیس پچیس ہزار کے قریب ہو گیا۔ میاں محمد بخش مسلم صدر قرار پائے۔ ڈاکٹر سلطان احمد اور دیگر اشخاص نے برجستہ تقریریں

Marfat.com

کیس اور اس امر کی قرارداد منظور کی گئی کہ حکومت کو چاہیے کہ میاں علم دین کی نعش کو بلا شرط اس کے ورثا کے حوالے کر دے تاکہ وہ میاں صاحب موصوف کی وصیت کے مطابق اسے لاہور لا کر دفن کر سکیں نیز فیصلہ ہوا کہ کل صبح مسلمان ہڑتال کریں۔

گورنر اور دیگر حکام کو برقی پیغامات

لاہور کی مختلف مقتدر اسلامی انجمنوں ذی اثر معززین شہر اور عامۃ الناس کی طرف سے گورنر پنجاب چیف سیکرٹری حکومت پنجاب ڈپٹی کمشنر میانوالی اور بعض دیگر حکام اعلیٰ کو برقی پیغامات بصیغۂ ضروری بھیجے گئے جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ میاں علم دین کے ورثا کو ان کی نعش لاہور لانے کی اجازت دے دیں۔

مجلس خلافت پنجاب کا تار

مجلس خلافت پنجاب (الحاق شدہ مرکز) نے حسب ذیل برقی پیغام گورنر چیف سیکرٹری حکومت پنجاب، وزیر مال کو بھیجا۔

"ڈپٹی کمشنر میانوالی نے میاں علم دین کی میت کو ان کی وصیت کے مطابق لاہور واپس لانے کے لیے ان کے ورثا کو دینے سے انکار کر دیا ہے۔ گورنر صاحب سے درخواست ہے کہ وہ میت مذکور کو لاہور میں دفن کرنے کی اجازت دے دیں۔

ڈاکٹر سلطان محمود

سیکرٹری مجلس خلافت پنجاب

ہڑتال کا فیصلہ

نیز جلسہ میں فیصلہ کیا گیا کہ کل مسلمان سارے شہر میں ہڑتال کریں۔ معلوم ہوا ہے کہ تمام تجارتی منڈیوں کے چوراہوں کے لیے کاروبار بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

☆

Marfat.com

انقلاب یکم نومبر ۱۹۲۹ء

لاہور میں مسلمانوں کا ہیجان واضطراب

ہڑتال جلسے جلوس اور پُر جوش مظاہرے

رضا کاروں کی بھرتی شروع

مسلمانان لاہور کا اضطراب اور جوش: جس وقت سے یعنی ۲۰/اکتوبر کی شام سے یہ خبر ملی تھی کہ حکام نے میاں علم الدین شہید کی نعش کو لانے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں کے مسلمانوں میں حکومت کے خلاف ایک زبردست ہیجان کی لہر دوڑ گئی۔ رات کے جوش واضطراب کی کیفیت ہم گزشتہ اشاعت میں درج کر چکے ہیں، صبح ہوئی تو شہر بھر میں مسلمانوں کی تمام دکانیں بند تھیں اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق تھا ہر طرف مکمل ہڑتال نظر آتی تھی۔ لوگ صبح ہی سے جلسہ گاہ یعنی دہلی دروازہ میں آنے شروع ہو گئے تھے۔ ہر طرف جوش وخروش کا عالم تھا۔ ''غازی علم الدین زندہ باد''، ''ڈپٹی کمشنر مردہ باد''، ''استبداد کا بیڑا غرق'' کے نعرے سنائی دے رہے تھے۔

پولیس کا مظاہرہ

مسلمان تو [اس لیے] مضطرب ہوئے تھے کہ [حکومت] نے میاں صاحب شہید کی [نعش ورثاء] کے حوالے اور لاہور لانے سے انکار کر دیا تھا لیکن پولیس جسے رات بھر چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا تھا۔ صبح سویرے ہی سرکار انگریزی کے رعب کا مظاہرہ کرنے لگی۔ ہر طرف پولیس کے متحرک دستے گشت کرنے لگے۔ مسلح گاڑیاں، پولیس کے سپاہیوں سے بھری ہوئی لاریاں گھومنے لگیں۔

دہلی دروازہ کا جلسہ

دس بجے دن سے پہلے پہلے دہلی دروازہ کے باغ میں بیس پچیس ہزار مسلمانوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا اور جلسہ کی کارروائی چودھری محمد گھسیٹا کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ ان کے جانے پر ملک بھو کو صدر چنا گیا۔ مولوی مظہر علی اظہر، مولانا ظفر علی خان اور دیگر حضرات نے تقریریں کی

Marfat.com

اور سب نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ پولیس کے اشتعال دلانے پر بھی مشتعل نہ ہوں۔ جلسہ میں گورنر کو تار بھیجنے کا فیصلہ ہوا اور اسی وقت بھیجا گیا۔

جلوس

جلسہ گاہ سے سارا ہجوم جلوس کی شکل میں مرتب ہو کر شہر میں گیا۔ تیس ہزار سے زائد مسلمان ننگے سر بانی کو توالی ہوتے ہوئے چوک مفتی باقر میں گئے اور میاں علم دین شہید کے مکان سے ہوتے ہوئے بازار تیزابیاں، ڈبی بازار، چوک سر جن سنگھ، واٹر ورکس، ہیرا منڈی، بازار حکیماں میں سے گزرے اور بھاٹی دروازہ سے نکل کر باغ میں سے ہوتے ہوئے موچی دروازہ میں آ گئے۔ اس سے قبل لاہور میں اتنا عظیم الشان جلوس نہ نکلا تھا۔ اس جلوس کا انتظام کسی جماعت کے ہاتھ میں نہ تھا لیکن جلوس بڑا کامیاب رہا۔ راستہ میں زبردست نعرے لگائے گئے۔ اسلامی حمیت کا ایک بے پایاں سمندر تھا جو لاہور کے بازاروں میں اُمڈا چلا آ رہا تھا۔

ہجوم میں بعض پُر جوش اشخاص نے یہ کہا کہ ہمیں گورنمنٹ ہاؤس تک جلوس لے جانا چاہیے۔ بعض ایسے لوگ بھی شامل ہو رہے تھے جو مسلمانوں کے مشتعل جذبات سے فائدہ اُٹھا کر فساد برپا کرنا چاہتے تھے لیکن ذمہ دار اصحاب نے ہجوم کو سمجھایا کہ جو کام کیا جائے وہ صبر اور تحمل کے ساتھ ہونا چاہیے۔

عام ہڑتال

شہر میں ہڑتال کے لیے کوئی خاص تحریک و تجویز نہیں ہوئی تھی اور پھانسی کی تاریخ مقرر کرنے کی اطلاع بدھ کی رات کو بڑی دیر میں ملی تھی۔ تمام رات جو جلوس شہر میں پھرا تھا، اس میں ہزاروں آدمی جمع ہو گئے تھے کہ صبح ہوتے ہی دکانیں بند کرنے کی تحریک ہوئی اور نو دس بجے تک سارے شہر کی اسلامی دکانیں بند ہو گئیں۔

برکت علی مسلم ہال میں مشورہ

مولانا سید حبیب، ڈاکٹر سلطان محمد، شیخ حسن دین وکیل، ملک لال دین قیصر، میاں عبدالعزیز کے مکان پر گئے۔ وہاں فیصلہ ہوا کہ گورنر کے پاس وفد بھیجا جائے۔ شیخ حسن دین اور میاں عبدالعزیز کے دستخطوں سے اکابر لاہور کا ایک جلسہ تین بجے برکت علی محمڈن ہال میں بلایا گیا جس میں اکابر اور رضا کاروں کے ایڈیٹر موجود تھے، علامہ اقبال صدر قرار پائے۔ چوں کہ

Marfat.com

گورنر کے متعلق کوئی قطعی اطلاع نہ تھی کہ کہاں ہے، اس لیے جلسے کی رائے کے مطابق علامہ اقبال نے مسٹر سٹو ممبر فنپانس سے فون پر وقت مقرر کر کے ان سے ملاقات کی۔ جہاں مسٹر ایمرسن چیف سیکرٹری بھی موجود تھے۔

علامہ اقبال کی مساعی

یہ گفتگو تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہی جس میں ڈاکٹر صاحب نے مسلمانانِ لاہور کے جذبات کی ترجمانی کی۔ قیام امن کی ذمہ داری اُٹھائی۔ میت کے لیے راستہ مقرر کرانے پر رضا مندی کا اظہار کیا مگر آخری جواب یہ ملا کہ گورنر کی رائے کے مطابق میت کو میانوالی دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اب گورنر کی رائے کے بغیر اس حکم میں رَدوبدل نہیں ہو سکتا۔

تاروں پر سنسر

اس دوران میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تاروں پر سنسر ہے اور جو تار یہاں سے بھیجا جاتا ہے وہ روک لیا جاتا ہے یا دیر میں پہنچایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن بھر میں جتنے تار دیے گئے ان کا کوئی جواب نہ آیا۔

گورنر کا پتہ نہ ملا

چھ بجے کے قریب علامہ اقبال مسٹر سٹو اور مسٹر ایمرسن سے مل کر برکت علی محمڈن ہال میں آئے۔ جہاں لوگ بدستور جمع تھے۔ علامہ ممدوح نے ساری حقیقت بیان کر دی۔ دوبارہ فیصلہ ہوا کہ وفد بھیجا جائے لیکن اب مصیبت یہ پیش آئی کہ گورنر کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ جس ذمہ دار سے پوچھا گیا اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ جمع شدہ اصحاب کا خیال تھا کہ دیدہ و دانستہ گورنر کے پتہ سے لاعلمی ظاہر کی جارہی ہے۔ آخر جلسہ مشورت ملتوی کیا گیا۔ علامہ اقبال، میاں امیر الدین اور میاں عبدالعزیز آخر الذکر کے مکان پر چلے گئے تا کہ فون کے ذریعہ سے تحقیق کریں کہ آیا گورنر گجرات میں ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ زیادہ رِوایات یہی تھیں کہ وہ گجرات میں ہیں۔ مولانا سید حبیب شاہ اور غلام رسول مہر جلسہ عام میں چلے گئے۔

عظیم الشان اجتماع

جلسہ گاہ میں اس۔۔۔ جمع تھے اور ابھی بے شمار لوگ آرہے تھے۔ مسلمانوں میں بے حد جوش تھا۔ پولیس کے آدمی بہ کثرت موجود تھے۔ کوتوالی کے سامنے خاص انتظام تھا۔ گورہ فوج

Marfat.com

۔۔توپیں اور موٹریں موجود تھیں۔ جلسہ گاہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ مولانا ظفر علی خان ایک تار سنا گئے ہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ پھانسی دے دی گئی اور جیل کے قبرستان میں شہید کو دفن کر دیا گیا ہے۔ مسٹر منور شیر دل کی تقریر کے بعد قیصر صاحب نے ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔ پھر مولانا ظفر علی خان اور مولانا سید حبیب شاہ صاحب نے یکے بعد دیگرے تقریریں فرمائیں جن میں تجویز پیش کی گئی کہ ایک کمیٹی بن جائے اور جتھ بندی شروع کر دی جائے تاکہ ان جتھوں سے جو کام مناسب ہو، لیا جائے۔

سنا گیا ہے کہ رات کے گیارہ بجے کے قریب مسلمانوں کے اجتماع نے دفتر ''زمیندار'' کے نیچے مظاہرہ کیا اور مولانا ظفر علی خان سے استدعا کی کہ وہ پہلے جتھے کی قیادت فرمائیں۔ مولانا نے انہیں سمجھا کر رخصت کیا۔

☆

انقلاب یکم نومبر ۱۹۲۹ء

سرتاج کائنات کی شمع حرمت کا پروانہ شہید ہو گیا

میانوالی جیل میں نماز کے بغیر میت کی تدفین

میانوالی۔ ۳۱ راکتوبر: آج صبح سات بجے میاں علم الدین کو میانوالی جیل کے اندر پھانسی کے تختے پر شہید کر دیا گیا۔ آٹھ بجے لاش اُتار لی گئی اور ۹ بجے حکام جیل نے شہید کے جسد پاک کو بغیر جنازہ کے سپرد خاک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تختۂ دار کا منظر

میانوالی سے آنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ علی الصبح میاں صاحب کو غسل دیا گیا اور جیل کے قواعد کے مطابق سیاہ لباس پہنایا گیا۔ ساڑھے چھ بجے داروغہ جیل سپرنٹنڈنٹ اور ڈاکٹر چند اور اشخاص کے ہمراہ پھانسی کی کوٹھری کے سامنے پہنچے۔ میاں صاحب کی مشکیں کسی ہوئی تھیں لیکن ان کے چہرہ پر بشاشت، طمانیت اور تسکین خاطر کا نور چمک رہا تھا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ؛

Marfat.com

میں حاضر ہوں۔ بسم اللہ چلیئے۔

داروغہ انہیں سپاہیوں کے گھیرے میں لے کر تختۂ دار کی طرف روانہ ہوئے۔ حرمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فدائی نے تختہ پر کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا کہ؛

مجھے پھانسی کی رسّی کو بوسہ دینے کی اجازت دی جائے۔

چناں چہ آپ نے رسّی کو چوما اور کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے پھندے کو گلے میں ڈال لیا۔ سیاہ ٹوپی پہننے سے پہلے آپ جیل کے مسلمان ارکان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور یہ شعر پڑھا:

بنا کردند خوش رسمے بخاك و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاك طینت را

ٹھیک سات بجے تختہ گرا دیا گیا اور آپ واصل بحق ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

میاں صاحب ہشاش بشاش تھے اور اپنے اقربا سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ لوگ رو رہے تھے لیکن آپ انہیں تسکین دے رہے تھے۔

شہید علم الدین کے آخری اوقات

والد ماجد شہید کا رقت انگیز بیان

میاں طالع مند نے حسب ذیل بیان دیا ہے:

میانوالی میں غازی صاحب کے شہید ہونے کی خبر آناً فاناً مشتہر ہو گئی۔ بدھ کی رات کو نو بجے کے قریب موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل اور داؤد خیل کے مسلمان شہید کے آخری درشن اور نماز جنازہ کے لیے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ جیل سے لے کر شہر تک ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کا ایک سمندر لہریں مارتا نظر آتا تھا۔

غازی صاحب کی وصیت کے مطابق وہ لوگ اپنے ساتھ ڈھول لائے ہوئے تھے اور ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعروں میں اس زور سے ڈھول بجاتے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ لوگ ریتلے میدان میں رات بھر درود شریف پڑھتے رہے اور ان کی یہ بڑی تمنا تھی

Marfat.com

کہ وہ صبح اول ہی اول شہید کا چہرہ مبارک دیکھیں گے۔

جام شہادت

بروز جمعرات صبح آٹھ بجے کے قریب غازی صاحب کو جام شہادت پلایا گیا۔ آپ کے چہرے سے مسرت ٹپکتی تھی اور وہ ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ تمام دوسرے قیدی آپ کے جواب میں اس قدر زور سے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگاتے کہ باہر تک آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

غازی صاحب کو آپ کے ورثا سے آخری ملاقات کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ پونے نو بجے آپ کو دار سے اُتارا گیا۔ پُر امن ہجوم شہید کو دیکھنے کے لیے بیتاب تھا۔ ان کی نگاہیں جیل کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ دس بجے کے قریب غازی صاحب کی لاش کو ایک چارپائی پر ڈال کر جیل سے باہر لایا گیا۔

میانوالی کی تمام پولیس شہر کے مختلف حصوں اور جیل کی سڑک پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس، سپرنٹنڈنٹ ان کو جیل کے قریب لاوارثوں والے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا جائے گا۔ خان محمد اکبر خاں صاحب نے ہر ممکن طریقہ سے یقین دلایا کہ میں بذات خود اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ غازی صاحب کی لاش کو بغیر کسی شور وغوغا کے لاہور پہنچا دوں گا۔ آپ کو چاہیے کہ آپ غازی صاحب کی لاش کو ان کے ورثا کے حوالے کر دیں تا کہ وہ غازی صاحب کی وصیت کے مطابق اس کو لاہور لے جائیں۔ لیکن ان کی ہر ایک آرزو کو ڈپٹی کمشنر نے ٹھکرا دیا۔ آخر میں محمد اکبر خاں صاحب نے کہا کہ اچھا شہید کو شہر والے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دی جائے لیکن اس بات کی بھی پروا نہ کی گئی اور اس لاش کو جس کے وارث دنیا کے بیالیس کروڑ مسلمان ہیں۔ جانب دار ظالم حکومت نے لاوارثوں کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پولیس کا تشدد

حکومت کی طرف سے ظلم وتشدد کے باوجود ہجوم شہید کا چہرہ دیکھنے کے لیے بیتاب تھا۔ گروہ کے گروہ اس میدان کی طرف بڑھے۔ جہاں غازی موصوف کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے حکم دیا کہ لاش کو اُٹھا کر لے چلو۔ لوگ جنازے کے پیچھے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے پُر امن طریقے سے ہوئے۔ جب شہید کے جنازے کو لاوارثوں کے قبرستان میں لے جا

Marfat.com

کر رکھا گیا تو اس وقت تمام ہجوم قبرستان کے سامنے سڑک پر عاشق رسول کے چہرۂ انور کو دیکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ حکام نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اب گھروں کو نہیں جاتے تو سپرنٹنڈنٹ پولیس نے سپاہیوں کو پُرامن ہجوم پر پتھر برسانے کا حکم دیا جس پر لوگ پتھر کھاتے رہے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے اپنے اختیارات کا خیال نہ کرتے ہوئے پولیس کو حکم دیا کہ گولی چلاؤ۔ لیکن ڈیوٹی مجسٹریٹ نے اجازت نہ دی۔ آخر پولیس کو لاٹھیاں برسانے کا حکم دیا گیا اور نوکر شاہی نے دل کھول کر حسرتیں نکالیں۔

پولیس اپنی ہمت مردانہ میں مشغول تھی۔ ادھر ڈپٹی کمشنر نے غازی صاحب کے لاشے کو ایک کھودے ہوئے گڑھے میں رکھوانا چاہا۔ وہ گڑھا غازی صاحب کی لاش کے لیے کافی نہ تھا۔ اس کی کوئی اسامی نہ تھی۔ ایک فرزند توحید کو بغیر کفن گڑھے میں ڈال دیا گیا اور نماز جنازہ کی بھی اجازت نہ دی گئی۔

علم دین زندہ باد

تختۂ دار پر غازی علم دین کی وصیت جو انہوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو لکھوائی۔ وہ بھی دینے سے انکار کر دیا گیا۔ غازی علم دین صاحب کو جب کوٹھڑی سے نکال کر تختۂ دار پر لے گئے تو آپ کلمہ شریف اور ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ آپ نے جلاّد سے کہا کہ تُو مسلمان نہیں، اس لیے تُو اپنے ہاتھ میرے گلے میں نہیں ڈال سکتا۔

جلاّد نے جواب دیا کہ مسلمان ہوں۔

غازی صاحب نے سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ تُو گواہی دیتا ہے کہ یہ مسلمان ہے؟

اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ مسلمان ہے۔

پھر میاں علم دین مسکرائے اور جام شہادت پینے کے لیے خود کو آقائے دو جہاں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نثار کر دیا۔

میاں طالع مند کی تشریف آوری

لاہور۔ یکم نومبر: علم الدین کے والد طالع مند نے میانوالی سے تار بھیجا تھا کہ وہ ۴ بجے بعد دوپہر لاہور پہنچیں گے۔ چناں چہ اس وقت مسلمانوں کا جم غفیر اسٹیشن پر جمع ہو گیا۔ ''علم دین زندہ باد'' کے نعرے لگائے گئے۔ سوا چار بجے کے قریب ٹرین پہنچی اور میاں طالع مند باہر آئے،

Marfat.com

عوام نے دلی خلوص سے آپ کا استقبال کیا۔

سول نافرمانی کے لیے رضا کاروں کی بھرتی

لاہور۔ یکم نومبر: میانوالی پہنچ کر علم الدین نعش حاصل کرنے کے لیے سول نافرمانی کرنے کے واسطے کل رات ہی چار پانچ سو آدمیوں نے اپنے نام لکھا دیے تھے۔ والنٹیر وں [والنٹیر ز یعنی رضا کار] (Volunteers) کی تعداد حیرت انگیز طریق پر بڑھتی جا رہی ہے۔ والنٹیر ز کی بھرتی کے لیے محمڈن ہال میں دفتر کھولے جانے کی تجویز ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نقض امن کی حفاظت کے ضامن بنتے ہیں

لاہور۔ یکم نومبر: اگر حکومت کو میاں علم الدین کی نعش کے جلوس سے نقض امن کا خطرہ ہے تو ڈاکٹر سر محمد اقبال ہر قسم کی ضمانت دینے اور ذمہ داری اُٹھانے کو تیار ہیں۔

☆

انقلاب ۲/نومبر ۱۹۲۹ء

[میاں طالع مند کا تار]

لاہور۔ یکم نومبر: آج صبح میانوالی سے میاں طالع مند صاحب والد ماجد میاں علم الدین مرحوم کا ایک تار دفتر انقلاب میں موصول ہوا جو رات کے ساڑھے گیارہ بجے میانوالی سے بھیجا گیا تھا اور پونے چھ بجے صبح لاہور پہنچا۔ تار یہ ہے:

"شہید کا چہرہ دیکھے بغیر آ رہا ہوں۔ میت کو بہ طور امانت چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ اسے بُری طرح دفن کیا گیا ہے۔" طالع مند

میانوالی سے آئے ہوئے آدمی کا بیان

میانوالی سے آئے ہوئے ایک شخص کا بیان مظہر ہے کہ ۳۰/اکتوبر کو دس بجے علم الدین سے جیل میں ملے۔ دو بجے واپس آئے۔ میاں طالع مند نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے دریافت کیا کہ میرے لڑکے کے شہید ہونے کی تاریخ اور وقت سے کیوں مجھے آگاہ نہیں کیا جاتا۔

Marfat.com

سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر سے مل کر مطلع کروں گا پھر پانچ چھ آدمی ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے تاکہ پہلے اطلاع مل جائے تو ریلوے والوں کو نوٹس دے کر گاڑی کا انتظام کر لیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ اگر علم الدین کی میت کو لاہور لے جانے کی اجازت دینی منظور ہوتی تو اسے میانوالی کیوں لایا جاتا۔ پھر بتایا کہ علم الدین کو کل (۳۱ راکتوبر) کو پھانسی دی جائے گی۔ میاں طالع مند نے واپس آ کر لاہور تار دیے۔ میانوالی میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ قرب و جوار سے موسیٰ خیل اور عیسیٰ خیل کے لوگ ہزاروں ہزاروں کی تعداد میں پہنچ گئے۔ وہ کہتے تھے کہ علم الدین کے والد اجازت دیں تو پندرہ منٹ میں لاش لے دیں گے مگر میاں طالع منداور خان محمد اکبر خان کی کوشش سے نازک صورت پیدا نہ ہوئی۔ بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات میں لوگ سردی میں سڑک پر بیٹھے رہے۔ جمعرات کے دن صبح سات بجے غازی کو جام شہادت پلایا گیا اور آٹھ بجے میت کو اُتار کر نو بجے صبح جیل سے باہر قبرستان میں دفن کر دیا۔ کسی رشتہ دار کو جنازے کے نزدیک نہ جانے دیا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میت کو بغیر غسل کفن اور اَدائے نماز جنازہ کے دفن کیا گیا۔ میانوالی جیل کے قیدیوں نے ایک سو قرآن ختم کر کے شہید کی رُوح کو ثواب پہنچایا۔

کانگرس سے مطالبہ

مولانا ظفر علی خان نے کانگرس سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت نے میاں علم الدین کی لاش کو شہید کے ورثا کے حوالے نہ کرنے میں جس بیہودگی کا ثبوت دیا ہے۔ کانگرس اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ ڈاکٹر گوپی چند نے اس مطالبہ کے جواب میں اطلاع دی کہ وہ اس ارشاد کی تعمیل کی کوشش کریں گے۔

علامہ اقبال کے مکان پر جلسہ

آج پھر حضرت علامہ اقبال کے مکان پر جلسہ ہوا۔ جس میں میاں عبدالعزیز صاحب اور دوسرے اکابر جمع تھے۔ ملک لال دین صاحب قیصر اور ڈاکٹر سلطان محمد اور ہمارے محترم بھائی بشیر احمد صاحب خاص طور پر کوشاں تھے۔ تین بجے کے قریب ملک لال دین قیصر نے برکت علی محمڈن ہال میں ایک خاص مجلس شوریٰ بلا رکھی تھی۔ قیصر صاحب جتھ بندی کا کام پورے زور سے

Marfat.com

کررہے ہیں، رضا کار بھرتی ہورہے ہیں اور سنا جاتا ہے کہ رئیس الاحرار مولانا محمد علی سے بھی اس باب میں خاص مشورہ طلب کیا گیا ہے۔

☆

انقلاب ۵/نومبر ۱۹۲۹ء

شہید علم الدین کی نعش کا مطالبہ

مسلمانانِ لاہور کا پُر جوش اجتماع

یکم نومبر بروز جمعہ دہلی دروازہ کے باہر باغ میں سات بجے بعد نماز مغرب مسلمانانِ لاہور کا ایک جلسہ زیر صدارت ملک لال دین قیصر منعقد ہوا۔ تعداد حاضرین تیس ہزار تھی۔ جلسہ کی غرض وغایت علم الدین شہید کی نعش کا مطالبہ تھا۔ سب سے پہلے جناب صدر نے موجودہ صورت حال پر موثر الفاظ بیان کیے۔ لوگوں کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کیا اور بتایا کہ ہمارے تمام کارکن چھوٹے یا بڑے اس کارِ خیر میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ چیف سیکرٹری وغیرہ پنجاب گورنمنٹ کا بیان ہے کہ حکومت کا ابھی تک یہی فیصلہ ہے اور ہم گورنر کی عدم موجودگی میں کچھ نہیں کرسکتے۔ اس لیے ہمیں گورنر کے آنے تک انتظار کرنا چاہیے۔ میں بھی یہ نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ کل تک صبر سے کام لیں ورنہ ہم گورنمنٹ کو بتادیں گے کہ حکومت کو علم الدین شہید کی نعش دینی پڑے گی اور ہم لے کر چھوڑیں گے۔ اس مقصد کے لیے ایک دفتر ''غازی علم الدین کمیٹی'' کے نام سے کوچہ چابک سواراں میں ہم نے قائم کرلیا ہے۔ آپ لوگ وہاں پر آئیں اور اپنا نام بطور والنٹیر (Volunteer) درج کرائیں۔

(۲) شیخ عبدالرشید صاحب نے نہایت بلند آواز کے ساتھ غازی علم الدین صاحب کے والد کا بیان پڑھ کر سنایا۔ جو اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔

رضا کار بنو!

خواجہ بشیر احمد صاحب رفیقی نے گزشتہ واقعات راج پال ایجی ٹیشن کو بیان کرتے ہوئے مجمع کو منظم رہنے کی تلقین کی۔ آپ نے سید عطاء اللہ شاہ مشہور واعظ کا ذکر کیا جو انہوں نے احاطہ

Marfat.com

عبدالرحیم میں نہایت رقّت انگیز طریق پر بیان کیا تھا جس میں خواجہ صاحب خود ایک ماہ کے لیے قید ہوئے تھے۔ موجودہ کمیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بھرتی کے لیے دفتر میں تشریف لایئے اور منظّم طریق پر ایجی ٹیشن کیجیے تاکہ گورنمنٹ کو نعش دینی پڑے۔

جذبۂ قربانی پیدا کرو

ماسٹر محمد شفیع صاحب رکن مسلم والنٹیر کور (Muslim Volunteer Core) نے اکالی سکھوں کے واقعہ حسن ابدال کی قربانی بیان کرتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ کس طرح گورنمنٹ کو سکھوں کے آگے جھکنا پڑا۔ ہم میں بھی یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔

موت کے لیے تیار ہو جاؤ

مولانا ظہیر الدین صاحب نے کہا کہ مسلمان کی زندگی چار اُصولوں پر مبنی ہے۔ اول: مسلمان کا ایمان ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ دوم: موت کو کوئی قوت آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ سوم: موت ضروری ہے۔ چہارم: موت کے بعد جنت یقینی ہے۔ اس لیے مسلمان کو موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

منظّم مظاہرہ کی ضرورت

مولانا اختر علی خان صاحب نے بیان کیا کہ ہمارا صرف جائز مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں شہید کی نعش دے دی جائے اور ہم کسی سے لڑائی کرنا نہیں چاہتے لیکن افسوس کہ ہم منظّم نہیں ہیں۔ اگر ہم منظّم مظاہرہ کریں گے تو گورنمنٹ کو نعش دینی پڑے گی۔

مختلف تقریریں

مسٹر عمر اشرف رکن والنٹیر کور (Volunteer Core) نے نہایت وسیع اور جامع الفاظ میں مسلمان کا مقصدِ زندگی بیان کیا۔

جناب عبدالکریم صاحب ثمؔر نے چند پنجابی اَشعار جو شہید کی شان میں تھے۔ سنائے۔

قاری حافظ عبدالرزاق صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت کے بعد ایک درد بھری نظم سنائی۔

حیرؔت اور استاد گاؔم کی نظمیں

جناب حیرت صاحب نے چند پنجابی اَشعار سنائے۔ اس کے بعد جناب صدر نے

Marfat.com

حاضرین کے پُر امن رہنے کا شکریہ اَدا کیا اور استاد گام کی خدمت میں عرض کی کہ وہ اپنا کلام سنائیں۔ چناں چہ استاد صاحب ''اللہ اکبر'' کے نعروں میں تشریف لائے اور پنجابی کے چند اشعار سنائے جو شہید کی شان میں تھے اور جو بے حد مقبول ہوئے۔ جناب صدر نے کہا کہ جو لوگ بھی اپنا نام درج کرا چکے ہیں وہ ابھی دفتر میں تشریف لائیں اور۔۔۔ کہ ۳ نومبر کو اتوار کے دن اسی جگہ اور اسی وقت۔۔۔ کے بعد جلسہ پُر اطمینان برخاست ہوا۔

بشیر احمد رفیق
معتمد سیکرٹری غازی علم الدین کمیٹی

☆

علم الدین شہید ہو گیا

علم الدین زندہ باد

بنا کردند خوش رسمے به خون و خاك غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاك طینت را

آج یکم نومبر ہے علم الدین ۳۱ راکتوبر کی صبح تک ہمارے درمیان تھا، آج ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکا ہے۔ نہیں، ہم نے غلط کہا اس کا عنصری جسد ہم سے جدا ہوا ہے لیکن اس کی رُوح ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اُس کی قوتِ ایمان، اُس کا جذبۂ عمل، اُس کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہمیشہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے نورِ ہدایت اور راہنمائی کا اَبدی مینار بنے رہیں گے۔ ۳۱ راکتوبر کی صبح کو علم الدین کو پھانسی نہیں ملی، بل کہ اُس کے عنصری جسم کو پھانسی ملی، علم الدین کو دنیا کی کوئی حکومت پھانسی نہیں دے سکتی تھی، وہ اسی روز لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات کے مقدس گروہ میں شامل ہو چکا تھا جس روز اس دنیا کی ایک عدالت نے اسے پھانسی کا آخری و قطعی حکم دے دیا تھا علم الدین زندہ ہے اور وہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک یہ دنیا قائم ہے۔

Marfat.com

دو گروہ

علم الدین شہید کے بیان کردہ جرم قتل کے متعلق لوگوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ شہید کو بے گناہ پھانسی پر چڑھایا گیا اور یہ شہادت اسے عشق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں نصیب ہوئی، اس لحاظ سے یہ مقدس ہستی بڑے سے بڑے اعزاز اور بڑے سے بڑے اجلال کی مستحق ہے اور کوئی انسانیت دوست انسان اس کے سامنے گردن نیاز خم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ شہید نے اپنے مقدس و محبوب آقا، چالیس کروڑ فرزندانِ توحید کے مقدس و محبوب آقا گروہِ انبیا کے تاجدار، کائنات انسانیت کے سرتاج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت میں اپنی جان عزیز قربان کی۔ اس لحاظ سے وہ چالیس کروڑ فرزندانِ توحید کی بہترین ہستیوں میں داخل ہے اور جس مقدس ہستی کا ایثار ناموس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ضامن ہو، اس کی عزت و حرمت کو کون سا کلمہ گو دل کے معزز ترین گوشے میں جگہ نہ دے گا، نہیں یہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہر مذہب دوست انسان اور مقدس بانیانِ مذاہب و اَدیان کو اعزاز و احترام حقیقی کا مستحق سمجھنے والا ہر انسان ایسے اُولوالعزم شہید کے پاؤں چومے گا۔

راج پال، جتندر ناتھ داس اور علم الدین

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے یہ الفاظ شاید ہندو بھائیوں کو بُرے معلوم ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں رَنج کا کوئی حق نہیں، ابھی کل کی بات ہے کہ وہ راج پال کی اَرتھی کا جلوس نکال چکے ہیں اور اسے ''قومی ہیرو'' ظاہر کر چکے ہیں۔ راج پال کیا تھا؟ اس کی شخصیت کیا تھا؟ محض یہ کہ اُس نے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک ناپاک کتاب لکھی اور ایک جج کی ناشنیدہ قانونی موشگافی سے (فائدہ) اُٹھا کر رِہا ہو گیا۔ جو قوم اپنے کروڑوں ہمسایوں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے والے کو ''قومی ہیرو'' بنا سکتی ہے۔۔۔ کی شہادت کو بڑے سے بڑے قومی فخر کا۔۔۔ نہیں کر سکتی۔

پھر ابھی کل کی بات ہے کہ اسی لاہور۔۔۔ روز بھوکے رہ کر جان دے دی۔ اس لیے

Marfat.com

جان دے دی کہ سیاسی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوتا تھا۔ ہندوستانیوں نے اس کے جلوس نکالے۔ بنگال نے اُس کی یادگار قائم کرنے کے لیے دو لاکھ روپے کی اپیل کی۔ سیاسی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک بجائے خود کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو مگر حرمت سرتاج کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے!!!

پھر جو اُولوالعزم انسان اس آخرالذکر مقصد کے لیے شہید ہوا ہے۔ اس کے روبرو کیوں سب کے سر ہائے تعظیم تکریم خم نہ ہوں۔ ہم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ قاتلوں، ڈاکوؤں اور بے گناہوں کی جان لینے والوں کو قومی ہیرو بنا سکتے ہیں وہ شہید علم الدین کی مقدس ہستی کے خلاف زبان کھولنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔

حکومت کی دل آزار رَوِش

حکومت نے اس سلسلے میں جس دل آزار رَوِش کا ثبوت دیا ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے۔کم ہے۔ اس نے راج پال کی اَرتھی کا جلوس نکلنے دیا اور شہید علم الدین کا چہرہ بھی اس کے ورثا کو نہ دیکھنے دیا، نماز جنازہ بھی اَدا نہ کرنے دی۔ حکومت نے جتندر ناتھ داس کی لاش۔۔۔اور اس کا لاہور میں بھی جلوس نکلا، کلکتہ میں بھی جلوس نکلا۔ [لاہور اور] کلکتہ کے درمیانی اسٹیشنوں پر بھی مظاہرے ہوتے رہے مگر حکومت کے (انتظام/امن) میں کوئی خلل پیدا نہ ہوا۔ آخر مسلمانوں نے کیا گناہ کیا تھا کہ (ان) محبوب و مقدس ہستی کی میت کو لاہور نہ لانے دیا۔ عام مسلمانوں والے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیا۔۔۔

☆

شہید علم الدین کی لاش لانے کے لیے خاموش مقابلہ کی تیاریاں خاموش
سرکردہ مسلمانوں کے وفد کی گورنر سے ملاقات

لاہور ۴؍نومبر: میاں علم الدین کی نعش کو لاہور لائے جانے کے متعلق معاملہ سنجیدہ صورت حالات اختیار کر رہا ہے۔ کوچہ چابک سواراں واقع اندرون موچی دروازہ میں ایک باقاعدہ دفتر کھولا گیا ہے اور ایک کمیٹی "علم دین کمیٹی کمیٹی" کے نام سے قائم کی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ نعش کے حصول کی خاطر خاموش مقابلہ کرنے کے لیے یک صد کے قریب رضا کار جمع کیے جا چکے ہیں

Marfat.com

اور پہلا دستہ جو سترہ (۱۷) والنٹیر وں پر مشتمل ہے۔ ستیہ آگرہ کے لیے گورنمنٹ ہاؤس جانے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔

گورنر سے ملاقات کرنے کے لیے وفد

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آج چند میونسپل کمشنروں، مقامی ممبران کونسل اور شہر کے چند معززین پر مشتمل ایک وفد گورنر کے پاس جانے والا تھا جس کی ملاقات کا وقت اڑھائی بجے مقرر تھا لیکن گورنر کی طرف سے صرف خان بہادر ملک محمد حسین صدر میونسپل کمیٹی کو اطلاع دی گئی۔ چوں کہ وقت تھوڑا تھا اس لیے خان بہادر ملک محمد حسین، میاں امیر الدین اور شیخ حسن دین نے گورنر سے ملاقات کی۔ گورنر نے وفد سے ملاقات کے لیے کل ساڑھے چار بجے بعد دوپہر کا وقت مقرر کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سر محمد شفیع، سر محمد اقبال، مولوی غلام محی الدین وغیرہ اصحاب بھی وفد میں شامل ہوں گے۔

اندریں حالات ڈاکٹر سلطان محمد سیکرٹری جدید خلافت کمیٹی اور میاں فیروز الدین احمد وغیرہ اصحاب محلہ چابک سواراں میں گئے۔ جہاں ۱۷ والنٹیر (رضا کاروں) کا دستہ چلنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ مولوی غلام محی الدین نے ان سے درخواست کی کہ وہ گورنر کے جواب کے موصول ہونے تک انتظار کریں چناں چہ آپ نے والنٹیر (رضا کاروں) کو اس بات پر رضا مند کر لیا اور انہوں نے سات بجے شام تک انتظار کرنے کا وعدہ کیا۔

رضا کاروں کو پولیس کی سختیاں برداشت کرنے کے لیے تربیت دی جا رہی ہے اور عدم تشدد رہنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔

پولیس کا زبردست انتظام

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ علم دین کے متعلق رضا کاروں کا ایک دستہ گورنمنٹ ہاؤس میں ستیہ آگرہ کرنے کے لیے جائے گا۔ شہر میں جا بجا پولیس کا انتظام تھا۔ خاص کر موچی دروازہ، گوال منڈی، انارکلی، دہلی دروازہ اور دیگر مشہور مرکزوں پر پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ ستیہ آگرہ کل تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔ پولیس کا پہرہ ہٹا لیا گیا۔

شان دار جلوس اور جلسہ

لاہور۔ ۴ر نومبر: آج شام کو مسلمانانِ لاہور کا ایک اور شان دار جلوس شہید علم الدین کی

Marfat.com

نعش کے مطالبہ کا مظاہرہ کرنے کے لیے شہر کے بازاروں میں سے گزرا اور بعد نماز مغرب باغ بیرون دہلی دروازہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا ظفر علی خان صدر جلسہ تھے۔ مولانا نے اس منظم ایجی ٹیشن پر مسلمانانِ لاہور کی تعریف کی اور کہا کہ مسلمان چند روز میں جبر کی تلوار کو توڑ ڈالیں گے اور صبر قائم رہے گا۔ اسی اثنا میں جلوس آ گیا اور حاضرین کی تعداد دگنی چوگنی ہو گئی۔ مولانا نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ مولانا ظفر علی خاں کے بعد مولانا محمد نعیم لدھیانوی نے برجستہ تقریر کی۔ ملک لال دین قیصر نے کہا کہ ہر خیال کا مسلمان ہمارے ساتھ ہے۔ حکومت کے وزیر بھی ہماری قرارداد کے موید ہیں۔ حکومت کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان جب کرنے پر آیا کرتے ہیں تو حکومت کا تختہ اُلٹ دیا کرتے ہیں۔ آخر میں مولانا ظفر علی خان نے اعلان کیا۔ میں یہاں پچاس ہزار روپیہ جمع کر دوں گا اور اس فنڈ میں اپنی گرہ سے پانچ سو روپیہ پیش کروں گا۔ نظموں کے بعد غازی علم الدین کمیٹی کی رپورٹ پڑھی گئی۔

پہلے دستے کے رضاکار

لاہور۔ ۴ر نومبر: غازی علم دین کی نعش حاصل کرنے کے لیے جو دستہ لاہور میں گورنر کی کوٹھی پر مورچہ لگانے کے لیے روانہ ہو گا۔ اس کے رضاکاروں کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ امیر بخش پہلوان، بھاٹی دروازہ لاہور
۲۔ محمد رمضان ولد عمر بخش حویلی میاں خان
۳۔ محمد اسحاق ولد خان صاحب میراں بخش کوچہ ککے زئیاں
۴۔ محمد امین ولد میاں عبداللطیف باغبان پورہ
۵۔ ایم محمد شریف ولد میاں مہر دین محلّہ پٹرنگاں کوچہ بھوریاں بھاٹی دروازہ
۶۔ ایم اللہ دتا ولد مستری نور دین ملازم مسلم کمیٹی چنگڑ محلّہ
۷۔ غلام مصطفیٰ ولد محمد حسنین نیا محلّہ شیرانوالہ دروازہ
۸۔ ظہور الدین ولد محمد حسین محلّہ ککے زئیاں
۹۔ محمد جمیل ولد فضل دین خرادی محلّہ
۱۰۔ عبداللہ ولد بڈھا محلّہ پٹرنگاں گلی بھوریاں
۱۱۔ خیر دین ولد عبداللہ کوٹلی پیر عبدالرحمٰن ڈاک خانہ باغبان پورہ

Marfat.com

۱۲۔ ایم کرامت بیگ ولد فوجدار بیگ حویلی کابلی مل

۱۳۔ محمد اشرف خان ولد فیروز خان کوچہ ککے زئیاں

۱۴۔ مرزا میر احمد خان ولد میرزا علی احمد خان پشاور سٹی ٹھیکیدار

۱۵۔ کرم بخش ولد ماہی قوم گوجرا کبری دروازہ معرفت بسا ولد ماہی

۱۶۔ محمد عمر ولد ملک فضل دین بازار تیزابیاں

۱۷۔ مولوی تاج الدین ولد کریم بخش محلہ سادھواں

مسلمان تاجروں کی حمیت اسلامی

لاہور۔ ۴ رنومبر: معلوم ہوا ہے کہ کشمیری بازار کے مسلمان تاجروں نے علم الدین کمیٹی سے درخواست کی ہے کہ غازی کی نعش لانے کے سلسلے میں رضا کاروں کے جس قدر قافلے تیار ہوں گے اور سول نافرمانی کے لیے روانہ ہوں گے۔ اُن کے خورد ونوش کے تمام اخراجات اور انتظامات ہماری طرف سے ہوں گے۔ ان کی درخواست کمیٹی مذکور نے منظور کر لی ہے۔ چناں چہ آج جو قافلہ تیار ہوا تھا ان کے لیے کھانا وغیرہ ان کی طرف سے دیا گیا ہے۔

میانوالی کے ڈپٹی کمشنر کی تبدیلی

میانوالی ۴ رنومبر: یہاں کے ڈپٹی کمشنر ملک زمان مہدی کو کسی دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا ہے اور ان کی جگہ لالہ رادھا کشن کو مقرر کیا گیا ہے۔ جدید ڈپٹی کمشنر ۶ تاریخ کو جا کر چارج لے لے گا۔

میانوالی میں مسلمانوں کی گرفتاریاں

میانوالی۔ ۴ رنومبر: یہ معلوم کرنے کے لیے کہ شہید علم الدین کی نعش کے دفن کرتے وقت کن اشخاص نے پولیس پر پتھر پھینکے تھے۔ شناخت کی پریڈ کرائی گئی اور ۱۳، ۱۴ اشخاص گرفتار کر لیے گئے۔ ابھی تک ان لوگوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ جنھوں نے ڈھول کے ذریعہ سے منادی کی تھی کہ پھانسی کے دن جیل کے دروازہ پر جمع ہو جائیں۔

غازی علم الدین کا یوم شہادت

سید کشفی شاہ نظامی کی حریت افروز تجویز

مسلمانوں کی ذلت ورُسوائی کی انتہا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب نے غازی علم الدین مرحوم کی

Marfat.com

لاش دینے سے انکار کر دیا ہے۔ قانونی طور پر گورنمنٹ کو میاں علم الدین مرحوم پر اسی قدر اختیار تھا کہ وہ اپنا پھانسی کا آخری حکم اس پر نافذ کرے۔ جب یہ حکم نافذ ہو گیا تو گورنمنٹ کے اختیارات کی حد ختم ہو گئی۔ اب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جسم، گوشت اور پوست پر گورنمنٹ کو کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہے۔

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ ان کی کمزوری، نااتفاقی اور۔۔۔ وافتراق کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک فدائے رسول کی لاش کو بھی اس کی آخری وصیت کے مطابق سپرد خاک کرانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

علاج اس مصیبت کا یہ ہے کہ ایک دن مقرر کیا جائے اور سات کروڑ مسلمانانِ ہندوستان ایک مرکز اتحاد پر کھڑے ہو کر گورنمنٹ سے مطالبہ کریں کہ وہ مسلمانانِ لاہور سے قیام امن و امان کی ہر بڑی سے بڑی ضمانت لینے کے بعد شہید مرحوم و مغفور کی لاش مسلمانوں کے حوالے کر دے۔ اس دن تمام اسلامی ہندوستان کے لیے ایک متحدہ پروگرام تجویز کیا جائے، جمعہ کا دن بہتر ہو گا۔ اس دن ہر مقام سے حکومت کو تار بھیجے جائیں۔ اگر یہ متحدہ عرض داشت بھی منظور نہ ہو تو مسلمانوں کو حق ہو گا کہ وہ اپنی مجموعی اور متحدہ طاقت سے حصول مقصد کے لیے کوئی سرفروشانہ اَقدام کریں۔

سید کشفی شاہ

☆

انقلاب ۷ر نومبر ۱۹۲۹ء

شہید علم الدین کی قبر پر پولیس کا زبردست پہرہ

میانوالی میں گرفتاریوں کی بھرمار

شہر کے بالا خانوں پر پولیس کے مورچے

میانوالی۔۳ر نومبر: یہاں دھڑا دھڑ گرفتاریاں عمل میں آ رہی ہیں۔نعرے لگانے والے، نعش کا مطالبہ کرنے والے اور وہ علما جنہوں نے کہا کہ ورثا کی اجازت کے بغیر نعش کا جنازہ نہیں ہوسکتا۔ بلاتحقیق گرفتار کیے جا رہے ہیں بل کہ پولیس یوم شہادت کے مجمع میں سے جس کو پہچانتی ہے، گرفتار کر رہی ہے۔

شہید کی قبر پر پہرہ اور روشنی

شہید علم الدین کی قبر پر پولیس کا زبردست پہرہ لگا ہوا ہے اور گیس کی روشنی کی جاتی ہے۔

بیرون جات کی پولیس

راول پنڈی، بنوں، کوہاٹ اور کیمبل پور سے سپاہیوں کے دستے مع اعلیٰ افسروں کے لگاتار آ رہے ہیں۔ مضافات کی خفیہ پولیس بھی اپنے ہیڈ کوارٹر میں طلب کی گئی ہے۔جیل کے اردگرد سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں پر پہرہ رہتا ہے اور خصوصاً اسٹیشن پر سب انسپکٹر گھومتے رہتے ہیں۔

بالا خانوں پر پولیس کے مورچے

پولیس نے شہر کے تمام بالا خانے کرائے پر لے کر ان پر مورچے قائم کر لیے ہیں۔

سنگ باری کرنے والوں کی شناخت

میانوالی ۳ر نومبر: میاں علم الدین کی شہادت کے بعد جن لوگوں نے پولیس کے افسروں پر سنگ باری اور خشت باری کی۔ ان کی شناخت کی جا رہی ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ تیرہ یا چودہ

Marfat.com

اشخاص شناخت کیے گئے ہیں جن لوگوں نے ۳۰ ر اکتوبر کو بعد دوپہر منادی کے ذریعے سے عام مسلمانوں کو بہ تاریخ ۳۱ ر اکتوبر بہ وقت صبح جیل کے دروازے پر جمع ہونے کے لیے تلقین کی تھی۔ ابھی ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

☆

میاں علم الدین کی شہادت

سمبڑیال میں جلسۂ ماتم

آج خطبۂ جمعہ میں بندہ نے مسلمانان سمبڑیال کو پروانۂ چراغ مصطفوی محبّ محبوب رب العالمین علم الدین شہید کی شہادت کی جاں گداز خبر سنائی۔ تمام سامعین پر یہ رُوح فرسا خبر سن کر ازحد رَنج والم طاری ہوا، اور گورنمنٹ کے اس غیر منصفانہ حکم کو کہ لاش ابھی مرحوم کے والد کو سپرد نہ کی جائے۔ نمک پر جراحت سمجھا گیا۔ کئی مسلمان زار زار رونے لگے اور بعد نماز جمعہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت مانگی اور عوام کے اصرار سے بندہ نے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور مرحوم کے والد اور کل پس ماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شہید کو جنت الفردوس نصیب کرے اور پس ماندگان کو اَجر جمیل وصبر جمیل عطا فرمائے۔ امین یارب العلمین

لطف اللہ مولوی فاضل دیوبندی

از سمبڑیال ضلع سیال کوٹ

☆

علم الدین شہید کی نعش لینے کی سرگرمیاں

گورنر سے مسلمان اکابر کے وفد کی ملاقات

لاہور۔ ۵ر نومبر: آج مسلمان معززین کا ایک وفد سوا چار بجے گورنمنٹ ہاؤس میں گورنر پنجاب سے ملا۔ ارکانِ وفد میں سترہ (۱۷) میونسپل کمشنر، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر محمد شفیع، چودھری دین محمد، مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور، سید مراتب علی شاہ، میاں عبدالعزیز بیرسٹر اور دیگر حضرات بھی تھے۔ سر محمد شفیع نے غازی علم الدین کی نعش مسلمانانِ لاہور کے حوالے کیے جانے کے لیے گورنر سے طویل گفتگو کی۔ گورنر نے جواب دیا کہ آپ کے بعض نکات ایسے ہیں کہ ان پر

Marfat.com

غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہذا میں ماتحت حکام سے مشورہ کر کے کل پانچ بجے شام مکمل جواب دوں گا۔ سر محمد شفیع کا خیال ہے کہ حکومت ہمارا مطالبہ تسلیم کر لے گی۔ دیگر اراکین وفد بھی آپ ہی کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں۔

خاموش مقابلہ کرنے والے رضا کاروں کا دستہ

لاہور۔ ۵ رنومبر: آج شام رضا کارانِ اسلام کا ایک عظیم الشان جلوس دفتر علم الدین کمیٹی سے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ غازی علم الدین کے مکان پر پہنچ کر جلوس رُک گیا۔ حکیم احمد حسن صاحب نے ایک زبردست تقریر کی جس میں کل جتھا نہ جانے کی وجہ بیان کی۔ نیز آپ نے زبردست الفاظ میں حکومت سے نعش دینے کا مطالبہ کیا۔ راستے میں خرادی محلہ کے مسلمانوں نے رضا کاروں کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ جملہ رضا کار اپنے اپنے بستر کندھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ جلوس میں چند طلباء کالج بھی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو بہ طور رضا کار پیش کیا۔ اہل جلوس مندرجہ ذیل مصرعہ گا رہے تھے۔

غازی کی نعش لینے ہم گھر سے جا رہے ہیں

راستے میں بعض محلوں کے مسلمانوں نے جوش عقیدت سے رضا کاروں پر پھولوں کی بارش کی۔ پہلے دستے کا قافلہ سالار امیر بخش پہلوان ہے جس کے گلے میں بہ کثرت پھولوں کے ہار پڑے تھے۔

الطاف حسین بہادر غلام مصطفیٰ حیرتؔ نے کہا کہ اگر عورتوں کا کوئی دستہ سول نافرمانی کے لیے تیار ہو تو میری والدہ سب سے پہلے اپنا نام پیش کرنے کو تیار ہے۔

رضا کاروں کے جلوس کا گشت

جلوس اندرون موچی دروازہ میں پہنچا تو میاں فیروز الدین احمد نے والنٹیر وں کو میوے کھلائے۔ حکیم احمد حسن نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے نماز مغرب مسجد رنگ محل میں پڑھی۔ اس کے بعد جلوس روانہ ہوا۔ راستے میں حکیم احمد حسن اور غلام مصطفیٰ حیرت نے متعدد تقریریں کیں جن میں آپ نے بیان کیا کہ ہمارا مقابلہ صرف حکومت سے ہے۔ حکومت نے ہندوؤں مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش کی، مگر ہندو ان کے بھائی ہیں جس دن سے

Marfat.com

جلسے اور جلوس نکل رہے ہیں کوئی کہے کہ مسلمانوں نے بدامنی کی، ہرگز نہیں۔ مسلمان پُر امن رہے۔

ان حضرات کی تقریریں ہندو مسلم اتحاد میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ جلوس کے ہم راہ خلقت دَم بہ دَم بڑھ رہی تھی۔ یہاں تک آدمیوں کا ایک جنگل نظر آتا تھا۔ ہیرا منڈی میں خواجہ دل محمد، شیخ حسن دین میونسپل کمشنران، ڈاکٹر سلطان احمد، میاں فیروز الدین جلوس میں آئے اور آپ نے بشیر احمد صاحب رفیقی سے بصد منت التجا کی کہ گورنر نے کل جواب دینے کا وعدہ کیا۔ آپ برائے خدا اپنے ارادوں کو کل تک ملتوی کر دیں۔

رضا کاروں کا ضبط و نظام

یہاں پہنچ کر رفیقی صاحب نے رضا کاروں کو حکم دیا کہ آمنے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ تمام رضا کار کھڑے ہو گئے۔ آپ نے خواجہ دل محمد، شیخ حسن دین وغیرہ حضرات کو فدا کاروں کے درمیان ایک طرف کھڑا کیا۔ اس کے بعد بشیر احمد صاحب نے فدا کاروں سے دریافت کیا کہ اگر پولیس والے تمہیں سخت سے سخت گالی دیں تو تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ خاموش۔ اس کے بعد آپ نے تمام فدا کاروں کو لیٹ جانے کا حکم دیا۔ تمام لیٹ گئے۔ بشیر احمد صاحب نے باقی مسلمانوں کو ان پر پھینکا وہ بھی ان پر لیٹ جاتے۔ اس کے بعد آپ ان کے جسموں پر پاؤں رکھتے ہوئے دوڑے مگر کسی ایک نے بھی اُف تک نہ کی۔ ان تمام حالات کو دیکھ کر خواجہ دل محمد اُنگشت بدنداں تھے۔ اس کے بعد جلوس بازار حکیماں سے ہوتا ہوا باغ بیرون بھاٹی دروازہ میں پہنچا۔

مولانا ظفر علی خان کی تقریر

------عظیم الشان جلسہ شروع ہوا۔ مولانا نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا (اسلام) کے سپاہیو اور لاہور کے مسلمانوں ----کیا نتیجہ ہے۔ وہ نتیجہ یہ ہے کہ-----از سر تا پا عزت وحمیت کا نمونہ ہے۔ یہ وہ طاقت ہے جس کے آگے کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ رضا کاروں کو دیکھو کہ ہر ایک نوجوان صبر کی بولتی چالتی تصویر ہے۔ اگر ان پر جبر کیا جائے تو یہ استقلال سے کام لیں گے۔ ان کے جسموں پر لاٹھیاں پڑیں، انہیں ریزہ ریزہ کر دیا جائے مگر یہ اپنی جگہ

Marfat.com

سے ایک انچ نہ ہٹیں گے۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم تشدد کی تعلیم دی تھی۔ مولانا نے ان مظالم کا ذکر کیا جو کفارِ عرب نے آپ پر رَوا رکھے مگر آپ نے اُف تک نہ کی بل کہ کہا کہ میں رحمۃ اللعالمین ہوں۔ میری رحمت تمام دنیا کی اَقوام کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپ نے رضا کاروں سے کہا میں بہ حیثیت امیر کے حکم دیتا ہوں کہ بیٹھ جاؤ۔ کھڑے ہو جاؤ۔ رضا کاروں نے تعمیل کی۔ اس پر مولانا نے کہا کہ یہی ایک دن تمام پنجاب میں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہندو مسلمان مل کر دوسروں کو بتا دیں گے کہ دو ہمسایہ قومیں کس طرح مل سکتی ہیں۔ غازی علم الدین کی شہادت نے ایک نیا دَور پیدا کر دیا ہے۔ جس چیز کو مونجے کی کانگرس مالوی کی کانگرس مہاتما گاندھی کی کانگرس بھی حاصل نہیں کر سکی- اس کو مسلمان کر کے دکھائیں گے۔ جو عزم بالجزم کر چکے ہیں کہ خواہ ایک مہینہ ایک دن یا سو سال لگیں ہم شہید کی لاش لیں گے۔ آپ نے کہا کہ بہ حیثیت امیر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کل ساڑھے سات بجے شام دہلی دروازہ کے باہر پہنچ جاؤ۔ میں ایک اہم اعلان کروں گا اور میں آپ سے مقدس عہد کرتا ہوں کہ اگر اور کچھ نہ ہوا تو میں لاہور سے کہوں گا کہ والنٹیر وں کے گلے میں ہار ڈال کر انہیں میانوالی روانہ کر دو۔ میں ہندوؤں سے کہتا ہوں کہ وہ آئیں، وہ ہمارے بھائی ہیں۔ آپ نے رضا کاروں کو صبر کی تلقین کی۔ امروٹ سکھر کے قریب مولوی تاج محمود کے انتقال پر اظہار افسوس کی قرارداد مکمل کی۔ اس کے بعد ملک لال دین قیصر نے والنٹیر وں کے لیے ہار پھل اور مٹھائی مہیا کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد یہاں بھی فدا کاروں نے صبر و تحمل کا وہی نظارہ دکھایا جو پیشتر ازیں ہیرا منڈی میں دکھا چکے تھے۔ مولانا ظفر علی خان نے بھی بہ طور والنٹیر اپنے امیر کے احکام کی تعمیل کی، اس پر ہر طرف سے ''ظفر علی زندہ باد'' کے نعرے بلند ہوئے۔ ایک لڑکا محمد حسین نامی پیش کیا گیا جس نے بیان کیا کہ یہ چند آدمیوں کی سفارشی چٹھیاں لایا ہے کہ مجھے پہلے جتھے میں بھیجا جائے۔ وہ گھر سے میانوالی کا کرایہ دو روپے اور اپنا بستر ساتھ لایا ہوا تھا۔ باپ نے اسے بہت روکا اور زدوکوب بھی کیا مگر وہ باز نہیں آیا۔ اس لڑکے کی عمر سترہ (۱۷) سال کے قریب ہوگی۔

لاہور۔ ۵ر نومبر: معلوم ہوا ہے کہ جو فدا کار کل قافلہ کے لیے تیار ہو کر آئے تھے وہ ابھی تک اپنے گھروں کو واپس نہیں گئے اور انہوں نے گذشتہ رات دفتر ہی میں بسر کی اور کشمیری بازار

Marfat.com

کے مسلمان تاجروں نے انہیں کھانا کھلایا۔ (لاہور نیوز ایجنسی)

علم الدین شہید کی لاش

لاہور۔۵رنومبر: آج مسلم اکابر لاہور کا جو وفد علم الدین شہید کی لاش کے لیے گورنر کی خدمت میں گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ گورنر نے ان کو تسلی بخش جواب دیا ہے۔ مسلم اکابر میں ہر طبقے اور ہر گروہ کے بزرگ موجود تھے مثلاً علامہ اقبال، سر محمد شفیع، مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ، آغا سید مراتب علی شاہ، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لاء وغیرہ۔ تمام اصحاب نے مسلمانوں کے جذبات کی نہایت عمدہ طریق پر ترجمانی کی۔ حکومت کو امن قائم رکھنے کا پورا پورا یقین دلایا۔ کل شام کو پھر گورنر سے ملاقات ہوگی۔

اگر حکومت نے لاش دے دی جس کی بہ ظاہر قوی اُمید ہے تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی اور مسلمان بھی اس بات کی بے حد قدر کریں گے اور سمجھیں گے کہ ان کے مخلصانہ جذبات سے بے پروائی نہیں برتی گئی۔ مسلمانوں کا جوش وخروش ظاہر ہے۔ لاہور کا ایک ایک فرد قربانی پر آمادہ ہے۔ باہر کے شہروں میں بھی بے حد جوش ہے۔ میانوالی غیرت وحمیت آفتاب کی طرح آشکارا ہے۔ کیا ہم اُمید رکھ سکتے ہیں کہ حکومت تمام حالات پر نظر رکھتے ہوئے صحیح فیصلہ کرے گی۔

☆

Marfat.com

انقلاب، ۸ر نومبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین شہید

خان اصغر حسین صاحب نظیر لدھیانوی

میں رَسن کو چوم لیتا ہوں تڑپ کر دَار پر
یا پلا دیتا ہے کوئی جام کوثر دَار پر

یہ غلامانِ محمد کی پرانی رسم ہے
کودتے ہیں آگ میں چڑھتے ہیں اکثر دَار پر

طور پر موسیٰ کو پیہم آ رہی ہے یہ ندا
اہل دل معراج پا لیتے ہیں چڑھ کر دَار پر

یا تہِ شمشیر آتا ہے نظر اعجازِ عشق
یا کُھلا کرتے ہیں جانبازوں کے جوہر دَار پر

کس قدر ہے تیرے عاشق کو شہادت کی خوشی
کس قدر مسرور ہے اللہ اکبر دَار پر

کھینچتا ہے کیوں مجھے محبوب کی آغوش سے
اور رہنے دے مجھے جلاّد دَم بھر دَار پر

☆

Marfat.com

انقلاب، ۸ر نومبر ۱۹۲۹ء

ملتان میں علم الدین شہید کے لیے جنازہ غائبانہ

ملتان شہر۔ ۳ر نومبر: یکم نومبر کی صبح کو لاہور سے آنے والے اصحاب سے یہ سن کر کہ ۳۱ ر اکتوبر کو حسب اعلان اخبارات شمع رسالت پر جان نثار کرنے والے پروانے علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے میانوالی جیل میں تختۂ دار پر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر انتقال فرمایا ہے اور لاہور میں لاش نہ دیے جانے کے باعث اور اس کے غم و اعزاز میں ہڑتال کی گئی ہے۔ **جمعیۃ خدام المسلمین** کے ارکان نے مختلف مساجد میں جنازہ غائبانہ و دعائے مغفرت کی تحریک کردی۔ چناں چہ باقی مساجد میں غازی ممدوح کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی اور مسجد جامع خوجیانوالی واقعہ اندرون پاک دروازہ میں بہ تحریک عبدالعزیز صاحب سیکرٹری **جمعیۃ خدام المسلمین** شہید مغفور کا جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا۔

ہفتہ کی شام کو اخبارات کے مطالعہ سے میانوالی کے ڈپٹی کمشنر اور حکومت کے عدم تدبر اور شہید کی نعش کے متعلق شرمناک حکمت عملی کے تفصیلی کوائف پڑھتے ہی مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرنے کے لیے **جمعیۃ خدام المسلمین** کے زیر اہتمام ایک جلسہ گاہ کے انعقاد کا اعلان منادی کے ذریعہ عام شہر میں کر دیا گیا۔ چناں چہ آج شام کو ۵ بجے مسجد جنازہ گاہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد سیکرٹری جمعیۃ مذکور نے مولانا ظفر علی خان کی نظم بہ عنوان ''اللہ والے'' پڑھ کر سنائی۔ اس سے پہلے شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دار پر کھینچے جانے کے آخری لمحات اور میانوالی جیل کے تمام واقعات جرائد اسلامیہ **''زمیندار''** اور **''انقلاب''** کے اقتباسات لے کر پڑھ کر سنائے۔ جس سے حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔ اس کے بعد سید زین العابدین گیلانی نے حکومت کے ناپاک رویّے کی کہ اس نے غازی شہید کی نعش نہیں دی۔ سخت مذمت کی اور مسلمانوں کو متحد و متفق ہونے کی تلقین کی۔ آخر میں شہید کے لیے دعائے مغفرت

Marfat.com

کے بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا۔ (نامہ نگار خصوصی)

☆

شہادت علم الدین کا مادۂ تاریخ

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات

عزیز محترم! مولوی عبدالمجید صاحب سالکؔ، السلام علیکم!

آج کے اخبار سے دردانگیز خبر پڑھی۔ میاں علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کو یہ میرا خط دے دیجیے۔ مادۂ تاریخ ۱۹۲۹ء بہ طور تعزیت و نوید شہادت برائے تعبیہ بھیجتا ہوں۔

اس آیت پاک میں صیغۂ مضارع کی جگہ صیغۂ ماضی مجہول ہے۔

لا تقولوا لمن قتل فی سبیل اللّٰہ اموات

۱۹۲۹ء

واؤ جمع کی علامت الف ساقط کر دی ہے۔

مولانا زین العابدین فرہادؔ از میرٹھ

یکم نومبر

☆

علم الدین شہید کی نعش

اس اَمر کی پوری توقع پیدا ہوگئی ہے کہ علم الدین شہید کی نعش مسلمانوں کو مل جائے گی۔ ابھی حکومت نے قطعی فیصلہ کا اظہار نہیں کیا۔ آج شام کے چھ بجے مسلمانوں کو اس اَمر کے متعلق پوری پوری تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۸رنومبر ۱۹۲۹ء

علم الدین شہید کی نعش واپس لینے کی سرگرمیاں

شان دار جلوس اور جلسہ

لاہور۔۶رنومبر: مسلمانانِ لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ بیرون باغ دہلی دروازہ میں ۸ر بجے شام منعقد ہوا۔ فدا کاران کا جلوس ۵ ربجے شام دفتر علم الدین کمیٹی سے روانہ ہوا۔ اور علم الدین شہید کے مکان سے ہوتا ہوا مسجد وزیر خان میں پہنچا۔ جہاں مسلمانوں نے نماز مغرب ادا کی۔ یہاں سے جلوس مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا جلسہ گاہ میں پہنچا۔ فدا کاروں کے گلوں میں پھولوں کے ہار بہ کثرت پڑے ہوئے تھے۔ جلسے کی کارروائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین نہایت امن وسکون سے بیٹھے ہوئے تھے اور درود شریف پڑھتے رہے۔ اس کے بعد غازی امیر بخش پہلوان سپہ سالار قافلہ اول نے ایک مختصر تقریر کی جس میں آپ نے مسلمانوں کو سلف صالحین کے واقعات سناتے ہوئے کہا کہ مسلمان بہادر تھے۔ آپ کو بھی بہادر بننا چاہیے۔ ہم گولیاں کھائیں گے مگر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ آپ کی تقریر پر متعدد نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ اس موقع پر مولانا ظفر علی خان آ گئے۔ مولانا نے آتے ہی حکم دیا کہ سب فدا کار کھڑے ہو جائیں۔ آپ نے کہا کہ ساڑھے دس بجے کی گاڑی سے جانے کے لیے تیار رہیں۔ میں ابھی پندرہ منٹ میں آتا ہوں۔ مولانا کے گلے میں بہ کثرت پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ اس کے بعد مولانا تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ان بائیس (۲۲) فدا کاروں کو جو پہلے قافلے میں جانے والے ہیں۔ اس ترکیب کے ساتھ ایک قطار میں کھڑا کیا گیا اور انہوں نے علم الدین شہید کے متعلق یہ نظم پڑھی:

اے علم دین تُو نے مسلم کی لاج رکھ لی

اس کے بعد دوسرے قافلہ والوں نے بھی یہی نظم پڑھی۔

Marfat.com

امیر بخش پہلوان کی تقریر

امیر بخش صاحب پہلوان جو پہلے قافلہ کے قافلہ سالار ہیں انہوں نے مکرر تقریر کی کہ اپنے وطن کی آزادی کے لیے پھانسی پر لٹک جاؤ۔ آپ نے اپنی موجودہ غلامی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں بہادر بننا اور ملک کو آزاد کرانا چاہیے۔ آپ نے کہا کہ میں اپنے پوتے کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ نعش ضرور حاصل کر لے۔ آپ نے افسوس ظاہر کیا کہ ولایت کے بڑے بڑے پہلوان ہمارے پہلوانوں کے سامنے ایک منٹ نہیں ٹھہر سکتے۔ قہر کہ وہ کمزور ہو کر حکومت کریں اور ہم اتنے بڑے بڑے جوان ہو کر محکوم رہیں۔ انگریزوں کے متعلق کہا کہ ان کے ایک روز کا خرچ کم از کم ایک سو روپیہ ہوتا ہے جو ہمارے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوتی ہے اور ہم بھوکے مرتے ہیں۔ آپ نے امیر غازی امان اللہ خاں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ ہندوستان جب ہی آزاد ہو سکتا ہے کہ ہندو مسلمان متحد ہو جائیں۔ ایک ہو جائیں کیوں کہ یہ بھائی بھائی ہیں۔ آخر میں آپ نے تمام حاضرین سے اپیل کی کہ آپ ورزش کیا کریں اور بہادر بنیں۔ اور کوئی نیک کام کریں۔ اس کے بعد نظم ہوئی۔

مولانا ظفر علی خان کی تقریر

کچھ عرصہ بعد مولانا پھر تشریف لائے۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ؛

برادران عزیز! میں لاہور کے غریب مسلمانوں کو مبارک باد دیتا ہوں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام غریب میں آیا، غریب میں رہا۔ میں اپنے ہندو پریس، نوجوان بھارت سبھا کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔ میں اونچے طبقہ والے لوگوں کو جو پس پردہ ہیں- مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ فدا کاران جو اپنی جان ہتھیلیوں پر لیے نکلے ہوئے ہیں، میں ایک جگہ جاؤں اور میرے دل کو یقین آ جائے کہ شہید کی لاش ہمیں مل جائے گی۔ تھوڑے دنوں میں شہید کی نعش لا کر یہیں جنازہ پڑھیں گے اور یہیں سپرد خاک کریں گے۔ ان شاء اللہ

چند دن میں فیصلہ ہو جائے گا۔ آپ انتظار میں رہیں کہ وہ نعش مبارک آئے۔ اس واقعہ نے ہندو مسلم اتحاد کرا دیا۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ آپ گھروں کو جائیں مگر اطمینان اور سکون

Marfat.com

سے۔ ہم ابھی محبت کی ایک نئی دنیا بسائیں گے۔ آپ نے فداکاروں کا شکریہ پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا۔

حکیم احمد حسن، ملک لال دین قیصر، بشیر احمد رفیقی کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔

ایک ڈاکٹر کی طبی خدمات

لاہور۔ ۶ رنومبر: آج ڈاکٹر نثار علی صاحب بازار کریانوالہ نے علم الدین کمیٹی سے درخواست کی کہ انہیں والنٹیر بھرتی کیا جائے چناں چہ وہ دفتر میں تشریف لائے لیکن ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے انہیں لینے سے انکار کیا گیا۔ اب انہوں نے اپنی طبی خدمات قافلوں کے لیے پیش کیں جو شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا۔

پہلے دستے کے پانچ اور فداکار

لاہور۔ ۶ رنومبر: معلوم ہوا ہے کہ پہلا قافلہ جو سترہ (۱۷) آدمیوں پر مشتمل تھا لیکن اب بائیس (۲۲) ہو گئے ہیں۔ پانچ سرفروشان اسلام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ خورشید انور ولد خواجہ فیروز الدین صاحب بیرسٹرایٹ لاء، لاہور

۲۔ محمد رشید، ۳۔ نیک محمد، ۴۔ محمد صدیق، ۵۔ چنن دین

☆

انقلاب ۸ رنومبر ۱۹۲۹ء

مسلمان اکابر کے وفد کی گورنر سے طویل ملاقات

صورت حال کے بہتر ہو جانے کی توقع پیدا ہوگئی

سر شفیع اور علامہ اقبال کی مساعی جمیلہ

لاہور۔ ۶ رنومبر: آج وقت مقررہ پر مسلمانوں کا ایک وفد جو سر اقبال، سر شفیع اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین پر مشتمل تھا- گورنر سے ملا۔ طویل عرصہ تک گفتگو کے بعد وفد سر اقبال کے مکان پر واپس آیا اور آتے ہی بند کمرہ میں صلاح و مشورہ شروع کر دیا۔ گورنر اور وفد کی گفتگو بالکل

Marfat.com

خفیہ رکھی گئی۔

بعض خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے غازی علم الدین کی نعش مسلمانان لاہور کے حوالے کردینے کا فیصلہ کرلیا ہے لیکن گورنر نے چند ایک شرائط پیش کی ہیں۔

گورنر کی شرائط پر غور وخوض کرنے کے لیے رہنمایان اسلام کا ایک پرائیویٹ اجتماع ڈاکٹر سر اقبال کے بنگلے یا محمڈن ہال میں منعقد ہوگا جہاں اگر ضرورت ہوئی تو ان شرائط میں ترمیم یا تنسیخ کی جائے گی۔ وفد کے ارکان شرائط کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ گورنر نے وفد سے کیا کیا کچھ کہا۔ بہ ہر حال مسلمانوں میں مختلف قسم کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ ایک طبقہ تو کہتا ہے کہ علم دین کی نعش وارثوں کے حوالے کردی جائے گی جو بادامی باغ اسٹیشن سے سرکلر روڈ پر ہوتے ہوئے چوبرجی گراؤنڈ میں نماز جنازہ پڑھ کر پیر بودیاں والے کے مقبرے کے پاس دفن کردی جائے گی۔

غازی علم دین کی نعش لاہور سنٹرل جیل میں

عوام کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ یہ بات مصدقہ طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ نعش لاہور سنٹرل جیل سے مسلمانوں کے حوالے کی جائے گی چناں چہ نعش یا تو آج سنٹرل جیل میں لائی جا چکی ہے یا کل پہنچ جائے گی۔ جنازہ اس صورت میں بھی یونیورسٹی گراؤنڈ میں پڑھا جائے گا۔

کل چھ بجے فیصلہ ہوگا

مسلم رہنما کل آپس میں مشورہ کر کے چھ بجے شام پھر گورنر سے ملاقات کریں گے اور اُمید ہے کہ کل یا پرسوں صبح جملہ معاملات طے ہو جائیں گے۔

فساد کے متعلق مسلم رہنما ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر محمد شفیع، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، میاں عبدالعزیز، مولوی غلام محی الدین قصوری و دیگر معزز مسلمان رہنما حکومت کو ضمانت دیں گے کہ مسلم ہجوم کو بے قابو نہیں ہونے دیا جائے گا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۸ر نومبر ۱۹۲۹ء

مولانا مفتی کفایت اللہ کا احتجاج

حکومت پنجاب کے فعل پر شدید نفرت کا اظہار

دہلی۔ ۵ر نومبر: کل ۴ر نومبر کو مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند نے حسب ذیل اعلان بہ ذریعہ پریس ٹیلی گرام بھیجا تھا، آج ڈاک خانہ کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ حکومت نے تار کو روک لیا تھا:

''میاں علم الدین جن کو قتل راج پال کیس میں ۳۱ر اکتوبر کو میانوالی میں پھانسی دی گئی اور ان کی نعش کو بغیر غسل و کفن اور بغیر ادائے نماز جنازہ دفن کر دیا گیا اور مرحوم کے والد کی درخواستوں اور عمائد و معززین کے پیہم مطالبوں کے باوجود گورنمنٹ نے شہید کی لاش وارثوں کو نہ دی۔ یہ تمام حرکات اس جابر غیر ملکی حکومت کے استبداد اور غیر منصفانہ جبر و تشدد اور مسلمانوں کے اموات کی توہین پر مشتمل ہیں اور میں ان حرکات پر شدید ترین اظہارِ نفرت و ملامت کرتا ہوں۔ اور مسلمان اس پر جس قدر رنج و غصہ کا اظہار کریں گے۔ اس میں حق بہ جانب ہوں گے۔''

محمد شفیع

☆

Marfat.com

انقلاب ۸؍نومبر ۱۹۲۹ء

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت دیکھو

علم الدین کے معاملے میں سب کے سب مسلمان بلا لحاظ عقیدہ و خیال متحد ہوئے۔ سرکار۔۔اور تعاون پسند حضرت گورنر صاحب کی خدمت میں وفد لے گئے۔اخبار نویسوں نے پے در پے مضامین لکھے اور مجاہدین مخلصین نے جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر خاموش مقابلے کی ٹھان لی۔اس تحریک میں سب سے زیادہ نمایاں اور مبارک خصوصیت یہ ہے کہ گوان سب جماعتوں کا طریق کار مختلف ہے لیکن مقصد بالکل ایک ہے۔ ہر جماعت اپنے طریقے پر کام کر رہی ہے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی۔کاش مسلمانان ہند ہر تحریک میں یہی طرز عمل اختیار کیا کریں مثلاً کیا اچھا ہوا گر سارداکے قانون کے خلاف احتجاج کرنے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

☆

میاں علم الدین شہید کی نعش

گورنر صاحب نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کر لیا

سر محمد شفیع ،علامہ اقبال اور دیگر اکابر کی شان دار کامیابی

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گورنر صاحب پنجاب نے سر محمد شفیع ،علامہ اقبال اور دیگر اکابر مسلمین کے مطالبہ کی معقولیت اور مسلمانوں کی پُر زور ترجمانی سے متاثر ہو کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ علم الدین شہید کی نعش مسلمانانِ لاہور کے حوالے کر دی جائے چناں چہ اس کے متعلق عن قریب ایک اعلان شائع ہونے والا ہے۔

شہید کی نعش لاہور لانے میں غالباً تین چار دن اور لگ جائیں گے کیوں کہ حکومت نے

Marfat.com

اسے میانوالی سے لاہور پہنچانے کا انتظام اپنے ذمے لیا ہے۔ اس کے بعد یہ نعش اکابر مسلمین کے حوالے کر دی جائے گی تاکہ وہ حسب قرارداد نماز جنازہ ادا کرا کر اسے سپرد خاک کر دیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اب نہایت سکون سے شہید کی نعش کے آنے کا انتظار کریں۔

بعض ہندو اخبارات مسلمانوں کی اس تحریک کے خلاف ناگوار مضامین لکھ رہے ہیں لیکن اکابر قوم کا حکم ہے کہ اسلامی جرائد ان مضامین کو نذر تغافل کریں اور ان کا کوئی جواب نہ دیں تاکہ فضا مکدر نہ ہونے پائے اور شہید کی نعش کامل سکون اور پورے احترام کے ساتھ اول منزل پر پہنچا دی جائے۔

مسلمانانِ لاہور نے اپنے اس مطالبہ میں جس کامل اتحاد کا ثبوت دیا ہے اور گورنر صاحب پنجاب نے اس مطالبہ کو تسلیم کر کے جس مدبرانہ دُور اندیشی کا اظہار کیا ہے۔ اس کا جا بجا چرچا ہو رہا ہے۔ اس کامیابی کا سہرا اکابر لاہور، مولانا ظفر علی خان، کارکنان علم الدین کمیٹی اور سرفروش مجاہدین کے سر ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ ان تمام حضرات کے تعاون سے شہید کی نعش کی تدفین بوجہ احسن انجام پا جائے گی اور کوئی ناگوار واقعہ رُونما نہ ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

☆

میاں علم الدین شہید کی نعش- دو فروگزاشتوں کی تصحیح

جناب مدیر انقلاب۔

السلام علیکم! آپ کے اخبار میں دو فروگزاشتیں نظر آئیں جن کی تصحیح ضروری ہے:

اول: **انقلاب** مورخہ ۴ رنومبر میں لکھا گیا ہے کہ ۴ رنومبر کو شیخ حسن الدین صاحب، ملک محمد حسین صاحب اور سردار حبیب اللہ صاحب نے گورنر صاحب سے ملاقات کی۔ حالاں کہ سردار افضال علی شاہ صاحب بھی گورنمنٹ ہاؤس میں اس مختصر سے وفد میں شامل ہو گئے تھے۔

دوم: **انقلاب** مورخہ ۷ نومبر کے صفحہ ۴ پر ان اکابر قوم کی فہرست درج ہے جو ۵ نومبر کو زیر سرکردگی سر محمد شفیع گورنر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس میں

Marfat.com

چودھری دین محمد صاحب کا نام بھی شامل ہے حالاں کہ وہ شیخ دین محمد صاحب ایم ایل سی تھے۔ نامہ نگار نے انہیں غلطی سے "چودھری" لکھ دیا۔

جلال الدین۔ مینیجر نظامیہ ہوٹل

بیرون لوہاری دروازہ، لاہور

☆

علم الدین شہید کی نعش مسلمانوں کو مل جائے گی

عن قریب سرکاری اعلان کی اشاعت کی توقع

لاہور۔ ۷ نومبر: علم الدین کی نعش کے متعلق تمام معاملات طے ہو چکے ہیں۔ حکومت نعش مسلمانوں کے حوالے کرنے کو تیار ہے بعض معمولی شرائط کے متعلق فیصلہ ہونا ضروری تھا جو آج شام کے چھ بجے ہو گیا۔

ہزایکسیلنسی نے وعدہ کیا ہے کہ علم الدین کی نعش کے متعلق کل یا پرسوں واپس دیے جانے کا حکم حکومت کے خاص کمیونک (اعلان) کے ذریعہ شائع کر دیا جائے گا۔ نعش یا تو چوبرجی گراؤنڈ میں مسلمانوں کے حوالے کی جائے گی یا پاس ہی کسی اور جگہ جس کا اعلان نعش ملنے سے بیس گھنٹے پیشتر کر دیا جائے گا۔ مسلمان نماز جنازہ ادا کر کے امن وامان سے اسے سپرد خاک کر دیں۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جوش میں مسلمان نعش شہر کی جانب نہ لے جائیں۔ دفن کرنے کے بعد مسلمانوں کا ہجوم منتشر ہو جائے اور جلوس کی صورت میں شہر کو واپس نہ آئے۔ اس پر ارکان وفد نے کہا کہ ہم نعش کے ساتھ ہوں گے اور کسی کو کسی قسم کی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہ کرنے دیں گے۔ مسلمان خود امن پسند ہیں وہ ہرگز ہرگز کوئی ایسی کارروائی نہیں کریں گے جس سے امن عامہ میں نقص واقعہ ہونے کا احتمال ہو۔ حکومت کل یا پرسوں گورنمنٹ گزٹ میں نعش کی واپسی کا اعلان کر دے گی۔ (لاہور نیوز ایجنسی)

☆

Marfat.com

انقلاب ۸رنومبر ۱۹۲۹ء

انجمن شباب المسلمین کا اہم سالانہ اجلاس
شہید علم الدین کے متعلق زبردست احتجاج

بٹالہ۔ ۷رنومبر: انجمن شباب المسلمین بٹالہ کے سالانہ جلسے میں باتفاق قرارداد ذیل منظور ہوئی:

''یہ مجلس میاں علم الدین (شہید) کے والد محترم میاں طالع مند کی خدمت میں ان کے فرزند ارجمند کی قربانی وایثار پر ہدیہ مبارکباد پیش کرتی ہے اور حکومت کی حکمت عملی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے کہ اس نے میاں علم الدین (شہید) کی وصیت کے باوجود ان کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔

محرک: میاں کرم الدین

موید: حاجی عبدالرحمٰن، میر عبدالسلام ہمدانی، مولوی نور محمد

☆

انقلاب ۹رنومبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کی اجازت
سرکاری اعلان شائع ہوگیا

لاہور۔ ۸رنومبر: مسٹر ایچ ڈبلیو امرسن چیف سیکرٹری حکومت پنجاب مندرجہ ذیل سرکاری اعلان شائع کرتے ہیں:

میاں علم الدین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کے لیے مسلمانوں کا جو وفد حکومت پنجاب کی خدمت میں پیش ہوا، اس کے متعلق حکومت نے جو فیصلہ کیا ہے وہ عوام کی اطلاع کے لیے شائع کیا جاتا ہے۔ ابتدا ہی سے حکومت پنجاب کی یہ خواہش رہی ہے کہ فرقہ وار امن میں خلل پڑنے کے لیے ذرائع سے اجتناب کرے اور محض

Marfat.com

اسی مقصد کے حصول کے لیے ۳۱ راکتوبر کو میانوالی میں دفن کرنے کے انتظامات کئے گئے تھے۔ گزشتہ چند روز کے دوران میں مسلمان رہنماؤں کے مشورے سے اس مسئلہ پر مزید غور کیا گیا تا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ آیا ایسے انتظامات کرنا ممکن ہیں جن سے مسلمانوں کی آرزوئیں پوری ہو جائیں اور ساتھ ہی امن عامہ میں کسی قسم کا شدید خطرہ پیدا نہ ہو۔

مسلمانوں کا وفد

۵ رنومبر کو لاہور کے سرکردہ مسلمانوں کا ایک وفد زیر قیادت سر محمد شفیع گورنر کے پاس حاضر ہوا۔ علامہ سر اقبال ایم۔ایل۔سی بلدیہ لاہور کے مسلم ارکان پراونشل مسلم لیگ کے نمائندے اور مقامی جماعتوں کے عہدے دار اس وفد میں شامل تھے۔ وفد مذکور نے ہز ایکسلنسی سے کہا کہ ہماری قوم کی جائز اور مخلصانہ آرزو ہے کہ میاں علم الدین کی میت کو ان کی وصیت کے مطابق لاہور میں دفن کیا جائے اور کہ ہم اس بات کا یقین دلانے کے لیے تیار ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے پوری ذمہ داری اُٹھاتے ہیں کہ اگر ہماری درخواست منظور کر لی گئی تو کسی قسم کا نقص امن نہیں ہوگا۔ نیز ہم مسلمانانِ لاہور کی طرف سے ایسی شرائط منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ان شرائط کی تعمیل دیانت داری سے کی جائے گی۔ اہل وفد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ظاہر کیا کہ اگر ہماری درخواست کو منظور کرنا غیر ممکن خیال کیا گیا تو جذبات کی شدت کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ایسی حالت رُونما ہو جائے گی جس سے امن عامہ کو شدید خطرہ ہے انہوں نے درخواست کی کہ کوئی تسلی بخش حل حاصل کرنے کے لیے حکومت اس مسئلہ پر مزید غور کرے۔

گورنر کا جواب

ہز ایکسلنسی نے اہل وفد سے کہا کہ اگر مسلم قوم کی طرف سے اس بات کا یقین دلایا جائے اور حکومت مطمئن ہو جائے کہ خطرہ کا اندیشہ نہیں رہے گا اور قوم کے رہنما غیر مشروط طور پر ایسی شرائط کو جو حکومت تجویز کرے۔ منظور کیا اور ان کی کامل تعمیل کی ذمہ داری اٹھائیں تو اس مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے۔ اس مفاہمت پر ہز ایکسلنسی مزید غور کرنے پر رضا مند ہو گئے اور مسلم قوم کے نمائندوں کے ساتھ بحث و مباحثہ اور مزید غور کرنے کے بعد حکومت پنجاب نے مصرحہ ذیل فیصلہ کیا ہے:

Marfat.com

حکومت پنجاب کا فیصلہ

ماہ نومبر کے دوران میں اور اس قدر جلدی جس قدر ضروری انتظامات مکمل ہو سکیں۔
حکومت پنجاب (میاں) علم الدین کی میت کو لاہور میں دفن کرنے کے لیے دینے کو تیار ہے۔
بہ شرط یہ کہ من درجہ ذیل شرائط کی تعمیل کی جائے جو مسلم رہنماؤں نے مسلمانانِ لاہور کی طرف سے منظور کر لی ہیں۔

شرائط

حکومت پنجاب میانی قبرستان کے پاس میت کو ایسے وقت حوالہ کر دے گی جو حکومت کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ شہر لاہور یا کسی دوسرے مقام سے اس مقام تک کی جہاں میت حوالہ کی جائے گی۔ کوئی جلوس لے جانے کی اجازت نہ ہو گی۔ سوائے اس جلوس کے جو مقام مذکور سے قبرستان تک جائے گا۔

لاہور میں تجہیز و تکفین کی رُسوم اَدا کرنے سے پیشتر یا اس کے بعد لاہور میانوالی یا کسی دوسرے مقام پر نہ تو مظاہرے کیے جائیں گے اور نہ جلوس نکالے جائیں گے۔

مقام حوالگی سے جنازہ اسی راستے لے جانا ہو گا جو حکومت نے تجویز کیا ہے۔ مسلمان رہنماؤں نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ حکومت پنجاب کے فیصلے کی تاریخ سے اس معاملے کے متعلق عام جلسے اور مظاہرے بند کر دیے جائیں گے۔ نیز انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ مسلم اخبارات وغیرہ میں ہر قسم کے جوش و خروش یا پروپیگنڈے کو بند کر دیا جائے گا۔

انہوں نے عہد کیا ہے کہ ابتدائی انتظامات کرنے اور جنازے کے روز امن قائم کرنے میں وہ مقامی حکام کو امداد دیں گے۔

انہوں نے اس بات پر بالخصوص رضا مندی کا اظہار کیا ہے کہ عزاداروں کو اپنے اپنے گھروں کو منتشر کرنے میں ہر قسم کی امداد بہم پہنچائیں گے۔

ایک کمیٹی کا قیام

اس سلسلہ میں قوم کے نمائندوں کی ایک مجلس قائم کی گئی جو کمشنر لاہور کے ساتھ براہِ راست تعلق رکھے گی اور انہیں اور مقامی حکام کو ضروری انتظامات کی تکمیل وغیرہ میں مدد دے

Marfat.com

گی۔

اس کمیٹی اور بلدیہ کے وارڈوں کے مسلمان ارکان کا اہم فرض یہ ہوگا کہ محلّہ داروں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ جنازہ سے قبل اور بعد اپنے اپنے محلّہ کے امن کے ذمہ دار ہوں گے۔

حکومت اپنی طرف سے ناگوار حادثات کے انسداد کے لیے تمام ممکن احتیاطیں عمل میں لائے گی۔

حکومت کی توقعات

حکومت پنجاب کو اُمید ہے کہ مسلمانانِ لاہور من حیث القوم اور انفراداً اس عہد کا احترام کریں گے جوان کے رہنماؤں نے ان کی طرف سے کیا ہے اور اسے یقین ہے کہ مسلمان اور دیگر اقوام کسی قسم کے مظاہرے یا پروپیگنڈے یا کسی ایسے فعل سے جس سے امن اور یک جہتی کی فضا مکدر ہونے کا احتمال ہو۔ اجتناب رکھیں گے۔ حکومت کو اس بات کا بھروسہ ہے کہ رُسوم جنازہ کی تکمیل سے حادثات کا وہ سلسلہ جو زمانہ ماضی میں فرقہ وار گمانی اور اختلافات کا موجب رہا ہے۔ مستقل طور پر بند ہو جائے گا۔

☆

انقلاب ۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء

شہید اسلام

میاں علم الدین صاحب کا عکسی دورنگا فوٹو

سائز ۲/۷×۱۰۔ انچ حاشیے پر خوش نما بیل مع تاریخ ولادت وشہادت کاغذ عمدہ یادگار زمانہ اور کمروں کی زیبائش کے لیے نایاب تحفہ ہے۔ قیمت فی درجن ۱۲ر مع محصول ڈاک عہ۔۲

اخبارات کے ایجنٹ صاحبان:

فوراً قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیج کر منگوالیں ورنہ بعد میں افسوس کرنا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ: مینیجر رشید بک ایجنسی کوچہ آہنگراں لاہور

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۵/نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ شہادت میاں علم الدین مرحوم

عاشق جاں باز احمد داد جاں مردانہ وار
خویشتن را سوخت بر شمع پروانہ وار

بر سر دار آمد و سردار شد حلّاج وار
یافت تشریف و سلام و رحمت پروردگار

در جوانی جان شیریں باخت در عشق نبی
زندۂ جاوید شد آں خوش نصیب سرمدی

ہاتف غیبی بسال فوت آں فخر فحول
گفت "باروح قدس پروانۂ شمع رسول"

۱۳۴۸ھ

محمد افضل ہاشمی، لاہور

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۵؍نومبر ۱۹۲۹ء

علم الدین شہید کے جنازہ کی تیاریاں

چوبرجی گراؤنڈ میں انتظامات کی درستی

لاہور۔۱۳؍نومبر: آج منادی کے ذریعے شہر میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ شہید علم الدین کی نعش ۱۴؍نومبر بروز پنج شنبہ صبح ساڑھے آٹھ بجے چاند ماری گراؤنڈ میں مسلمانوں کے حوالے کی جائے گی۔اس گراؤنڈ میں نماز جنازہ کے لیے صفیں کھڑی کرنے کی لکیریں بنادی گئی ہیں۔اُمید ہے اس جگہ کل مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوگا۔یہ گراؤنڈ پونچھ ہاؤس کے سامنے واقع ہے۔خلیفہ شجاع الدین، چودھری فتح شیر، میاں مبارک دین، شیخ جان محمد، مہر خدا بخش، مسٹر رچرڈز واٹر وائس اکنیر اور چودھری اللہ دتا نے وہاں جا کر پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔

☆

قاضی عبدالرشید اور غازی علم الدین شہید
ایک مشترک مرقع

اعوان بک ڈپو نے حال ہی میں ایک سہ رنگی تصویر چھاپی ہے جس کے بالائی حصے میں مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور روضۂ اطہر کا نقشہ ہے اور نیچے ایک طرف قاضی عبدالرشید مرحوم اور دوسری طرف غازی علم الدین مرحوم تشریف فرما ہیں۔غازی علم الدین کی تصویر گرفتاری سے پہلے کی ہے۔شہیدانِ راہِ حق کا یہ مشترک مرقع اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اپنے گھر میں رکھے۔
قیمت فقط دو آنے

ملنے کا پتہ: اعوان بک ڈپو: نولکھا نمبر ۶، لاہور

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۶رنومبر ۱۹۲۹ء

علم الدین شہید کی نماز جنازہ پر خلائق وملائکہ کا بے نظیر ہجوم

چار لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی سرفرازیاں

مسلمانوں کا بے نظیر ضبط ونظام

آج مورخہ ۱۴رنومبر روز پنج شنبہ لاہور بلکہ مسلمانانِ پنجاب کی تاریخ میں ایک نہایت غیر معمولی دن تھا کیوں کہ آج مسلمانوں نے اپنے شہید کی نماز جنازہ جس نے اپنی جان کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر پروانہ وار فدا کر دیا تھا۔اس شان و شوکت کے ساتھ ادا کی جس کا یہ مبارک موقع مستحق تھا۔گو کل میت کے آنے کے متعلق منادی شام کے بعد ہوئی تھی تاہم صبح ہی سے لوگ چوبرجی کے چاند ماری کے وسیع میدان میں جمع ہونے لگے تھے۔لاہور کی سڑکوں پر مسلمانوں کے اس اژدحام کثیر کا نظارہ جو آج چوبرجی کے میدان کی طرف جارہا تھا۔کبھی عیدین کے موقع پر بھی نظر نہ آیا تھا۔پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس کے محافظ اور سرور کائنات علیہ افضل التحیات کے نام لیوا اور اس ذات پاک کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان کسی قسم کے جوش وخروش کے اظہار کے بغیر میدان میں جمع ہو رہے تھے۔موٹریں،تانگے،لاریاں،پیدل غرض کہ آمدورفت کی اس قدر بھیڑ تھی کہ لیک روڈ کا وسیع ترین راستہ بھی اس بھیڑ کا مشکل سے متحمل ہورہا تھا۔

پولیس اور فوج کے انتظامات

حکومت نے بھی اس موقع کے لیے پولیس اور فوج کے زبردست انتظامات راستوں، چوراہوں اور شہر کے اہم مقامات پر کر رکھے تھے۔یہ انتظامات رات کے بارہ بجے سے شروع تھے۔گورہ پلٹین سول لائن اور شہر کے اہم مقامات پر بٹھادی گئی تھیں۔ڈاک خانہ اور تار گھر کے قریب مشین گنیں رکھی ہوئی تھیں اور مسلح گاڑیاں بھی متعدد مقامات پر دیکھی گئیں۔حفظ امن کی

Marfat.com

خاطر مزنگ، انارکلی، لوہاری دروازہ سے سید مٹھا تک سوتر منڈی، چوک منی، پاپڑ منڈی، چوک رنگ محل، بزاز ہٹہ، لنگے منڈی، ڈبی بازار، کشمیری بازار، پرانی کوتوالی اور بڑی کوتوالی میں پولیس کے دستوں کے علاوہ ہندو مسلمان معززین کی ڈیوٹیاں لگادی گئی تھیں تا کہ مفسدہ پرداز شرارت نہ کرنے پائیں۔

علم الدین شہید کی اسپیشل ٹرین

لاہور کے دو مسلمان میونسپل کمشنر اور ایک مسلمان مجسٹریٹ شہید علم الدین کی میت لانے کے لیے میانوالی گئے ہوئے تھے۔ کل انہوں نے قبر سے نعش نکالی۔ جس کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچی تھی۔ نہ اس میں تعفن پیدا ہوا تھا نہ بُو پیدا ہوئی تھی۔ نعش کو نکال کر ایک صندوق میں بند کیا اور میانوالی کے اسٹیشن پر پہنچایا گیا۔ جہاں ایک اسپیشل ٹرین میت کو لاہور لانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اسپیشل میں ایک ڈبہ فرسٹ کلاس کا ایک سیکنڈ کلاس کا اور دو ایک بوگیاں لگائی گئی تھیں۔ کل شام ساڑھے چار بجے اسپیشل میانوالی سے روانہ ہوئی۔ اور راستہ میں کسی اسٹیشن پر نہ ٹھہرتی ہوئی ایک بج کر چالیس منٹ پر لالہ موسا سے گزری۔ علی الصبح پانچ بج کر ۳۵ منٹ پر لاہور چھاؤنی کے اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ اور اسٹیشن سے درے نہر کے پل پر جو سنٹرل جیل سے نزدیک ہے۔ کھڑی کر لی گئی۔ وہاں جیل کی ذولاریاں پہلے ہی سے کھڑی تھیں۔

شہید کی میت مسلمانوں کے حوالے

اس مقام پر شہید کی نعش سنٹرل جیل کے حکام کے حوالے کی گئی جنہوں نے پونے سات بجے پونچھ ہاؤس کے سامنے وہ صندوق جس میں حرمت اسلام کا فدا کار بند تھا۔ مسلمان معززین کے حوالے کر دیا۔ اور رسید لے لی۔ معززین میں سر محمد شفیع، سر محمد اقبال اور چند ایک میونسپل کمشنر تھے۔ وہاں سے میت سات بجے کے قریب جنازہ گاہ یعنی چوبرجی کے میدان میں لائی گئی، وہاں بھی عام مسلمان اکابر موجود تھے۔

کلمہ گویان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بے نظیر اجتماع

دس بجے تک چاند ماری کا وسیع میدان خلق خدا سے پُر ہو گیا۔ پانی کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا تھا۔ ٹیوب ویل سے میونسپلٹی کے انجن پانی نکال رہے تھے، جو نالیوں کے ذریعے سے ماشکیوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا۔ ماشکی مسلمانوں کو وضو کرا رہے تھے۔ ساڑھے نو بجے جب کہ

Marfat.com

مسلمانوں کے اس ہجوم کا قریب تر اَز صحت اندازہ دو لاکھ کیا جاتا تھا اور جس طرف نگاہ اُٹھائی جاتی تھی۔ مسلمان ہی مسلمان نظر آتے تھے اور ابھی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا، لوگ جھاڑیوں اور سرکنڈوں میں بھی کھڑے تھے۔ پہلی نماز جنازہ اَدا کی گئی جس کے امام مولوی بخاری صاحب تھے۔ نماز جنازہ ہو چکی تو مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید اب جنازہ اُٹھایا جائے گا۔ اس لیے وہ شہید کی میت اُٹھانے کے لیے آگے بڑھے لیکن ہجوم کو پھر قابو میں کر لیا گیا اور اسے بتایا گیا کہ ابھی مسلمان جوق جوق نماز جنازہ کے لیے آ رہے ہیں اور دوسری نماز پڑھی جائے گی۔ لہٰذا آپ لوگوں کو حصول ثواب کے دوسرے شائقین کے لیے جگہ خالی کر دینی چاہیے۔ اس پر مسلمان مختلف راستوں سے منتشر ہونے لگے اور ان کی جگہ دوسری جماعتیں آتی رہیں اور شائقین کی آمد کا تانتا لگا رہا۔

خواتین

بہت سی مسلمان خواتین بھی جنازہ میں شامل ہوئیں اور بے شمار خواتین میانی صاحب کے قبرستان میں پیر بودیاں والے کے مزار کے پاس جمع ہو رہی تھیں، بہت سی راستہ میں بیٹھی تھیں۔ جو مسلمان خواتین جنازہ گاہ میں تھیں وہ بھی نماز میں شامل ہوئیں۔

مسلمانوں کا حیرت انگیز ضبط و نظام

اتنا بڑا عظیم الشان اتنا زیادہ اور اتنا پُر شوکت اور متین و منظّم ہجوم پنجاب کی آنکھوں نے آج تک نہ دیکھا تھا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے اسلام کی حقیقی عظمت کا شاندار مظاہرہ کر دکھایا جیسا کہ وعدہ کیا گیا تھا، مسلمانوں نے کسی قسم کا نعرہ نہیں لگایا، نہ کسی قسم کے جوش و خروش کا اظہار کیا، جنازہ گاہ میں جوں جوں اجتماع ہوتا جا رہا تھا، لوگ خود بہ خود قطاریں بنا بنا کر بیٹھتے جاتے تھے اور نماز جنازہ اَدا کر کے کسی قسم کے جوش و خروش کے اظہار کے بغیر خود بہ خود منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ مذہب مقدس اسلام نے ان میں کس قدر ضبط و نظام کی کس قدر محیر العقول خوبیاں پیدا کر دی ہیں اور مسلمان وعدے کے کس قدر پابند ہوتے ہیں۔

تدفین شہید

نماز جنازہ کے بعد بارہ بجے تک مسلسل ہزار ہا مسلمان شہید کی زیارت کے لیے جمع ہوتے رہے۔ اندازہ ہے کہ کم سے کم چار لاکھ مسلمانوں نے شہید اسلام کی نماز جنازہ میں شریک

Marfat.com

وشامل ہوکر ثواب حاصل کیا۔ بارہ بجے میت کو اُٹھا کر مسلمان کلمہ پڑھتے ہوئے قبرستان میں لے گئے، جہاں شہید کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

بیرون جات کے مسلمان

نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لیے بیرون جات کے مسلمان تعداد کثیر شریک ہوئے۔ پندرہ بیس ہزار مسلمان امرت سر سے آئے ہوئے تھے اور انبالہ اور لدھیانہ، جالندھر اور ادھر راول پنڈی اور وزیر آباد تک مسلمان راتوں رات لاہور پہنچ گئے۔ لاہور کے مضافات کے دیہاتی باشندے بھی بہ تعداد کثیر نماز جنازہ کے لیے آئے۔

آسمان کی آنکھ نے اس سے پہلے بھی کئی بار دیکھا تھا اور اب پھر دیکھ لیا کہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق انسان کو کس معراج کمال پر پہنچا دیتا ہے اور ایک ذرّہ حقیر کو کس طرح معزز وسر بلند وسرفراز کرتا ہے۔ لاہور کا ایک غیر معروف لڑکا علم الدین محض عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس قدر عزت پا گیا کہ اس کی نماز جنازہ میں بڑے سے بڑے مسلمان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے مسلمان شریک ہوئے اور خلق اللہ کا اس قدر ہجوم ہوا کہ باید وشاید۔

شہر کے تمام مسلم اکابر، تمام مسلم میونسپل کمشنر، تمام مسلم اخباروں کے ایڈیٹر شریک تھے۔

☆

میاں علم الدین شہید کی بہترین یادگار

بیرون دروازہ شاہ عالمی کی مسجد

میاں فیروز الدین احمد (موچی دروازہ لاہور) کی طرف سے ایک تجویز موصول ہوئی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ شاہ عالمی دروازہ لاہور کے باہر جو شکستہ "مسجد شہید" کے نام سے موسوم ہے اور جو مسلمانوں نے ایک ہی رات میں تعمیر کر لی تھی۔ وہ آج کل انجمن اسلامیہ پنجاب کی تولیت میں ہے، جو اسے اَز سرِ نو مکمل کرنے کے لیے سرمایہ فراہم کر رہی ہے۔ اور غالباً ایک رقم فراہم بھی ہو چکی ہے۔ بعض حلقوں میں یہ تجویز کی جا رہی ہے کہ علم الدین شہید کے نام سے کوئی

Marfat.com

یادگار قائم ہونی چاہیے۔ میاں فیروز الدین احمد صاحب کی یہ تجویز ہے کہ اس یادگار کے طور پر مسجد کا نام ''مسجد علم الدین شہید'' رکھ دیا جائے اور انجمن اسلامیہ پنجاب ایک ایک آنہ یا دو دو آنے کی بہت سی رسیدیں چھپوا کر اس مسجد کے لیے چندہ فراہم کرنا شروع کر دے۔ اس طرح بہت سارو پیہ بآسانی جمع ہو جائے گا اور یہ مسجد سنگ مرمر سے تعمیر کی جا سکے گی۔

میاں فیروز الدین احمد صاحب اعلان کرتے ہیں کہ اگر انجمن اسلامیہ پنجاب اس کام کو شروع کر دے تو وہ اپنی طرف سے پچاس روپے کی رقم اس سرمائے میں عطا کریں گے اور اس کے علاوہ پانچ سو روپے کی ایک اور رقم خود برادران اسلام سے جمع کر کے دیں گے۔ ہمارے نزدیک تجویز نہایت مبارک ہے۔ مسلمان علم الدین شہید کی یادگار قائم کرنے کے لیے چندہ دینے میں ہرگز بخل نہ کریں گے اور یہ مسجد اپنی روایات، اپنے محل وقوع اور اپنی یادگاری نسبت کے اعتبار سے ہمیشہ شوکت اسلام کا مظہر رہے گی۔ انجمن اسلامیہ پنجاب کے کارپردازوں کو چاہیے کہ فوراً اس تجویز پر عمل کریں اور اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

(مدیران انقلاب)

☆

انقلاب ۱۶ رنومبر ۱۹۲۹ء

علم الدین شہید کی تدفین کی تفصیلات

رضا کاروں کا حسن انتظام۔ اکابر کی مساعی جمیلہ

تقریریں

نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد لوگوں کا بے شمار ہجوم جنازہ کی طرف کندھے دینے کی خاطر والہانہ طریق پر ٹوٹ پڑا۔ مولانا ظفر علی خان اور سر شفیع اس بھیڑ میں آ گئے جنہیں بمشکل نکالا گیا۔ اس کے بعد حکیم احمد حسن اور مولانا ظفر علی خان نے مسلمانوں کو متحمل اور پُر امن رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ آپ نہایت پُر امن طریق پر رہیں۔ آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے حکومت کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ مسلمان منظم نہیں رہ

Marfat.com

سکتے۔

جنازہ

ساڑھے دس بجے کے قریب جنازہ اُٹھایا گیا۔ ہزار ہا لوگ کندھا دینے کے اشتیاق میں آگے بڑھے۔ بہت سے لوگ جو کندھا دینے سے محروم رہے، انہوں نے اپنی پگڑیاں تابوت کے بانسوں میں ڈال لیں جن کو سینکڑوں لوگوں نے تھام رکھا تھا۔ چند ایک بدباطن اشخاص نے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی مگر مولانا ظفر علی خان، حکیم احمد حسن اور دیگر رضا کاران علم الدین کمیٹی کی مساعی نے نظام کو درست کر دیا۔ مسلمان کلمۂ شہادت اور درود شریف پڑھتے چلے آرہے تھے۔ لوگ نہایت امن وسکون کے ساتھ میانی صاحب کی طرف جا رہے تھے۔ گاہے بہ گاہے ''اللہ اکبر، غازی علم الدین زندہ باد، اسلام زندہ باد، اور ہندوستان زندہ باد'' کے نعرے لگائے جاتے تھے۔

لوگوں کا تانتا

اس وقت بھی لوگ دُور دُور سے بھاگے چلے آرہے تھے جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی۔ دُور تک آدمیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آرہا تھا۔

مستورات

راہ میں اور میانی صاحب میں مستورات ہزاروں کی تعداد میں جمع تھیں جو اونچے ٹیلوں اور چھتوں پر بیٹھی کلمہ پڑھ رہی تھیں۔

میاں طالع مند والد شہید علم الدین

جنازہ لانے سے قبل میاں طالع مند والد علم الدین شہید میانی صاحب کے قبرستان میں آئے۔ لوگ ان کے گرد پروانہ وار گر رہے تھے۔ آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے۔

جنازہ میانی صاحب میں

۱۲ بجے جنازہ میانی صاحب پہنچا۔ وہاں ہزار ہا لوگ پہلے سے ہی موجود تھے۔ راہ میں لوگ مٹھیاں بھر بھر پھول جنازہ پر پھینک رہے تھے۔ کئی گڈے پھولوں سے لدے ہوئے تھے جو مفت پھول تقسیم کر رہے تھے۔

Marfat.com

قبر میں پھول

قبر نہایت صاف ستھری بنائی گئی تھی۔ لوگ پھول لا کر قبر میں پھینک رہے تھے۔ یہاں تک کہ قبروں کا ایک زبردست فرش بچھا ہوا تھا۔ ۱۲ بجے کے بعد نعش قبر میں اُتاری گئی۔ اس وقت تمام ہجوم کلمۂ شہادت پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے لاتعداد ہار اور پھول قبر میں پھینکے۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھی گئی۔

رضا کاروں کا انتظام

علم الدین کمیٹی کے رضا کار اس تمام عرصہ میں نہایت جاں فشانی سے کام کرتے رہے۔ انہوں نے تمام گم شدہ چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اعلان کر دیا کہ اگر کسی کی چیز کھو گئی ہو تو کل علم الدین کمیٹی کے دفتر میں آ کر لے سکتا ہے۔ ان کو بہت سی چیزیں دستیاب ہوئیں۔

مولانا ظفر علی خان کے ارشادات

تمام رضا کار ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو مولانا نے تمام نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> عزیزو! میں نے آپ کی کمیٹی میں بہ طور رضا کار بھرتی ہو کر حلف اُٹھایا۔ آپ نے مجھے اپنا امیر بنایا اور میرے حکم کی تعمیل بہ احسن انجام دی۔ تمہاری قربانی، ایثار اور والہانہ جذبے نے تیر و توپ سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ میں تمہیں اس کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ آج حکومت کو معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمان صبر سے وہ کام کر سکتے ہیں جو حکومت جبر سے نہیں کر سکتی۔ میں نے تم سے جو عہد کیا تھا وہ آج ختم ہو گیا۔ میں تم سے نیا عہد لینا چاہتا ہوں وہ ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ ہے۔ دیگر اُقوام کہہ رہی تھیں کہ مسلمان مردہ قوم ہے۔ آج انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کس طرح موت سے زندگی اور اندھیرے سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اب تم اعلان کرو کہ ہم ہندوستان کو آزاد کرا کے ہندو بھائیوں کو بھی اس غلامی سے نجات دلائیں گے۔ مسلمان ناموس رسول اور اسلام پر پروانہ وار نثار ہونے کو تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہو لیکن مذہب جب ہی آزاد ہو سکتا ہے کہ جب کہ ہم خود آزاد ہوں۔ ہمارا

Marfat.com

مذہب ہمیں آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ آزادی کی جدوجہد میں ہمسایہ اقوام سے چار قدم آگے رہیں۔

واپسی

قبر پر مٹی پڑ جانے پر بھی لوگ ہزار ہا کی تعداد میں آکر پھول چڑھا رہے تھے اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی بھاگے چلے آرہے تھے۔علم الدین کمیٹی کے رضا کار امیر بخش پہلوان کی معیت میں اپنے دفتر کو چلے گئے۔

اکابرین کی مساعی

سر شفیع، ڈاکٹر سر اقبال، مولانا ظفر علی خان، ملک لال دین قیصر، غلام مصطفیٰ حیرت، حکیم احمد حسن جنہوں نے ہجوم کو قابو میں رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ کی خدمات قابل استحسان ہیں۔

حکیم احمد حسن کا ایثار

معلوم ہوا ہے کہ حکیم صاحب کو رات دیر سے نعش ملنے کی اطلاع ملی۔آپ فوراً اسٹیشن پر پہنچے لیکن گاڑی نہ مل سکی۔تمام رات آپ نے اسٹیشن پر جاگ کر گزاری اور پہلی ٹرین سے لاہور پہنچ گئے۔دو تین ہزار کے قریب لوگ امرت سر سے آئے ہوئے تھے۔

شہر میں ہڑتال

شہر لاہور میں آج تمام مسلمان دکان داروں نے مکمل ہڑتال کی ہوئی تھی۔۱۲ بجے کے بعد کئی دکان داروں نے دکانیں کھول لیں۔میوہ منڈی، سبزی منڈی، قصاب منڈی بالکل بند رہیں۔تمام سکولوں کے طلبا اور مسلمان ملازمین دفاتر نے بھی تعطیل منائی اور جنازہ میں شرکت کی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۶ رنومبر ۱۹۲۹ء

غازی علم الدین کی میت لاہور میں

غلامانِ رسول کے جوشِ عقیدت کا مواج سمندر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم و دامِ ما

۱۴ رنومبر کی صبح کو غازی علم الدین کی میت لاہور میں مسلم اکابر کے حوالے کی گئی اور چوبرجی کے میدان میں حضور خواجۂ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے اپنے آقا و مولیٰ (بـآبـائنا هو و امهاتنا) کی عزت وحرمت کے شہید کی پُرجلال بارگاہ میں آخری عقیدت و نیاز مندی کے پھول پیش کیے۔ جن لوگوں نے یہ منظر دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں کہ الفاظ کا کوئی ذخیرہ، اَدب کا کوئی خزینہ، قوت بیان کی کوئی وسعت اور استعداد اظہارِ حق کی کوئی پہنائی اس منظر کا نقشہ اُتارنے میں سازگار نہیں ہوسکتی جو ۱۴ رنومبر کی صبح کو چوبرجی کے میدان میں رُونما ہوا۔ یہ کہنا کہ وہاں لاکھوں مسلمان جمع ہوئے، جن میں سے ہر شخص کا قلب، ہر شخص کی زبان، ہر شخص کی آنکھیں شہید حرمت سرورِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت سے لبریز تھیں۔ اس منظر کی رُوح افروزی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ جنازے کی پہلی نماز میں دو لاکھ سے زائد مسلمان شریک ہوں گے، یہ تحقیقی بیان ہے اور اسے عام اجتماعات کی تعداد کے متعلق سخن طرازی کا کرشمہ نہیں سمجھنا چاہیے اور یہ اجتماع کس مقام پر ہوا؟ اس مقام پر جو لاہور شہر کے ایک طرف آبادی سے کم وبیش تین میل باہر ہے اور جہاں پہنچنے کے لیے شہر کے اکثر حصوں کے مسلمانوں کو چھ چھ سات سات میل کا فاصلہ طے کرنا پڑا، اور جن لوگوں کے پاس سواری کے تمام وسائل مہیا تھے، انہیں بھی بہ درجۂ اَقل ایک میل پیدل جانا پڑا، پہلی نماز کے اختتام پر کثیر التعداد لوگ واپس لوٹ آئے۔ وسیع وعریض سڑکیں آدمیوں سے اس طرح بھری پڑی تھیں کہ قدم اُٹھانا دشوار تھا لیکن جس تعداد میں لوگ واپس آرہے تھے اس سے زیادہ تعداد میں جارہے تھے۔

Marfat.com

اجتماع کا نظارہ

چوبرجی کے میدان کی طرف جتنے راستے جاتے ہیں وہ سب زندہ انسانوں کی دو بے پناہ موجوں کا رقص زار بنے ہوئے تھے۔ ایک موج شہر کی طرف آ رہی تھی اور دوسری موج میدان کی طرف جا رہی تھی۔ چوبرجی کے حصے میں جتنے رہٹ تھے۔ چل رہے تھے، بلدیہ لاہور کے جتنے سقے تھے انتہائی جوش عقیدت کے ساتھ اپنے مشکیزے بھرے لیے کھڑے تھے۔ بلدیہ کے فائر بریگیڈ کا انجن پائپ کے ذریعہ سے میدان میں پانی بہم پہنچا رہا تھا۔ یہ عقیدت مندانِ شہید کے وضو کا سامان تھا۔ جنازے میں لاہور کا بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی شریک تھا، برقعہ پوش خواتین بھی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کا آخری منظر دیکھنے کے لیے بہ تعداد کثیر میدان میں پہنچی ہوئی تھیں اور پہنچ رہی تھیں۔ ستر ستر (۷۰،۷۰) اسّی اسّی (۸۰،۸۰) سال کے بوڑھے جن کی کمریں کہولت سن کی وجہ سے جھک گئی تھیں اور جنہیں قدم اُٹھانا دُشوار تھا، بے تابانہ وہاں پہنچے ہوئے تھے اور شہید حق کے نظارے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے۔ انسانوں کی صحیح تعداد کا اندازہ محال ہے لیکن بلا شائبہ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اس منظر میں پانچ چھ لاکھ سے کم مسلمان شریک نہ ہوں گا۔ دنیا نے اسلامی علوم کی کتابوں میں ''شہادت'' اور ''شہید'' کے الفاظ بارہا پڑھے ہوں گے۔ اسے کہتے ہیں شہادت۔ اس کا نام ہے شہید۔ یہ ہے کائنات انسانیت کے لیے زندہ گواہی۔

میت کی کیفیت

لمبے بانسوں پر ایک چارپائی بندھی ہوئی تھی، اس چارپائی پر پھولوں کا بستر تھا، اس بستر پر ایک چوبی صندوق رکھا تھا جس میں اس شہید راہ حق کا خاموش جسم بند تھا، جسے آج سے پندرہ روز پیشتر ایک دنیاوی عدالت کے حکم کے ماتحت پھانسی دی گئی تھی، صندوق کے بالائی حصے پر ایک سادہ چادر پڑی ہوئی تھی جس کے حاشیوں پر یہ شعر لکھا ہوا تھا؛

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

[میں نے سنا کہ قیامت کے روز اللہ کریم گنہگاروں کو نیک لوگوں کے طفیل بخش دے گا۔]

Marfat.com

اس چادر پر دوڈھائی بالشت اونچی پھولوں کی تہ تھی۔عقیدت مند ٹوکریوں میں، جھولیوں میں اور ٹوپیوں میں پھول بھر بھر کر لا رہے تھے اور شہید کی میت پر عقیدت مندانہ ڈال رہے تھے۔ عرق گلاب کی بوتلوں پر بوتلیں چھڑکی اور اُنڈیلی جا رہی تھیں۔خدا معلوم کتنے من پھول اور کتنے من عرق شہید علم الدین کی نذر کیا گیا۔خدا معلوم کتنی زبانیں اس روز ''بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم'' کو دہرا رہی تھیں۔یہ ہے ''شہادت''۔یہ ہے صداقت اور سچائی کی ''زندہ گواہی''۔

شہادت اسے کہتے ہیں

چوبی صندوق کی، ہر اندیشہ اختلال سے محفوظ تنہائی میں ایک بہ ظاہر کاملاً خاموش جسم مگر حقیقۃً ہمہ تن گویا وجود گواہی دے رہا تھا۔علی الاعلان گواہی دے رہا تھا۔زمین کی وسعت میں بسنے والے ہر زندہ وجود اور سطح اَرض سے لے کر ملاء اعلیٰ تک کی ہر سامع ہستی کو سنا رہا تھا کہ جب تک فرزندانِ توحید میں قربان ہونے والے باقی ہیں۔ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کو کوئی اندیشہ نہیں اور پانچ لاکھ کلمہ پڑھنے والی زبانیں اس قول حق کی سچائی پر گواہی دے رہی تھیں۔یہ جو تم بار بار سنتے ہو ''شہادت''، ''شہادت''۔تو یہ ہے شہادت، یہ ہے زندہ گواہی۔وہ گواہی جسے دنیا کی کوئی طاقت جھٹلا نہیں سکتی۔حتیٰ کہ وہ عدالت بھی جھٹلا نہیں سکتی جس کے حکم کے ماتحت شہید علم الدین نے ۳۱ر اکتوبر کی صبح کو میانوالی کی غربت میں جام شہادت نوش کیا۔

اندیشۂ مرگ سے پاک زندگی

تم نے قرآن حکیم میں پڑھا ہوگا، مقرروں کی زبانوں سے سنا ہوگا، اخباروں اور رسالوں کے صفحوں پر دیکھا ہوگا کہ

و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون.(البقرۃ: ۲/۱۵۴)

[اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بل کہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔]

تو یہ ہے وہ زندگی، جو موت کی دسترس سے باہر ہے۔جس پر سارے فرزندانِ توحید گواہی دے رہے ہیں۔

لاہور میں ۱۴ر نومبر کی صبح کو چوبرجی کے میدان کے اندر پانچ لاکھ مسلمانوں نے جمع ہوکر

Marfat.com

گواہی دی۔ حکومت کی عدالتیں اپنے اُصول وقواعد کے مطابق انسانوں کے جرم و بے جرمی کے فیصلے کر سکتی ہیں۔ اپنے اُصول وقواعد کے مطابق لوگوں کو پھانسیاں دے سکتی ہیں اوران کے حی و زندہ جسموں کو لمحوں اور منٹوں میں عام مسلمات کے مطابق بے جان بنا سکتی ہیں مگر اس زندگی پر انہیں کیا دسترس حاصل ہے جس کا ایک منظر ۱۴ رنومبر کی صبح کو چو بر جی کے میدان میں رُونما ہوا۔ جس میں نہ محض لاہور و مضافات ہی کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی بل کہ انبالہ، امرت سر، لدھیانہ، جالندھر، قصور، گوجراں والہ، جہلم، گجرات اور میانوالی تک کے مسلمان سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندانہ شریک ہوئے۔

مقام شہادت کی بلندی

ہم نے ان لوگوں کے جنازوں کی کیفیتیں دیکھی اور سنی ہیں جن کی عمریں خدمت، علوم دین میں صرف ہوئیں۔ ہم نے ان لوگوں کے جنازوں کی کیفیتیں دیکھی اور سنی ہیں جن کی عمریں وعظ وتذکیر میں گزریں۔ ہم نے اکابر صوفیا واتقیا کے جنازوں کی کیفیتیں دیکھی اور سنی ہیں۔ علم الدین شہید عالم دین نہ تھا، واعظ نہ تھا، کوئی مشہور یا غیر مشہور صوفی ومتقی نہ تھا، کسی گروہ یا جماعت کا قائد نہ تھا، کسی ملک یا اس کے کسی حصے کا بادشاہ اور سلطان نہ تھا۔ ۱۴ رنومبر کو چو بر جی کے میدان میں جمع ہونے والے لاکھوں مسلمانوں میں سے شاید چند افراد کا ذاتی شناسا ہوگا۔ مگر اس کی شہادت نے اور حرمت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی زندہ گواہی نے اسے وہ مقام بلند عطا کیا جو ہزاروں اتقیا ہزاروں سلاطین اور ہزاروں علماء کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ جن کے آوازہ شہرت میں ایک دنیا بہ رہی تھی۔ یہ ہے مقام شہادت، یہ ہے منصب بلند؛

من يقتل في سبيل الله......

......ان هذه تذكره فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا.

ارمغان تشکر وسپاس

علم الدین شہید کی میت کو لاہور لانے کے لیے جن بھائیوں اور بزرگوں نے سعی و جدوجہد فرمائی، ان کا دلی شکریہ۔ حضرت علامہ اقبال، سر محمد شفیع، جملہ مسلم ارکان بلدیہ لاہور اور جملہ مسلم اکابر کا دلی شکریہ جو ساری تحریک میں عام مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق پوری کوششیں فرماتے رہے اور جنہوں نے امن کی ضمانت دے کر شہید کی آخری وصیت پوری کی یعنی

Marfat.com

اسے لاہور میں دفن کیا۔

ان نوجوان رضا کاروں کا دلی شکریہ جنہوں نے اس تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نہایت پُر امن اور ایثار پرور خدمتیں انجام دیں۔ علی الخصوص برادر محترم ملک لال دین صاحب قیصر اور برادر محترم جناب بشیر احمد صاحب رفیقی کا شکریہ جنہوں نے ۳۱ را کتوبر کی صبح سے لے کر ۱۴ رنومبر تک اپنا سب کچھ اس تحریک کی کامیابی کے لیے وقف کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی نیک مثالوں کو ہر مسلمان کے لیے شمع ہدایت بنائے۔

سب سے آخر میں دعا ہے کہ جس طرح خدا نے مسلمانوں کو علم الدین شہید کے معاملے میں یک جا کیا ہے اسی طرح انہیں زندگی کے ہر دائرے میں متحد و یک جا رکھے اور انہیں اپنی ملت کی مستقل زندگی کے لیے قابل فخر کارنامے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین!!

☆

انقلاب ۱۷ رنومبر ۱۹۲۹ء

اعلان جلسۂ عام

بروز یک شنبہ مورخہ ۱۷ نومبر بعد نماز مغرب باغ بیرون دہلی دروازہ میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوگا جس میں مسلمانوں کو علم الدین شہید کی نعش مل جانے اور مرحوم ومغفور کے حسب وصیت لاہور میں دفن ہو جانے پر مبارک باد دی جائے گی۔ نیز انہیں اس اتحاد اور ضبط ونظام اور وقار وتمکنت پر جوانہوں نے اس جنازہ کے تاریخی اجتماع پر دکھایا۔ مبارک باد دی جائے گی اور قومی زندگی میں اتحاد و تنظیم کی ضرورت پر تقریریں ہوں گی۔

سیکرٹری علم الدین کمیٹی

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۷ رنومبر ۱۹۲۹ء

افکار و حوادث

میاں علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے مفصل حالات تمام اخباروں میں شائع ہوئے لیکن لاہور کے اینگلوانڈین اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' نے اس بارے میں جو خصوصیت حاصل کی ہے۔ وہ بے نظیر ہے۔ اول یہ کہ جنازے کے حالات کا زیادہ حصہ حکومت کی پیش بندی اور پولیس کی مستعدی کی قصیدہ خوانی میں صرف کیا گیا ہے۔

دوم: مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ بالکل درج نہیں کیا گیا یعنی سول کے نامہ نگار کی رُوداد پڑھ کر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ جنازے میں کتنے آدمی شریک تھے۔

سوم: تیسری چیز نہایت دل چسپ ہے۔ صفحہ اول کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ علم الدین کے جنازے کی تصاویر آخری صفحے پر دی گئی ہیں۔ ہم نے آخری صفحے پر نگاہ ڈالی تو صرف دو تصویریں تھیں جس میں دس دس بارہ بارہ گورے بندوقیں لیے کھڑے ہوئے دکھائے گئے تھے اور بس۔

یعنی جناب ''سول'' کی کوتاہ بینی ملاحظہ ہو کہ انہیں اتنے بڑے عظیم الشان اجتماع اور مظاہرہ میں صرف چند گورے ہی قابل تصویر نظر آئے جن کا اس جنازے سے کوئی تعلق نہ تھا بجز اس کے کہ حکومت کے گھبرائے ہوئے افسروں نے محض غلط فہمی کی بنا پر انہیں حفظ امن کے لیے طلب کر لیا تھا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کانگرس کے اجلاس کے دن ''سول'' یہ اعلان کر دے کہ کانگرس کی تصویریں اشاعت امروزہ میں درج کی گئی ہیں اور بہرۂ تصاویر میں موچی دروازے کی پولیس گارڈ دکھا دی جائے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۸؍نومبر ۱۹۲۹ء

شہید علم الدین کی نعش مل جانے پر جلسہ تہنیت

میانوالی کے اسیروں کی رہائی کا مطالبہ

لاہور۔ ۱۷؍نومبر: آج رضا کاران علم الدین کمیٹی کا ایک جلوس دفتر سے مرتب ہو کر باغ بیرون دہلی دروازہ میں پہنچا جہاں جلسے کا انتظام کیا گیا تھا۔ ابھی جلسہ کی کارروائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ امیر بخش پہلوان نے ایک تقریر کی جس میں آپ نے بتایا کہ ورزش نہایت اچھی چیز ہے ہمیں طاقت ور بننا چاہیے، اس کے ساتھ ہی نیک بھی ہونا چاہیے تا کہ ہماری جوانی کسی نیک کام میں صرف آئے۔ آپ نے کہا جو بچے ہمارے سگریٹ پیتے اور سینما دیکھتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ گھی اور دودھ کھائیں تا کہ ہم طاقت ور رہوں اور اپنی جان کے علاوہ دوسروں کی جانیں بھی بچا سکیں۔ حکیم احمد حسن صاحب کی تحریک پر ملک لال دین قیصر صدر جلسہ قرار پائے۔ ملک صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

شکریہ

سب سے پہلے حکیم صاحب نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو اتفاق آرا سے منظور ہوئی:

"مسلمانانِ لاہور کا یہ عظیم الشان جلسہ ان تمام اشخاص، جماعتوں اور اخبارات کا بہ صمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نعش کے حصول میں سعی فرمائی۔ یہ جلسہ فرزندانِ توحید سے پُر زور استدعا کرتا ہے کہ انہیں متحدہ و مشترکہ مقاصد کی سرانجام دہی کے لیے کامل خلوص سے مل جل کر کام کرنا چاہیے۔"

آپ نے یہ ریزولوشن پیش کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیات سے مسلمانوں کو متحد رہنے کی تلقین کی، آپ کی تقریر بہت دل پذیر تھی۔

Marfat.com

اتحاد اور زندگی

حکیم احمد حسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج سے چند یوم پیشتر جو جلسے ہوتے رہے ہیں۔ ان میں مَیں نے کہا تھا کہ حکومت ہمیں صرف اس لیے نعش نہیں دیتی کیوں کہ وہ سمجھتی ہے کہ مسلمانوں میں زندگی نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ مسلمان اگر اپنی اجتماعی طاقت سے کام لیں گے تو یقیناً کامیاب ہوں گے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ آپ نے متحدہ کوشش کی تھی وہ کامیاب ہوئی اور ثابت کر دیا کہ مسلمان ابھی تک زندہ ہیں۔ آپ نے اپنی اور بشیر احمد صاحب رفیقی کی طرف سے پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ چند مخلص آدمیوں نے حلف لیا تھا کہ ایک برس یا سو برس لگ جائیں ہم شہید کی نعش لے کر رہیں گے۔ اس مختصر جماعت نے مسلمانانِ لاہور کو ایک بار اور زندہ کر دیا۔ ہم نے اشتہار شائع نہیں کیا۔ صرف چند ایک جلسے کیے، کسی سے چندہ نہیں لیا۔ بہت سادہ کام کیا تاہم مسلمانانِ لاہور نے نہایت فراخ دلی اور دریا دلی سے کام لیا۔ آپ نے لوگوں کو اس طریق پر کاربند ہونے کی تلقین کرتے ہوئے متحد رہنے کے لیے کہا۔ آپ نے مندرجہ ذیل قرارداد کی تلقین کرتے ہوئے متحد رہنے کے لیے کہا۔ آپ نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرتے ہوئے حکومت کو چیلنج کیا کہ اگر حکومت نے ہمارے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا تو ہم اس کے لیے سول نافرمانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ دانش مندی سے کام لے کر ان اسیرانِ بلا کو رہا کر دے۔

اسیروں کی رہائی کا مطالبہ

''مسلمانانِ لاہور کا یہ عظیم الشان نمائندہ اجتماع حکومت سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ اب جب کہ حکومت نے مسلمانوں کے اس جائز مطالبہ کو کہ غازی علم الدین کی نعش مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے۔ صحیح تسلیم کرتے ہوئے شہید کی نعش مسلمانوں کے حوالے کر دی، میانوالی کے اُن تمام گرفتارانِ بلا کو جنہیں شہید کی نعش کا مطالبہ کرنے والے مظاہرہ کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا ہے۔ فوراً رہا کر دیا جائے کیوں کہ مظاہرہ کرنے والوں کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ نعش مسلمانوں کو

Marfat.com

مل جائے چوں کہ حکومت مسلمانوں کے اس مطالبہ کو تسلیم کر چکی ہے، اس لیے اب اس کا فرض ہے کہ وہ تمام گرفتارانِ بلا کو فوراً رِہا کر کے اپنی دانش مندی کا ثبوت دے۔''

مولانا چودھری غلام رسول مہر نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہم اس صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ ایک مقصد کے لیے متحد ہو کر کوشش کریں۔ حکومت کے لیے لازم ہے کہ ان اَسیرانِ بلا کو جنہیں اس سلسلہ میں گرفتار کیا گیا۔ رِہا کر دے۔ یہ مطالبہ بالکل جائز ہے کیوں کہ حکومت نے بھی اس کو جائز تسلیم کیا ہے۔''

مولانا قرشی نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''یہ مبارک باد کا جلسہ ہے لیکن تمام ہندوستان میں غازی علم الدین شہید کا وجود ہی نہ صرف قابل مبارک باد ہے جس نے اپنے خواجۂ دو جہاں کے ناموس کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ غازی علم الدین شہید نے اس گندگی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اب کوئی راج پال جیسا بد زبان پیدا نہیں ہو سکتا۔ لاہور کی زمین ناپاک ہو چکی تھی، علم الدین کے وجود نے اس ناپاک زمین کو پاک کر دیا۔ اس نے بتا دیا کہ کامیابی کا طریقہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ لی جائے۔''

اس کے بعد امام علی صاحب نازش نے فارسی میں ایک نظم پڑھی۔

رضا کاروں کا شکریہ

آخر میں میاں غلام مصطفیٰ حیرتؔ نے حسب ذیل تحریک پیش کی۔ جو اتفاق آرا سے منظور ہوئی:

''یہ جلسہ رضا کارانِ علم الدین کمیٹی کو مبارک باد دیتا ہے کہ انہیں غازی علم الدین شہید کی نعش کے حاصل کرنے کی کامیابی ہوئی اور یہ کہ انہوں نے کامل حق پر

Marfat.com

سکون اور قابل فخر حوصلہ سے کام لیا نیز یہ جلسہ ان تمام رضا کارانِ اسلام کا جنہوں نے بیرون جات مثلاً راول پنڈی، ڈیرہ دون، بٹالہ وغیرہ سے اپنی خدمات علم الدین کمیٹی کو پیش کیں۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔"

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

☆

انقلاب ۱۹ر نومبر ۱۹۲۹ء

شہیدِ اعظم علم الدین کی تجہیز و تکفین

مسلمانانِ لاہور کی طرف سے حکومت کا شکریہ

لاہور۔ ۱۸ر نومبر: سر محمد شفیع اور چھ دیگر ممتاز مسلمانوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو مصرح ذیل بیان دیا جاتا ہے:

"چوں کہ میاں علم الدین شہید کی میت حکام نے ہمارے حوالہ کر دی اور شہید موصوف کی وصیت کے مطابق پُرامن اور بغیر کسی ناگوار واقعہ کے میانی صاحب میں سپرد خاک کر دی گئی۔ ہم مسلم قوم کی طرف سے ہز ایکسلنسی سر جافرے ڈی مونٹ مورنسی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے از راہِ عنایت ہمارے وفد کی اس درخواست کو منظور کر لیا کہ میت کو لاہور میں دفن کرنے کے لیے ہمارے حوالہ کر دی جائے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے دُور اندیشانہ تدبیر کا یہ فعل نہ صرف اہل وفد بلکہ تمام مسلم قوم کے لیے عمیق اطمینان کا موجب ہوا ہے۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ جنازہ کے موقع پر مسلمانوں کے عظیم الشان اجتماع نے جس بُردباری کا ثبوت دیا ہے۔ وہ تمام جماعتوں اور فرقوں کے باشندگانِ لاہور اس کی تعریف کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس اعلان پر دستخط کرنے والے اکابر کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ سر محمد شفیع،

۲۔ سر محمد اقبال،

۳۔ خلیفہ شجاع الدین،

۴۔ میاں عبدالعزیز،

۵۔ میاں امیر الدین،

۶۔ سید محسن شاہ،

۷۔ ملک محمد حسین،

۸۔ مولوی غلام محی الدین

☆

انقلاب ۲۱ رنومبر ۱۹۲۹ء

ہدیۂ تشکر وسپاس

شہید علم الدین کی میت کے معاملے میں ہر چھوٹے بڑے مسلمان نے پوری سرگرمی اور تن دہی سے حصہ لیا اور اس لیے ہر مسلمان تشکر و سپاس خصوصی کا مستحق ہے لیکن بعض مسلمان اکابر اور بعض مسلمان نوجوان خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ اقبال، سر شفیع، میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لاء، مولانا غلام محی الدین قصوری ایڈووکیٹ، خلیفہ شجاع الدین، تمام اسلامی اخباروں کے ایڈیٹر، ملک لال دین صاحب قیصر، جناب بشیر احمد صاحب رفیقی، غلام مصطفیٰ صاحب حیرت، حکیم احمد حسن صاحب امرتسری، امیر بشیر صاحب پہلوان

ان اشخاص کے بالخاصہ ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ باقی اصحاب نے سرگرمی اور جوش عمل

Marfat.com

کا کم ثبوت دیا۔ حاشا وکلا ایک ایک بزرگ، ایک ایک مسلم میونسپل کمشنر، ایک ایک نوجوان رضا کار اور ایک ایک مسلمان یکساں طور پر شکریہ کا مستحق ہے۔

نامہ نگار

☆

انقلاب ۲۱ر نومبر ۱۹۲۹ء (مراسلہ)

[ملک عبدالقیوم صاحب، بی اے بیرسٹرایٹ لا، گوجراں والہ کا ایک مراسلہ بہ عنوان ''تین تاریخی جنازے'' شائع ہوا، جس میں حضرت امام ابوحنیفہ، مصطفیٰ کمال پاشا اور غازی علم الدین شہید کے جنازے کی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ اس مضمون سے غازی علم الدین شہید کے متعلق تحریر کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ قادری]:

''میاں علم الدین کی وفات حسرت آیات کے اسباب سے اس وقت بحث نہیں، بل کہ مدعائے تحریر ان جذبات فوق العادہ کا اِعادہ ہے جو لاہور کے اہل اسلام سے سرزد ہوئے اور جن کے اظہار سے وہ صورت پیدا ہوئی، جس کی مثال اسلامی تاریخ میں بہ صد کوشش وجستجو مل سکی۔ مخلصانہ بل کہ والہانہ جذبات کا وہ بحر متلاطم جو ۱۴ ماہِ حال کو جنازہ گاہ علم الدین مرحوم میں ازخود رفتہ انسانوں کے مکدر قلوب کی تزئین کا باعث ہوا، اور جس نے معنوی زندگی سے محروم انسانوں پر حرکت اور برکت کے دروازے کھول دیے۔ حیات افروز موت کے وجود کا ایک موثر ثبوت ہے نیز اس سے ثابت ہوا کہ جمعیت اسلامیہ کا تخیل ایک اُمید موہوم نہیں بل کہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ابتدائے اسلام کا موجب ہوئی جو ارتقائے مسلمین کا باعث تھی اور جو بقائے اسلام کی ضامن ہوگی۔

مزید لکھتے ہیں:

''لیکن کیا لاہور کے اجتماع مسلمین کا مقصد غیر مسلم ابنائے وطن کے خلاف جذبات غیظ وغضب کا اظہار تھا؟ ہرگز نہیں!

کیا جنازہ میاں علم الدین کا مدعا اشتعال انتقام تھا؟ یہ بھی نہیں!

Marfat.com

جنازہ علم الدین اس اَمر کا اظہار تھا کہ جمعیت اسلامیہ کے قلوب کے اندر وہ حسیات سرد نہیں ہوئیں جن کا وجود زندگی کا ثبوت اور جن کا عدم افراد نہیں بل کہ قوموں کے جمود اوران کی موت کی علامت ہے۔ لاہور کے مسلمانوں نے صوبہ پنجاب کے مسلمانوں نے بل کہ بیرون جات کے مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ امت مرحومہ کے نام لیوا، اس رہبر اعظم و کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اجتماعی زندگی کی پہلی اور آخری شرط یعنی اخوت اسلامیہ کے اُصول اوراس کی بے لوث صورتِ عمل سے بے بہرہ نہیں۔ اور گو کہ ان کی قوت عمل چندے معرض جمود میں ہے مگر عشق محمدی کی شمع فروزاں سے سینے بے نور نہیں ہوئے۔

حُبّ اسلام زندگی کی بنیاد ہے اور اخوت اسلامیہ اس کا ایوان سر بہ فلک ہے۔ آؤ اس پُر عبرت سانحہ سے سب مل کر سبق حاصل کریں اور جمعیت اسلامیہ کے امکان کی علامت اور ثبوت سے جو جنازہ میاں علم الدین سے پیدا ہوا۔ اس دَور کشمکش میں اپنے مستقبل کا سامان پیدا کریں۔ میاں علم الدین کا جنازہ ایک آیۃ من آیات اللہ تھا، جو مسلمانوں کو قرار اخوت اور قیام مودت کا کبھی نہ بھولنے والا سبق دے گیا۔ پس کوئی ہے جو اس سبق سے عبرت حاصل کرے!!!

☆

انقلاب ۲۱ر نومبر ۱۹۲۹ء

مہاشہ کرشن اور شہید علم الدین

مہاشہ کرشن نے اپنے اخبار ''پرتاپ'' کی ۱۹ر نومبر [۱۹۲۹ء] کی اشاعت میں حسب عادت مسلمانوں کے اس ہدیۂ عقیدت کے خلاف زہر اُگلا ہے جو انہوں نے ۱۴ر نومبر کو اپنے ایک شہید کی پُر جلال بارگاہ میں پیش کیا۔ مہاشہ جی نے مسلمانوں سے گلہ کیا ہے کہ وہ ''قاتلوں کو آسمان پر چڑھا کر'' ایک نئی رسم کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ گورنمنٹ سے خاص رنگ میں گلہ کیا ہے

Marfat.com

کہ اسے اگر شہید علم الدین کی میت دینی ہی تھی تو پہلے کیوں نہ دے دی!!!

ہندوؤں سے گلہ کیا ہے کہ وہ کچھ نہیں کرتے۔

ہم نہیں چاہتے کہ ان مباحث میں پڑیں لیکن مہاشہ کرشن کو بتانا چاہتے ہیں کہ جب راج پال کی ارتھی اٹھائی گئی تھی تو کیا اس وقت ہم نے ہندوؤں سے اور مہاشہ کرشن سے یہ باتیں نہیں کہی تھیں؟ کیا اس وقت ہندوؤں نے کوئی توجہ کی تھی؟ ہمیں بتایا جائے کہ راج پال کی حیثیت کیا تھی؟؟؟

کیا اس کے سارے کارنامہ ہائے زندگی کا خلاصہ یہی نہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک ناپاک کتاب چھاپی؟؟؟

ہندو اخباروں کے قول کے مطابق جن پچیس ہزار ہندوؤں نے اس کی ارتھی میں شرکت کی تھی۔کیا وہ حقیقۃً راج پال کے مذکورہ فعل کی تائید و تحسین نہیں کر رہے تھے؟؟؟

مہاشہ کرشن لکھتے ہیں کہ راج پال کی یادگار بنانے کے لیے ابھی تک ہندوؤں نے صرف پانچ ہزار روپیہ جمع کیا ہے۔خدا کے لیے بتاؤ کہ یہ یادگار کس بات کی ہے؟ اور راج پال کی وہ کون سی خصوصیت ہے جسے نمایاں کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے؟ پھر دوسروں سے شکوے کا کیا مطلب!!!

ہم رات دن دیکھ رہے ہیں کہ ان لوگوں کو اوپر اٹھایا جاتا ہے جنہوں نے بے گناہ انسانوں کو قتل کیا یا اس قتل میں حصہ لیا۔لیکن اعتراض مسلمانوں پر ہے!!!

مہاشہ کرشن چاہیں تو اس قسم کے صدہا واقعات ہم انہیں سنا سکتے ہیں۔گائے کے تحفظ کی خاطر اب تک کئی مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا ہے لیکن ایک ہندو ایسا نہیں نکلا جس نے کبھی ان غریب مسلمانوں کے لیے ہمدردی کا کلمہ استعمال کیا ہو۔بل کہ شورہ پشت اور ہمسائیگی وانسانیت کو ذبح کرنے والے ہندوؤں کی تائیدیں کی جاتی ہیں۔آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟؟؟

مسلمان از سرتاپا تلطف، رحم، رواداری اور نیکی کے پیکر ہیں مگر ان کے دلوں میں نشتر چبھو چبھو کر رحم اور رواداری کی توقع رکھنا انتہا درجہ کی حماقت ہے۔

آؤ ہم آج بھی آپس میں مل بیٹھیں اور ایسی صورت حالات پیدا کر دیں کہ کوئی ہندو کوئی مسلمان کسی مذہب کے بزرگ پر کوئی حملہ نہ کرے۔کسی کے مذہب اور مسلمہ شعار پر حملہ نہ کرے

Marfat.com

تا کہ ناگوار واقعات کا منبع رُک جائے۔ آگ برسا کر پھولوں کی توقع رکھنا نادانی ہے۔

☆

انقلاب ۲۱ رنومبر ۱۹۲۹ء

[ہندو اخبار کی اشتعال انگیزی]

کیا حکومت پنجاب علم الدین شہید کے جنازے پر چار لاکھ انسانوں کے اجتماع کو بالکل فراموش کر چکی ہے؟؟؟

کیا اسے معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ علم الدین کو ''شہید حرمت رسول اللہ'' [صلی اللہ علیہ والہ وسلم] سمجھتا اور ان کا دلی احترام کرتا ہے؟

اگر حکومت کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ رُسوائے عالم دریدہ دہن آریہ سماجی اخبار ''پرتاپ'' کو اس قسم کے ناپاک اشعار لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے:

نہیں ہے مجھ کو قاتل علم دیں سے واسطہ کچھ بھی
کہ اس کے فعل نے خود کر دیا دوزخ رسید اس کو

جس شخص کو لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان قطعاً مغفور اور جنّتی خیال کرتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک غیر مسلم کا ''دوزخ رسید'' لکھنا انتہائی کمینگی کا ثبوت ہے۔ اور اگر اس قسم کے ناپاک حملے جاری رہے۔ تو امن و امان میں خلل پڑنے کا شدید احتمال ہے۔ شہید کے جنازے پر تو حفظ امن کی ضمانت سر شفیع اور علامہ اقبال نے دے دی تھی لیکن ایسے حملوں کی موجودگی میں کوئی شخص ایسی ضمانت نہیں دے سکے گا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۱ر نومبر ۱۹۲۹ء

مسلمانو! متحد ہو جاؤ

سر شفیع نے علم الدین شہید کی میت کو سپرد خاک کرنے کے بعد میانی صاحب کے قبرستان میں جو تقریر کی، اس میں درد بھرے دل سے فرمایا:

"اگر مسلمان متحد ہو کر کام کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ہر مرحلہ پر کامیابی حاصل کریں۔ ہم اگر باہم جھگڑنا چاہیں تو ضروری ہے کہ گھر میں بیٹھ کر جھگڑ لیں، ایک دوسرے کی مخالفت کر لیں۔ لیکن جب باہر نکلیں تو سب بھائی بھائی نظر آئیں۔ جن جن باتوں میں مسلمانوں کو اختلاف ہو، ان پر علاحدگی میں بحث کر لیں اور جن جن باتوں پر متفق ہو جائیں ان کے لیے متحدہ حیثیت سے جدوجہد کریں۔ یہ کامیابی کا گر ہے۔ فائز المرامی کی تقلید ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ ہر مسلمان سر شفیع کے اس قول کی تہ دل سے تائید کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی اس کے خلاف زبان کشا نہیں ہو سکتے جنہیں صاحب موصوف سے بعض معاملات میں اختلاف ہے۔ مسلمانوں ہی کی نہیں بل کہ دنیا کی ہر قوم، ہر گروہ اور ہر جماعت کی کامیابی اتحادِ عمل پر موقوف ہے۔ دَورِ افتراق سے بڑھ کر اور کوئی دشمن نہیں۔

مسلمانو! متحد ہو جاؤ۔ ایک ہو جاؤ۔

کامیابی قدم قدم پر تمہارے پاؤں چومے گی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۱ نومبر ۱۹۲۹ء

شہید علم الدین کا بے نظیر مادۂ تاریخ

ارجمند گوہر: مولوی عبدالمجید خان صاحب سالک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کل کے سنڈے ایڈیشن میں شہید مرحوم کے جنازہ کی کیفیت اور حیات بعد الممات کی شائستہ وزیبا توجیہہ دیکھ کر خیال آیا کہ میں نے جو مادۂ تاریخ پہلے بھیجا۔ وہ سن عیسوی کا ہے۔ سن ہجری کا مادہ بھی بھیجوں، دل نے کہا کہ؛

رحمت اللہ و برکاتہ

۱۳۴۸ھ

پورا مادہ ہے۔ خط نسخ میں بھی اسی طرح لکھا جائے۔

دعا گو: فرجاد از میرٹھ

☆

انقلاب ۲۳ نومبر ۱۹۲۹ء

شاہ عالمی دروازہ کی مسجد شہید

علم الدین کے نام پر موسوم کرنے کی تحریک

لاہور۔ ۲۰ نومبر: کل انجمن معین الاسلام، لاہور کی مجلس انتظامیہ کا ایک جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر سراج الدین صاحب منعقد ہوا۔ اس میں اتفاق آراء سے یہ قرارداد منظور کی گئی کہ؛

"یہ جلسہ میاں فیروز الدین احمد کی اس تجویز کی حرف بہ حرف تائید کرتا ہے کہ بیرون شاہ عالمی دروازہ کی مسجد شہید کو سفید سنگ مرمر کا بنا کر اس کا نام "مسجد علم

Marfat.com

الدین شہید" رکھ دیا جائے۔ نیز ارکان انجمن اسلامیہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کارِ خیر کے لیے میدان میں آئیں اور ارکان انجمن معین الاسلام ہر طرح کی امداد کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

☆

انقلاب ۲۳ر نومبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین غازی بازار

لاہور، ۲۲ر نومبر: (اخبار) "ملاپ" رقم طراز ہے کہ سریانوالہ بازار لاہور کے سرے پر مسلمانوں نے ایک بورڈ لٹکایا ہے جس پر یہ الفاظ لکھے ہیں:

"میاں علم الدین غازی بازار"

☆

انقلاب ۲۳ر نومبر ۱۹۲۹ء

حسابات غازی علم الدین کمیٹی

مکرم ایڈیٹر صاحب انقلاب۔ السلام علیکم!

اب جب کہ غازی علم الدین کمیٹی کام ختم ہو جانے کے باعث توڑ دی گئی ہے۔ میں کمیٹی کے حسابات آمد و خرچ ارسال کرتا ہوں، اپنے موقر اخبار میں شائع فرما دیجیے:

مبلغ ۳۔۱۴۔۲۲ روپے بقایا اور دو عدد سیٹیاں بہ امانت میرے پاس موجود ہیں۔ میں برادرم عبدالرشید صاحب (صدر کمیٹی) اور مولانا ظفر علی خان صاحب (امیر جماعت) سے ملتمس ہوں کہ وہ مطلع فرمائیں کہ یہ روپے کہاں منتقل کروں۔ ان کے احکام کا منتظر ہوں۔

میں تمام رضا کاران کمیٹی کا تہ دل سے شکرگزار ہوں جنھوں نے شہید علیہ الرحمۃ کی

Marfat.com

وصیت کو سنا اور اسے پورا کرنے کے لیے سر بہ کف میدان میں نکل آئے۔ یقیناً ان کے حوصلوں نے دشمنوں کے عزائم کو پست کر دیا۔ خداوند کریم ان سب کو اَجرِ عظیم عطا فرمائے اور سب مسلمانوں میں ایثار کا ولولہ پیدا کرے۔

ناشکر گزاری ہو گی اگر میں تاجران کشمیری بازار اور اہل محلہ چابک سواراں کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انہوں نے رضا کاروں کے لیے لنگر جاری کر کے ہماری امداد فرمائی۔ والسلام

خادم اَزلی بشیر احمد رفیق، معتمد کمیٹی مذکور

آمد

ایک مسلم	۱۰۔۰۔۰
حضرت پروفیسر	۵۔۰۔۰
مولانا ظفر علی خان	۲۵۔۰۔۰
رضا کاران	۲۔۳۔۰
ایک مسلم	۵۔۰۔۰
ایک مخلص مسلم	۱۰۔۰۔۰
ایک مسلم	۱۔۰۔۰
میزان:	۵۸۔۳۔۰

خرچ

۵ گتے سائن بورڈ اور موٹوز کے لیے	۰۔۱۴۔۰
کاغذ، پنسل، چاک، رنگ	۰۔۹۔۶
بانس	۰۔۱۔۶
ٹانگے کا خرچ برائے منادی (کل)	۱۰۔۴۔۰
ٹریکٹ	۰۔۰۔۹
پھول	۲۔۱۵۔۰
کرایہ گیس	۰۔۱۲۔۰

Marfat.com

گیس والے کو علی الحساب	۰-۰-۵
گیس کے لیے غلام مصطفیٰ حیرت کو دیے	۰-۰-۱۰
تیل مٹی	۰-۳-۰
دو سیٹیاں مع چین	۰-۱۰-۰
دوا برائے حلق	۰-۸-۱
دوا برائے حلق	۰-۸-۰
متفرق معرفت محمد امین صاحب رضا کار	۰-۱۴-۰
دوائی اور ٹانگہ جو بے ہوش ہو گئے تھے	۰-۱-۱
میزان	۹-۴-۳۵
بقایا جو میرے پاس ہے	۳-۱۴-۲۲
	۰-۳-۵۸

بشیر احمد رفیق

☆

انقلاب ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۹ء

مسجد شہید لاہور کے لیے چندہ

بنگلور۔ ۷ر دسمبر: مسجد اعظم بنگلور میں (پیر) سید جماعت علی شاہ (محدث علی پوری) کی زیر صدارت مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں غازی علم الدین شہید کے لیے دعائے مغفرت کی گئی اور مسجد شہید لاہور کے لیے چھ سو روپیہ چندہ جمع کیا گیا۔

محمد شریف

☆

Marfat.com

اخبار الفقیہ، امرت سر

[راقم کو غازی علم الدین شہید کے متعلق اول اخبار الفقیہ (امرت سر) ہی دستیاب ہوا تھا، اور اسی کے مندرجات پر مشتمل ایک کتابچہ مرتب کرنے کا خیال آیا لیکن دستیاب مواد کو ناکافی خیال کرتے ہوئے مزید اخباری ریکارڈ کی تلاش میں لگ گیا اور یوں پیشِ نظر کتاب ترتیب پائی۔ سابقہ صفحات میں غازی علم الدین شہید کے مقدمہ اور شہادت کا مفصل حال اگرچہ روزنامہ انقلاب، لاہور کی فائلوں سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن اخبار الفقیہ کے مندرجات بھی خاصی اہمیت کے حامل ہیں اس لیے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ قادری]

☆

الفقیہ ۲۸ر جولائی ۱۹۲۷ء

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا جلسہ احتجاج

شہر کہنہ بریلی میں کتاب ''رنگیلا رسول'' کے خلاف مسلمانوں کا اجتماع ۲۴ر جون ۱۹۲۷ء کو بہ صدارت عالی جناب خان بہادر منشی محمد اصغر علی خان صاحب رئیس اعظم بریلی و سابق چیرمین پرانے شہر میں جلسہ ہوا۔ جناب حکیم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مہتمم تبلیغ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی تقریر ہوئی۔

حسب ذیل تحریکات اس میں ہوئیں:

۱۔ مصنف کتاب ''رنگیلا رسول'' نے مؤرخانہ حیثیت سے یہ کتاب نہیں لکھی تھی بل کہ ۱۹۲۳ء سے جو با قاعدہ اور منظّم طور پر آریہ سماج کی طرف سے مسلمانانِ ہندوستان کے خلاف شورش برپا ہو رہی ہے۔ اس مخالفت میں یہ اور اس کے مثل دوسری کتابوں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ سات کروڑ مسلمانان ہند رعایا

Marfat.com

گورنمنٹ کا دل دُکھایا گیا ہے۔ایسی حالت میں مسلمانانِ شہر بریلی گورنمنٹ سے پُر زور الفاظ میں یہ احتجاج کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں گورنمنٹ نظر ثانی فرمائے۔

۲۔ مسلمانانِ بریلی کو کارکنان (اخبار) مسلم آؤٹ لک (Muslim Outlook) سے پوری ہمدردی ہے اور ان کو کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ضمن میں جو تکلیف پہنچی ہے اس پر جلسہ وساکنان شہر رنج وافسوس ظاہر کرتا ہے۔

☆

الفقیہ ۲۸/جولائی ۱۹۲۷ء

انجمن خدام الصوفیہ راول پنڈی کا جلسہ

بعالی خدمت جناب قبلہ حکیم معراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر الفقیہ !!!

السلام علیکم۔۲۶ ماہ جون کو شاخ انجمن خدام الصوفیہ نقش بندیہ جماعتیہ راول پنڈی صدر کا ایک عام جلسہ زیر صدارت مستری محمد شفیع صاحب جلسہ منعقد ہوا اور حسب ذیل ریزولوشن پیش کیے گئے:

ا۔ یہ انجمن کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے کو جو انہوں نے مقدمہ کتاب ''رنگیلا رسول'' کیا ہے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور گورنمنٹ سے بزور درخواست کرتی ہے کہ کوئی ایسا آرڈیننس بنایا جائے جس سے مسلمانوں کی یہ دل آزاری اور (پیغمبر) اسلام کی یہ توہین نہ صرف ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے بل کہ مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ گورنمنٹ آف انڈیا آں جہانی ملکہ وکٹوریہ کے ...... پر قائم ہے۔اس کتاب سے نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی بل کہ وہ اس کی پاداش میں ہر ممکن قربانی کے واسطے تیار ہیں۔

۲۔ یہ انجمن (اخبار) مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹر اور پبلشر کو جو سزا ''رنگیلا رسول'' کے فیصلے کے برخلاف احتجاج بلند کرنے میں دی گئی ہے۔نہایت حقارت کی

Marfat.com

نظر سے دیکھتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ خداوندِ کریم ہر ایک مسلمان کو توفیق دے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چل کر ثواب دارین حاصل کریں۔

۳۔ یہ انجمن گورنمنٹ آف انڈیا سے استدعا کرتی ہے کہ وہ حضور نظام حیدر آباد کے اندرونی معاملات میں دخل دے کر جو مسلمانان ہند کے جذبات کو مجروح کر رہی ہے۔ اس سے فوری دست برداری اختیار کرے اور ایک تردیدی بیان شائع کر کے مسلمانوں کے دلوں کو تسلی و تسکین دے۔

☆

الفقیہ ۷ر ستمبر ۱۹۲۷ء

مسلمانانِ مویہ ضلع لکھنؤ کا جلسہ

۱۷ر اگست ۱۹۲۷ء کو مسلمانانِ مویہ ضلع لکھنؤ نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں مولانا ابوالمناظر سید محمد ابراہیم صاحب مراد آبادی کو مدعو کیا گیا۔ مولانا نے اپنے خطاب میں مسلمانوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہا:

''آج جو مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے آپس میں جھگڑے پیدا کر لیے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی تعلیم سے رُوگردانی کرنے لگے اور نافرمانیاں کرنے میں چست و چالاک ہو گئے اور نفاق و افتراق کو اپنا مایۂ زندگی سمجھنے لگے اور اسی وجہ سے جب دشمنان اسلام نے دیکھا کہ مسلمانوں کو آپس ہی کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں لہٰذا وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے وہ تم کو ذلیل سمجھنے لگے اور تمہاری اور تمہارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی توہین کرنے لگے اور ہر طرف سے تمہارے مٹانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

دیکھو یہ تمہاری غفلت ہی کا نتیجہ ہے کہ ''سیر دوزخ'' جیسے گندے مضامین اور

Marfat.com

''رنگیلا رسول'' جیسی ناپاک کتابیں [تصنیف کر کے] تمہارے مذہب اسلام اور بانی مذہب اسلام کی توہین کرنے لگتے ہیں اور یہ تمام ناپاک غلیظ تقریریں اور تحریریں شائع ہوتی ہیں لیکن اس پر بھی مسلمان اپنی نیندوں سے نہیں جاگتے ہیں تو گورنمنٹ بھی مسلمانوں کو غافل دیکھ کر ان دریدہ دہنوں اور بدگویوں کو صاف صاف بَری کر دیتی ہے اور ان کو کسی قسم کی بھی سزا نہیں دیتی مگر اس کے بعد کچھ اللہ کے بندے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے کو جیلوں میں دے دیتے ہیں اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ناموس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تحفظ کرنے کے لیے اپنی تمام راحتوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے اور ان کو تسکین دے کر پھر سُلا دینے کے لیے مقدمہ ''ورتمان'' کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس میں بتلایا جاتا ہے کہ ہمارا قانون کافی ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان خاموش ہو جائیں اور تحفظ ناموس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطمئن ہو جائیں۔

لہذا ہم تمام مسلمان بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم ناموس رسول کی حفاظت اپنی جانیں اور اپنی عزت وحرمت اور مال واولاد اور دنیا کی تمام راحتیں اور نعمتیں قربان کر دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ایک کلمہ بھی اپنے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین میں نہیں سن سکتے اور اگر اس کا کوئی انتظام حکومت کی طرف سے کافی نہ ہوا اور اس کے بعد بھی پھر کسی قسم کی توہین آمیز تقریر یا تحریر کسی مذہبی پیشوا کی شان میں کی گئی تو پھر اس وقت مسلمانوں کے پاس سوائے جانوں کے اور کچھ نہ ہوگا اور وہ اپنے ...... کے زور سے اپنے اسلام اور بانی اسلام فداہ ابی وامی کی حفاظت کریں گے اور پھر وہ کسی کی بھی نہ سنیں گے وہ اپنے آپے سے باہر ہوں گے۔

تمام مسلمان اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے غلاموں سے اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ وہ تمام جان ومال سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اپنے رسول

Marfat.com

کریم کے ادنیٰ غلام کی بھی توہین [برداشت] نہیں کرسکتا اور اپنے نبی امی کی ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔

☆

الفقیہ ۷/اکتوبر ۱۹۲۷ء

راج پال کی کتاب

حکومت دہلی نے پمفلٹ ''رنگیلا رسول'' کو جسے دہلی میں دوبارہ چھاپا گیا۔ زیر دفعہ ۹۹ الف ضابطہ فوجداری ضبط شدہ قرار دیا ہے۔ ضبطی کا حکم پنجاب اور تمام برٹش انڈیا پر حاوی ہوگا۔

مقدمہ راج پال میں ملزم کو سزا

مجسٹریٹ نے مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے خدا بخش ملزم کو سات سال قید سخت جس میں تین ماہ قید تنہائی بھی شامل ہے۔ میعاد قید کے بعد ملزم کو ہزار روپیہ کی تین [ضمانتیں] داخل کرنی ہوں گے، اگر ملزم ضمانت نہ دے سکے تو تین سال مزید قید بھگتنی ہوگی۔

☆

الفقیہ ۱۴/اکتوبر ۱۹۲۷ء

سوامی ستیانند پر مفروضہ حملہ

لاہور، ۹/اکتوبر۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالعزیز نامی کسی شخص نے سوامی ستیانند پر حملہ کر دیا۔ ملزم اسی وقت گرفتار کرلیا گیا جس نے پولیس کے سامنے حسب ذیل بیان دیا:

''میں تھوڑے عرصہ سے لاہور میں آیا ہوا ہوں، میں پہلے پہل لنڈے بازار کی سرائے میں رہتا رہا، اس کے بعد میں شاہ محمد غوث کی مسجد میں ٹھہرا رہا۔ آج چار بجے کے قریب اس گلی [جہاں راج پال کی دوکان ہے۔ الفقیہ] جا رہا تھا کہ ایک دوکان پر میں نے ہندوؤں کو باتیں کرتے سنا جو اسلام اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین

Marfat.com

کر رہے تھے- میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تو ان میں سے ایک نے مجھے ڈنڈا مارا، میرے ماتھے پر زخم لگا ہوا ہے-اس پر میں نے انہیں چاقو مارا، اتنے میں دس بارہ دوکان داروں نے حملہ کر دیا۔"

ملزم نے ابھی پورے بیان ختم نہیں کیے تھے جب اس نے افسر پولیس سے نماز پڑھنے کے لیے مہلت مانگی چنانچہ اسے مصلہ بچھا دیا گیا، نماز سے فراغت کے بعد اس نے اپنے محولہ بالا بیان کو مکمل کیا۔

ملزم کے بیان اگر صحیح ہیں تو ہندو ذہنیت کا ماتم کرنا چاہیے جو خواہ مخواہ اشتعال دلانے کا موجب بن رہا ہے اور ملک کی فضا کو مکدر کر رہا ہے۔ کیا آریہ سماجی لیڈر اس گندہ ذہنی کے انسداد کے لیے کوشش کریں گے!!!

☆

الفقیہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء

سوامی ستیانند پر حملہ

سرکاری اطلاع کے حسب بیان ۹ر اکتوبر چار بجے شام کے وقت راج پال کی دوکان واقع اسپتال روڈ پر سوامی ستیانند پر حملہ کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ آور غزنی کا ایک پٹھان ہے جو کہ چھ سال سے اجمیر میں رہتا ہے۔ سوامی ستیانند رُو بہ صحت ہے، اس کے زخم شدید ہیں مگر خطرناک نہیں۔ نانک چند اور سوہن لعل نامی دو اور شخصوں کو بھی خفیف سے زخم لگے۔ بعض اخبارات میں جو یہ شائع کیا گیا ہے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے ملزم سے ملاقات کی- درست نہیں ہے۔ بعد کی خبر ملزم کے خلاف جس کا نام عبدالعزیز ہے، تین دن متواتر مقدمہ چلتا رہا۔

۱۳ر اکتوبر کو چار بجے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے فیصلہ سنا دیا اور ملزم کو سوامی ستیانند لالہ نانک چند اور ان کے بھائی جونی لال پتر میں قاتلانہ حملے کرنے ہر ایک جرم میں سات سال قید سخت کی سزا دی اور سزا بھگتنے کے بعد امن قائم رکھنے کے لیے ملزم سے تین سال کے لیے پانچ ہزار کی ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا، اگر ضمانت داخل نہ کرے تو اسے تین سال

Marfat.com

مزید قید محض بھگتنی پڑے گی۔

لالہ نانا چند اور جونی لال پر قاتلانہ حملوں کے جرائم میں قید اکٹھی شروع ہوگئی، اس لیے ملزم کو ۱۴ سال قید با مشقت بھگتنی پڑے گی۔

☆

الفقیہ ۱۴ رنومبر ۱۹۲۷ء

مہاشہ راج پال کے مکان پر پولیس

مہاشہ راج پال کے مکان پر چار کانسٹیبل اور ایک ہیڈ کانسٹیبل جان و مال کی حفاظت کے لیے متعین ہیں، دوکان پر بھی دو کانسٹیبل متعین ہیں۔

☆

الفقیہ ۱۴ را پریل ۱۹۲۹ء

مشہور راج پال کا دن دہاڑے قتل

ایک مسلمان قتل کے الزام میں گرفتار

لاہور-۶ را پریل، صبح ۵ بجے کے قریب انار کلی ہندو ہوٹل کی چھت گرنے سے ہوٹل کے دو ملازموں کی ہلاکت سے شہر میں نہایت سنسنی پھیلی ہوئی تھی کہ دو پہر کے قریب مہاشہ راج پال کو جو کل گورو کل کے جلسہ سے آئے تھے-کو آج اڑھائی بجے (۰۲:۳۰) کے قریب کسی نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر کے آپ کے سینہ میں اس زور سے چُھرا گھونپا کہ مہاشہ جی وہیں ہمیشہ کے لیے اس جہاں سے کوچ کر گئے۔

حملہ کس طرح ہوا؟

مہاشہ راج پال دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص جس کا رنگ گندمی بتایا جاتا ہے اور عمر تقریباً ۲۵ ربرس ہوگی، آپ کی دکان کے سامنے کھڑا ہوا، اور مہاشہ جی کو کام میں مصروف دیکھ کر

Marfat.com

آپ کے سینہ میں چُھرا گھونپ دیا اور اسپتال کی طرف بھاگ نکلا۔ ابھی چند قدم مشکل سے گیا ہوگا کہ مہاشہ سیتارام کے لکڑیوں کے ٹال کے اندر داخل ہوگیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ٹال کے بڑے دروازہ کو دیکھ کر اسے راستہ سمجھا لیکن وہاں مہاشہ سیتارام کے فرزند نے اسے پکڑ لیا۔

قاتل کا کیا نام ہے؟

مفروضہ قاتل کا نام ''علم دین'' بتایا جاتا ہے اور ۲۵ سالہ گندمی رنگ کا جوان ہے۔ قاتل مہاشہ راج پال پر حملہ کرنے کے بعد چھرا ان کے کیش باکس کے پیچھے پھینک کر بھاگ گیا۔

پولیس اور راج پال

بیان کیا جاتا ہے کہ جب سے مہاشہ راج پال گورو کل کے سالانہ جلسہ پر گئے تھے، پولیس کا پہرہ جو اُن پر کئی ماہ سے لگا ہوا تھا- ہٹا لیا گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ واپس آ کر کل انہوں نے پولیس کو عرضی بھیجی تھی کہ میری حفاظت کا دوبارہ انتظام کیا جائے۔

نوانچ لمبا چھرا

راج پال کی لاش کے قریب ایک خون آلود چھرا پایا گیا، اس کا پھل نو (۹) انچ لمبا تھا۔

چاقو جسم کے آر پار ہوگیا

قتل کے بعد مہاشہ کرشن سب سے پہلے دکان میں داخل ہوا۔ اس نے نمائندہ (اخبار) سول اینڈ ملٹری گزٹ سے کہا کہ میں نے راج پال کو اس حالت میں پڑے پایا کہ اس کی چھاتی کے بائیں جانب ایک بہت بڑا زخم تھا۔ چاقو جسم کے آر پار ہوگیا۔ پولیس پوسٹ مارٹم کے لیے نعش میو اسپتال لے گئی۔

پولیس کا زبردست انتظام

پولیس امن قائم رکھنے کے لیے شہر کا گشت لگا رہی ہے اور شہر کی کوتوالی میں گورہ فوج ایمبولینس منگائی گئیں، شہر میں بڑا جوش برپا ہے لیکن ہفتہ کی شب تک کوئی ناگفتہ بہ حادثہ نہ ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ اتوار کی صبح کو شہر میں مزید پولیس تعینات کی جائے گی۔

Marfat.com

اتوار کو صبح ۷ر اور ۸ر بجے کے درمیان میو اسپتال سے نعش کو جلوس کے ہمراہ ٹکسالی دروازہ کے باہر مرگھٹ پر لایا جائے گا۔ راستہ میں پولیس کا انتظام ہوگا۔

راج پال

راج پال کی عمر تقریباً ۴۵ر سال کی تھی۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ اس شخص نے ۱۹۲۳ء میں دل آزار کتاب شائع کی، جس کی بنا پر اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اسے عدالت ماتحت سے پانچ سال قید سخت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی تھی لیکن عدالت عالیہ نے سزا منسوخ کر دی۔ مسلمانوں نے تعزیرات میں تبدیلی کا زبردست مطالبہ کیا اور انہوں نے سول نافرمانی شروع کر دی۔ حکومت کے امتناعی احکام کے باوجود جلسے منعقد کیے، آخر اسمبلی میں تعزیرات ہند میں ایک دفعہ منظور ہوئی جس میں اس تعزیرات میں سزا مقرر کی گئی۔

☆

الفقیہ ۱۴ر اپریل ۱۹۲۹ء

ملزم علم الدین کا ریمانڈ آٹھ روز کے لیے

مہاشہ راج پال کے قتل کے سلسلہ میں گرفتار شدہ ملزم علم الدین کا آٹھ (۸) روز کے لیے ریمانڈ لے لیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مقدمہ مکمل ہے۔ پولیس یہ تحقیقات کر رہی ہے کہ آیا اسے کوئی برانگیختہ کرنے والا تھا یا نہیں۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۷؍مئی ۱۹۲۹ء

قتل راج پال کا مقدمہ

علم الدین کا بیان

لاہور-۲۴؍اپریل۔ مسٹر لوئیس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے سنٹرل جیل میں مقدمہ قتل راج پال کی سماعت کی........ عدالت نے فرد جرم مرتب کر کے ملزم کو بتایا کہ ملزم کے خلاف اسپتال روڈ پر راج پال کو عمداً قتل کرنے کے جرم میں زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند فرد جرم عائد کر کے سپرد سشن کیا جاتا ہے......مقدمہ کل پر ملتوی ہو جب کہ ملزم فہرست گواہانِ صفائی داخل کرے گا۔

☆

الفقیہ ۲۸؍مئی ۱۹۲۹ء

مقدمہ قتل راج پال کا فیصلہ

علم الدین کو پھانسی کی سزا

لاہور-۲۲؍مئی۔ آج صبح مسٹر ٹیپ سشن جج لاہور نے راج پال کے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ احاطۂ عدالت کے باہر اور کمرہ میں بھی بہت سے اصحاب سننے کے لیے موجود تھے۔ ملزم کو ہتھکڑی لگا کر عدالت میں لایا گیا۔ پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔

واقعات قتل یوں ہیں کہ ۶؍اپریل کو دوپہر کے وقت میں اپنی دکان میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ قاتل نے چھرے سے وار کیا۔ راج پال کو ایسا کاری زخم لگا کہ وہ وہیں مر گیا۔ ہندوؤں نے علم الدین کو گرفتار کر لیا، جس جگہ قتل ہوا تھا۔ اس سٹریٹ کے مسلمانوں کو گواہانِ صفائی میں شامل کیا گیا...........سشن کورٹ میں ملزم نے صفائی کے گواہ پیش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آج قریباً

Marfat.com

سوا دس بجے سیشن جج صاحب نے راج پال کے مفروضہ قاتل علم الدین کو پھانسی کی سزا کا حکم دیا۔ فیصلہ میں سیشن جج نے لکھا کہ ملزم کو اس وقت تک پھانسی پر لٹکایا جائے جب تک کہ جان نہ نکل جائے۔

☆

الفقیہ ۱۴ر جولائی ۱۹۲۹ء

علم الدین کا مرافعہ

سماعت ۱۵ر جولائی کو شروع ہوگی

لاہور-۱۱ر جولائی۔ عدالت عالیہ لاہور نے علم دین کے مرافعہ کی سماعت کے لیے ۱۵ جولائی کی تاریخ مقرر کی ہے۔

☆

الفقیہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کی سزائے موت بحال رہی

لندن-۱۵ر اکتوبر۔ پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی نے آج علم الدین کا مرافعہ مسترد کر دیا جسے راج پال کے قتل کے جرم میں سزائے موت کا حکم دیا گیا تھا۔ جوڈیشل کمیٹی کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۹ء

میاں علم الدین کی وصیت

ماں اور باپ سے استدعا

لاہور-۲۷/اکتوبر۔ ابھی ایک آدمی میانوالی سے لاہور آیا جو بیان کرتا ہے کہ میاں علم الدین کی پھانسی کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔ میاں علم الدین کے رشتہ دار اور والدین وہاں پہنچ گئے ہیں اور علم الدین نے اپنے باپ کو وصیت کی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں کہ؛

''میری نعش لاہور لے جانا اور صندوق میں رکھ کر بہ طریق سنت دفن کرنا کیونکہ مجھ میں کوئی وصف نہیں۔ میں صرف آقائے دو جہاں کا غلام ہوں، میری قبر تنگ ہو تا کہ بارانِ رحمت کے راستے میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔''

آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ؛

''تُو مجھے اپنا دودھ بخش دے اور تُو خوش ہو کہ مجھے ایسی موت نصیب ہوتی ہے جس کے لیے بڑے بڑے نمازی آرزو کرتے ہیں۔''

☆

الفقیہ ۱۴/نومبر ۱۹۲۹ء

غازی علم دین شہید کی قبر پر پولیس کا زبردست پہرہ

میانوالی-۳/نومبر۔ افسوس ہے کہ غازی علم الدین شہید کی وصایا میں سے کسی ایک پر بھی عمل درآمد نہ ہو سکا اور اس حسرت کی وجہ سے ان کا قالب خاکی زیرِ زمین اور روح پُرفتوح بالائے عرش غلطاں و پیچاں ہوں گے۔

ان کی یہ استدعا کہ تختۂ دار پر نفل پڑھنے کی اجازت دی جائے اور آدھ گھنٹہ شہادت سے

Marfat.com

پہلے لے جایا جائے اور خاکروب میرے گلے میں رسّہ نہ ڈالے اور میری مشکیں کس کر مجھے شہادت گاہ کی طرف کشاں کشاں نہ لے جایا جائے بلکہ بطیّب خاطر آزادی عام جانا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ان کی جملہ آرزوؤں پر پانی پھیر دیا گیا اور اس کے بالکل برعکس عمل درآمد ہوا۔

اہالیانِ میانوالی کی بدقسمتی کہ جنازہ بھی نہ پڑھ سکے اور غازی شہید کی یہ خواہش کہ میری نعش کو لاہور پہنچایا جائے اور ہر ریلوے اسٹیشن پر درود اور کلمہ پڑھا جائے جس سے یقیناً میری رُوح خوش ہو۔ کس قدر زبردست خواہش تھی جس کی تکمیل نہ ہوسکی۔ جس وقت تختۂ دار پر آپ کو لے جایا گیا، آپ نے چند وصایا اور بھی کہیں اور مختصر سی تقریر بھی کی اور چند شعر بھی پڑھے اور تحریر کرائے لیکن وہ بصیغۂ راز رکھے گئے ہیں اور ان کے ورثاء کو بھی باوجود استدعا کے نہیں بتلائے گئے۔ صرف وعدہ یہ کیا گیا کہ بعد میں رجسٹری کر کے بھیجے جائیں گے، شاید اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔

مردہ شو کا بیان ہے کہ ان کا چہرہ نہایت نورانی تھا حالاں کہ مصلوب کا حلیہ تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کی ہیئت کذائی نہایت مکروہ اور خوف ناک ہوتی ہے۔ غازی شہید کی آنکھیں نہیں پھوٹیں اور نہ ہی گردن بوجھ پڑنے سے لمبی ہوئی ہے۔ یہ تمیز نہ ہوسکتی تھی کہ آپ سوئے ہوئے ہیں یا مردہ۔

مردہ شو کا جیل کا سرکاری ملازم ہے جو مشاہرہ پاتا ہے۔ اس کا بیان ہے تمام عمر میں یہ پہلا موقع ہے کہ دار پر کھینچی ہوئی لاش ایسی مبارک اور پُر یمن ہو۔ وہ یہی کہتا ہے کہ سول سرجن اور دیگر حکام کو بھی جو شہادت گاہ کے اندر موجود تھے۔ اس بات کا یقین نہ آتا تھا کہ فی الواقع غازی رحمۃ اللہ علیہ نے جان دے دی ہے اور وہ شہید ہو چکے ہیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ بہ وقت شہادت ہرگز نہیں پھڑ پھڑائے اور نہ اس قسم کی حرکات و سکنات ہی آپ سے سرزد ہوئیں جو ایسی حالت میں مصلوب سے سرزد ہوتی ہیں۔

بیرون جات سے خلق خدا کی آمد

شہادت کے روز جیل کی حدود کے باہر مقامی لوگوں کے علاوہ دُور دراز سے بھی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آئے ہوئے تھے۔ ضلع کے مضافات اور دیگر مقامات سے آئے ہوئے لوگوں نے مقامی آبادی میں معتد بہ اضافہ کر دیا تھا۔ یہ خبر ۳۰ راکتوبر ۱۹۲۹ء کو بجلی کی طرح پھیل گئی اور

Marfat.com

رات کی گاڑی اور موٹروں پر لوگ تمام دن اور رات آتے رہے اور پولیس بھی مکانات سے طلب کر لی گئی۔

پولیس کا زبردست پہرہ

۳۱ر اکتوبر کو جیل کے باہر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اس کے اسسٹنٹ کے علاوہ حکام ضلع اور محکمہ پولیس کے بڑے بڑے منصب دار موجود تھے اور پولیس کا نہایت ہی کڑا پہرہ تھا۔ ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعروں سے فضائے آسمانی گونج اُٹھی تھی۔ مسلمانوں کے مجمع میں بے حد جوش و خروش کا اظہار کیا جا رہا تھا لیکن شہر کے معززین اور سفید پوشوں کی پیہم تلقین نے انہیں قابو میں کر رکھا تھا۔

نیز ۳۰ر اکتوبر کو جلسہ میں اس اَمر کی زبردست تلقین کی گئی تھی کہ کوئی شہری دیگر فساد نہ کرے اور جنازہ کے لیے خالی ہاتھ جائے، کسی کے ہاتھ میں لکڑی یا کوئی ایسی چیز ہرگز نہ ہو۔ اس لیے تمام لوگ اکٹھے ہو کر جنازہ کو گئے اور جنازہ خوانی کی غرض سے گئے، لڑنے کے لیے نہیں گئے تھے تاہم پولیس کے مقابلہ میں خالی ہاتھوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ اگر پولیس پر ہلہ بول دیتا تو پولیس کی بوٹی کبھی کسی کے ہاتھ نہ آتی۔

افسوس ہے کہ ان کو تو عدم تشدد کی ہدایت کی گئی اور ڈنڈا پولیس نے غایت درجہ تشدد رَوا رکھا۔ جنازہ خوانوں کو بُری طرح سے زدوکوب کیا گیا اور ان کے منہ سے اُف تک نہ نکلی۔ جنازہ خوانوں کی حمیت قومی ان کو اجازت نہ دیتی تھی کہ قیدی ان کی نعش کو اٹھا کر بے اطلاع چل دیں اور ان کو شہر کے اندر قبرستان تک پہنچانے کی اجازت بھی نہ دی جائے۔

حکومت پنجاب کو متعدد تار

چہ جائیکہ حسب وصیت شہید اُن کو لاہور تک پہنچایا جاتا اور دیگر معززین شہر کی طرف سے تار گورنر صاحب بہادر کو اور دیگر حکومت کے اراکین کو دیے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔

شہر میں گرفتاریوں کی بھرمار

اب حالت موجودہ یہ ہے کہ گرفتاریاں دھڑا دھڑ عمل میں آ رہی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے نعرے لگائے یا نعش کا مطالبہ کیا یا وہ علماء جنہوں نے کہا کہ نعش کا جنازہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ورثا نے اجازت نہیں دی۔ کو بغیر تحقیق گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ماسٹر اللہ جوایا کو محبوس کر دیا گیا ہے۔ پولیس

Marfat.com

اس وقت کے مجمع میں سے جس کو پہچانتی ہے یا جسے وہاں دیکھا تھا۔ گرفتار کر رہی ہے۔

غازی کی قبر پر پہرہ اور روشنی

غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیس لیمپ لگا دیے گئے ہیں اور رات کو زبردست پہرہ رہتا ہے۔ اس وقت ۱۵۰ کے قریب سپاہی لوگ جمع سب انسپکٹروں کے اس گورستان پر متعین ہیں۔ خیمہ جات نصب کر دیے گئے ہیں اور ایسا کڑا پہرہ رہتا ہے کہ خزانہ پر بھی ایسا زبردست پہرہ کبھی نہیں ہوا۔ رات کو چلنے والوں کو جو قبرستان سے آدھ میل دُور شارع عام پر چلتے ہیں۔ للکارا جاتا ہے۔

مزید پولیس کی آمد

راول پنڈی بنوں کوہاٹ کیمبل پور سے سپاہیوں کے دستے مع اپنے اعلیٰ منصب داروں کے دھڑا دھڑ آ رہے ہیں۔ جیل کی اپنی پولیس، مقامی ضلع کی پولیس، مضافات کی خفیہ پولیس بھی اپنے ہیڈ کوارٹر میں طلب کی گئی ہے۔ تمام سڑکیں جیل کے ارد گرد اور بازاروں اور کوچوں اور گلی کوچوں پر پہرہ رہتا ہے اور خصوصاً اسٹیشن پر سب انسپکٹر بھی گھومتے رہتے ہیں۔ پولیس کے دستوں میں فوجی سکھ اور دیگر غیر مسلم بھی ہیں، اس کے علاوہ خفیہ پولیس پنجاب کے اضلاع میں تشریف لائی ہوئی ہے، ابھی تک پولیس آ رہی ہے۔

شہر کے اندر جس قدر بالا خانے ہیں۔ پولیس نے کرایہ پر لے لیے ہیں اور ان پر سپاہی لوگ معہ ایک آدھ افسر کے چوبیس گھنٹہ پہرہ دیتے ہیں اور عارضی مورچے اُن بالا خانوں پر تیار کر دیے گئے ہیں۔

غیر مسلموں کے حلقہ میں یہ افواہ گرم تھی اور (اخبار) پرتاپ نے بھی لکھا تھا کہ شہیدی جتھے آئیں گے اور سر کٹائیں گے اور نعش کو لے جائیں گے۔ حکومت کی طرف سے اس قدر بھاری اور زبردست انتظامات جو اس ضلع میں ہو رہے ہیں۔ اس بات کی عین دلیل ہیں کہ عن قریب ایک اعلیٰ پیمانہ پر میدان کارزار گرم ہونے والا ہے اور اگر ایسا نہیں تو اس نمائش کے کیا معنی ہیں۔

غیر مسلموں کا افسوس ناک رویہ

مقامی ضلع کے غیر مسلموں نے ابتدا سے لے کر انتہا تک اسلام دشمنی کا اظہار کیا ہے۔

Marfat.com

جلسے خفیہ اور اعلانیہ کیے، حکام ضلع کی خدمت میں وفد بھیجے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نعش کو قبرستان میں لانے کی اجازت نہ دی گئی ورنہ یہ بات چنداں مشکل نہ تھی اور بے وجہ حکومت کو احکام امتناعی صادر نہ کرنے پڑتے۔

یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ اکثر سب انسپکٹروں، حکام اور دیگر صاحب اختیار لوگوں نے غازی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سخت الفاظ کہے۔

☆ میں نے واقعات راست راست بلا کم و کاست جو بعد تحقیق خدا کو حاظر ناظر جان کر جن میں اکثر چشم دید ہیں- بیان کیے۔ (اخبار سیاست، لاہور)

☆ مسلمانانِ پنجاب کی متفقہ جدوجہد سے گورنمنٹ نے علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی لاش دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ لاش آج کل لاہور میں لا کر مسلمانوں کے حوالہ کر دی جائے گی۔

☆

الفقیہ ۲۱ر نومبر ۱۹۲۹ء

شیدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جنازہ دو لاکھ مومنوں نے پڑھا

[لاہور- ۱۴ر نومبر] آج مسلمانوں کی دلی مراد بر آئی اور انہیں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار جناب غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نعش مبارک کو ان کی اپنی وصیت کے مطابق ان کی آخری آرام گاہ میں اپنے ہاتھوں سے لٹانے کا موقع ملا۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو لاہور میں سپرد خاک کیا جائے، حکومت نے لاش دینے سے انکار کر دیا تھا اور لاش میانوالی میں دفن کرائی گئی۔ چند رؤسائے لاہور کی سخت جدوجہد سے لاش مسلمانوں کو مل گئی۔

شہید غازی کی لاش کے متعلق حکومت کا وعدہ یہ تھا کہ ماہ نومبر میں یہ مسلمانوں کو دی جائے گی۔ ۹ر نومبر کو لاہور کے مشہور رئیس مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ اور مرزا مہدی حسین مجسٹریٹ کو میانوالی بھیجا گیا کہ وہ اپنی نگرانی میں لاشہ نکلوا کر لائیں۔ سید مراتب علی شاہ نے میانوالی کے جو حالات بیان کیے- وہ نہایت محیر العقول ہیں۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ شہید غازی کا وزن آخری روز جب کیا گیا تو پہلے سے ۱۸ پاؤنڈ یعنی ۹ سیر (کلو) زیادہ تھا۔

آپ نے فرمایا کہ ۳۰ راکتوبر کے روز خان زماں مہدی خان صاحب ڈپٹی کمشنر میانوالی نے کہا کہ کچھ عرض کرنا ہو تو کرو۔ آپ [غازی علم الدین شہید] نے فرمایا کہ اب شوق شہادت بے تاب کیے دیتا ہے، التوا ختم کرو اور بس۔

تختۂ دار پر آپ نے اعلان کیا کہ میں نے راج پال کو قتل کیا...... میں اقرار کرتا ہوں کہ جوشِ اُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مَیں نے اسے قتل کیا۔ آپ نے پھانسی کے رسّہ کو بوسہ دیا، بھنگی کو قریب نہیں آنے دیا اور ایک مسلمان سے گلے میں رسّہ ڈلوا کر کہا کہ اب کیا دیر ہے اور ساتھ کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ پھانسی والے کی گردن بڑھ جاتی ہے اور آنکھیں باہر کو نکل آتی ہیں مگر میاں صاحب کی نہ گردن بڑھی اور نہ آنکھیں اُبھریں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا پھانسی سے پہلے آپ نے جان دے دی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کو اول مرتبہ بغیر کفن و غسل جنازہ دفن کیا گیا تھا۔ یہ غلط ہے۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا مگر لوگوں کے ہجوم کے خوف سے نماز جنازہ صرف پندرہ (۱۵) مسلمان محافظوں نے ادا کی اور آپ کو بہ طور امانت سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی مرقد مبارک پر ۴۵ رسپاہی محافظ مقرر ہوئے جن کے ساتھ تین ہیڈ کانسٹیبل، دو سب انسپکٹر اور ایک انسپکٹر تھا۔ یہ سب مسلمان تھے۔ قبرستان میں سے عوام کا گزرنا ممنوع تھا۔ گیس کی روشنی رات کو نور کا عالم پیدا کر دیتی تھی۔

۱۳ رنومبر کو قبر کھودی گئی مگر گیارہ بجے تک خود مجسٹریٹ صاحبان کو علم نہ تھا کہ آج ایسا ہو گا۔ مسلمان مزدور لگائے گئے۔ سید مراتب علی شاہ صاحب نے خود لاشہ نکالا اور خود سارے بدن پر ہاتھ پھیرا۔ آپ کا بیان ہے کہ نعش یوں معلوم ہوتی تھی کہ کوئی نوجوان سویا پڑا ہے۔ نہ بدبو تھی اور نہ گوشت خراب ہوا تھا۔ سید صاحب نے خود نعش کو دوسرا کفن پہنایا اور صندوق میں بند کیا جس کے رخنے پلستر سے بند کیے گئے تھے۔ چابی پولیس افسر نے لی اور موٹر پر لاشہ اسٹیشن کو گیا۔

پولیس اور فوج کافی تھی، چار بجے ریل کی روانگی کا وقت مقرر تھا۔ ڈی ٹی ایس خود آیا ہوا

Marfat.com

تھا کہ انتظام کرے۔ٹرین نصف گھنٹہ لیٹ ہوگئی اور ساڑے چار بجے روانہ ہوئی،اس میں ایک انجن تھا، ایک درجہ اول کا کمرہ تھا جس میں دونوں مجسٹریٹ تھے، ایک درجہ دوم تھا جس میں پولیس انسپکٹر اور دوسرے افسر تھے۔ایک نوکروں کا کمرہ تھا، ایک تیسرا درجہ تھا جس میں پولیس والے تھے، گارڈ کا کمرہ تھا جس کے ساتھ والے کمرہ میں نعش مبارک تھی، یہ کمرہ مقفل تھا اور چابیاں پولیس افسر کے پاس تھیں۔

یہ ٹرین راستہ میں کسی بڑے اسٹیشن پر نہیں ٹھہری، یہاں تک کہ لاہور کے بڑے اسٹیشن پر بھی کھڑی نہیں ہوئی۔ چھوٹے اسٹیشنوں پر ٹھہرتی ہوئی اور قبل از وقت سفر کرتی ہوئی میانمر کے اسٹیشن پر پہنچی۔صبح ساڑھے پانچ بجے ٹرین منزل مقصود پر پہنچی اور لاری میں لاد کر پونچھ ہاؤس میں پہنچایا گیا۔

سر محمد شفیع اور سر (علامہ) اقبال اور دیگر مسلمانوں کو جنہوں نے قوم کی طرف سے ضامن بن کر لاشہ منگوایا تھا۔کو حکومت نے اطلاع دے دی تھی کہ لاشہ ۷ر بجے صبح ملے گا چنانچہ عین ۷ر بجے رسید لے کر نعش ان کے سپرد کی گئی اور چوبرجی کے میدان میں رکھی گئی۔

ادھر شہر میں ۱۳ر نومبر کو پانچ بجے عصر کے وقت یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ صبح نماز جنازہ ہوگا۔ حکومت نے پہلے ہی سے بڑے اعلیٰ پیمانے پر تیاریاں کر رکھی تھیں۔ ہندو مسلم معززین کے پہرے لگا دیے تھے۔رات کے پچھلے پہر سے فوج آنا شروع ہوئی اور رسالہ اور سوار پولیس کو ہر اہم ناکہ پر کھڑا کر دیا گیا، مسلح موٹر کاریں اور لاریاں موجود تھیں اور چوبرجی کی طرف تو گویا فوج کی چھاؤنی اُتری ہوئی تھی۔ڈپٹی کمشنر لاہور، مجسٹریٹ اور خود مسٹر ایچ ڈی کریک سرگرم عمل دیکھے گئے۔مسلمانوں کا ہجوم دیکھ کر یہ لوگ اُنگشت بدنداں تھے۔

علی الصبح شہر کے اسلامی حلقہ ہائے کے بازار سنسان پڑے تھے۔ ریلوے ورکشاپ نصف دن تک بند رہا، مدارس بند ہو گئے، ہر شخص کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا چوبرجی کو روانہ ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے کا وقت مقرر تھا، جنازہ کے گرد پانچ ہزار مستورات کا ہجوم تھا اور جنازہ گاہ میں کم از کم دو لاکھ مسلمان موجود تھے۔

چوبرجی کا میدان وہ ہے جس میں چاند ماری ہوتی ہے،اس میں ہجوم کا یہ حال تھا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ تھی، ہر ایک صف میں ایک سو ساٹھ سے دو سو تک آدمی تھے اور ایک ہزار سے زیادہ

Marfat.com

صفیں تھیں۔ایسا اجتماع چشم فلک نے آج تک لاہور کی زمین پرنہیں دیکھا اور نہ شاید آئندہ جلد دیکھے۔لیکن یہ اجتماع نہایت پُرسکون تھا۔کئی ہندو اس اجتماع کو دیکھنے آئے اور مزے سے پھرتے رہے، کسی نے ان سے کوئی تعارض نہیں کیا۔

صد ہا سقے مشکیزے لیے کھڑے تھے اور لوگوں کو وضو کراتے جاتے تھے، بلدیہ کی چھڑکاؤ کرنے والی گاڑیاں اور آگ بجھانے کے ایک انجن بھی وضو کرانے والوں کے لیے پانی بہم پہنچا رہا تھا۔

لوگ دیہات سے کثرت سے آئے-امرت سر، قصور، وزیر آباد، گوجرانوالہ تک سے مسلمان پہنچے۔بعض جھنڈے لے کر آئے ہوئے تھے۔

نعش مبارک صندوق میں بند تھی، اس پر پھولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور اس قدر عطر اور عرق ڈالا گیا کہ تمام صندوق تر ہو گیا۔حاضرین پر بھی کثرت سے گلاب پاشی کی گئی۔

نماز جنازہ قاری محمد شمس الدین خطیب جامع (مسجد) وزیر خاں مرحوم نے پڑھا اور اس کے بعد دو دفعہ جنازہ پھر پڑھا گیا۔

نماز جنازہ کے بعد لوگ کندھا دینے کے شوق سے تابوت کی طرف دوڑے جس سے بعض مسلمان دب گئے، ان میں سر شفیع بھی تھے مگر یہ جلد سنبھل گئے اور بصد دقت جنازہ روانہ ہوا۔لوگ کندھا دینے کے شوق میں پلے پڑتے تھے، کئی گھنٹوں میں جنازہ قبرستان یعنی میانی صاحب میں پہنچا۔

جنازہ لانے سے قبل میاں طالع مند والد علم الدین شہید میانی صاحب کے قبرستان میں آئے، لوگ ان کے گرد پروانہ تھے، ان کی بیگم صاحبہ بھی وہاں موجود تھیں۔

۱۲ بجے جنازہ میانی صاحب لایا گیا، ہزارہا لوگ پہلے سے ہی موجود تھے، راہ میں لوگ مٹھیاں بھر بھر پھول جنازہ پر پھینک رہے تھے، کئی گڈے (بیل گاڑی) پھولوں سے لدے ہوئے تھے جو مفت پھول تقسیم کر رہے تھے۔

قبر نہایت صاف ستھری بنائی گئی تھی، لوگ پھول لا کر قبر پر پھینک رہے تھے۔یہاں تک کہ قبر میں پھولوں کا ایک زبردست فرش بچھ گیا اور بارہ بجے کے بعد نعش قبر میں اُتاری گئی۔اس وقت تمام ہجوم کلمۂ شہادت پڑھ رہا تھا۔لوگوں نے لاتعداد ہار اور پھول قبر میں پھینکے اور بعد دعا

Marfat.com

مٹی ڈال دی گئی۔

قبر پر مٹی پڑ جانے پر بھی ہزار ہا کی تعداد میں آ کر پھول چڑھا رہے تھے اور دوسرے شہروں کے لوگ ابھی بھاگے چلے آ رہے تھے۔

☆

الفقیہ ۲۱ر فروری ۱۹۳۰ء

میاں علم الدین شہید کی وصیت

ذیل میں میاں علم الدین شہید کی وہ وصیت درج کی جاتی ہے جو آپ نے جام شہادت نوش کرنے سے پیشتر سپرنٹنڈنٹ جیل میانوالی کو لکھوائی۔ آپ نے لکھوایا ہے کہ:

''میرے سب رشتہ داروں کو بتا دیا جائے کہ میرے پھانسی پا جانے پر ان سب کے گناہ بخشے نہیں جائیں گے۔ ہر ایک شخص کے اپنے ہی اعمال اسے دوزخ سے بچا سکتے ہیں پس نماز کو قائم رکھنا اور زکوٰۃ اور جملہ احکام شرعی کی پابندی لازمی ہے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے بھائیوں کو نماز پڑھنے اور نماز کے بعد سورۂ مزمل کا ورد کرنے کی تلقین کی ہے۔ پھر اپنی قبر کے متعلق ہدایات دی ہیں کہ کس طرز پر بنائی جائے اور کس طرح دفنایا جائے اور کہا ہے کہ:

''جب مجھے دفن کر چکو تو دو رکعت نفل نماز شکرانہ اور دو رکعت نفل مغفرت کے واسطے ادا کرنا۔ میری لاش کے ہمراہ فساد بالکل نہ کیا جائے اور امن و امان کی تلقین کی جائے۔ میری لاش کے ساتھ ذکر اللہ ضرور ہو مگر سر سے پگڑی کوئی نہ اُتارے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے کپڑوں کے متعلق ہدایات دی ہیں کہ کون کون سا کپڑا کس کس رشتہ دار اور دوست کو دیا جائے۔ اس کے بعد کہا کہ:

Marfat.com

''میرا سب حال اخباروں میں ضرور شائع کرایا جائے اور نماز کی سب مسلمانوں کوتلقین کی جائے اور سب بھائیوں کوالسلام علیکم۔

فرض اللہ عزوجل کا قرض ہے اور سنت جناب رسول کریم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا۔''

آخر میں لکھا ہے کہ؛

میری یہ جملہ وصیت پوری کی جائے میں نے یہ قتل اس واسطے کیا تھا کہ مقتول نے میرے آقا کی (نعوذ باللہ) بے عزتی کی تھی۔

[کلام غازی علم الدین شہید]

ہتھ یار دا نظر قرآن آیا
تاں پھر چمیا ادب اداب کر کے

شالا ہتھ سڑے ملے سزا مینوں
ہتھ لایا جے بھیڑی نگاہ کر کے

قسم رب دی دوستا آکھدا واں
قدمی ڈگا ساں میں دلربا کر کے

علم الدین جناب نے زبردستی
دتا رُتبہ تے اپنی شفا کر کے

Marfat.com

دن ہفتہ دا میں قربان جاواں
اللہ بخشی سی ایہہ مراد مینوں

قسم رب دی بندہ نہ نال کوئی
مدد دتی سی اللہ جلال مینوں

خنجر ماریا سی حکم رب دے نال
دل دے وچ ملی مراد مینوں

علم الدین میاں ڈرنا موت تھیں نہیں
جھنڈے نبی دے نال پیار مینوں

میانوالی میں جو مدد ہوئی اور جیل کے اندر ۳۵ رقرآن شریف، ۳۱ ر ہزار درود شریف قیدیوں نے ختم کیے ہیں۔ ان کا حوالہ اخبار میں دیا جائے۔''

از

فدوی علم الدین ولد طالع مند ترکھان ساکن لاہور
شہر حال قیدی جیل میانوالی
(تصدیق شدہ ڈپٹی کمشنر لاہور)

☆

Marfat.com

باب سوم

غازی امیر احمد شہید، غازی عبداللہ شہید

Marfat.com

۱۹۳۱ء میں کلکتہ کے ایک بدطینت ہندو بھولا ناتھ سین نے ایک کتاب ''پراچین کہانی'' بنگالی زبان میں تحریر کی جس میں رسول اکرم نور مجسم شاہ بنی آدم رسول محتشم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق گستاخانہ عبارتیں شامل تھیں نیز ایک جعلی اور گستاخی پر مبنی تصویر کی نسبت بھی آپ کی طرف کی گئی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت سے ملک بھر کے مسلمانوں میں بے چینی اور بے قراری کی فضا پیدا ہوگئی اور جگہ جگہ مذمتی جلسے اور کتاب کی ضبطی کے مطالبے ہونے لگے۔ اسلامی رسائل واخبارات نے بھی اس ضمن میں متعدد مضامین شائع کیے۔ اسی حوالہ سے ایک مذمتی جلسہ بہ تاریخ ۲۳ رفروری ۱۹۳۱ء کو اہل سنت کی قدیم علمی درس گاہ انجمن حزب الاحناف (لاہور) کی جانب سے گڑھی شاہو (لاہور) میں صوفی غلام نبی (ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول، کوہ منصوری) کی زیر سرپرستی منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا غلام محمد مکی نے آقائے دو جہان رحمت عالمیان سرور ذیشان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان کے متعلق ایک طویل تقریر فرمائی، سامعین پر اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ جلسہ کے اختتام پر جناب معراج دین (ساکن گڑھی شاہو، لاہور) نے درج ذیل قراردادیں پیش کیں جو کہ باتفاق رائے منظور ہوئیں:

۱۔ ہم جمیع مسلمانان گڑھی شاہو، لاہور- بھولا ناتھ کی اس کمینہ اور ناشائستہ حرکت پر جو کہ وہ 'پراچین کہانی' میں عمل میں لایا ہے، نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔

۲۔ اور گورنمنٹ بنگال کے گوش گزار کرتے ہیں کہ اس کی تصنیف کی فوراً ضبطی کی جائے۔

۳۔ نیز اس کو کمینہ حرکت کی پوری پوری سزا دی جائے۔

لیکن مسلمانوں کے بھرپور احتجاج کا انگریز سرکار پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ہندو اکثریتی علاقوں میں اس کتاب کو اسکول کے نصاب میں شامل کرلیا گیا۔ بالآخر مسلمانوں کی غیرت ایمانی کا ظہور بھولا ناتھ سین مصنف 'پراچین کہانی' اور اس کے ملازموں کے قتل کی صورت میں ہوا۔ لاہور کے دو غیور مسلمانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں ہندوستان کے دُور اُفتادہ شہر

Marfat.com

کلکتہ کا سفر کیا اور موقع پا کر شاتم رسول پر حملہ کر کے واصل جہنم کر دیا۔

بھولا ناتھ سین اور اس کے ملازمین کے قتل کے سلسلہ میں لاہور کے دو نوجوان غازی امیر احمد شہید اور غازی عبداللہ خان شہید رحمہما اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان دو ساتھیوں کے ساتھ اس قتل کی منصوبہ بندی میں ایک تیسری شخصیت صوفی محمد نذیر غوری سہروردی علیہ الرحمۃ بھی شامل تھی۔ چناں چہ اس ضمن میں ''جادۂ حق'' کے مصنف سید اویس علی سہروردی لکھتے ہیں:

''آپ (یعنی صوفی نذیر غوری سہروردی) نے اپنے دو ساتھیوں حضرت غازی امیر احمد (کشمیری بازار، لاہور) اور غازی عبداللہ (گڑھی شاہو، لاہور) کے ساتھ مل کر بھولا ناتھ سین کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ تینوں دوست قبرستان میانی صاحب اکٹھے ہوتے اور مل بیٹھ کر اس کے ہر پہلو پر غور کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے آپ کو جسمانی اور ذہنی طور پر مضبوط کرنے کے لیے تیار کرتے مثلاً آپ کئی دن تک بہت کم کھا کر گزارہ کرتے یا ننگے جسم ٹاٹ کی بوری میں کئی کئی گھنٹے لیٹے رہتے۔ کئی ہفتوں کی تیاری کے بعد غازی امیر احمد اور غازی عبداللہ موقع محل دیکھنے روانہ ہوئے تا کہ واپس آ کر ایک ٹھوس پروگرام بنایا جائے مگر انہیں وہاں ایسا موقع ملا کہ اس (یعنی بھولا ناتھ) کی دوکان پر اس وقت اس کے علاوہ چند ملازم تھے اور وہ بھی اس سے قدرے فاصلے پر تھے چناں چہ انہوں نے موقع کو غنیمت جان کر کہ مبادا پھر موقع ملے یا نہ ملے یا کب ملے، انہوں نے اسے اور اس کے دو ملازمین کو قتل کر دیا۔ حضرت قبلہ گاہی (یعنی صوفی نذیر غوری سہروردی) کو اطلاع ملی تو آپ بھی وہاں پہنچ گئے اور تقریباً دو ماہ ان کے ساتھ جیل میں رہنے کے بعد لاہور واپس آ گئے۔'' (جادۂ حق: ۴۳،۴۴)

صوفی نذیر غوری سہروردی کے ملفوظات میں اس واقعہ کی مزید تفصیل یوں درج ہے:

''گڑھی شاہو والا جلسہ سن کر ہم تینوں (یعنی صوفی نذیر غوری، غازی امیر احمد، غازی عبداللہ) قبرستان میانی صاحب چلے گئے، وہاں بیٹھ کر قسمیں کھائیں کہ اس گستاخ رسالت کو قتل کر دینا چاہیے اور جو پکڑا جائے وہ دوسروں کا پتہ نہیں بتائے گا۔

Marfat.com

اگلے روز سے ہم نے جیل کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیا۔ کبھی بھوکے رہتے، کبھی موٹے اور کھردرے کمبل میں ننگے جسم سوتے تا کہ جسم کی قوت برداشت زیادہ ہو جائے۔

کچھ دنوں بعد غازی امیر احمد کو ہم نے کلکتہ بھیجا کہ جاؤ اور پتہ کر کے آؤ کہ وہ آدمی کہاں اور کیسے رہتا ہے۔ تقریباً دو ماہ بعد غازی امیر احمد بڑے بُرے حال میں واپس آیا۔ داڑھی بڑھی ہوئی اور پاؤں سُوجھے ہوئے تھے کیوں کہ پیسے تو تھے نہیں اور ہم نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ کسی سے مانگیں بھی نہیں۔ اس لیے وہ بھوکا، پیاسا، کبھی پیدل کبھی ریل پر بڑی مشکل سے پہنچا۔ اس نے آ کر ہمیں بتایا کہ اس ہندو کی بہت بڑی دکان ہے جو کالج سٹریٹ پر واقع ہے۔ ہر وقت سات یا آٹھ آدمی اس کے ارد گرد موجود رہتے ہیں اور دکان کے دونوں طرف دروازے ہیں۔

عید قربان پر ہم پھر قبرستان میانی صاحب گئے، دوبارہ قسمیں کھائیں اور پروگرام بنایا کہ امیر احمد اور عبداللہ پہلے جائیں اور حالات کا جائزہ لیں - اتنی دیر میں مَیں (یعنی نذیر غوری) بھی پہنچ جاؤں گا۔ پروگرام تو یہ تھا کہ پہلے وہ دہلی جائیں گے اور پھر کلکتہ، اتنے دنوں میں میں سیدھا کلکتہ پہنچ جاؤں اور پھر تینوں مل کر اس کا کام تمام کر دیں گے۔ مگر وہ سیدھے ہی کلکتہ چلے گئے۔ ان کے جانے کے چند روز بعد اخبار میں آ گیا کہ بھولا ناتھ سین قتل کر دیا گیا ہے اور دو پنجابی قاتل پکڑے گئے ہیں۔ میں نے یہ خبر اخبار میں پڑھی اور رات عبداللہ کے گھر (گڑھی شاہو) چلا گیا کہ پتہ کروں کہ اصل صورت حال کیا ہے کیوں کہ اخبارات میں نام غلط چھپے تھے۔ جاتی دفعہ میں اپنے ایک ہم راز جو بعد میں میرا پیر بھائی بنا' ملک مراتب علی سہروردی کو کہہ گیا کہ اگر رات دس بجے تک میں نہ پہنچا تو میرے گھر کہہ دینا کہ وہ پکڑا گیا ہے کیوں کہ لازمی بات ہے پولیس اس کے گھر ضرور پہنچی ہو گی۔

خیر رات میں جب اس کے گھر پہنچا' پہلے تو ارد گرد کا جائزہ لیا مگر وہاں تو ہُو کا عالم تھا۔ میں نے اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے اس کی والدہ محترمہ نے

Marfat.com

دروازہ کھولا، میں نے ان کی خیریت دریافت کی اور عبداللہ کا پتہ پوچھا۔انہوں نے کہا کہ وہ سیر کرنے کے لیے ریلوے کا پاس لے کر گیا ہوا ہے، پتہ نہیں کب آئے اور ہاں اس کے پرسوں بیٹا بھی پیدا ہوا ہے۔کچھ دیر میں وہاں رکا اور پھر گھر چلا آیا۔

......تقریباً چار پانچ دنوں بعد کلکتہ سے ان دونوں کا مجھے خط بھی آ گیا جس میں تفصیلاً لکھا تھا کہ ہم نے تین آدمی قتل کر دیے ہیں۔اس میں تحریر تھا کہ امیر احمد نے دو قتل کیے ہیں اور عبداللہ نے ایک۔

قتل کر کے دونوں مخالف سمت بھاگ گئے۔عبداللہ دریائے ہگلی پر چلا گیا اور خون کے چھینٹے وغیرہ دھو کر ذکریا سٹریٹ حاجی مولو کی سرائے کی طرف آیا' جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔دوسری طرف امیر احمد کو ایک پنجابی بدمعاش نے دیکھا تو کہا ٹھہر جا۔اس نے کہا کہ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا جو آدمی پیچھے دوڑے آرہے تھے انہیں اس نے گالیاں دیں تو وہ بھی پیچھے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ......اس پنجابی بدمعاش نے کہا کہ یہ چھری مجھے دے دو اور بتاؤ کیا بات ہے؟

امیر احمد نے کہا کہ میں کوئی اُچکا نہیں ہوں، میں دو آدمی قتل کر کے آیا ہوں۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ پولیس بھی وہاں آگئی اور اسے پکڑ کر ذکریا سٹریٹ میں لے گئی، وہاں عبداللہ بھی آ گیا۔اب عبداللہ کہے کہ میں نے آدمی قتل کیے ہیں اور امیر احمد کہے کہ میں نے قتل کیے ہیں۔ذکریا سٹریٹ میں مسلمانوں کی دکانیں زیادہ تھیں، اس لیے وہاں بہت سے مسلمان بھی اکٹھے ہو گئے اور ان کی حمایت کرنے لگے۔یہ حمایت ان کے تختۂ دار پر پہنچنے تک جاری رہی اور دونوں کو ہر طرح کی آسائش وہاں کے مسلمانوں نے بہم پہنچائی، کھانا پینا، روپیہ پیسہ، ہر طرح سے انہیں خوش رکھنے کی کوشش کی۔

بہ ہر کیف پولیس نے جب دیکھا کہ تکرار بڑھ گئی ہے تو دونوں کو تھانے لے گئی۔وہاں کے لوگوں کو جو مسلمان تھے جب صحیح صورت حال کا پتہ چلا تو ان کے متعلق ان کے دلوں میں اور بھی محبت بڑھ گئی۔وہ فوراً میاں عبدالمجید عطر فروش جو

Marfat.com

وہاں کا صدر اور بہت امیر آدمی تھا' کے پاس پہنچے اور پورا ماجرا سنایا۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تھانے پہنچا اور تھانے دار کو کہا کہ یہ اپنے آدمی ہیں انہیں چھوڑ دو مگر غازی عبداللہ اور غازی امیر احمد۔ دونوں نے کہا کہ ہم باہر نہیں آئیں گے، ہم نے قتل ہی اس لیے کیے ہیں کہ پھانسی چڑھ جائیں۔

......چناں چہ دونوں کو جیل بھیج دیا گیا۔ انہوں نے وہاں سے مجھے خط لکھا کہ یہاں کے مسلمان بہت تنگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بیان دو کہ قتل ہم نے نہیں کیے۔ ہم مہنگے ترین وکیل کرا کے تمہیں بچالیں گے' تمہارا کیا خیال ہے؟ جوابی خط میں میں نے انہیں لکھا کہ چوں کہ ہمارا مقصد ہی یہ تھا اس لیے معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہ ہر حال چوں کہ انہوں نے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس کے متعلق فتوی لو چناں چہ میں حضرت مولانا غلام مرشد (خطیب اونچی مسجد، بھاٹی دروازہ، لاہور) کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ معافی مانگ سکتے ہیں۔ میں نے تمام باتیں خط میں لکھ دیں۔ انہوں نے جواب لکھا کہ تم یہاں آؤ چناں چہ میں کلکتہ چلا گیا اور ان کے ساتھ جیل میں ہی تقریباً دو ماہ رہا اور شہادت سے ایک ماہ بیس دن پہلے واپس آ گیا۔

جیل میں اک عجیب سماں میں نے دیکھا، وہاں کے مسلمانوں نے ہم تینوں کی خدمت کی انتہا کر دی۔ مکھن، دودھ، چائے، سگریٹ اور طرح طرح کے کھانے روزانہ ہمارے لیے آتے۔ وہاں کا جیلر انگریز تھا اور اس کی رہائش ہماری بارک کے سامنے تھی۔ سارا دن اس کی بیوی کھڑکی میں بیٹھی رہتی اور ہمیں دیکھتی رہتی کہ چند دن بعد جن لوگوں کو پھانسی چڑھ جانا ہے وہ کتنے خوش و خرم ہیں۔ ہم صبح کو اُٹھ کر ڈنڈ سپاٹے لگاتے، پھر ناشتہ کرتے اور سارا دن خوش گپیوں اور شرارتوں میں گزار دیتے۔

(جادۂ حق: ۱۱۴ تا ۱۱۷)

اخبار الفقیہ (امرت سر) کے مطابق ۷ رمئی ۱۹۳۱ء کو دوپہر گیارہ بجے دونوں خوش پوش نوجوان بیسن برادرز بک سیلرز کی دوکان میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھولا ناتھ سین مالک اور

Marfat.com

اس کے نوکر کو قتل کر دیا۔ بھولا ناتھ نے ان کو اپنا گاہک خیال کیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ آپ کیا خریدیں گے؟ اس سوال پر انہوں نے اس پر چھرے سے سخت حملہ کیا۔ ہری داس اور بینر جی، بھولا ناتھ کی امداد کو آئے ان کو بھی چھرا گھونپ دیا گیا۔ بھولا ناتھ اور ہری داس فوراً مر گئے جب کہ بینر جی کی ٹانگ پر چھرا لگا، اس کو نازک حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا جہاں وہ بھی مر گیا۔

(ہفت روزہ الفقیہ، امرت سر مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء)

قتل کی تفتیش کے لیے کلکتہ پولیس کے ایک مسلمان انسپکٹر سید غلام حیدر شاہ لاہور وارد ہوئے اور ملزمین کے گھروں کی تلاشی لی۔ غازی عبداللہ شہید کے گھر سے غازی علم الدین شہید کی بڑے سائز کی تصویر برآمد ہوئی۔ ۲۲ رفروری کو گڑھی شاہو میں احتجاجی جلسہ کے انعقاد کے حوالہ سے **انجمن حزب الاحناف** کے منتظمین کو بھی شامل تفتیش کیا گیا۔ انسپکٹر نے مسلم اخبارات کے دفاتر کا بھی دورہ کیا اور احتجاجی جلسہ میں منظور ہونے والی قراردادوں کی تفصیلات حاصل کیں۔

دونوں مجاہدین نے پولیس کے رُوبرو اپنے فعل کا پہلے ہی اقبال کر لیا تھا، اس لیے کسی اور خارجی شہادت کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ عدالت میں مقدمہ چلا۔ کلکتہ کے مسلمانوں نے مقدمہ کی پیروی کے لیے دونوں مجاہدین کے ورثاء کو تار بھیجا چناں چہ غازی عبداللہ کے والد ماجد امرت سر سے اپنے ایک عزیز کے ساتھ کلکتہ پہنچے۔ غازی امیر احمد کے چچازاد بھائی اور ان کی خالہ مقدمہ کی پیروی کے لیے کلکتہ روانہ ہوئے۔ (کیوں کہ غازی امیر احمد کے والدین فوت ہو چکے تھے اور اس کا کوئی بھائی بھی نہ تھا۔)

اگست ۱۹۳۱ء کلکتہ ہائی کورٹ کے سیشن جج جسٹس لورٹ ولیمز نے بھولا ناتھ سین اور اس کے ملازموں کے قتل میں غازی عبداللہ خان اور غازی امیر احمد کو سزائے موت سنا دی۔ مسٹر گریگوری (وکیل ملزمین) نے عدالت سے درخواست کی کہ سزائے موت کی بجائے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا دے دی جائے لیکن جج نے وکیل ملزمین کے دلائل کو تسلیم نہ کیا اور پھانسی کی سزا کا فیصلہ سنا دیا۔

مسلمانانِ کلکتہ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل، برطانیہ میں اپیل کرنے کی درخواست دی جو کہ منظور ہو گئی لیکن پریوی کونسل نے بھی انتہائی سزا کا فیصلہ برقرار رکھا۔

Marfat.com

بالآخر ۱۰ ر مارچ ۱۹۳۲ء کو ناموس رسالت کے دونوں جاں نثاروں کو شہید کر دیا گیا۔ مسلمانانِ کلکتہ کے دل میں پہلے ہی ان مجاہدین کی محبت وعقیدت رَچ بس گئی تھی۔ عدالت کی پیشیوں کے دوران ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ یوں ہی جیل کے باہر بھی شائقین دید کا تانتا بندھا رہتا۔ دونوں شہیدوں کی میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جایا گیا۔ یہاں مسلم رہنماؤں اور حکام کے مابین معاملات طے پائے۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد مسجد ناخدا (کلکتہ) میں جمع ہوگئی۔ حفظ امن کے لیے پولیس اور فوج کے متعدد دستے اہم مقامات پر متعین کر دیے گئے تاہم شہدا کی وصیت کے مطابق مسلمان پُرامن رہے۔ تقریباً پچاس ہزار مسلمانوں نے شہدا کی نماز جنازہ ادا کی۔

۱۵ ر مارچ ۱۹۳۲ء کو مجلس خلافت، کلکتہ کا ایک جلسہ بیرسٹر حسین شہید سہروردی کی زیر صدارت منعقد ہوا، اس جلسہ میں شہیدانِ ناموس رسالت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور حسین شہید سہروردی نے غازی عبداللہ شہید کے نومولود بیٹے کی کفالت کے لیے ماہوار بیس روپیہ کا ذمہ لیا۔

۱۸ ر مارچ بروز جمعۃ المبارک کو تمام مساجد میں ''یوم شہیدان ناموس رسالت'' منانے کا فیصلہ ہوا، اور شہیدوں کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام ہوا۔

آئندہ صفحات میں ہم اس واقعہ کے متعلق اخبار الفقیہ (امرتسر) کی رپورٹس نقل کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۵ رفروری ۱۹۳۱ء

حضور خواجۂ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا فوٹو

اسلامیانِ گڑھی شاہو کا اظہار غیظ وغضب
'پراچین کہانی' کی فوری ضبطی کا مطالبہ

لاہور، ۲۳ رفروری: آج ایک جلسہ عام مسلم ساکنان گڑھی شاہو کا زیر صدارت صوفی غلام نبی (بی۔اے، ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول، کوہ منصوری) منعقد ہوا۔ جس میں جناب مولوی غلام محمد مکی نے ایک طویل تقریر آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف میں بیان فرمائی۔ اس کے بعد صدر صاحب نے ایک مختصر مگر پُر جوش الفاظ میں تقریر بیان کی جس سے سامعین بہت ہی متاثر ہوئے اور آنسوؤں کی جھڑی لگائے ہوئے تھے۔

زاں بعد صدر صاحب نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش فرمائیں جو کہ باتفاق رائے پاس ہوئیں:

۱۔ ہم جمیع مسلمانان گڑھی شاہو، لاہور۔ بھولا ناتھ کی اس کمینہ اور ناشائستہ حرکت پر جو کہ وہ 'پراچین کہانی' میں عمل میں لایا ہے، نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔

۲۔ اور گورنمنٹ بنگال کے گوش گزار کرتے ہیں کہ اس کی تصنیف کی فوراً ضبطی کی جائے۔

۳۔ نیز اس کو کمینہ حرکت کی پوری پوری سزا دی جائے۔

معراج الدین گڑھی شاہو

☆

Marfat.com

الفقیہ ۱۴ رمئی ۱۹۳۱ء

''پراچین کہانی'' کے مصنف کا قتل

آج سے کچھ مدت پیشتر کلکتہ کے ایک شخص نے **پراچین کہانی** کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر دے کر چند ایسے کلمات بھی لکھے جن سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچا۔ ہندوستان بھر کے مختلف حصوں میں اس کتاب کے خلاف مسلمانوں نے آواز بلند کی۔ متعدد مقامات پر جلسے منعقد ہوئے، اکثر اسلامی اخباروں نے اس کے خلاف مضامین لکھے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس ناپاک کتاب کے مصنف اور ناشر کو سزا دے کیوں کہ اس نے آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے دلوں کو دُکھایا ہے۔ راج پال کے قتل کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ مسلمان اپنے آقا و مولا کی حرمت پر جان تک قربان کر دینا بالکل معمولی بات سمجھتا ہے۔ اس لیے حکومت کو بہت جلد کوئی قانونی تدابیر اختیار کرنی چاہیے۔ مبادا کوئی جوشیلا مسلمان ایسی حرکت کر بیٹھے جس سے حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہو جائے لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور وہ کتاب نہایت آزادی سے بازار میں فروخت ہوتی رہی۔

ہمیں ''پراچین کہانی'' کے مصنف و ناشر کے قتل کی تفصیلات اب تک معلوم نہیں ہوئیں اور ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ان کو کس شخص نے قتل کیا ہے لیکن واقعات و قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی حقیقی وجہ ''پراچین کہانی'' ہی تھی اور اس قتل کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے جس نے امن پسند مسلمانوں کی چیخ پکار پر کوئی توجہ نہ دی اور اس معاملے کو چنداں اہمیت نہ دی۔ حالاں کہ معاملہ بے حد نازک تھا اور راج پال اور علم الدین شہید کے واقعہ کو پیش نظر رکھ کر تدبر کا تقاضا یہی تھا کہ ''پراچین کہانی'' کے مصنف و ناشر کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی۔

ہندوؤں کی تو ہم کیا شکایت کریں۔ وہ تو قومیت پرستی اور اتحاد ہندو مسلم کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود بھی مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کے دَرپے ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کی رَواداری

Marfat.com

نہیں کرنا چاہتے۔ ''پراچین کہانی'' کی اشاعت سے لے کر آج تک ہندوستان کے تمام طول و عرض میں ایک بھی ہندو ایسا پیدا نہ ہوا جو اس ناپاک کتاب کے خلاف آواز بلند کرتا اور ایسی کمینہ حرکات کو اتحاد ہندو و مسلم کے لیے مضر بتاتا۔ ہندوؤں کے جو اخبارات اب چیخ پکار مچائیں گے۔ انہیں اس سے پیشتر یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس قسم کی توہین آمیز کتاب کو شائع ہونے سے روکیں لیکن ہندو کے خلاف ہمیں شکایت نہیں ہم حکومت کے شاکی ہیں جس نے مناسب وقت پر اس طرف توجہ نہ کی اور اس بے توجہی کا نتیجہ اس قدر ہولناک برآمد ہوا۔

☆

الفقیہ ۱۴ رمئی ۱۹۳۱ء

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا نتیجہ

''پراچین کہانی'' کا مصنف قتل کر دیا گیا

کلکتہ، ۷ رمئی: آج دوپہر گیارہ بجے تین خوش پوش نوجوان بیسن برادرز بک سیلرز کی دوکان میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھولا ناتھ سین مالک اور اس کے نوکر گوپال بنیر جی کو قتل کر دیا۔ بھولا ناتھ نے ان کو اپنا گاہک خیال کیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ آپ کیا خریدیں گے؟ اس سوال پر انہوں نے اس پر چھرے سے سخت حملہ کیا۔ ہری داس اور گوپال، بھولا ناتھ کی امداد کو آئے ان کو بھی چھرا گھونپ دیا گیا۔ بھولا ناتھ اور ہری داس فوراً مر گئے اور گوپال بہت نازک حالت میں ہے۔ حملہ کے بعد تینوں مسلمان بھاگے۔ ایک کانسٹیبل نے شور سن کر ایک کو گرفتار کر لیا۔ اس کے پاس خون آلودہ خنجر تھا۔ قتل کی وجہ معلوم نہیں۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ مسٹر سین نے ایک کتاب شائع کی تھی جس میں اسلام پر حملے کیے گئے تھے۔ چھرا مارنے والے نوجوانوں میں سے ایک پشاوری ہے۔

☆

کلکتہ، ۷ رمئی: مشہور فرم سین برادرز کتب فروشاں اور پبلشر کے مالک کو آج گیارہ بجے صبح ایک پشاوری نے زخمی کر دیا۔ یہ واقعہ کالج سٹریٹ اور ہیرسن روڈ کے درمیان مقتول مذکور کی

Marfat.com

دکان پر ظہور پذیر ہوا اور دکان کے ایک کلرک کو بھی چاقو سے مجروح کیا گیا۔ دوکان سے باہر آتے ہوئے پشاوری کو اس کے ساتھی مل گئے جنہوں نے شمال کی جانب بھاگنا شروع کیا۔ ہجوم نے ایک پشاوری کو گرفتار کرلیا۔ دونوں مجروح ہسپتال میں مر گئے۔

☆

دو حملہ آور گرفتار-ایک نے اقبال کرلیا

کلکتہ، ۷ رمئی: بعد کی تحقیقات مظہر ہے کہ تین خوش پوش مسلمان ایک دوکان میں داخل ہوئے اور مالک دوکان بھولا ناتھ سین اور اس کے ایک ملازم کو چھرے سے قتل کر دیا اور علاوہ ازیں ایک ملازم مسمی گوپال چند بینر جی کے بھی چھرا گھونپ دیا۔ گوپال چندر ہسپتال میں ہے اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ حملہ آوروں میں سے دو گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ ایک کو اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس نے ایک تنگ کوچہ میں گرفتار کیا۔ اس کے قبضہ سے ایک چھرا برآمد ہوا، اور دوسرے کو افسر انچارج تھانہ جوراسکو نے نواح مسافر خانہ میں گرفتار کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے کپڑوں پر خون کے دھبے ہیں اور اس کا ہاتھ زخمی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ چند دن ہوئے کہ دونوں حملہ آور امرت سر سے کلکتہ آئے تھے۔ اطلاع ہے کہ بھولا ناتھ سین نے بنگالی زبان میں ایک کتاب موسوم بہ ''پراچین کہانی'' تصنیف کی تھی جو کہ تعلیمی نصاب میں شامل کر لی گئی۔ اس کتاب میں بعض مقامات ایسے ہیں جن میں سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کمینہ اور توہین آمیز حملے کیے گئے تھے۔ جملہ اسلامیانِ ہند نے بالاتفاق اعتراض کیا اور قابل اعتراض عبارتوں کے اخراج کا مطالبہ کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعض تو یہاں تک پہنچے کہ انہوں نے مصنف کو دھمکی دی کہ ان کا مطالبہ اگر پورا نہ کیا گیا تو اسے (مصنف کو) خطرناک نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بتایا جاتا ہے کہ ماخوذین میں سے ایک نے اقرار کرلیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کے سبب اس نے یہ فعل کیا۔ کمشنر پولیس نے بہ معیت افسران انچارج شمالی کلکتہ قتل کے بعد جلدی ہی موقع واردات کا معائنہ کیا۔

☆

Marfat.com

مقتولین کی تعداد تین تک پہنچ گئی

کلکتہ، ۷رمئی: تازہ ترین تحقیقات مظہر ہیں کہ گوپال نہیں بل کہ بینرجی جس کی ٹانگ پر چھرا لگا تھا۔ ہسپتال میں مر گیا۔ اس طرح مقتولین کی تعداد تین تک پہنچ گئی۔ کوئی مزید گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

☆

الفقیہ ۲۱رمئی ۱۹۳۱ء

مسلم آزار کتاب ''پراچین کہانی'' کے مصنف بنگالی ہندو کا قتل

مفروضہ قاتلوں یعنی میاں عبداللہ خاں اور میاں امیر احمد صاحب کے حالات

کیا یہ قتل بھی میاں علم الدین شہید کی تقلید میں ہوا ہے؟

کلکتہ میں بھولا ناتھ سین مصنف ''پراچین کہانی'' اور اس کے دو ملازموں کے قتل کے سلسلہ میں مزید تفصیلات موصول ہونے پر معلوم ہوا ہے کہ ہر دو مفروضہ قاتل میاں عبداللہ خان و میاں امیر احمد صاحبان شہر لاہور کے رہنے والے ہیں۔ عبداللہ خان ولد میراں بخش کا سکونتی مکان شاہو گڑھی میں واقع ہے اور امیر احمد کا مکان چوک رنگ محل میں بتلایا جاتا ہے۔ آج اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بہ سلسلہ تفتیش دو روز سے کلکتہ پولیس کے ایک انسپکٹر صاحب جناب سید غلام حیدر شاہ صاحب پشاوری لاہور میں وارد ہیں۔ آپ نے عبداللہ خان کے مکان کی تلاشی لی اور راج گورو، بھگت اور شہید علم الدین کی تصاویر اور چند ایک مشکوک مقصد تفتیش سے بے تعلق کاغذات برآمد ہوئے لیکن مقدمہ سے متعلق کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ پولیس اس قتل کے جملہ اسباب وعلل کو کماحقہ، متحقق کرنا چاہتی ہے۔ چناں چہ اطلاع ہے کہ انسپکٹر صاحب کمال سرگرمی سے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں۔ تفتیش جاری ہے۔ اس دوران میں جو کچھ کہ منکشف ہو سکا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر ملزمین نے واقعی اس فعل کا ارتکاب کیا ہے تو یہ ان کا محض انفرادی فعل تھا جیسا کہ ترتیب واقعات اور ملزمین کے بیان کردہ اقبال جرم سے کہ انہوں نے پولیس کے سامنے کیا۔ ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

ملزمین کے اس بیان کردہ اقبال سے مترشح ہوتا ہے کہ واقعات مقدمہ غالباً کم وبیش اس طرح پر ہیں کہ عبداللہ خان اور اس کے والد میراں بخش دونوں ریلوے ورکشاپ مغل پورہ میں ملازم تھے۔ دو چار ماہ ہوئے کہ عبداللہ خان کا لاہور سے امرت سر ریلوے ورک شاپ میں تبادلہ ہو چکا تھا۔ عبداللہ خان عام طور پر عرصہ سے شاہو کی گڑھی سے اس درجہ غیر متعلق رہا کہ بہت سے لوگوں نے دس سال سے اسے دیکھا تک بھی نہیں تھا۔ اتفاق وقت سے کہیں عبداللہ خان ۲۲ر فروری کو شاہو کی گڑھی میں موجود تھا۔ اس روز رات کے وقت مسلمانوں کے جلسہ میں جو پراچین کہانی کے مصنف مذکور کی کتاب کے خلاف بہ طور احتجاج ہوا تھا۔ اس میں آن پہنچا۔ جلسہ میں مختلف اصحاب کی تقریروں سے عبداللہ خان کو علم ہوا کہ کلکتہ میں بھولا ناتھ نے ایک کتاب ''پراچین کہانی'' نامی جو کہ مدراس (یا مدارس) کے نصاب تعلیم میں داخل ہو چکی ہے۔ شائع کی ہے۔ جس میں آقائے دو جہاں محسن و ہادی بنی نوع انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت اہانت آمیز تصویر دی گئی ہے۔ اس سے متاثر ہو کر اس نے بہ غرض تحفظ ناموس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جام شہادت پینے کا عزم کر لیا۔ چناں چہ عید کے دن عبداللہ خان لاہور آیا۔ دوسرے دن اپنے دوست امیر احمد ولد ابراہیم کو جس کا مکان چوک رنگ محل میں بتلایا جاتا ہے۔ ہمراہ لے کر کلکتہ روانہ ہو گیا۔ دونوں دوست کلکتہ پہنچے اور مسافر خانہ ٹھہرے۔ ان کے اقربا واحباب کو ان کے اس عزم یا سفر کا علم تک نہ تھا۔ دوسرے دن دفتر خلافت کلکتہ میں گئے، وہاں انہوں نے مذکورہ کتاب اور تصویر کا بہ چشم خود مشاہدہ کیا۔ پھر سات تاریخ کو بھولا ناتھ مذکور کی دکان پر پہنچا، وہاں انہوں نے خرید کردہ کتاب کی مہر سے بھولا ناتھ کی شخصیت سے مطمئن ہو کر بھولا ناتھ وغیرہ کو قتل کیا۔ قتل سے پہلے قاتل اور مقتول کی گفتگو میں محض افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ قتل کرنے کے بعد دونوں شخص دوکان سے چل دیے۔ امیر احمد قریب ہی کسی کوچہ میں گرفتار کر لیا گیا (جیسے کہ لکھا جا چکا ہے) اور عبداللہ خان شام کے قریب اَز خود مسافر خانہ کے پاس تھانہ میں آ گیا اور خود کو قاتل بتلا کر گرفتار کرایا۔ بہ وثوق تمام بتلایا جاتا ہے کہ ملزمین نے اس فعل کو اپنا ذاتی اور انفرادی فعل بتلایا ہے۔ بہ قول ان کے نہ تو کوئی اور ان کے ساتھ تھا اور نہ کسی کو ان کے اس عندیہ کا قبل اَزیں کسی حیثیت سے بھی علم تھا۔

کہتے ہیں کہ ملزمین بے انتہا خوش وخرم ہیں۔ اسی سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ انسپکٹر

Marfat.com

صاحب پولیس (کلکتہ پولیس) نے حزب الاحناف کے چند ایک اراکین کو جن کے اہتمام سے یہ جلسہ منعقد ہوا تھا، بہ غرض دریافت حال واَحوال بلوایا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جلسہ کا اہتمام و انتظام واقعی انہوں نے کیا۔ اس میں اظہار غیظ وغضب کی قراردادیں منظور ہوئیں اور قرار پایا کہ ان کی نقول اخبارات کو بھیجی جائیں، ان قراردادوں میں حکومت سے بہ زور استدعا کی گئی تھی کہ مصنف اور تصنیف سے مناسب قانونی سلوک کرے۔

الغرض ابھی تک کسی طرح بھی کسی منظّم یا غیر منظّم سازش کا ذرّہ بھر سراغ نہیں چلا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ عبداللہ خان اور اس کا باپ بڑھئی کا کام کرتے ہیں اور جناب علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کام کرتے تھے۔ امیر احمد تو شہید موصوف کا دُور کا تعلق دار بھی بتایا جاتا ہے۔ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ یہ قتل سازش کا نتیجہ ہے۔ سراسر بیہودہ بات ہے۔ قتل کے اصل ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو جلب منفعت کے لیے رَواداری ہمسائیگی اور مذہبی حسیّات کے احترام کو بھول کر بزرگانِ دین کی توہین کرتے ہیں یا اس کی ذمہ دار وہ حکومت ہے جو قانون کی موجودگی کے باوجود رعایا کی بہ اصرار درخواستوں پر بھی توجہ نہیں کرتی اور ایسے مجرموں کو سزا نہیں دیتی۔

دو باتیں اور قابل ذکر ہیں:

اول یہ کہ عبداللہ خان شادی شدہ ہے اور چار پانچ روز ہوئے اس کے ہاں اللہ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔

دوم یہ کہ یہ قتل دن دہاڑے ایک ایسے بازار میں ہوا جس میں ہر وقت انسانوں کے ہجوم کے باعث کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ اور بعض اوقات پیادہ یا آدمی کے لیے سڑک کو عبور کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے لیکن اس رونق اور چہل پہل کے باوجود پراچین کہانی کے مصنف، اس کا ناشر اور اس کا فروخت کرنے والا تینوں اپنی دکان کے اندر قتل کر دیے گئے۔

معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ خان نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے اپنے آقا و مولا کی حرمت کے قیام اور آپ کی توہین کا بدلہ لینے کے لیے قتل کا اِرتکاب کیا ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔

امیر احمد خان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور اس کا اور کوئی بھائی نہیں ہے۔ البتہ چند رشتہ دار مثلاً چچازاد بھائی وغیرہ موجود ہیں۔

Marfat.com

کلکتہ میں اس قتل کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں موجود ہیں مثلاً اس کو مقتول اور قاتلوں کے فرضی دُنیوی عناد پر محمول کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کلکتہ سے ایک مسلمان وکیل کی طرف سے میاں عبداللہ خان اور میاں امیر احمد صاحب کے رفقاء کو تار موصول ہوئے ہیں کہ مقدمہ کی پیروی کے لیے آؤ۔ دونوں کے متعلقین بہت مفلوک الحال ہیں لیکن کلکتہ جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چناں چہ امیر احمد کے چچازاد بھائی اور ان کی خالہ نے آج کلکتہ جانے کا عزم کر لیا ہے۔

کلکتہ کے جو پولیس انسپکٹر صاحب مصروف تفتیش ہیں انہوں نے سیاست اور بعض دوسرے اخبارات سے ان تمام جلسوں کی رُودادیں جمع کر لی ہیں جو کہ ''پراچین کہانی'' کے خلاف بہ طور احتجاج ہوئے۔

☆ بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ قاتل تین تھے جن میں دو لاہور کے اور ایک امرت سر کا تھا۔ ہمیں باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ مفروضہ قاتل صرف دونوں نوجوان میاں عبداللہ خان اور میاں امیر احمد خان ہیں، ان کے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا۔ میاں عبداللہ خان چوں کہ ریلوے کارخانہ لاہور سے امرت سر کو تبدیل ہو کر جا چکے تھے اور انہوں نے گرفتاری کے وقت لکھوایا تھا کہ وہ امرت سر سے آئے ہیں۔ اس لیے پہلے تار میں ذکر تھا کہ مفروضہ قاتل امرت سر سے آیا ہے۔ اب جو معلوم ہوا ہے کہ دو آدمی لاہور سے آئے ہیں تو خوش فہموں نے سمجھ لیا کہ امرت سر کا آدمی کوئی تیسرا آدمی ہے حالاں کہ یہی عبداللہ خان ہیں جو امرت سر سے گئے اور جن کا تار میں ذکر تھا۔ یوں مفروضہ قاتل صرف دو ہی ہیں نہ کہ تین۔

☆ اب معلوم ہوا ہے کہ کلکتہ کے مسلمانوں میں خاصا جوش پیدا ہو گیا ہے اور جب عدالت میں مہلت لینے کے لیے اول مرتبہ ان دونوں کو پیش کیا گیا تو مسلمانوں کے بہت بڑے ہجوم نے عدالت کے باہر مظاہرہ کیا۔

☆ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ عبداللہ خان کے والد ماجد امرت سر گئے ہوئے ہیں کہ وہاں ان کے رشتہ دار ہیں۔ وہ ان میں سے کسی ایک کو ساتھ لے کر کلکتہ جائیں گے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب روانہ ہوں گے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۱۴ر جون ۱۹۳۱ء

کتاب پراچین کہانی کے مصنف کا مقدمہ قتل

کلکتہ، ۱۰ر جون: آج چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے خان عبداللہ خان اور امیر احمد کو بھولا ناتھ سین اور اس کے دو ملازمین کے قتل کے تین الزامات کی بنا پر ہائی کورٹ سیشن کے سپرد کر دیا۔ ملزم نے سر عبداللہ سہروردی (MLC) جو کہ حال ہی میں نائٹ (Knight) کے اعزازی عہدہ سے سرفراز کیے گئے ہیں اور شہید سہروردی (MLC) کے اسمائے گرامی ہائی کورٹ میں اپنی جانب سے شہادت دینے کے لیے پیش کیے۔

عدالت میں بیان کیا گیا کہ لاہور سے تین میل ایک گاؤں میں (شاہو کی گڑھی) عبداللہ خان صاحب کے مکان سے پولیس نے بہ دوران تلاشی شہید علم الدین قاتل راج پال کی تصویریں برآمد کیں۔ شہید علم الدین کی تجہیز و تکفین کی تصاویر بھی پولیس کو دستیاب ہوئیں۔

☆

الفقیہ ۷ر اگست ۱۹۳۱ء

مسلم آزار کتاب ''پراچین کہانی'' کے ہندو مصنف کا مقدمہ قتل اور سیشن جج کا فیصلہ
خان عبداللہ خان اور امیر احمد کو سزائے موت کا حکم

جیسی توقع تھی کلکتہ ہائی کورٹ کے سیشن جج جسٹس کورٹ ولیمز نے بھولا ناتھ سین کے مقدمہ قتل میں عبداللہ خان اور امیر احمد کو پھانسی کی سزا دے ہی دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جن حضرات نے اس مقدمے کی رُوداد باقاعدہ پڑھی ہے ان سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ استغاثہ اثبات جرم میں بہت بری طرح ناکام رہا ہے۔ ارتکاب قتل کے موقع کا کوئی گواہ پیش نہیں ہوا۔ صرف ایسے گواہ پیش ہوئے ہیں جنہوں نے ملزمین کو بھاگتے ہوئے دیکھا یا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چھری دیکھی۔ اس کے بعد دوران مقدمہ میں ملزمین کی شناخت کے متعلق بعض گواہوں نے جس مضحکہ خیز ناواقفیت کا ثبوت دیا۔ وہ بھی باخبر حضرات پر ظاہر ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک گواہ نے وکیل استغاثہ کی انتہائی کوشش کے باوجود بار بار عبداللہ خان کو

Marfat.com

امیر احمد اور امیر احمد کو عبداللہ خان بتایا۔ اور امیر احمد کے خلاف تو ثبوت اس قدر مبہم تھا کہ عدالت میں اس کی بے گناہی کے متعلق بھی تذکرہ ہوا، اور وکلاء نے جیوری (Jury) کو توجہ بھی دلائی کہ اس ملزم کے خلاف کوئی خاص ثبوت فراہم نہیں ہو سکا۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جج نے ملزمین کو قانون کی انتہائی سزا دے دی اور قلت ثبوت یا شک و شبہ تک کا فائدہ بھی نہیں دیا۔ آخر میں مسٹر گریگوری (وکیل ملزمین) نے عدالت سے درخواست بھی کی کہ بعض حالات کا تقاضا یہ ہے کہ سزائے موت نہ دی جائے بل کہ اسے حبس دوام بہ عبور دریائے شور میں تبدیل کر دیا جائے لیکن جج نے وکیل ملزمین کے دلائل کو نہ سنا اور پھانسی کی سزا کا فیصلہ سنا دیا۔

ابھی ہائی کورٹ کی بنچ میں اپیل کا مرحلہ باقی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ عدالت عالیہ کلکتہ کے فاضل جج جرم کی سنگینی میں تخفیف کرنے والے اسباب و وجوہ پر ضرور غور کریں گے اور سیشن جج کے فیصلے میں ترمیم کر دیں گے۔ اگر من درجہ بالا تمام حالات کو وقعت نہ بھی دی جائے اور یہ مان بھی لیا جائے کہ عبداللہ خان اور امیر احمد نے بھولا ناتھ سین اور اس کے دو ساتھیوں کو حقیقۃً قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ اس جرم قتل میں کون سا مقصد پوشیدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں نوجوانوں کا مقتولوں کے ساتھ کوئی زر، زن، زمین کا جھگڑا نہ تھا بل کہ جب انہوں نے دیکھا کہ بھولا ناتھ سین نے ایک تصویر شائع کی ہے جس سے ان کے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں کے پے در پے توجہ دلانے کے باوجود حکومت نے نہ اس کتاب کو ضبط کیا، نہ بھولا ناتھ سین کے خلاف دفعہ ۱۵۳/الف کے ماتحت مقدمہ چلایا تو انہوں نے اپنے عقیدے کے مطابق (صحیح یا غلط) اپنا فرض مذہبی محسوس کیا کہ انہیں اس توہین آمیز کتاب کے ناشروں کو موت کے گھاٹ اُتار دینا چاہیے۔ اس حرکت کو کوئی شخص قوت ایمانی اور حرارت دینی قرار دے یا حماقت و دیوانگی سے تعبیر کرے۔ یہ بالکل علاحدہ بات ہے لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس قتل سے قاتلوں کو اپنا کوئی دنیاوی فائدہ متصور نہ تھا۔ اس لیے اگر قتل کا الزام ان پر ثابت بھی ہو جائے جب بھی انہیں پھانسی کی سزا دینا ہمارے نزدیک قانون کا صحیح استعمال نہیں۔ کیوں کہ قانون حالات و کیفیات، اغراض و مقاصد اور نیت کو ملحوظ خاطر رکھنے سے

Marfat.com

کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

☆

الفقیہ ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۱ء

عاشقان رسول کا آخری وقت آن پہنچا

پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی

شمع رسالت کے پروانے (امیر احمد اور عبداللہ خان) عن قریب پھانسی پر لٹکائے جائیں گے۔

عبداللطیف صاحب برادر امیر احمد کلکتہ سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں:

"پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے ہائی کورٹ میں جو درخواست دی گئی تھی اس کو آج چیف جسٹس نے نامنظور کر دیا جو احباب واعزہ امیر احمد اور عبداللہ خان سے ملاقات کرنا چاہیں وہ فی الفور کلکتہ پہنچ جائیں ورنہ پھر دست حسرت ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔"

☆

الفقیہ ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۱ء

عاشقان رسول کریم کی درخواست اجازت منظور

حرمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے والے عاشقان صادق میاں امیر احمد و عبداللہ خان کی سزائے موت کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کرنے کی اجازت کے لیے درخواست دی گئی تھی جو بحمد اللہ کہ منظور ہوگئی۔ مذکورہ بالا درخواست کا جواب آ گیا ہے جس میں ہدایت کی گئی ہے کہ کاغذات مقدمہ کی باضابطہ نقول اور تیرہ سو روپیہ نقد اٹارنی کے پاس دو ہفتہ کے اندر اندر جمع کرا دیا جائے۔ اس کے بعد پریوی کونسل میں اپیل دائر کرنے کی درخواست

Marfat.com

اجازت دی جائے گی اگر پریوی کونسل نے درخواست منظور کر لی تو پھر اپیل دائر کی جائے گی۔ مقدمہ کے پیروکار مسٹر عبداللطیف اور محمد رفیق کا شکریہ الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بھی زیادہ توفیق عطا کرے گا اور وہ ولایت تک اس مقدمہ کو پہنچائیں گے۔

میاں امیر احمد اور عبداللہ خان دو مہینہ سے آٹھ پہر کا روزہ رکھتے ہیں [سنا ہے کہ] ان کا وزن پہلے کی نسبت [بڑھ گیا ہے] ان کی طرف سے جملہ مسلمانوں اور دوستوں کو سلام پہنچے۔ خط و کتابت پتہ ذیل پر کریں:

عبداللطیف معرفت حکیم غلام مصطفیٰ چونا گلی، شہر کلکتہ

☆

الفقیہ ۷؍دسمبر ۱۹۳۱ء

شمع نبوت کے پروانوں کا مرافعہ پریوی کونسل میں

ہر جمعہ کو نماز کے بعد برأت کے لیے دعا کی جائے

برادرانِ اسلام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث شریف کے بہ موجب تین مسلمان اگر مل کر دعا مانگیں تو ان کی دعا ہرگز رَد نہیں ہوتی چوں کہ عاشقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (میاں عبداللہ خان اور میاں امیر احمد خان) حرمت ناموس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں اور ان کی اپیل پریوی کونسل میں دائر ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہر مسجد میں فرائض جمعہ کے بعد شمع رسالت کے ان پروانوں کے حق میں دعا کی جائے اور مومنین حدیث [واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ] کے مصداق بنیں۔

(محمد رفیق، بازار سریانوالہ-لاہور)

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۱ر فروری ۱۹۳۲ء

عاشقانِ رسول کی پھانسی ملتوی کر دی گئی

غالباً سزائے موت سے بدل دی جائے گی۔معتبر ذریعہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کلکتہ کے پریذیڈنسی جیلر کے پاس سرکاری حکم جا چکا ہے کہ عبداللہ خان اور امیر احمد کی پھانسی کو جو ۱۲ر فروری کو ہونے والی تھی۔ملتوی کر دیا جائے۔نیز یہ کہ حکومت بنگال کی طرف سے حکومت ہند کو تار دیا گیا ہے کہ پھانسی کی سزا حبس دوام سے بدل دی جائے،اس کے متعلق جو کچھ ضابطہ کی کارروائی ہے وہ اب شروع ہو جائے گی۔اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری ہے اور ہم ان ہر دو عاشقان رسول پاک کے والدین اور متعلقین کو مبارک باد دیتے ہیں۔

(روزنامہ انقلاب، لاہور)

☆

الفقیہ ۲۸ر فروری ۱۹۳۲ء

شمع رسالت کے پروانے

محمد رفیق صاحب کے نام کلکتہ سے امیر احمد کے بھائی عبداللطیف صاحب کا ایک تار موصول ہوا ہے عبداللہ خان اور امیر احمد کی سزائے موت کو معاف کر دینے کا معاملہ زیر غور ہے۔

حالات اُمید افزا ہیں۔تمام مسلمانوں سے التجا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا فضل و کرم کر کے ان کو اس آفت عظمیٰ سے نجات بخشے۔ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد دعا کرے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۱ر مارچ ۱۹۳۲ء

فدایان رسول کریم عبداللہ خان اور امیر احمد

مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کے تفصیلی حالات

نماز جنازہ میں پچاس ہزار سے زائد فرزندان توحید کی شرکت

کلکتہ، ۹ر مارچ: عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خان عبداللہ خان اور میاں امیر احمد جنہیں ''پراچین کہانی'' کے دریدہ دہن مصنف بھولا ناتھ سین اور اس کے دو ملازموں کے قتل کے الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا۔ آج صبح پریزیڈنسی جیل میں تختۂ دار پر چڑھا دیے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پھانسی دیے جانے کے بعد پولیس نعشوں کو اسلامی قبرستان میں لے گئی جو جیل سے دو میل کے فاصلے پر ہے جہاں نعشیں اس سمجھوتہ کے مطابق جو گزشتہ شب حکام اور مسلم لیڈروں کے مابین طے پایا۔ شہید کے اعزا و اقربا کے حوالے کر دی گئیں۔ جنہوں نے شہدا کے ساتھ جیل میں آخری مرتبہ ایک بجے شب کو ملاقات کی اور پھانسی دو گھنٹہ بعد دی گئی۔ ہر دو شہید کو ایک دوسرے کے پاس تختۂ دار پر چڑھایا گیا۔ گزشتہ مہینہ کے دوران میں متعدد سرکاری اور غیر سرکاری ہندوستانی عہدیداران نے شہدا کی سزائے موت کی تنسیخ کے لیے کوشش کی۔ رحم کی درخواستیں دیں۔ اگرچہ پھانسی کی تاریخ کے متعدد التوا کے باعث واثق اُمید تھی کہ شہدا کو معافی دے دی جائے گی یا کم از کم سزائے موت کو سزائے قید میں بدل دیا جائے گا۔

ہجوم جو جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوا تھا۔ حکومت کے اس فیصلہ سے متاثر ہوا جس کی رُو سے شہدا کو جیل سے باہر دفن کرنے کی اجازت دی گئی۔ نیز شہدا نے تختۂ دار پر چڑھتے وقت مسلم لیڈروں سے التجا کی تھی کہ مسلمان بھائیوں پر زور دیں کہ ہمارے پھانسی پانے پر پُرامن رہیں اور کوئی دنگا فساد نہ کریں۔ شہر کے اکثر مسلمانوں نے ہڑتال کی، دکانیں بند رکھیں اور فرزندانِ توحید کا ایک جم غفیر مسجد 'ناخدا' میں جمع ہوا۔ پولیس بہ تعداد کثیر متعین تھی۔ گزشتہ شب سوار پولیس،

Marfat.com

سارجنٹ اور گورکھا فوج کے متعدد دستے چوراہوں اور دیگر اہم مراکز پر تعینات تھے۔ نعشوں کو مسلح پولیس کی حفاظت میں قبرستان تک پہنچایا گیا۔ آج کا ہجوم اگرچہ شورانگیز تھا لیکن باایں ہمہ پُر اَمن رہا۔ آج بعد دوپہر قبرستان میں پچاس ہزار افراد پر مشتمل ہجوم کے ایک حصہ نے نعشوں پر قبضہ کر کے شہر میں ان کا جلوس نکالنے کی کوشش کی، جس سے قدرے جوش اور سنسنی پھیل گئی۔ مزید پولیس کی طلبی کے لیے فوری پیغامات اِرسال کیے گئے۔ ممتاز سرکردہ مسلم رہنماؤں کو جن میں خواجہ نظام الدین وزیر تعلیم حکومت بنگال بھی شامل ہیں- پیغام طلبی پر پہنچنے کے لیے آپ فوراً قبرستان کی طرف روانہ ہوئے تاہم معلوم ہوا ہے کہ مسلم والنٹیر وں نے صورت حالات کو نازک ہونے سے بچالیا۔ انہوں نے قبرستان کے دروازے بند کر دیے اور اپنے سامنے ایک حلقہ بنالیا اور اس طرح نعشوں کو لے جائے جانے سے روک لیا۔ پولیس نے والنٹیر وں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور کوئی مداخلت نہ کی اور تدفین وغیرہ کے مراسم کسی رکاوٹ کے بغیر عمل میں آئے۔ معلوم ہوا ہے کہ پولیس ایک ہفتہ سے زائد عرصہ تک قبرستان کی حفاظت کرے گی۔

☆

Marfat.com

باب چهارم

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۱۹۳۴ء میں آریہ سماج حیدر آباد (سندھ) کے سیکرٹری اور سندھ سماچار کے ایڈیٹر نتھو رام نے مسلمانوں کی دل آزاری کے لیے ایک کتاب بنام "تاریخ اسلام" (History of Islam) لکھی جس میں نبی اکرم نورِ مجسم شفیع معظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شانِ اقدس میں دَرِیدہ دہنی کا مظاہرہ کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے مسلم اُمہ میں سخت بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور احتجاجی جلسے وجلوس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلمانوں نے نتھو رام کے خلاف عدالتی کارروائی کا رستہ لیا۔ چناں چہ بعد از سماعت حیدر آباد عدالت نے نتھو رام کو معمولی جرمانہ اور آٹھ ماہ قید سخت کی سزا سنائی۔ بعد اَزاں نتھو رام کی درخواست پر کمشنر کی عدالت نے ضمانت منظور کرتے ہوئے نتھو رام کو رِہا کرنے کا فیصلہ سنا دیا۔

۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کو مسٹر ڈی ایم قیرس (جوڈیشنل کمشنر) اور مسٹر ڈی این اوسلیوان ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر پر مشتمل بنچ فوجداری اپیلوں کی سماعت کر رہا تھا، شاتم رسول نتھو رام بھی اپنے مقدمہ کی سماعت کے لیے کمرۂ عدالت میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ غازی عبدالقیوم نے عین کمرۂ عدالت میں نتھو رام پر چاقو کے ساتھ حملہ کرتے ہوئے اس کے شکم اور پیٹھ پر کاری وار کیے۔ ملعون نتھو رام چیختا چلاّ تا زمین پر گر گیا، اسے ہسپتال پہنچایا گیا لیکن شدید مجروح ہونے کے سبب واصل جہنم ہو گیا۔

غازی عبدالقیوم نے اپنے آپ کو بہ خوشی پولیس کے حوالے کر دیا۔ آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور اس وقت کے قانون کے مطابق انگریز عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ ایک بار دورانِ سماعت انگریز جج نے استفسار کیا کہ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟ آپ نے عدالت میں آویزاں برطانوی بادشاہ جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے۔ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اُتارو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا و مولیٰ کی شان میں گستاخی کی جسے میری غیرت برداشت نہ کر سکی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حملہ کرنے والا شخص کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

Marfat.com

۲۱ ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو آپ نے عدالت میں بیان دیا:

''ہر وہ شخص جو میرے آقا و مولا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کی توہین کرتا ہے اور میں نے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی زندگی اپنے آقا و مولا پر نچھاور کر دی ہے۔''

(ہفت روزہ الفقیہ، امرت سر۔ مورخہ ۷ ر اکتوبر ۱۹۳۴ء)

۹ ر اکتوبر کو مسٹر دادی بامہتہ (ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر) نے غازی عبدالقیوم کو سزائے موت کا حکم سنایا، جسے آپ نے کمال سکون اور دل جمعی سے سنا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ نیز جج صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''جج صاحب! میں آپ کا شکریہ اَدا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر قربان کر دیتا۔''

مذکورہ جج نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

''مجھے اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں کہ ملزم کو نتھو رام سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا بل کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا ایمان یہی تھا کہ پیغمبر کی ناموس زندگی سے عزیز تر ہے اور اسی جذبے کے ماتحت اس نے یہ جرم کیا۔''

سیشن عدالت سے سزائے موت کے حکم کے بعد مسلمانوں نے اس فیصلہ کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ بیرسٹر سید محمد اسلم نے آپ کی وکالت کرتے ہوئے دوران سماعت تین گھنٹے اَقدام قتل کے محرکات پر مدلل بحث کی اور قتل عمد کی سزا سزائے موت کی بجائے قتل بہ سبب اشتعال کی سزا دینے کی تجویز دی لیکن عدالت نے اسے قبول نہ کیا اور اپیل خارج کر دی۔

مسلمانانِ کراچی نے ایک وفد علامہ اقبال کے پاس لاہور بھیجا تا کہ علامہ اقبال وائسرائے سے ملاقات کریں اور اپنے اَثر و رُسوخ کے ذریعے غازی عبدالقیوم کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کروا دیں۔ اس وفد میں ثناء اللہ، عبدالخالق اور حاجی عبدالعزیز شامل تھے۔ ارکان وفد کے پیہم اصرار پر علامہ اقبال نہایت غور و خوض کے بعد یوں گویا ہوئے؛

Marfat.com

کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟

ارکانِ وفد نے کہا:

نہیں، اُس نے تو بھری عدالت میں اقبالِ قتل کیا اور برملا کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔

یہ سن کر علامہ اقبال نے قدرے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ؛

جب وہ کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اُجر وثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں!!!

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لیے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو ''غازی'' اور مر گیا تو ''شہید'' ہے۔

پھر علامہ مرحوم نے اپنے دلی جذبات کا اظہار یوں کیا:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف ''لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ''

(علامہ کی یہ نظم ''لاہور وکراچی'' کے عنوان سے ضربِ کلیم میں موجود ہے۔ اور غازی عبدالقیوم شہید کی لوحِ مزار پر درج ہے۔ علامہ مرحوم نے اس نظم میں غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم شہید دونوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔)

☆

غازی عبدالقیوم ضلع ہزارہ کے علاقہ ''غازی'' کے رہائشی تھے۔ پیدائش ۱۲/۱۹۱۱ء میں ہوئی۔ والدہ کا نام جنّت بی بی اور والد گرامی کا نام عبداللہ خان تھا جو کہ ۱۹۳۲ء میں وصال پا چکے تھے۔ آپ کا ایک بڑا بھائی ہمایوں خان (ریٹائرڈ ہیڈ کلرک محکمہ امداد باہمی) اور چھ بہنیں تھیں۔ عدالتی بیان کے مطابق آپ ۱۲/۱۳ برس کی عمر میں کراچی آ گئے اور دس سال یہیں مقیم

Marfat.com

رہے۔ تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں آپ کی شادی ''دریائی خانم'' نامی پاک باز دوشیزہ سے ہوگئی۔ شادی کے بعد تلاشِ روزگار میں اپنے چچا رحمت اللہ خان کے پاس کراچی میں مقیم تھے۔ یہاں آپ گھوڑا گاڑی چلاتے تھے۔

بچپن سے ہی علوم دینیہ کی تحصیل، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل کا شوق تھا۔ پنج گانہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل بھی ادا کرتے۔ نتھو رام کی اس ناپاک جسارت کا علم آپ کو کھارادر میں واقع میمن مسجد میں آویزاں ایک اشتہار سے ہوا۔ اشتہار پڑھتے ہی آپ کو جوش آگیا، اگلے دن ہی بازار سے چاقو خریدا، اور آئندہ پیشی میں عدالت کے کمرہ میں دوران سماعت ہی ملعون نتھو رام کا کام تمام کر دیا۔ آپ پر قتل عمد کا مقدمہ چلا اور بالآخر ۱۹ / مارچ ۱۹۳۵ء علی الصبح آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ غازی صاحب نے تمام رات نوافل اور تلاوت قرآن میں گزاری اور بہ صد شوقِ شہادت جانب مقتل روانہ ہوئے۔

رائے محمد کمال رقم طراز ہیں:

> ۱۴ / اکتوبر ۱۹۳۵ء کو صبح دس بجے حضرت غازی علیہ الرحمۃ سے ان کے رشتہ داروں کی ایک ملاقات ہوئی۔ غازی موصوف بہ وقت ملاقات تلاوت قرآن حکیم میں محو تھے اور بے حد ہشاش بشاش نظر آئے۔ والدہ محترمہ نے فرمایا:
>
> بیٹا میں خوش ہوں کہ تم نے ناموس سرور کونین (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔
>
> [غازی صاحب] نے جملہ لواحقین کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا:
>
> یہ جانِ ناتواں شمع رسالت پر جب نثار ہو جائے اور میں شہید کر دیا جاؤں تو آپ نہایت صبر اور حوصلے سے کام لیں اور اگر تم میں سے کسی نے ایک آنسو بھی بہایا تو سرور ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس سے دامن گیر ہوں گا۔ ازاں بعد طمانیت قلبی السلام علیکم کہہ کر آپ اپنے محبوب ترین شغل دوامی تلاوت کلام اللہ العزیز میں مشغول ہو گئے۔

(ماہ نامہ نعت، لاہور۔ شہیدانِ ناموس رسالت نمبر: ۸، بابت اپریل ۱۹۹۱ء)

Marfat.com

آپ کے جنازہ کے اجتماع میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی اور شہید ناموس رسالت کونہایت عقیدہ واحترام کے ساتھ علاقہ میوہ شاہ (کراچی) کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

☆

غازی عبدالقیوم کے جلوس جنازہ پر فائرنگ

غازی صاحب کے جنازہ پر انگریز فوج کی فائرنگ کے اسباب اوراس کے نتیجہ میں شہید اور مجروح ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بارے مورخین نے مختلف کلام کیا ہے۔ بعض کے مطابق ۱۲۲ رمسلمان شہید ہوئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ لیکن معاصر شواہد اس کی تائید نہیں کرتے۔ جناب راجا رشید محمود صاحب اپنے مقالہ ''غازی عبدالقیوم کے جنازے میں شریک سوگوار مسلمانوں پر فائرنگ'' میں ایس ایم شفیع (سیکرٹری مسلم ریلیف کمیٹی، کراچی) کے رسالہ ''عبدالقیوم کی شہادت اور کراچی کے حادثہ خونیں کے متعلق صحیح حالات'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کل ۴۹ مسلمان شہید اور تقریباً ایک سو کے قریب مجروح ہوئے۔ (ماہ نامہ نعت، لاہور-شہیدان ناموس رسالت نمبر:۲۶، بابت اپریل ۱۹۹۱ء)

کم و بیش اتنی ہی تعداد کا ذکر معاصر ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرت سر کی اشاعت ۲۱/ ۲۸ رمارچ ۱۹۳۵ میں ملتا ہے۔

جلوس پر فائرنگ بارہ بج کر چالیس منٹ پر کی گئی جب کہ جلوس چاکیواڑہ عیدگاہ کی طرف گامزن تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس حادثہ کو انتظامیہ کی مجرمانہ غفلت قرار دیتے ہوئے آزاد تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دینے کا مطالبہ کیا، جسے انگریز حکومت نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

☆

Marfat.com

نیرّ اسلام ۲۴؍اگست ۱۹۳۴ء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کا عبرت ناک انجام

کراچی، ۲۰؍ستمبر: آج مسٹر ڈی ایم فیروز جوڈیشل کمشنر اور مسٹر ڈی این او میلوان ایڈیشنل جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں مہاراج نتھو رام کے ایک مرافعہ کی سماعت تھی۔ مہاراج نتھو رام نے ایک کتاب موسومہ ''تاریخ اسلام'' لکھی تھی جس میں اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اَقدس پر گستاخانہ حملے کیے تھے چناں چہ اس پر مقدمہ چلایا گیا اور سیشن جج حیدر آباد سندھ کی عدالت سے اسے ڈیڑھ سال قید با مشقت کی سزا کا حکم سنایا گیا تھا۔ اس فیصلہ کے خلاف اس نے مرافعہ دائر کیا جس کی آج سماعت ہو رہی تھی کہ اس پر چاقو سے حملہ ہوا، اور وہ شدید مجروح ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نتھو رام ضمانت پر رِہا تھا۔ وہ عدالت میں ایک بنچ پر بیٹھا ہوا مقدمہ کی سماعت کا انتظار کر رہا تھا کہ پاس ہی کے بنچ پر سے جس پر چند مسلمان بیٹھے تھے ایک آدمی چاقو سے نتھو رام پر حملہ آور ہوا۔ نتھو رام کی پشت پر کاری زخم لگا اور وہ ہائے کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسے ایک آدمی نے سنبھال لیا، اتنے میں حملہ آور نے دوسرا وار اس کے پیٹ پر کیا۔ نتھو رام فرش پر گر گیا۔ عدالت کے کمرہ میں سخت سنسنی پھیل گئی، لوگ بدحواس ہو گئے۔ ججوں نے اسی وقت عدالت برخاست کر دی۔ نتھو رام فوراً ہسپتال بھجوا دیا گیا اور دو آدمیوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ نتھو رام ہسپتال میں مر گیا ہے۔

☆

انقلاب ۲۲؍ستمبر ۱۹۳۴ء

رسول کریم کی شان میں گستاخی کرنے والے ہندو کے چاقو گھونپ دیا گیا
''تاریخ اسلام'' کے سزا یافتہ مصنف کا اپیل

کراچی، ۲۰؍ستمبر: جس وقت مسٹر ڈی ایم قیررس جوڈیشنل کمشنر اور مسٹر ڈی این او سلیوان ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر پر مشتمل بنچ مرافعہ فوجداری کے اپیلوں کی سماعت کر رہا تھا تو مہاراج نتھو

Marfat.com

رام جس کو اس کی مصنفہ کتاب ''تاریخ اسلام'' میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اس کے گستاخانہ تحریر کے جرم میں سیشن جج حیدر آباد کی عدالت سے آٹھ (۸) ماہ قید سخت کی سزا ہوئی تھی۔ یک بارگی چاقو گھونپ دیا گیا۔

نتھو رام مذکور نے جو ضمانت پر رہا تھا، عدالت ماتحت کے فیصلہ کے خلاف بنچ میں اپیل دائر کیا تھا۔ وہ عدالت موصوفہ میں حاضر تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ اب اس کے اپیل کی سماعت کی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ آور نے جو بعض دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نتھو رام کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ چاقو نتھو رام کی پیٹھ میں گھونپ دیا۔ نتھو رام چلّایا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ایک اور شخص آگے بڑھا اور اس نے حملہ آور کو پکڑ لیا مگر حملہ آور نے پھر نتھو رام کے شکم میں چاقو مارا۔ نتھو رام زمین پر گر پڑا، اس کے جسم سے خون بہ رہا تھا۔ اس وقت اس کی حالت نازک تھی، اس کو ہسپتال پہنچایا گیا، اس سلسلے میں گرفتار کیے گئے ہیں۔

جوڈیشنل کمشنر کی عدالت میں جس نتھو رام پر حملہ کیا گیا تھا، وہ سول ہسپتال جا کر مر گیا ہے۔

☆

انقلاب ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

نتھو رام کا قتل اور کراچی کے ہندو

ایک بدزبان کو شہید بنایا جا رہا ہے۔ جوڈیشنل کمشنر کراچی کی عدالت کے کمرے میں ایک شخص نتھو رام جس نے ''تاریخ اسلام'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر اسلام اور شارع اسلام کو نشانۂ سب و شتم بنایا تھا۔ عین دوپہر کے وقت قتل کر دیا گیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ قاتل نے پولیس کے سامنے اعتراف کیا کہ نتھو رام کو اسی نے قتل کیا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔

ہم نے اس واقعہ پر اب تک ایک حرف نہیں لکھا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ کراچی کے ہندو اور مسلمان ہوش مندی سے کام لے کر اپنے شہر کی فضائے اَمن کو صاف رکھیں گے اور ایسی حالت میں بیرونی جرائد کو زیادہ تر مصلحت آمیز خاموشی ہی سے کام لینا چاہیے لیکن نہایت اَفسوس کا مقام ہے کہ ہندوؤں نے ایک بدزبان اور بدآہنگ شخص کو جس نے کروڑوں انسانوں کا دل

Marfat.com

دُکھایا۔ ''شہید'' قرار دے دیا۔ اس کے اعزاز میں ہڑتال کی۔ اس کے ماتم میں جلسے منعقد کیے۔ اس کی اَرتھی کا عظیم الشان جلوس نکالا اور اسے ایک قسم کا قومی ہیرو بنایا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اس قسم کے واقعات قتل کو اچھا نہیں سمجھتے، اس لیے کہ شریعت اسلامی کے ماتحت اگرچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے لیکن سزا کا نفاذ بہر حال سلطنت کا کام ہے۔ افراد کو اس کا استحقاق حاصل نہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مسلمان ہر قسم کی ذلت برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنے آقا و مولیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی شان میں کوئی کلمۂ توہین نہیں سن سکتے۔ آج کل کراچی کے ہندو شور مچا رہے ہیں اور پنجاب کے ہندو اخبارات ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کہ یہ قتل کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے حالاں کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کا یہ قول مضحکہ خیز حد تک غلط ہے۔ مسلمانوں کا ایسے معاملات میں کسی سازش کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ جب کبھی ان کے آقا پر حملہ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی ایسا جان باز ضرور نکل آتا ہے جو اس حملے کا انتقام لے لیتا ہے اور اپنی جان اپنے آقا کی عزت پر نثار کر دیتا ہے۔ اگر عوام اسے ''غازی'' اور ''شہید'' اور ''عاشق رسول'' کہیں، اس کی یادگار قائم کریں اور اس کی شان میں گیت گاتے پھریں تو ان کا یہ جذبہ مذہبی و معاشرتی اعتبار سے جائز ہو یا نہ ہو۔ نفسیاتی اعتبار سے تو بالکل طبعی ہے لیکن جب ہندو اپنے کسی بدزبان و بدآہنگ مصنف یا ناشر کو جو کروڑوں انسانوں کا دل دُکھاتا ہے اور بلاوجہ بانیانِ مذاہب کو گالیاں دیتا ہے۔ ''شہید'' کہہ کہہ کر بانس پر چڑھاتے ہیں تو اس عمل کی معقولیت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

اول الذکر جذبہ، جوشِ اسلامی، حمیت مذہبی، سرفروشی اور ایثار جیسی خوبیوں کی قدردانی پر مبنی ہے اور آخر الذکر جذبہ کی اصل یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو زیادہ سے زیادہ روحانی تکلیف پہنچانے والے کی عزت کی جاتی ہے۔ یقیناً یہ ذہنیت بہت ہی مکروہ اور اخلاق عالیہ کے سخت منافی ہے۔

آج کل سندھ میں ہندوؤں کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں جن میں نتھو رام کی یادگار قائم کرنے کے لیے اپیلیں کی جا رہی ہیں اور ہندو انجمنیں عن قریب نتھو رام کا ''یوم'' منانے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ یہ ان جلسوں میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کہی جاتی ہیں

Marfat.com

اس واقعہ سے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً ایک مقرر نے کہا کہ ''اگر سندھ بمبئی سے الگ کر دیا گیا تو اس صوبے کے ہندوؤں کے جان و مال کی حفاظت کی کیا ضمانت ہے''۔کس قدر احمقانہ بات ہے۔ ہندوؤں نے اپنی اکثریت کے صوبوں میں مسلمان اقلیتوں کو کون سی ضمانت دے رکھی ہے جو وہ سندھ میں مسلمانوں سے چاہتے ہیں۔غرض آج کل نہ صرف کراچی، بل کہ سندھ کے بعض دوسرے مقامات پر بھی ہندوؤں کے جذبات کا بھڑکایا جا رہا ہے اور فضائے حالات نہایت خطرناک ہو رہی ہے۔حکومت کا فرض ہے کہ قیام امن و امان کے مقاصد کے لیے اس قسم کے زہریلے مظاہروں، جلوسوں اور جلسوں کو روک دے ورنہ اس کے نتائج نہایت افسوس ناک ہوں گے۔

☆

انقلاب ۲۹ ستمبر ۱۹۳۴ء

نتھو رام کے قتل کا مقدمہ

کراچی، ۲۷ ستمبر؛ آج مہاراج نتھو رام کے مبینہ قاتل عبدالقیوم کو جیل کے اندر ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹ کے رُوبرو پیش کیا گیا جس نے اسے عدالت سشن کے سپرد کر دیا۔ملزم نے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔

☆

Marfat.com

الفقیہ ۷؍اکتوبر ۱۹۳۴ء

غازی عبدالقیوم کا مجاہدانہ بیان

☆ میرے آقا و مولا کے ناموس پر حملہ کرنے والا شخص کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

☆ یہ عقیدہ میرا جزوِ ایمان ہے اور میں نے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر نتھو رام کو قتل کر دیا۔

☆ مجھے کسی شخص نے اس فعل کی ترغیب نہیں دی اور نہ میں نے اپنا ارادہ آج تک کسی پہ ظاہر کیا۔

☆ میں یہ بیان بہ قائمی ہوش و حواس دے رہا ہوں اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ خوشی نچھاور ہو رہا ہوں۔

میں سندھی زبان نہیں جانتا۔ میں ضلع ہزارہ کا رہنے والا ہوں۔ میری عمر ۱۲؍یا ۱۳؍سال تھی جب میں کراچی آیا۔ کراچی میں میرا قیام دس سال رہا۔ اس عرصہ میں گاہے گاہے وطن بھی جایا کرتا تھا۔ میں کراچی میں گھوڑا گاڑی چلاتا تھا اور رنچھوڑ لائن میں رہتا تھا۔ کراچی میں میرے کئی رشتہ دار اور ہم قوم رہتے ہیں لیکن کسی مولوی یا بارُسوخ مسلمان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ پانچ چھ ماہ ہوئے، میں وطن گیا اور تقریباً چھ ماہ تک وہاں رہا۔ وہاں میری مزروعہ زمین ہے اور میں اسے کاشت کرتا ہوں۔ میرے کوئی اولاد نہیں۔ میری شادی کو صرف تین مہینے ہوئے ہیں۔

اب کے میں ۱۲؍ستمبر کو کراچی آیا۔ میں ملازمت تلاش کرتا رہا لیکن مجھے کہیں ملازمت نہیں ملی۔ پچھلی مرتبہ وطن جانے سے پہلے میں نے سنا کہ ایک بنیے نے جو اخبار سندھ سماچار، حیدرآباد کا ایڈیٹر تھا۔ ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں اس نے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اس وقت میں اس بنیے کو نہیں جانتا تھا اور نہ میں نے اسے کبھی دیکھا تھا۔ اس وقت میں برسر روزگار تھا اور گاڑی چلایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی میرا خون کھولاؤ کے درجہ تک پہنچ چکا تھا لیکن میں کچھ نہ کر

Marfat.com

سکتا تھا کیوں کہ اس بنیے تک پہنچنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔

میں تھوڑی مدت کے بعد گھر چلا گیا اور جب لوٹ کر آیا تو میں نے ۱۸ ر ستمبر کو سنا کہ اس بنیے کو اس کے جرم کی پاداش میں دو سال قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی جا چکی تھی اور میں نے یہ بھی سنا کہ اس نے اس فیصلہ کے خلاف مرافعہ دائر کر رکھا تھا اور عدالت عالیہ میں ۱۹ ر ستمبر کو اس کی سماعت ہونے والی ہے۔ میں نے یہ بات میمن مسجد میں سنی جو چھاؤنی میں ہے اور جہاں میں اکثر فریضۂ نماز ادا کیا کرتا ہوں۔

میں خصوصیت کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتا کہ فلاں شخص نے مجھے یہ واقعات سنائے۔ مسجد میں باتیں کرنے والے بہت سے مسلمان تھے جو سب کے سب کراچی کے تھے لیکن ذاتی طور پر ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سندھی تھے، پنجابی تھے، پٹھان تھے یا کون تھے۔

میں ۱۹ ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو عدالت عالیہ میں متذکرۃ الصدر مقدمہ سننے کے لیے گیا لیکن وہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ اس بنیے کے مرافعہ کی سماعت ۲۰ ر ستمبر کو ہو گی۔ چناں چہ میں واپس چلا آیا۔

کل ۲۰ ر ستمبر ۱۰ بجے میں نے چونا مارکیٹ میں ایک بنیے کی دکان سے چاقو خریدا اور وہیں بخارا کے ایک حاجی سے تیز کرایا۔ میں نے چاقو اپنی واسکٹ کی اندرونی جیب میں چھپالیا اور ساڑھے دس بجے عدالت عالیہ کی طرف چل دیا۔ میں عدالت عالیہ کی طرف یکہ و تنہا گیا، میرے ساتھ کوئی اور شخص نہیں تھا۔ مجھے عدالت کے باہر بنیا نظر نہیں آیا۔ ساڑھے گیارہ بجے عدالت کے کمرہ میں گیا اور میں نے دیکھا کہ ایک بنچ پر بنیا بھی بیٹھا تھا۔ کئی آدمی جو وہاں آتے تھے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ میں اشارہ کرنے والے کے متعلق کوئی تخصیص نہیں کر سکتا اور نہ مجھے ان لوگوں میں سے کسی کا نام تک معلوم ہے جو وہاں بیٹھے تھے۔ میں بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ میرے اور بنیے کے درمیان ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔ مجھے جب یقین ہو گیا کہ

Marfat.com

یہ بنیا جو میرے قریب بیٹھا تھا وہی ہے جس کی مجھے جستجو تھی تو ایک بار پھر مارے جوش کے میرے بدن میں خون کھولنے لگا۔

میں نے چپ چاپ اپنی جیب سے چاقو نکالا اور گھٹنا اُٹھا کر اس کی اوٹ میں اسے کھولا، تا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اس کے بعد میں کھڑا ہو گیا، میں نے چاقو بنیے کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ممکن ہے بنیے نے مجھے چاقو نکالتے دیکھا ہو لیکن اسے یہ گمان ہر گز نہ ہوا ہو گا کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ پہلے وار کے بعد بنیا گر گیا، اس پر میں نے اس کی پشت پر ایک اور وار کیا۔ اتنے میں لوگ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔

میں بڑے اطمینان اور سکون سے بیٹھا رہا، میں نے بھاگنے کی مطلق کوشش نہ کی۔ میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ مجھے کسی نے اس کام کی ترغیب نہیں دی اور نہ ایسا کرنے کا ایما کیا۔ میں نے اپنا ارادہ کسی رشتہ دار کے سامنے بھی ظاہر نہیں کیا۔

ہر وہ شخص جو میرے آقا و مولا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کی توہین کرتا ہے اور میں نے (یعنی عبدالقیوم نے) اسی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی زندگی اپنے آقا و مولا پر نچھاور کر دی ہے۔

دستخط علی بخش

ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹ، کراچی

مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء

مجسٹریٹ کی طرف سے مہر تصدیق

میں نے عبدالقیوم ولد عبداللہ خان پر یہ اَمر واضح کر دیا ہے کہ اقبال جرم کے لیے اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا اور یہ بات بھی اسے صاف صاف سمجھا دی ہے کہ اس کا اقبال جرم اسی کے خلاف بہ طور شہادت پیش ہو گا۔

Marfat.com

اور مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اس نے پوری رضامندی سے اقبال کیا ہے۔ اس کا بیان میری موجودگی میں قلم بند ہوا، اور میں نے اسے اپنے کانوں سے سنا۔ اس کے بعد یہ بیان مجھے اور عبدالقیوم دونوں کو پڑھ کر سنایا گیا جسے عبدالقیوم نے درست تسلیم کیا اور یہ عبدالقیوم کا پورا اور لفظ بہ لفظ صحیح بیان ہے جو اس نے میرے رُوبرو دیا ہے۔

دستخط علی بخش

ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹ، کراچی

مورخہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۳۴ء

☆

نیرّ اسلام، لاہور ۸ر اکتوبر ۱۹۳۴ء

شمع رسالت کے پروانے غازی عبدالقیوم کو پھانسی کی سزا دے دی گئی

غازی موصوف نے جج کے فیصلہ کو کمال سکون اور دل جمعی سے سنا
فیصلہ سن کر غازی نے جج کا شکریہ ادا کیا اور ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا

کراچی، ۹ر اکتوبر: مسٹر دادی با مہتہ ایڈیشنل جوڈیشنل کمشنر نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

''مجھے اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں کہ ملزم کو نتھورام سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا بل کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا ایمان یہی تھا کہ پیغمبر کی ناموس زندگی سے عزیز تر ہے اور اسی جذبے کے ماتحت اس نے یہ جرم کیا۔''

مزید براں مسٹر مہتہ نے کہا:

''کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا مجاز نہیں بل کہ مذہب کی توہین کرنے والوں کی سزا حکومت کے ہاتھ ہے۔''

بعدازیں مسٹر دادی بانے اپنے فیصلہ میں کہا:

''اگرچہ ملزم سخت مشتعل ہوا تھا لیکن وہ تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۳۰۰ سے کسی صورت بھی بری نہیں ہوسکتا۔ ملزم کے جذبات کو مشتعل ہوئے کئی مہینے ہو چکے تھے،

Marfat.com

اس دوران میں اس کے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا ہو جانا چاہیے تھا۔ ہم ملزم کی نیت کے ذمہ دار نہیں بل کہ ہم تو اس کے اعمال سے سروکار رکھتے ہیں۔ مسلمان اسلام کے قانون کے مطابق من مانی کارروائی نہیں کر سکتے اور ملک کا قانون کسی مذہب وملت میں تفریق نہیں رکھتا۔''

غازی صاحب نے جج کا فیصلہ نہایت خندہ پیشانی سے سنا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے غازی نے ''اللہ اکبر'' کا ایک جاں فزا نعرہ لگایا اور کامل سکون سے پولیس کے ساتھ چل دیا۔

☆

انقلاب ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۴ء

غازی عبدالقیوم سے ان کی والدہ کی ملاقات

کراچی۔ ۱۰/ اکتوبر۔ مورخہ ۷/ اکتوبر کو مسلمانانِ کراچی کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ سے بعض ہندو مقررین کی دل آزار رَوِش پر اظہارِ نفرت کیا گیا۔

۶/ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو صبح دس بجے غازی عبدالقیوم صاحب سے ان کے رشتہ داروں کی کراچی جیل میں ملاقات ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غازی صاحب بہ وقت ملاقات تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے اور نہایت بشاش نظر آتے تھے۔ والدہ محترمہ نے فرمایا کہ بیٹا میں خوش ہوں کہ تم نے ناموس سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اگر کچھ خیال ہے تو صرف اتنا کہ اگر تمہارے دل میں یہی جوش قربانی تھا تو تمہاری شادی جس کو صرف قلیل عرصہ تین ماہ کا ہوا۔ نہ کرتی۔ غازی صاحب صرف ایک سیکنڈ خاموش رہ کر فرمانے لگے کہ ماں جو لوگ رات کو شادی کرتے ہیں اور صبح مر جاتے ہیں۔ آخر ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ والدہ محترمہ نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے غازی صاحب سے دعا کے لیے کہا۔ غازی صاحب نے نہایت خضوع اور خشوع سے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر بہ تعمیل حکم والدہ ماجدہ سب کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد اہلیہ محترمہ غازی صاحب نے فرمایا کہ

Marfat.com

میں نے آپ کو اپنے حقوق معاف کر دیے چناں چہ جزاک اللہ فرما کر غازی صاحب نے ان کے لیے دعائے صبر فرما کر آخر میں جامع اور مختصر الفاظ میں اپنی والدہ و زوجہ محترمہ و برادر حقیقی و ہمشیرگان و جملہ اقارب کو تلقین صبر فرماتے ہوئے فرمایا کہ: یہ جانِ ناتواں شمع رسالت پر جب نثار ہو جائے اور میں شہید کر دیا جاؤں تو تم کو انتہائی صبر سے کام لینا چاہیے۔ اگر تم میں سے کسی شخص نے ایک آنسو تک بہایا تو میں سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبرو اس کا دامن گیر ہوں گا۔ اس کے بعد نہایت طمانیت سے السلام علیکم کہہ کر غازی صاحب اپنے محبوب ترین شغل دوامی تلاوت کلام اللہ العزیز میں مشغول ہو گئے اور نہایت صبر سے اقارب واپس تشریف لے آئے اور ۸/ اکتوبر کی تاریخ کا کارروائی کا انتظار کرنے لگے۔

۵/ اکتوبر کی شب کو سنٹرل جیل کراچی کے وارڈ نے جو پہرہ دے رہا تھا۔ دیکھا کہ غازی اعظم عبدالقیوم خاں کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور تمام کوٹھڑی روشنی سے بقعۂ نور بنی ہوئی ہے اور دو سفید رِیش بزرگ نورانی چہرہ غازی صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور غازی صاحب سے ہم کلام ہیں اور غازی صاحب کلام مجید سامنے رکھے ہوئے تلاوت میں مشغول ہیں۔ وارڈ یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور دوڑ کر چند اور وارڈوں کو بلا لایا۔ انہوں نے بھی اس خرق عادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جب یہ لوگ واپس آئے تو دروازہ بند اور کوٹھڑی میں تاریکی ہو چکی تھی۔

(نامہ نگار)

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۳/۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء (اداریہ)

جنگ بہادر کو دو سال قید اور عبدالقیوم کو پھانسی

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حسب توقع غازی عبدالقیوم کو کراچی کی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنا دیا جہاں عدالت بھی غیر مسلم ہو اور جیوری میں بھی کوئی مسلمان نہ ہو- وہاں عدالت اور جیوری کے ارکان یہ اندازہ کیونکر لگا سکتے تھے کہ وہ کون سی آگ تھی جس نے عبدالقیوم کو جرم قتل کے ارتکاب پر مجبور کر دیا، اس چیز کو تو مسلمان ہی سمجھ سکتا ہے۔ سید محمد اسلم بیرسٹرایٹ لاء جنھوں نے عبدالقیوم کی طرف سے مقدمے کی پیروی نہایت قابلیت اور سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کی۔ عدالت اور جیوری کو قانونی نکات تو سمجھا سکتے تھے لیکن ان کے قلوب میں یہ احساس کیونکر داخل کر سکتے تھے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت مسلمان کے نزدیک جان، مال، ناموس، قانون، حکومت غرض بڑی سے بڑی دنیاوی چیز سے زیادہ قیمتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ان حضرات کو اس جذبۂ مقدسہ کا عمق معلوم نہیں لیکن کم از کم ان کو یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ عبدالقیوم کو مہراج نتھو رام سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا۔ ان دونوں کے درمیان کوئی زر، زن، زمین کا جھگڑا نہ تھا۔ مہراج نتھو رام نے "تاریخ اسلام" میں مسلمانوں کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے ان کو ناقابل برداشت اشتعال دلایا تھا۔ اگر ایسی حالت میں ایک پُرجوش مسلمان نے محض حرمت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر نتھو رام کو قتل کر دیا تو یقیناً قانون کے پاس ایسی گنجائشیں میں موجود تھیں جن سے کام لے کر عبدالقیوم کو کم از کم پھانسی سے بچایا جا سکتا تھا۔ عدالتوں میں بے شمار ایسے مقدمات پیش ہوتے ہیں جن میں جرم قتل ثابت ہو جانے کے مجرم کو پھانسی کی سزا نہیں دی جاتی۔ ابھی چند ہی سال گزرے جنگ بہادر بی اے ایک گورکھا نوجوان نے کلکتہ میں ایک اگروال سیٹھ کو محض اس لیے قتل کر دیا کہ وہ کسی گورکھا لڑکی سے ناجائز تعلقات پیدا کرنا چاہتا تھا اور جنگ بہادر اس امر کو

Marfat.com

اپنی قومی توہین محسوس کرتا تھا حالاں کہ ہندوستان میں اس قسم کے واقعات ہر روز ہزاروں پیش آتے ہیں لیکن کوئی ہندو یا مسلمان بدمعاشوں کے باہم تعلقات کو قومی مسئلہ نہیں بناتا۔ جنگ بہادر صاحب نے ایک دن آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا اور اس اگروال سیٹھ کو قتل کر دیا۔ مقدمہ چلا۔ سارا بنگال جنگ بہادر کی حمایت پر کھڑا ہو گیا جا بجا جلسے اور مظاہرے ہونے لگے۔ جنگ بہادر کو ''عورت کی ناموس کا محافظ'' قرار دے کر خوب بانس پر چڑھایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جرم قتل ثابت ہو جانے کے باوجود عدالت نے اس کو آٹھ سال قید کی سزا دی۔ ابھی اس سزا پر ڈیڑھ سال کی مدت گزری تھی کہ بنگالی عورتوں نے عظیم الشان مظاہرے شروع کر دیے اور گورنر سے اپیل کی کہ جنگ بہادر کی بقیہ سزا منسوخ کر دی جائے چناں چہ یہ ''قاتل'' صرف دو سال کی سزا بھگتنے کے بعد خیر و عافیت کے ساتھ گھر پہنچ گیا۔

اگر ایک ہم قوم لڑکی کی ناموس کے لیے کسی شخص کو قتل کر دینے والا نوجوان صرف دو سال قید کا مستوجب ہوتا ہے تو پھر یہ کس قدر نا انصافی ہے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کے قلوب کو نا قابل برداشت تکلیف پہنچے اور اس تکلیف کے پہنچانے والے کو جو غیرت مند شخص قتل کر دے، اسے بے تکلفی کے ساتھ پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا جائے۔ عدالت اور جیوری کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان کے نزدیک اس کی اپنی بیوی، بیٹی، ماں، بہن اور تمام مسلمان عورتوں کی ناموس حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس کے سامنے پر کاہ جتنی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر جنگ بہادر محض ایک نیپالی لڑکی کی ناموس کو بچانے کے لیے قتل کا مرتکب ہونے کے باوجود صرف دو سال قید کا مستوجب ٹھہرایا جاتا ہے تو عبدالقیوم دنیا کے سب سے بڑے انسان کی حرمت کے لیے قتل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے پھانسی کے قابل کیوں سمجھا گیا۔ اگر وہاں بنگال کی عورتیں جنگ بہادر کو پھانسی سے بچانے کے لیے حکومت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں تو عبدالقیوم کے لیے آٹھ کروڑ نہیں بل کہ چالیس کروڑ مسلمانانِ عالم مضطرب ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ اس معاملے کی طرف ہمدردانہ توجہ کرے اور عبدالقیوم کو ہرگز سزائے موت نہ دے۔ ہمارے نزدیک مسلمانانِ ہند کو اس مقصد کے لیے ایک پُر زور اور مسلسل ایجی ٹیشن شروع کر دینی چاہیے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۳۱/اکتوبر ۱۹۳۴ء

عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا وفد لاہور میں

لاہور ۲۹/اکتوبر۔ حاجی عبدالعزیز کراچی سے بہ ذریعہ برقیہ ذیل کی اطلاع دیتے ہیں:

"قاضی عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا ایک وفد ۳۱/اکتوبر کو بہ ذریعہ کراچی میل لاہور پہنچ رہا ہے۔ کل رات ایک جلسہ کا انتظام کیا جائے، اراکین وفد مقامی وکلاء سے مشورہ لیں گے۔"

☆

انقلاب ۹/نومبر ۱۹۳۴ء

غازی عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا وفد لاہور میں

غازی عبدالقیوم ڈیفنس کمیٹی کا وفد لاہور پہنچ گیا ہے، زندہ دلانِ پنجاب ہمیشہ اسلام کی حرمت برقرار رکھنے میں بے انتہاء غیور ثابت ہوئے ہیں۔ ہمیں مسلمانوں سے پوری توقع ہے کہ وہ اس محترم وفد کی پذیرائی اور امداد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

☆

انقلاب ۱۴/نومبر ۱۹۳۴ء

نتھو رام کی "تاریخ اسلام" ضبط

گورنر بمبئی بہ اجلاس کونسل نے ۱۸۹۸ء کے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۹/اے کے ماتحت من درجہ ذیل دو رسالوں کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا ہے:

۱۔ تاریخ اسلام بہ زبان سندھی

۲۔ علماء اسلام سے سوالات بہ زبان سندھی

Marfat.com

یہ دونوں رسالے ویسنی مل گہیا مل نے شری وسرتھ پرنٹنگ پریس حیدرآباد میں چھپوائے ہیں اور تھیری مل کیماتری شرما ملکانی ملین حیدرآباد سندھ نے ان کو شائع کیا ہے۔ان رسالوں کی دوبارہ اشاعت ان کے تراجم یا ان کے اقتباسات کو بحق ملک معظم ضبط شدہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ گورنر باجلاس کے خیال میں یہ رسالہ جات ایسے مواد کے حامل ہیں جو تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۲۹۵/ اے کے ماتحت سزا کے مستحق ہیں۔

☆

انقلاب ۲۳/نومبر ۱۹۳۴ء

غازی عبدالقیوم کے اپیل کی سماعت ۲۶/نومبر کو ہوگی

سماعت کنندہ عدالت دو ہندو ججوں پر مشتمل ہے

کراچی، ۲۱/نومبر۔ مہاراج نتھورام کے قتل کے سلسلے میں غازی عبدالقیوم خان کی سزائے موت کے خلاف اپیل کی سماعت ہنوز نہیں ہوئی۔تقریب بارہ ہندو اور مسلمانوں کے نام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی نے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت امتناعی احکام جاری کیے ہیں۔ان میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا اشخاص کوئی اشتعال انگیز تقریریں نہ کریں جن سے فرقہ وار جذبات برانگیختہ ہونے کا اندیشہ ہو۔اپیل کی سماعت کے لیے ۲۶/نومبر کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔اپیل کی سماعت ایک خاص بنچ کرے گا جو مسٹر روپ چند بیلا رام اور حویلی والا ایڈیشنل جوڈیشل کمشنران پر مشتمل ہے۔

☆

انقلاب ۲۹/نومبر ۱۹۳۴ء

حاجی محمد یونس غازی عبدالقیوم کے مقدمہ کی پیروی کے لیے آرہے ہیں

علماء زعما اور مسلم نمائندوں کا پچاس ہزار کا اجتماع-کراچی میں حاجی محمد یونس کا شان دار خیر مقدم

کراچی ۲۷/نومبر: حاجی عبدالعزیز صاحب بہ ذریعہ برقی پیغام مطلع فرماتے ہیں:

پچاس ہزار مسلمانانِ کراچی کے عظیم الشان اجتماع نے جو ارکان اسمبلی، کونسل، علماء اور اسلامی انجمنوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔ جناب حاجی محمد یونس صاحب بیرسٹرایٹ لاء آف

Marfat.com

پٹنہ کے ورود کراچی پر پُر تپاک وشان دار خیر مقدم کیا، جناب ممدوح آج صبح کراچی میں ورود فرما ہوئے۔ جناب ممدوح کو ڈیڑھ میل طولانی عدیم النظیر جلوس کے ساتھ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون کے بنگلہ تک لایا گیا۔

☆

ہفت روزہ نیّر اسلام یکم دسمبر ۱۹۳۴ء۔

غازی عبدالقیوم کے لیے وائسرائے کے پاس وفد

امرت سر، ۲۹ رنومبر: ایم اے او کالج امرت سر کے ہیڈ کلرک بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن تحفظ ناموس رسول کی طرف سے شیخ صادق حسن پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ، امرت سر مسلمانوں کا ایک آل انڈیا ڈیپوٹیشن (All India Deponents) مرتب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو وائسرائے سے مل کر عبدالقیوم کی سزائے موت کو منسوخ کرانے کی کوشش کرے گا کیوں کہ سندھ کے جوڈیشل کمشنر نے عبدالقیوم کی اپیل نامنظور کر دی ہے۔

ہندوستان کے مختلف حصوں کے من درجہ ذیل مسلم لیڈروں نے ڈیپوٹیشن (وفد) میں شامل ہونا منظور کر لیا ہے۔

سر عبداللہ سہروردی، مسٹر غزنوی، سر محمود یعقوب، مولانا ظفر علی خان، مولانا شوکت علی، مسٹر کے ایل گابا، حاجی وجیہہ الدین، نواب صاحب کنج پورہ، مولانا شفیع داؤدی، شیخ صادق حسین، خواجہ حسن نظامی، حاجی رحیم بخش، مولانا غلام بھیک نیرنگ، آغا لال بادشاہ۔

☆

انقلاب ۶ ردسمبر ۱۹۳۴ء

وائسرائے کا ملاقات کرنے سے انکار
غازی عبدالقیوم کے متعلق جوابی برقیہ

امرتسر، ۴ ردسمبر: مسٹر رشید احمد کلرک انجمن اسلامیہ امرتسر ذیل کی اطلاع بہ ذریعہ برقیہ دیتے ہیں، شیخ صادق حسن صدر انجمن اسلامیہ کو ہزایکسلنسی وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کی

Marfat.com

طرف سے ذیل کا برقیہ جواب میں موصول ہوا ہے:

''غازی عبدالقیوم کے متعلق آپ کا برقیہ ہزایکسلنسی وائسرائے کو موصول ہو گیا ہے۔افسوس ہے کہ ہزایکسلنسی کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ اور کسی سے مشورہ لیں یا اس سلسلہ میں کسی وفد سے بات چیت کریں۔البتہ تحریری درخواست یا اپیل اگر وقت کے اندر اندر مل گئی تو اس پر غور کیا جائے گا۔''

☆

انقلاب ۶ر دسمبر ۱۹۳۴ء (اداریہ)

غازی عبدالقیوم کی سزائے موت کا مسئلہ

سید محمد اسلم بیرسٹر کراچی اور حاجی محمد یونس بہاری بیرسٹر کی قانونی ۔۔۔۔۔۔ حقیقت کا قائل نہیں کر سکی کہ غازی عبدالقیوم کا جرم مستلزم سزائے موت ۔۔۔۔۔۔ تحفظ ناموس رسول کی تحریک پر شیخ صادق حسن صاحب ۔۔۔ نے ایک وفد مرتب کیا تا کہ وائسرائے کی خدمت میں جا کر بہ دلائل یہ گزارش کی جائے کہ وہ سزائے موت کو منسوخ کر دیں۔اس وفد میں ان بزرگان قوم نے شرکت پر آمادگی ظاہر کی۔سر عبداللہ سہروردی، مسٹر غزنوی، سر محمد یعقوب، مولانا شوکت علی، حاجی وجیہ الدین، مولانا شفیع داؤدی، خواجہ حسن نظامی، مولانا میر نیرنگ، مولانا ظفر علی خاں، مسٹر گابا، نواب صاحب گنج پورہ، حاجی رحیم بخش، آغا لال بادشاہ اور شیخ صادق حسن۔

ہمیں یہ سن کر بے حد افسوس ہوا کہ وائسرائے نے اس وفد کو باریابی کی اجازت نہیں دی اور اس انکار کی وجہ یہ بتائی کہ جن افراد کو عدالتوں سے پھانسی کی سزا مل جائے ان کے لیے وفود کو باریاب کرنا دستور کے خلاف ہے۔البتہ میموریل کی صورت میں درخواست رحم کی جائے تو اس پر غور کر لیا جائے گا۔یہ صحیح ہے کہ ایسے حالات میں وفود کی باریابی دستور کے خلاف ہے لیکن غازی عبدالقیوم کا معاملہ دوسرے پھانسی پانے والے قاتلوں سے بالکل مختلف ہے۔ان لوگوں کے لیے ایک آدمی بھی وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا اور عبدالقیوم کے لیے

Marfat.com

ہندوستان بھر کے معزز ترین نمائندگان جمہور، خطاب یافتہ حضرات اور قومی لیڈروں نے وائسرائے کے پاس جانے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس مسئلہ کے ساتھ کروڑوں مسلمانوں کو دلچسپی ہے اور وائسرائے کو چاہیے تھا کہ اس دلچسپی کو ملحوظ رکھ کر اپنے ''دستور'' کو چندمنٹ کے لیے بالائے طاق رکھ دیتے اور ان حضرات کی عرض داشت سن لیتے، جن کی رائے کبھی کبھی اہم ترین مسائل حکومت میں خود وائسرائے کو بھی لینی پڑتی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانانِ کراچی عبدالقیوم کے مقدمے کو پریوی کونسل تک لے جانا چاہتے ہیں، اس لیے فی الحال کافی وقت ہے۔ اس دوران میں میموریل تیار کر کے بہترین اور معزز ترین اہل الرائے کے دستخطوں سے وائسرائے کی خدمت میں بھیجنا چاہیے بل کہ اس میموریل کی بہت سی کاپیاں چھپوا کر مختلف شہروں کے معززین کے دستخطوں سے وائسرائے کی خدمت میں براہِ راست ہی بھیجی جائیں تو بہتر ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اس میموریل کی تائید میں ہندوستان بھر کے شہروں میں جلسے منعقد کرنا ضروری ہے۔

☆

انقلاب ۴ر دسمبر ۱۹۳۴ء

میرے شوہر غازی عبدالقیوم کو معافی دے دی جائے
غازی کی اہلیہ کا تار شہزادی میرینہ کے نام

کراچی، یکم دسمبر: معلوم ہوا ہے کہ اہلیہ محترمہ غازی عبدالقیوم نے جن کو مہاراج نتھورام کے قتل کے سلسلہ میں سزائے موت کا حکم ہوا ہے۔ ڈچز آف کینٹ (شاہزادی میرینہ) کو جن کی ڈیوک آف کینٹ (شہزادہ جارج) سے شادی ہوئی ہے، ایک بحری پیغام بھیجا ہے جس میں شہزادی ممدوح سے درخواست کی ہے کہ وہ غازی عبدالقیوم خان کے معاملہ میں مداخلت کر کے ان کو معافی دلوادیں۔ محترمہ اہلیہ غازی عبدالقیوم نے شہزادی سے اپیل کرتے ہوئے معافی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شہزادی کی طرح وہ بھی نوعروس ہیں اور ان کی شادی بھی غازی عبدالقیوم سے حال ہی میں ہوئی تھی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۸ / دسمبر ۱۹۳۴ء

حضرت سجادہ نشین سیال شریف کا مکتوب

غازی عبدالقیوم کو سزائے موت

حضرت پیر قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف تحریر فرماتے ہیں کہ؛

"غازی عبدالقیوم فیصلہ عدالت کے ماتحت سزائے موت کے مستحق قرار پاگئے کیوں کہ انہوں نے ایک جان کو ہلاک کر دیا تھا لیکن اگر عدالت ایک جان کا اس قدر احترام کرتی ہے تو اس کو آٹھ کروڑ مسلمانوں کی جانوں کا بھی احترام کرنا چاہیے جو مقتول کی گستاخی اور دریدہ دہنی سے سخت مجروح و بسمل ہو چکی تھیں۔ برطانیہ کی عدالت اس کو سمجھ نہیں سکتی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا مسلمانوں کے دل میں کس قدر احترام اور اس کی کس قدر عزت و وقعت ہے۔ اس ناموس کی حفاظت میں ایک مسلمان اپنی جان و مال و عزت سب کچھ نہایت آسانی کے ساتھ قربان کر سکتا ہے۔ پس اگر حکومت ایک معمولی بے وقعت انسان کی جان کی خاطر ضابطہ کو عمل میں لاتی اور اس کے لیے قانون بناتی ہے تو اس کا یہ بھی فرض ہونا چاہیے کہ جس ذات کے ساتھ صرف ہندوستان میں آٹھ کروڑ جانیں وابستہ اور اس کی ناموس کی حفاظت کے لیے سر بہ کف ہوں اس کی بے اَدبی اور گستاخی کرنے والے کے حق میں بھی سخت سے سخت سزا قانون کی دفعات میں شامل کرے، نہ یہ کہ ایک معمولی جان کے ہلاک کرنے والے کی سزا تو پھانسی اور آٹھ کروڑ جانوں کو حواس باختہ اور بیدم کرنے والے کی سزا محض معمولی جو چند ماہ یا زائد سے زائد ایک سال میں ختم ہو جائے۔ اس طرح نہ تو گستاخی کا دروازہ بند ہو سکتا ہے اور نہ اپنے طور پر قانون ہاتھ میں لینے والوں کا فعل رُک سکتا ہے جب وہ دیکھیں گے کہ گستاخ اور بے

Marfat.com

اَدب دریدہ دہن کو کافی سزا نہیں دی جائے گی تو کچھ عجب نہیں کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو جائیں۔ پس عدالتوں کا یہ طرز عمل خود قانون کی بے احترامی کا باعث ہو رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان میں دریدہ ذہنی بند ہونے کی صرف دو راہیں ہیں؛

اول یہ کہ گستاخ اور دریدہ دہن کو نہایت سخت سزا دی جائے جس سے دوسروں کو عبرت ہو اور اس کو قانون کی دفعات میں شامل کیا جائے۔

(دوم) یا پھر ان لوگوں کو آزادی دی جائے جو بہ طور خود قانون ہاتھ میں لے کر سزا دے دیتے ہیں اس سے غازی عبدالقیوم کی سزا کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

☆

انقلاب ۱۹ر دسمبر ۱۹۳۴ء

غازی عبدالقیوم خاں ڈیفنس کمیٹی کا کام

شمع رسالت کے پروانے غازی عبدالقیوم خاں نے جب عدالت عالیہ کراچی میں دریدہ دہن نتھو رام کی بدزبانی سے مشتعل ہو کر نتھو رام کو قتل کر کے اپنے آپ کو پولیس کے سپرد کر دیا تو مسلمانانِ کراچی کئی یوم تک خاموش رہے مگر جس وقت ہندو پریس اور ہندو لیڈروں نے اشتعال انگیز پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور غازی عبدالقیوم خان کے ذاتی فعل کو مسلمانانِ ہند کی منظم سازش کا نتیجہ قرار دینے لگے تو ملک عبدالعزیز صاحب، غازی ثناءاللہ صاحب، ایس ایم شفیع صاحب، مسٹر محمد ہاشم گزور ایم ایل سی، مولوی عبدالغنی افغانی، سیٹھ عثمان رحمت اللہ، جام مراد خاں صاحب اور ان کے علاوہ چیدہ دیگر باہمت مسلمانوں کی مساعی جمیلہ سے غازی عبدالقیوم خاں ڈیفنس کمیٹی عالم وجود میں آئی اور ارکان ڈیفنس کمیٹی نے ہندو پولیس کے خطرناک پروپیگنڈے کے تدارک اور غازی موصوف کے مقدمہ کی پیروی کے لیے چند یوم میں تقریباً سوا چھ ہزار روپیہ جمع

Marfat.com

کرلیا۔

دوران مقدمہ جو اخراجات ہوئے ان کی تفصیل کے متعلق مقامی سندھی اخبار الوحید میں ایک ناگوار بحث شروع ہوگئی ہے جس میں اخبار الوحید نے ڈیفنس کمیٹی سے اس رقم کی آمد وخرچ کے متعلق استفسار کیا ہے جس کا جواب ارکان ڈیفنس کمیٹی نے سیٹھ احمد حاجی دوسل کی عالی شان کوٹھی میں بہ تاریخ ۹ ردسمبر ۱۹۳۴ء اپنا جلسہ بلا کر الوحید میں شائع کرادیا اور اب دوبارہ جلسہ ۱۶ر دسمبر کو ہوگا جس میں آڈیٹر سے حسابات درست کرا کے پھر اخبارات میں شائع کرادیے جائیں گے۔ ملک حاجی عبدالعزیز صاحب سیکرٹری ڈیفنس کمیٹی ایک نہایت مدبر شخص ہیں، آپ نے گذشتہ جلسہ میں رجسٹر حسابات ارکان ڈیفنس کمیٹی کے سامنے پیش کردیا اور آمد وخرچ کی رقوم واضح طور پر حاضرین جلسہ کے گوش گزار کرائیں۔ اب بہ ذریعہ روزنامہ انقلاب شائع کی ہیں تا کہ قارئین کرام کو حساب کی مختصر تفصیل معلوم ہوجائے جو حسب ذیل ہے:

آمد: جملہ جمع شدہ رقم تقریباً سوا چھ ہزار روپے

خرچ: مجاہد ملت سید محمد اسلم ایم اے (آکسن) بار ایٹ لاء برائے پیروی

مقدمہ ۸۸۵ روپیہ

ایضاً (پریوی کونسل) ۸۰۰ روپیہ

حاجی محمد یونس صاحب بار ایٹ لاء (کرایہ آمد و رفت پٹنہ تا کراچی وتحائف) ۶۷۰

غازی ثناءاللہ صاحب (برائے سفر پنجاب وپروپیگنڈہ) ۱۵۰ روپیہ

ہمایوں خان وفرید خان (برائے سفر پنجاب وپروپیگنڈہ) ۳۵۰ روپیہ

رہنمایان ملک اور پریس کے نام تار ۱۴۵ روپیہ

اشاعت وجلسہ جات ۱۳۵ روپیہ

تار پرائیویٹ سیکرٹری ملک معظم وشہزادی مرینا ۴۵ روپیہ

جملہ خرچ تین ہزار ایک سو نوّے روپیہ (۳۱۹۰ روپیہ)

باقی رقم بینک میں جمع ہے جس کا مصرف حسب فیصلہ ارکان ڈیفنس کمیٹی عمل میں آئے گا۔ تفصیلی حساب مکمل ہو۔ ماہ دسمبر تک سیکرٹری وارکان ڈیفنس کمیٹی ملکی ومقامی اخبارات میں شائع کرائیں گے۔

Marfat.com

نوٹ: مذکورہ بالا حساب میں اگر سہواً کوئی رقم غلط شائع ہوئی ہے تو اس کی تصحیح بھی کرائی جائے گی۔

منشی محمد اکرام الدین

☆

انقلاب ۲۵ رجنوری ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم کے وکیل کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے

مسلمانانِ کراچی کی حکومت سے درخواست

کراچی (بذریعہ ڈاک) اتوار کی شام کو خالق دینا ہال میں مسلمانانِ کراچی کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں من درجہ ذیل قرارداد باتفاق آرا منظور ہوئی:

''مسلمانانِ کراچی کا یہ جلسہ سندھ ہندو ایسوسی ایشن کی سخت ترین مذمت کرتا ہے اس لیے کہ اس ایسوسی ایشن نے غازی عبدالقیوم کے وکیل سید محمد اسلم بارایٹ لاء کی تقریر کو غلط طریق پر پیش کر کے حکومت کو ان کے خلاف کارروائی کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ ایسوسی ایشن کے اس فعل سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان زبردست کشیدگی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ یہ اجلاس حکومت سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس قسم کے پرائیویٹ اور غیر معقول خطوط پر کوئی توجہ نہ کرے ورنہ مسلمانانِ ہند یہ تصور کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ حکومت نے خود ہندوؤں کو اس قسم کے طرزِ عمل پر آمادہ کیا ہے۔

بہر حال یہ اجلاس حکومت کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر اس نے اس معاملہ میں کوئی کارروائی کی تو تمام ہندوستان کی ہمدردی مسٹر اسلم کے ساتھ ہوگی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۳۰؍ جنوری ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم اور محمد صدیق
اسمبلی میں مسٹر گابا کے سوالات

نئی دہلی ۲۸؍ جنوری: مسٹر خالد لطیف گابا ایم ایل اے نے این ڈبلیو آر کے ہیڈ کوارٹرز کے دفتر میں ''مسلمانوں کی نمائندگی'' کے متعلق سوالات کے علاوہ اسمبلی میں من درجہ ذیل سوالات کرنے کا نوٹس دیا ہے:

الف: کیا آنریبل ہوم ممبر براہِ کرم بیان کریں گے کہ کیا حکومت کو مسلم حلقوں کی طرف سے اس باب میں متعدد درخواستیں موصول ہوئی ہیں کہ (غازی) عبدالقیوم کی سزائے موت کو جنہیں عدالت کراچی سے سزائے موت ہوئی ہے۔ملتوی کر دیا جائے؟

ب: کیا یہ اَمر واقعہ نہیں ہے کہ محمد صدیق نامی ایک شخص کو حال ہی میں ایسے ہی جرم میں لاہور کی ایک عدالت سے سزا ہوئی تھی؟

ج: کیا یہ اَمر واقعہ نہیں کہ مذکورہ بالا دونوں مقدموں میں ملزموں نے جو کچھ کیا، اعلیٰ مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا اور اس ملک کے لاکھوں مسلمان (غازی) عبدالقیوم اور (غازی) محمد صدیق کی ہمت و جرات پر ان کے ساتھ انتہائی ہمدردی رکھتے اور توصیف و تحسین کرتے ہیں۔

☆

انقلاب ۶؍ مارچ ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم کو آج پھانسی نہیں دی گئی
جیل کے نزدیک بے پناہ ہجوم

کراچی ۴؍ مارچ۔ اگرچہ اس بات کا اعلان ہو چکا ہے کہ حکومت بمبئی کے اَحکام کے مطابق عبدالقیوم کی پھانسی کی تاریخ جس کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ آئندہ حکم تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ بایں ہمہ مسلم کاروباری حلقوں نے اپنے کام کاج کو بند کر کے آج صبح جیل

Marfat.com

کے نزدیک اجتماع کیا جس میں عبدالقیوم کی ملاقات کے لیے مطالبہ کیا گیا۔ جیل کے چاروں طرف پولیس کا حلقہ تھا۔ ضلع کے تمام افسرانِ اعلیٰ صورت حالات کا معائنہ کر رہے تھے۔ اطلاع ملی ہے کہ اس جم غفیر نے پولیس کے قابو سے خارج ہو کر آخر الذکر اور ان کے افسروں پر سنگ باری کی جس سے متعدد کانسٹیبل اور دو افسر مجروح ہوئے۔ ایک افسر کا چہرہ اور دوسرے کا ہاتھ زخمی ہو گیا ہے۔ مجمع کے انتظار کے متعلق پولیس کے اَحکام غیر موثر ثابت ہونے پر حکام نے لاٹھی چارج کا حکم دیا، جس سے مظاہرین کو جیل کے دروازوں سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اب خلقت کا اجتماع بتدریج کم ہو رہا ہے۔ مسلح فوج جیل کے سامنے تعین کی گئی ہے۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ارباب حل وعقد نے عبدالقیوم کے ایک نزدیکی رشتہ دار کو اجازت دی تھی کہ آج اس سے جیل میں ملاقات کر سکے۔ اس واقعہ سے عوام الناس کے شکوک کو رفع کر کے ان پر واضح کر دیا کہ ابھی تک عبدالقیوم کو پھانسی نہیں دی گئی۔

☆

انقلاب ۶ / مارچ ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم کے متعلق کچھ نہ لکھا جائے۔ مجسٹریٹ کراچی کا حکم

کراچی، ۲ / مارچ: ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک درجن اخبارات اور متعدد اشخاص کے نام زیر دفعہ ۱۴۴ / امتناعی حکم جاری کیے ہیں کہ ایک ماہ تک غازی عبدالقیوم کے متعلق کوئی تقریر اور کوئی خبر شائع نہ کریں۔

☆

انقلاب ۷ / مارچ ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم کو سرحدی جیل میں منتقل کر دیا جائے گا
پھانسی کی تاریخ میں التوا کا سبب

کراچی ۵ / مارچ۔ عبدالقیوم کو پھانسی دینے کی تاریخ اس لیے ملتوی کی گئی ہے کہ اس کے رشتہ داروں نے درخواست کی تھی کہ اس کی نعش کو ضلع ہزارہ (صوبہ سرحد) لے جاسکیں کیوں کہ ارباب حل وعقد کو خطرہ تھا کہ اس واقعہ سے مشکلات بڑھ جائیں گی اور رات کے سٹیشنوں پر

Marfat.com

مظاہرے ہوں گے جس سے فرقہ وارانہ منافرت کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ اس لیے تجویز کی گئی ہے کہ عبدالقیوم کو سرحدی جیل میں منتقل کر دیا جائے اور وہاں سے تختۂ دار پر لٹکایا جائے۔

☆

انقلاب ۸ر مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

کراچی میں اسلامی اخباروں کی شامت

پروانۂ شمع رسالت غازی عبدالقیوم کا مرافعہ چوں کہ نامنظور ہو چکا ہے اس لیے اب اسے دار پر لٹکا دیا جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حکومت کو خوب معلوم ہے کہ ایسے مواقع پر مسلمان کبھی اپنے غیظ وغضب کا اظہار نہیں کیا کرتے بل کہ ان کی توجہات زیادہ تر شہید کے لیے دعائے مغفرت پر مرتکز ہو جایا کرتی ہیں۔ لاہور میں علم الدین شہید کے جنازے کے حالات اب تک ہر شخص کے دماغ میں محفوظ ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ اگرچہ شہید کے جنازے میں لاکھوں مسلمان شامل ہوئے لیکن شہر میں کسی قسم کی ابتری رُونما نہیں ہوئی، کوئی نقض امن نہیں ہوا، اور نہایت سکون اور باقاعدگی سے نماز جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔ یہاں کے حکام نے اس موقع پر مقامی اخباروں پر بھی کسی قسم کی ناواجب پابندی عاید کرنی ضروری نہیں سمجھی بل کہ جنازے کے تفصیلی حالات اخباروں میں شائع ہوئے اور ان پر مضامین بھی لکھے گئے۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ حکام کراچی غازی عبدالقیوم کی پھانسی اور جنازے کے متعلق بے حد تشویش وتردد میں مبتلا ہیں۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں کے اسلامی اخبارات کے نام ڈپٹی کمشنر نے حکم بھیجا ہے کہ تم ایک ماہ تک اپنے کالموں میں عبدالقیوم یا نتھورام کے متعلق کوئی خبر یا مضمون شائع نہ کرو تا کہ شہر کی فضا پُرامن رہے اور فرقہ وار کشیدگی زیادہ شدید نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ سنا گیا ہے کہ عبدالقیوم کے جنازے کے متعلق بھی بعض پابندیاں عاید کرانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نزدیک حکام کا یہ اضطراب بالکل بے معنی اور لاحاصل ہے۔ اگر عبدالقیوم کو کراچی ہی میں پھانسی دی گئی اور اس کی میت مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی جیسا کہ ہمیشہ کیا جاتا رہا ہے تو

Marfat.com

غازی کی شہادت کا واقعہ کراچی کے بچے بچے کو معلوم ہو جائے گا اور ہر مسلمان جنازے میں بھی شریک ہوگا یعنی تمام واقعات بچے بچے کی نظر سے گزریں گے۔ ایسی حالت میں اخباروں پر یہ پابندی عاید کرنا بالکل بے معنی ہے کہ وہ عبدالقیوم کے متعلق کوئی خبر بھی شائع نہ کریں۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسی پابندیوں کا نتیجہ بالکل اُلٹا نکلے گا۔ اگر لوگوں کو اپنے جذبات کے اظہار کا پورا موقع دے دیا گیا تو نقضِ امن کا خطرہ بالکل نہ رہے گا اور اگر ان جذبات کو مصنوعی طور سے دبانے کی کوشش کی گئی تو ان جذبات کے ''پھوٹ بہنے'' کا احتمال ہے، اس لیے حکام کراچی کو چاہیے کہ انتہائی دانش و تدبر سے کام لیں اور ایسی پابندیاں عاید نہ کریں جن کا اثر اُلٹا ہو۔

☆

نیّرِ اسلام ۸/مارچ ۱۹۳۵ء

پریوی کونسل نے غازی عبدالقیوم کا اپیل مسترد کر دیا

لاہور، ۲۸/فروری۔ آج سوا سات بجے شام کراچی سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ پریوی کونسل نے غازی عبدالقیوم کی اپیل مسترد کر دی ہے اور غازی صاحب کو ۴/مارچ ۱۹۳۵ء دوشنبہ کی صبح کو سنٹرل جیل کراچی میں پھانسی دے دی جائے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یاد رہے کہ غازی عبدالقیوم کو ایک دریدہ دہن ہندو مسمّی نتھو رام کو۔ جس نے حضرت آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ قتل کرنے کے الزام میں سشن کورٹ سے پھانسی کی سزا دی گئی تھی چناں چہ اس فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ میں اپیل کیا گیا جو مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد پریوی کونسل میں اپیل کی گئی جو آج مسترد ہو گئی ہے۔

☆

الفقیہ ۱۴/مارچ ۱۹۳۵ء

حضرت غازی عبدالقیوم

کراچی، ۲/مارچ: غازی عبدالقیوم کو نتھو رام کے قتل کے الزام میں سزائے موت ہوئی تھی، کل اُن کی شہادت کا دن تھا لیکن آج بہت سے مسلمانوں نے شیخ عبدالمجید صاحب سندھی کی زیرِ سرکردگی جو غازی عبدالقیوم کے لیے تجہیز و تکفین کا انتظام کر رہے ہیں۔ مسٹر جی ٹیلر

Marfat.com

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ملاقات کی۔ موخر الذکر نے وفد کو اطلاع دی ہے کہ حکومت کی طرف سے مزید احکام موصول ہونے تک پھانسی کی سزا ملتوی کر دی گئی ہے۔

☆

انقلاب ۲۳ / مارچ ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم نے جام شہادت نوش کر لیا

مسلمانوں کے ایک لاکھ کے ہجوم پر پولیس کا حملہ

کراچی، ۱۹ / مارچ۔ آج علی الصباح شہر بھر میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی کہ غازی عبدالقیوم کو جسے راج نتھو رام کے قتل کے جرم میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا۔ پھانسی دے دی گئی ہے، اس خبر کو سنتے ہی مسلم تجارتی حلقوں میں تمام کاروبار بند ہو گیا اور کم و بیش ایک لاکھ مسلمان ڈسٹرکٹ جیل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جیل کے سامنے مسلمانوں نے مظاہرے شروع کر دیے۔ حکام نے غازی ممدوح کی نعش کو میوا شاہ کے قبرستان میں پہنچا دیا۔ یہاں مسلمانوں نے بہ تعداد کثیر نماز جنازہ ادا کی۔ چوں کہ نقص امن کا اندیشہ ہے اس لیے خاص مقامات پر پولیس اور فوج تعینات کر دی گئی ہے۔ بعد دوپہر حالات بہت نازک ہو گئے۔ مسلمانوں کا ایک جم غفیر جو غازی ممدوح کی ہمدردی میں مظاہرے کر رہا تھا۔ تشدد پر اتر آیا۔ پولیس نے مجمع کو منتشر کرنے کی کوشش کی مگر یہ تمام کوششیں ناکام رہیں۔ آخر پولیس نے گولی چلا دی جس کے نتیجہ کے طور پر ۲۰ / آدمی ہلاک اور ۶۰ / زخمی ہوئے۔

غازی کی نعش قبر سے نکالی گئی

اب تک سول ہسپتال میں ۱۹ / نعشیں اور ساٹھ مجروح مسلمان لائے گئے ہیں۔ ہسپتال کے اردگرد پہرہ بٹھا دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ایک بھاری اور مشتعل مجمع نے غازی عبدالقیوم کی نعش کو قبر سے کھود نکالا اور اس کا جلوس نکالنے پر اصرار کیا۔ چوں کہ نقص امن کا اندیشہ تھا۔ لہذا پولیس نے جلوس نکالنے کی اجازت نہ دی۔ اس پر مجمع مشتعل ہو گیا۔ چوں کہ صورت حالات تشویش ناک ہو رہی تھی۔ اس لیے فوج طلب کی گئی۔ پولیس نے ہر ممکن کوشش کی کہ ہجوم کو منتشر

Marfat.com

کیا جائے مگر ناکامی کی صورت میں گولی چلادی۔

گولی چلانے کی تفصیلات مُظہر ہیں کہ ایک لاکھ نفوس پر مشتمل مسلمانوں کے جم غفیر نے جس میں تین ہزار خواتین و اطفال بھی شامل تھے۔ غازی عبدالقیوم کی نعش کو قبر سے نکال لیا اور جلوس کی شکل میں چلا۔ ابھی یہ جلوس تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ پولیس نے نعش اس کے حوالے کرنے اور مجمع منتشر ہونے کا حکم دیا۔ ہجوم نے ان حکام کی پروانہ کی بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے پولیس پر پتھر پھینکے۔ پولیس نے شروع میں تو ہوا میں فائر کیے مگر بعد میں ہجوم پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ فوج بھی اس اثنا میں پہنچ گئی جواب متاثرہ علاقہ کی حفاظت کر رہی ہے۔ مجروحین سے لدی ہوئی لاریاں سول ہسپتال میں پہنچ رہی ہیں۔

عینی شاہد کا بیان

ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ جب غازی عبدالقیوم کا تابوت جیل سے قبرستان میں لایا گیا تو سید امیر شاہ بیرسٹر، مسٹر محمد اسلم اور دیگر معززین نے ہجوم سے کہا کہ وہ تابوت کو قبرستان سے نہ اُٹھائیں لیکن خواتین نے غازی عبدالقیوم کا چہرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ پولیس کی مداخلت کے باوجود ہجوم نے غازی ممدوح کی نعش کو اُٹھا لیا اور بہ صورت جلوس ایک میدان میں پہنچ گیا، جہاں نماز جنازہ اَدا کی گئی۔ پولیس اور مسلم زعماء نے ہجوم کو منتشر ہو جانے کے لیے کہا اور وعدہ کیا کہ ان کے حسب منشا تدفین کی رسم ۲ بجے بعد دوپہر اَدا کی جائے گی۔ ہجوم کے کثیر حصہ کی یہ خواہش تھی کہ غازی ممدوح کی نعش کا جلوس شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں گشت کرے۔

عین اس وقت ایک فوجی لاری جس میں گورے سپاہی تھے۔ موقع پر پہنچ گئی۔ ہجوم نے ان پر پتھر پھینکے جن سے ایک افسر خفیف سا مجروح ہو گیا۔ مزید بریں ہجوم نے لاری کی ہڈ بھی علاحدہ کر دی جب دیکھا گیا کہ ہجوم پر قابو پانا مشکل ہے تو مزید فوج طلب کی گئی۔ ہجوم کو پھر منتشر ہونے کے لیے کہا گیا اور ڈرانے کے لیے ہوا میں فائر کیے گئے مگر ہجوم بہت زیادہ مشتعل ہو گیا جس پر فوج نے گولیاں برسانی شروع کر دیں اور دو منٹ تک ہجوم پر گولیوں کی بارش ہوتی رہی۔ ہجوم منتشر ہو گیا۔ بہت سے آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۲۰۰ کے

Marfat.com

قریب مسلمان ہلاک اور زخمی ہوئے مگر یہ اعداد ابھی تک تصدیق طلب ہیں۔ بعد کی ایک اطلاع سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ دو سو آدمیوں سے زیادہ ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔

☆

انقلاب ۲۳ رمارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثۂ خونیں کی فوری اور بے لاگ تحقیقات کی جائے

حکام کا طریق عمل شدید اتلاف جان کا ذمہ دار ہے

کراچی، ۲۱ رمارچ۔ مسٹر حاتم علوی کراچی سے من درجہ ذیل برقیہ موصول ہوا ہے:

مولانا محمد صادق صدر جمعیت العلماء سندھ، مسٹر حاتم علوی صدر مسلم لیگ سندھ اور شیخ عبدالمجید ایم ایل سی صدر مجلس خلافت سندھ نے اخبارات کو من درجہ ذیل اعلان بہ غرض اشاعت بھیجا ہے:

''۱۹ رمارچ کو منگل کے دن دوپہر کے وقت بلا کسی نوٹس اور انتباہی اعلان کے فوج نے غازی عبدالقیوم کے جنازہ کے جلوس پر فائر کر دیے۔ جلوس ہزار ہا نفوس پر مشتمل تھا جس میں بوڑھے، مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اس طرح فائر کرنا حق بجانب نہ تھا جس وقت جنازہ منزل مقصود یعنی چاکر واڑہ پہنچا اس وقت اس پر فائر کیے گئے جس سے چالیس مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور تقریباً اسّی (۸۰) مسلمان شدید مجروح ہوئے۔ کل شام کراچی کے سر برآوردہ مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں من درجہ ذیل قراردادیں بہ اتفاق رائے منظور ہوئیں:

۱۔ اس اجتماع کو اس اَمر کا یقین ہے کہ یہ اِتلاف جان جو ناجائز و غیر منصفانہ ہے قطعاً نہ ہوتا اور افسران متعلقہ کی انتہائی ناقابلیت اس کی موجب بنی۔ یہ اجلاس مودبانہ حکومت پر زور دیتا ہے کہ افسران مذکور کے طرز عمل کے متعلق فوری اور غیر جانب دارانہ تحقیقات کی جائے۔ اس جلسہ کی رائے میں کسی طور پر فائر کرنے کی مطلق ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

۲۔ یہ اجتماع اس اَمر پر اظہارِ افسوس کرتا ہے کہ حکام نے مسلمانوں سے جو واضح مواعید کیے تھے ان کی اس طرح صریح خلاف ورزی کی کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں دی کہ وہ غازی عبدالقیوم کو کس روز پھانسی دیں گے اور کس طرح دیں گے اور نعش کا کیا کریں گے۔

۳۔ اس اجتماع کو افسوس ہے کہ اگرچہ ذمہ دار مسلمان لیڈروں نے اس بات کا یقین دلایا اور وعدہ بھی کیا تھا کہ غازی عبدالقیوم کی نعش کو پُرامن طریقہ سے دفن کر دیا جائے گا، نیز صورتِ حالات پر تمام وکمال قابو رکھا جائے گا پھر بھی سرکاری افسروں کو اعتبار نہ آیا اور انہوں نے ذمہ دار مسلمان لیڈروں کے ساتھ اشتراک عمل نہ کیا۔ اس جلسہ کی رائے میں جو شدید اِتلاف جان ہوا ہے اس کی تمام ذمہ دارانہی افسروں کے طریق عمل پر عائد ہوتی ہے۔

☆

انقلاب ۲۳ / مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی میں گولی چلانے پر حکومت کی مذمت

اسمبلی میں تحریک التوا منظور ہوگئی

نئی دہلی، ۲۱ / مارچ۔ چار بجے مسٹر گابا کی تحریک التوا پیش ہوئی۔ آپ نے کہا کہ یہ ایوان اب ملتوی ہوتا ہے، میں کوئی فرقہ وار مسئلہ پیش کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس فعل کو حق بجانب قرار دیتا ہوں جس کے لیے عبدالقیوم قانونی خمیازہ کھینچ چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایگزیکٹو مجرم کو اس طرح سزا نہیں دے سکتی تھی کہ پبلک اس افسوس ناک حادثہ سے بچ جاتی۔ حکومت کو اس بات کا علم تھا کہ یکم مارچ سے حالات نازک ہو رہے تھے اور اس کو اس بات کا بھی علم تھا کہ بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس کی نعش کا جلوس نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح کے ایک اور احاطہ میں حکومت نے لاہور میں مقامی لیڈروں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور جلوس نہایت پُرامن طریق پر نکالا گیا تھا۔ مجھے ایک تار موصول ہوا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کراچی کی ایگزیکٹو

Marfat.com

نے بھی مقامی لیڈروں سے تعاون کا وعدہ کیا تھا لیکن ایسا نہیں کہا گیا۔ اگر حکومت ایسا کرتی تو یقیناً یہ حادثہ پیش نہ آتا۔

آپ نے ہوم ممبر سے دو سوالات کیے۔ کیا فائرنگ بالکل ناگزیر تھی اور اگر ضروری تھا تو کیا کم از کم طاقت استعمال کی گئی۔ اس مقصد کے لیے گولی چلانے سے ذرا پہلے کی حالت کو بیان کرنا کافی نہیں۔ ہجوم کو جمع ہونے اور شہر کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے کیا کارروائی کی گئی۔ مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی وہ انہیں لُوٹنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے تعلقات کی خوش گواری ان واقعات سے ظاہر ہے کہ سرکردہ ہندو ہسپتال میں جا کر شہدا اور مجروحین کی تیمارداری کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ کوئی ایسا ہندو بھی معلوم نہیں ہوا جس نے نتھورام کے انتقال کے طور پر غازی عبدالقیوم پر حملے کی خواہش ظاہر کی ہو۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے اور اگر حکومت کو اس بات کا یقین ہے کہ سرکاری حکام کا فعل حق بجانب تھا تو اسے خائف ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی افسر مجرم پایا جائے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ حکومت کو ایسے موقع پر شہداء کے خون کا۔۔۔ دینا چاہیے اور ان کے پس ماندگان کی امداد کرنی چاہیے۔

سردار سنگ سنگھ نے اس تحریک کی مخالفت کی اور کہا کہ خواہ کوئی حکومت ہو وہ نازک اوقات میں حسب ضرورت کارروائی کرنے میں حق بجانب ہے۔ آپ نے حکومت پر اس بات کا الزام لگایا ہے کہ اس نے۔۔۔ کے لیے ایک وفد کو شرف باریابی دے کر بعض گم راہ نوجوانوں کی حوصلہ اُفزائی کی تھی۔ مسٹر غزنوی نے سوال کیا کہ کیا بھگت سنگھ کے ساتھ میں سکھوں کے ایک وفد نے رحم کی درخواست نہیں کی تھی۔ سردار سنت سنگھ نے اس اعتراض کی صحت سے انکار کر دیا اور کہا کہ ۱۹۲۷ء میں جب سوامی شردھانند کے قاتل قاضی عبدالرشید کی نعش کا جلوس نکالا گیا تھا تو اس وقت اکثر اشخاص مجروح ہوئے تھے اور لُوٹ کی بھی گرم بازاری ہوئی تھی۔

اس کے بعد سر ہنری کریک نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی کے وہ تار پڑھ کر سنائے جو آج اور کل موصول ہوئے تھے۔ تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ مفسدین نعش کو شہر میں دفن کرنا چاہتے تھے بل کہ وہ ہندوؤں کے جذبات مشتعل کرنا چاہتے تھے۔ ہجوم نے دو آنریری مجسٹریٹوں پر پتھر برسائے اور ایک شخص نے تو ایک سپاہی کی بندوق کو پکڑ لیا۔ دس ہزار کا ایک گروہ فوج پر حملہ آور ہو

Marfat.com

گیا تھا اور فوج نے اپنی حفاظت میں مجبور ہو کر گولی چلائی تھی۔ تیس سپاہیوں نے ۴۷ رگولیاں چلائی تھیں۔ ہجوم کو گولی چلانے کا علم تھا لیکن وہ منتشر نہیں ہوا۔ فوج نے ہوا میں گولی نہیں چلائی کیوں کہ یہ فوجی ضبط کے خلاف ہے۔ آپ نے علم الدین شہید کی نعش کا حوالہ دے کر کہا کہ وہ ایک بالکل مختلف معاملہ تھا اور یہ ایک علاحدہ چیز ہے۔ آپ نے دہلی میں قاضی عبدالرشید کی نعش کے واقعات بھی بیان کیے۔ سرہنری کریک نے کہا کہ اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ میں عبدالقیوم کے متعلق رحم کے لیے درخواست کرنے والے وفد کو ملاقات کا موقع دیتا۔

سر غلام حسین ہدایت اللہ نے کہا کہ مجھے جو اطلاع ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گولی بلا امتیاز چلائی گئی ہے، ستاون گولیاں اس انداز سے چلائی گئی ہیں کہ پہلی چند گولیوں کے نتائج کا انتظار نہیں کیا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ گولی بلا امتیاز چلائی گئی ہے۔

سرہنری کریک نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ نعش کو مقامی لیڈروں کی رضامندی سے شہید کے ورثاء کے سپرد کیا گیا تھا اور ان کی غرض کے خلاف بہ ذریعہ طاقت نعش کو قبر سے نکال کر جلوس نکالا گیا۔

مسٹر جناح نے کہا کہ سول حکام نے انتظام میں کچھ۔۔۔ کام لیا ہے ہوم ممبر کے لیے یہ کہنا کافی نہیں کہ سول اور فوجی حکام کے لیے اس فرض کی ادائیگی بے حد مشکل تھی۔ سوال یہ ہے کہ حکومت اپنے فرض کی ادائیگی میں ناکام رہی ہے۔ (سرہنری کریک آپ کو اس کے متعلق کیا معلوم ہے؟)

مسٹر جناح: میں آپ سے بہتر جانتا ہوں۔

صدر: مقرر کو چاہیے کہ صدر کو مخاطب کرے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ حکومت کو ۲۰ رمارچ سے صورت حالات کی نزاکت کا علم تھا۔ حکومت نے بیس ہزار کے ہجوم کو روکنے کے لیے کیا کارروائی کی تھی۔ علاج سے پرہیز بہتر، یقیناً بہتر ہے۔ سرکاری۔۔۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء

سیٹھ عبداللہ ہارون کی طرف سے ایک ہزار روپیہ

حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون ایم ایل اے نے دہلی سے کراچی کے سربرآوردہ شہیدوں کے نام تار اِرسال کیا ہے کہ کراچی میں غیر ضروری خون ریزی سے سخت قلق ہوا۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس فعل کے ذمہ داروں کو سزا دلائیں۔ مسلمانوں کو پُرامن رکھنے کی پوری کوشش کیجیے، زخمیوں کے لیے، شہیدوں کے پس ماندوں کے لیے زرِ اعانت کا انتظام کیجیے۔ میری طرف سے اس فنڈ میں ایک ہزار روپے کی رقم حاضر ہے۔

☆

انقلاب ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

کراچی کا خونچکاں حادثۂ محزنہ

فصبر جمیل واللہ المستعان

کراچی میں ۱۹؍ مارچ کو جو ہولناک مصیبت گزری اس کی تفصیلات کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ غازی عبدالقیوم کے لیے انگریزی عدالت نے جو سزا مقرر کی تھی وہ ۱۹؍ مارچ کی صبح کو نافذ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ غازی موصوف کی میت کو نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد دفن کر دیا گیا۔ مسلمانانِ شہر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ کاروبار اور دکانیں بند کر کے جوق جوق قبرستان میں جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ اجتماع ایک لاکھ تک پہنچ گیا، جس میں مستورات وخواتین بھی کافی تعداد میں موجود تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے میت کو قبر سے نکالا اور شہر میں میت کا جلوس نکالنے کی کوشش کی، پولیس اور فوج نے انہیں روکا، ہجوم نہ رُکا، اس پر گولی چلانی پڑی جس میں ۴۷؍ مسلمان شہید اور ایک سو ایک مجروح ہوئے۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع مُظہر ہے کہ شہدا و مجروحین کی تعداد دو سو سے تجاوز ہے کون ہے جو اس اَلم انگیز اور زہرہ گداز حادثہ پر خون کے آنسو نہ

Marfat.com

بہائے گا۔ ہم اس وقت تک نہیں کہہ سکتے کہ صحیح حالات کیا ہیں لیکن جو کچھ تا دمِ تحریر ہمارے سامنے آیا ہے کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ذمہ دار حکام نے انتہائی بے تدبیری اور انتہائی شقاوت سے کام لیا؟ مسلمانوں کا حقیقی اضطراب صرف یہ تھا کہ وہ شہید کا چہرہ دیکھ لیں اگر حکام تدبر سے کام لیتے تو شہر کے ذمہ دار مسلمانوں کی جمع کر کے ان سے کہہ سکتے تھے کہ میت اس شرط پر تمہارے حوالے کی جا سکتی ہے کہ کوئی جلوس نہ نکلے اور خاموشی کے ساتھ شہر سے باہر کسی وسیع میدان میں نماز جنازہ اَدا کر کے شہید کو دفن کر دیا جائے، لاہور میں علم الدین شہید کی میت اسی طرح مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی تھی، اس موقع پر کم وبیش چار لاکھ مسلمان جمع ہوئے لیکن کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ چوبرجی کے میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی تھی اور میانی صاحب کے قبرستان میں شہید کو دفن کر دیا گیا تھا۔ کراچی کے حکام نے بے تدبیری سے کام لیا اور ذمہ دار مسلمانوں کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ عوام کو قبل اَز وقت شرائط کے پابند بنا لیتے، جس طرح لاہور کے ذمہ دار مسلمانوں نے علم الدین شہید کی میت کے سلسلے میں عوام کو خاص قیود کے پابند بنا لیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عوام ایسے حالات میں محصور ہو گئے جن کی اَلم انگیزی اور خونچکانی آج ہر انسانیت دوست کے لیے دل دَوز اور دل شگاف بنی ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بے دردانہ خون ریزی اور حکام کی شقاوت کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے، ہمارا اپنا دل پھٹا جا رہا ہے، دماغ معطل ہے، اگر تھوڑی دیر کے لیے فرض بھی کر لیا جائے کہ مسلمانوں کے ہجوم سے بہ حالت جوش۔۔۔ایسی حرکت سرزد ہوئی جو جائز حدود سے متجاوز تھی تو کیا اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ ۳۷ مسلمانوں کو شہادت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا؟ شہدا اور مجروحین کی یہ تعداد تو اتنی بڑی ہے کہ شاید عام سرحدی جنگوں میں بھی کبھی اتنے آدمی نہیں مرے۔ کیا ذمہ داری حکام اپنے اس سنگ دلانہ فعل کے لیے کوئی عذر پیش کر سکتے ہیں؟ تمام تر ذمہ دار مسلم اور غیر مسلم جماعتوں اور اداروں کا فرض ہے کہ وہ کراچی کے اس زہرہ گداز حادثہ کے سلسلے میں وہ تمام تدابیر اختیار کریں جو اس کی اَلم انگیزی کو کم کرنے کے لیے ضروری سمجھی جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جو بے گناہ اور معصوم جانیں حکام کی شقاوت کی نذر ہو چکی ہیں وہ واپس نہیں آ سکتیں اور دنیا کی کوئی چیز اس قیمتی متاع حیات کی تلافی کا ذریعہ نہیں بن سکتی لیکن یہ تو ضروری ہے کہ گولیوں سے اس نہایت درجہ سنگ دلانہ استعمال کے ذمہ داروں کو سخت سے سخت باز پُرس کے بعد سخت سے سخت سزائیں دلائی

Marfat.com

جائیں، جنھوں نے حالات کو رُو بہ اصلاح رکھنے کے مناسب طریقے چھوڑ کر فوج کی بندوقوں کے ساتھ سب کچھ وابستہ رکھا۔

آج کراچی کے کئی گھرانے ماتم کدہ بنے ہوئے ہیں، ہماری دلی ہمدردی ان مصیبت زدہ ماؤں، بہنوں، بھائیوں اور بزرگوں کے ساتھ ہے جن کی آنکھیں اپنے عزیزوں کے ماتم میں خون کے آنسو بہارہی ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور انہیں اس مصیبت کو برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ اس دعا کے سوا ہمارے بس میں اور کیا ہے جسے پیش کر سکیں۔

☆

انقلاب ۲۳ / مارچ ۱۹۳۵ء

حادثۂ کراچی کے متعلق کونسل آف سٹیٹ میں سوالات

اخبارات کے بیان کی تصدیق

نئی دہلی، ۲۱ / مارچ۔ کونسل آف سٹیٹ میں مسٹر ہیلٹ ہوم سیکرٹری نے مسٹر غضنفر علی اور مسٹر محمود سہروردی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے حادثۂ کراچی پر روشنی ڈالی۔ آپ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی کے وہ لمبے لمبے تار پڑھ کر سنائے جو سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو وصول ہوئے تھے۔ تار مطبوعات کی رپورٹ کی تصدیق کرتے ہوئے ظاہر کرتے ہیں کہ حادثۂ کراچی سے ۳۵ / اشخاص شہید ۶۷ / شدید مجروح اور ۳۳ / خفیف زخمی ہوئے ہیں۔ کراچی کے سرکاری تاروں نے اس فرقہ وارکش مکش کا حوالہ دیا ہے جس کی بنیاد عبدالقیوم کی سزائے موت اور اس کی اپیل کی نامنظوری تھی۔ عبدالقیوم کو پھانسی دینے کی تاریخ پہلے ۴ / مارچ مقرر ہوئی تھی مگر اس کی تدفین کے معاملات کے خطرات سے متاثر ہو کر یہ تاریخ ملتوی کر دی گئی تھی۔ ۴ / مارچ کو بھی مسلمانوں کا ایک جم غفیر جیل خانے کے باہر جمع ہو کر عبدالقیوم کو دیکھنے کا مطالبہ کرتا تھا۔ اس مجمع نے پولیس پر پتھر پھینکے تھے مگر پولیس نے اسے آسانی سے منتشر کر دیا تھا۔

حکومت بمبئی نے اس خیال سے عبدالقیوم کو کسی اور جیل خانے میں منتقل نہیں کیا تھا کیوں

Marfat.com

کہ راستے میں مظاہرات کے بہت سے خدشات نظر آتے تھے۔ ۱۹ مارچ کو عبدالقیوم کو کراچی کے شہر سے دُور ایک قبرستان میں دفن کیا جارہا تھا مگر مسلمانوں کے اجتماع نے مزاحمت کی۔ مسلمانوں کا یہ مجمع بیس ہزار سے بھی زائد ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ اسے شہر میں لے جا کر فرقہ وار تنازعہ کا سبب قرار دیں۔ مسلمانوں نے عبدالقیوم کے رشتہ داروں کی مرضی کے خلاف اس کی نعش کو قبر سے نکال لیا۔ دوپہر کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ کو جس میں دس ہزار کے قریب اشخاص شامل ہونے کے علاوہ لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلح تھے۔ چالیس غیر مسلح اور دس مسلح کانسٹیبلوں اور رائل سکس رجمنٹ کے پچاس سپاہیوں نے روکا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی اور سٹی مجسٹریٹ ان کے ہمراہ تھے۔ پولیس نے ہجوم پر گولی نہیں برسائی تھی اس لیے ہجوم نے پولیس کو مرعوب کر لیا۔ گورہ فوج نے اپنی حفاظت کے لیے مسلمانوں کے ہجوم پر فائر کیے۔ ہلاک شدگان اور مجروحین کی زیادتی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہجوم بہت زیادہ تھا اور فوج کے بالکل قریب تھا اگرچہ صورت حالات شہر کے لیے تہدید آمیز تھی بایں ہمہ اس کے رفع کرنے کے لیے بہت تھوڑی قوت استعمال کی گئی، اگر یہ مجمع سپاہیوں کے حلقے سے گزر کر شہر میں داخل ہو جاتا تو اس صورت میں شہر میں تاخت و تاراج کا بازار گرم ہو جاتا اور ہندو آبادی پر حملے شروع ہو جاتے جس سے بہت زیادہ پریشانی کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ ہوم سیکرٹری نے ضمنی سوالات کا جواب دیتے ہوئے اظہار کیا کہ کراچی اور بمبئی سے مفصل حالات کی رپورٹ آنے تک تفصیلات کا اظہار ناممکن ہے۔ آپ نے کہا کہ صورت حالات ایسی خطرناک ہو چکی تھی کہ سٹی مجسٹریٹ نے مزید خطرات کے حفظ ماتقدم کی خاطر فوج کو حکم دے دیا تھا کہ صورت حالات پر قابو پائے۔

مسٹر حسین امام: آیا حکومت تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی قائم کرے گی؟

مسٹر ہیلٹ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہوم ممبر اسمبلی میں اس موضوع پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۴ مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

پولیٹیکل انارکزم اور مذہبی انارکزم

کراچی کے حادثۂ محزنہ پر ہندوؤں کی ناحق کوشی

کراچی کا حادثۂ محزنہ اتنا درد انگیز، اتنا قلق اَفزا، اتنا زہرہ گداز اور اتنا ماتم طلب تھا کہ اس پر نقد و تبصرہ کرتے وقت کسی شخص سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اس کے لیے جواز کے وجوہ پیش کرے گا یا اس سلسلے میں مسلمانوں پر نئے اِتہامات کے دروازے کھولے گا لیکن ہمارے بعض مقامی ہندو معاصرین نے اپنے اس شقاوت پرور مشغلہ سے چند روز کے لیے مصلحتاً اور استمالۃً بھی محترز رہنا پسند نہیں کیا مثلاً (اخبار) ''ویر بھارت'' کا ارشاد ہے:

''مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیوں اس قسم کا موقع بہم پہنچاتے ہیں۔ اول تو کسی قاتل کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی بجائے خود ایک افسوس ناک ذہنیت کی مظہر ہے اور پھر اس ہمدردی کو ایسی ناگوار صورت دے دینی کہ جس سے وسیع پیمانے پر فساد کا اندیشہ پیدا ہو جائے حد درجہ افسوس ناک ہے۔''

حالاں کہ مرحوم عبدالقیوم کے فعل کو بُری سے بُری صورت دے دینے کے باوجود یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی حیثیت خصوصی تھی اور اسے تمام اَقدامات و اِرتکابات قتل کی صف میں رکھنا درست نہیں۔ ہم ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ بل کہ دس ہزار مرتبہ اس اَمر کے اقرار و اعتراف کے لیے تیار ہیں اور ہمیشہ تیار رہے ہیں کہ اس کی حیثیت خصوصی اس کے لیے جواز کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی اور ایسے اَقدامات کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی، لیکن بہ ہر حال اس کی خصوصی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمان عام قاتلوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں، ہندوستان کے طول و عرض میں سال بھر میں صدہا ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ مسلمانوں کو ارتکابات قتل کے مقدمات میں موت کی سزائیں ملتی ہیں اور یہ سزائیں نافذ ہوتی

Marfat.com

ہیں لیکن کیا کبھی سنا گیا ہے کہ مسلمانوں کے کسی بڑے یا چھوٹے مجمع نے کوئی بڑا یا چھوٹا مظاہرہ کیا ہو؟ اس کے برعکس ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ بعض پست فطرت، بدطینت اور شریر ہندوؤں نے پیسے بٹورنے کی خاطر یا توموں کے باہمی تعلقات کو خراب کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ناپاک کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور عبدالقیوم مرحوم کو جس قسم کے واقعہ کے سلسلے میں موت کی سزا ملی، اس نوع کے تمام واقعات بعض ہندوؤں کی طرف سے ناپاک کتب کی اشاعت کے سلسلے میں ظہور پذیر ہوئے۔ افسوس کہ ہندو قوم نے علی العموم ایسی اشاعات کی حوصلہ افزائی جاری رکھی ۔نتیجہ یہ نکلا کہ ذمہ دار مسلمانوں کی ساری کوششوں کے باوجود بعض پُر جوش مسلمانوں کی مذہبی غیرت وحمیت انہیں قانون کی حدود سے تجاوز پر آمادہ کرتی رہی۔

''پرتاپ'' نے اس پر کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ ازسرتاپا رنج افزا ہے۔ ''پرتاپ'' لکھتا ہے:

''جو ۲۷ (اب ۳۷) مسلمان کراچی میں ہلاک ہوئے ان کی ہلاکت کی ذمہ داری کس کی گردن پر ہے؟ فوج پر نہیں کیوں کہ اسے مجبور ہو کر گولی چلانی پڑی اور نہ چلاتی تو نہ معلوم کیا ہوتا۔ ذمہ داری ان مسلمانوں پر ہے جنہوں نے مساجد میں وعظ کر کے مسلم عوام کو اس ''شہادت'' کے لیے تیار کیا، وہ مسلم لیڈر اور وکلاء بھی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتے جنہوں نے یہ جان کر کہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کا قتل جائز ہے۔''

یہ کتنی افسوس ناک غلط بیانی ہے، کون سا مُلّا ہے جس نے آج تک ہندوستان کی کسی مسجد میں یہ وعظ کہا کہ جس روز عبدالقیوم مرحوم کو پھانسی کی سزا دی جائے اس روز تمام مسلمان فوج اور پولیس کی گولیاں کھانے کے لیے تیار ہو جائیں کون سا لیڈر یا وکیل ہے جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو قتل کر ڈالنے کی تلقین کی یا ایسے قتل کو جائز قرار دیا۔ البتہ یہ بالکل صحیح ہے کہ شریعت اسلامی میں حضور سرورِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے لیکن اسے اگر پبلک تقریر میں یا تحریر میں یا کسی عدالت میں پیش کیا گیا تو محض یہ ثابت اور ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا گیا کہ جرم نہایت ناپاک اور ناقابل برداشت ہے اور ایسے جرم

Marfat.com

کے مرتکب کو زیادہ سے زیادہ سخت اور عبرت انگیز سزا دی جائے۔ ہماری رائے تو یہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب کے مسلمہ بانی کی توہین کے لیے ایسی ہی سزا مقرر ہونی چاہیے تاکہ مختلف اقوام کے مابین اشتعال و تکدر کا یہ سب سے بڑا دروازہ کلیۃً مسدود ہو جائے اور ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ آج تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ناپاک حملوں کے سلسلے میں جتنے ناگوار واقعات پیش آ چکے ہیں ان سب کی ذمہ داری اس ناقص قانون پر ہے جو ایک انسان کے قتل کے لیے تو سزائے قتل دیتا ہے لیکن کروڑوں انسانوں کے پیشوا اور دنیا کے ہر رشتے، ہر علاقے اور ہر رابطے سے محبوب تر پیشوا کے خلاف دل آزار چیزیں شائع کرنے کے لیے اس میں قتل کی سزا موجود نہیں۔ محض عبدالقیوم ہی نہیں بل کہ کراچی کے ۲۷ بے گناہ مسلمانوں کا خون بھی اسی ناقص قانون کی گردن پر ہے جو مبدا فساد کے قرار واقعی انسداد میں نرم ہے اور جسے نافذ کرنے والے نتائج فساد کی روک تھام میں بڑے مستعد بن جاتے ہیں یعنی شر و فساد کے محرکات کو نہیں روکتے، صرف نتائج کے انسداد کے لیے بہ طور ضامن حرکت میں آتے ہیں اور فتنہ انگیزوں کی حوصلہ افزائی اب تک جاری ہے، ناپاک کتابیں اب بھی نکل رہی ہیں۔

''پرتاپ'' لکھتا ہے کہ کراچی میں جو کچھ ہوا وہ گورنمنٹ کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے:

> ''اس نے اپنی خاموشی سے مذہبی انارکزم کو نشو و نما پانے کی اجازت دی ہے اور اس کا خمیازہ وہ بھگت رہی ہے۔ ملک میں امن اور انتظام قائم رکھنے کی ذمہ داری اس نے اپنے اوپر لے رکھی ہے اور چاہے وہ کسی جماعت سے خوش ہو یا ناراض اس کے لیے امن بحال رکھنا لازمی ہے لیکن جس نسبت سے مذہبی انارکزم بڑھتا جائے گا۔ انتظام کی بحالی اسی قدر مشکل ہوتی جائے گی، اگر وہ (یعنی حکومت) دل سے چاہتی ہے کہ اس قسم کے مظاہرے بند ہو جائیں، تو اسے مسلم اخبارات کے منہ میں لگام دینی ہوگی۔''

اور آگے بڑھ کر ''پرتاپ'' لکھتا ہے:

> ''گورنمنٹ کسی مصلحت سے مسلم اخبارات پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتی تو نہ ڈالے لیکن اس صورت میں اسے بڑے بڑے فسادات کے لیے تیار رہنا چاہیے......

Marfat.com

اسے چاہیے کہ خرابی کے سرچشمے کا سدّ باب کرے اور یہ سرچشمہ وہ مسلم اخبارات ہیں جو اپنی اشاعت بڑھانے کے لیے قاتلوں کو غازی اور شہید بتاتے رہتے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو آگ کی بھٹی میں جھونکتے رہتے ہیں۔''

یعنی مسلمانوں کا کوئی ذمہ دار طبقہ بھی ایسا نہیں جس کا گلا نہیں دبانا چاہیے، مسلمان علماء مجرم، واعظ مجرم، لیڈر مجرم، وکیل مجرم، اخبارات مجرم اور وہ قوم اور اس کے تمام ذمہ دار طبقات بالکل معصوم، بے گناہ اور پاک دامن جس کے بعض افراد و رجال کی پستی فطرت اور دنائت طبیعت ان سے ناپاک کتابیں لکھواتی اور چھپواتی اور پڑھواتی رہتی ہے، کیا یہ مذہبی اَنارکزم نہیں؟

کیا وہ مذہبی اَنارکزم نہ تھا جس کا مظاہرہ پچھلے سال عیداضحیٰ کے موقع پر اجودھیا میں اور بعض دوسرے مقامات میں ہوا؟

اس سال بھی ایسے ناپاک مظاہروں میں کمی نہ کی گئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ حکومت اپنے وسیع انسدادی انتظامات کی وجہ سے ناگوار نتائج کی روک تھام میں کامیاب ہوگئی۔

کیا وہ مذہبی اَنارکزم نہیں جس کی تلقین ''ملاپ'' نے ۲۳ رمارچ کی اشاعت میں ''ہندو آبادی کی فریاد'' کے زیرعنوان کی؟

خود مہاشہ کرشن ہمیں بتائیں کہ انہوں نے پچھلے سال یا اس سال مذہبی اَنارکزم کی روک تھام کے لیے کیا کچھ کیا؟

ناپاک کتابوں کی اشاعت کے انسداد کے لیے کیا کچھ کیا؟

فتنہ انگیز پرچارکوں کی روک تھام کے لیے کیا کچھ کیا؟

کیا وہ مذہبی اَنارکزم نہ تھا جس نے بھگت سنگھ اور ان کے رفیقوں کی پھانسی پر ہڑتال کے ضمن میں کان پور میں بے گناہ مسلمانوں پر ہولناک مصیبتیں نازل کی تھیں؟

کیا وہ مذہبی اور سیاسی اَنارکزم نہ تھا جس نے بنارس میں نہایت ہی قلق اَفزا شکل اختیار کی تھی جب کہ ایک مسلم تاجر کو اس ''جرم'' میں گولی ماردی گئی تھی کہ وہ غیر ملکی پارچے کی تجارت پر مُصر تھا؟

کیا وہ مذہبی اَنارکزم نہیں جس کا مظاہرہ ناسک میں ہولی کے موقع پر ہوا، اور جس میں باہم لڑنے والوں کو روکنے اور صلح کرانے والا ایک ہفتاد سالہ مسلمان مارا گیا؟

Marfat.com

بھائی پرمانند کا اخبار لکھتا ہے کہ نئے جوشیلے کانگرسی ممبروں نے اسمبلی میں حکومت کی تشدد آمیز پالیسی کے خلاف بہت کچھ کہا، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ:

''بے شک انقلاب پسند اَنارکسٹوں کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے مگر ایسے حالات پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ ہر ایک ملک کے اندر ایسے نوجوانوں کا پیدا ہونا قدرتی اَمر ہے جو آزادی کے عاشق ہوں اور غلامی سے سخت تنفر اور اپنے ملک کے فائدے کے لیے ہر طرح کی قربانی کرنے کے واسطے تیار ہوں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ ان کے ملک کے بندھنوں کو ہر روز سخت کرتی جاتی ہے تو وہ مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں۔''

کیا یہ اَنارکزم کے لیے وجہ جواز پیدا کرنے کی کوشش نہیں؟

بتائیے مہاشہ کرشن نے کب اس کی مخالفت کی؟ کب اسے مذموم قرار دیا؟

گاندھی جی نے اور کانگرس نے بھی سیاسی اَنارکزم کے ذمہ داروں کے متعلق یہی رَوِش اختیار کی تھی۔ مسلمانوں پر جس مذہبی اَنارکزم کی تہمت لگائی جاتی ہے وہ اپنی بدتر صورت میں بھی محولہ بالا اَنارکزم سے ہرگز مختلف نہیں۔ لیکن ہم دونوں کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ دونوں کے انسداد کے حامی ہیں۔

قتل بہ ہر حال قتل ہے خواہ اس کی وجہ کچھ ہو، البتہ جب اس قسم کے واقعات کے قطعی اور کلی انسداد کا سوال سامنے آئے گا تو لازماً محرکات وعوامل اشتعال کے انسداد پر خاص زور دیا جائے گا۔ حکومت کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ ناپاک مذہبی کتابوں کی اشاعت کلیۃً بند کردے جن کے ساتھ ہندو کتب فروشوں کو کچھ مدت سے خاص عشق پیدا ہو گیا ہے۔ ایسی کتابیں شائع کرنے والوں کے لیے نہایت ہی سخت اور عبرت ناک سزائیں مقرر کرے۔ مسلمہ مذہبی پیشواؤں کی حرمت کی حفاظت بہ طور خاص ضروری ہے۔ اس کے سوا اَنارکزم کو روکنے کی اور کوئی شکل نہیں۔

اور ''پرتاپ'' سے ہماری یہ اور صرف یہ استدعا ہے کہ۔۔۔ کان پور، بنارس وغیرہ کے واقعات کے سلسلے میں اور اَنارکسٹوں کے متعلق کانگرس والوں کی اور خود اپنی رَوِش کے سلسلے میں جو معیارِ عمل طے کرے اس کا اعلان و اظہار کردے۔ ہم حرفاً حرفاً اس کی پیروی کریں گے۔

Marfat.com

ناپاک کتابیں شائع کرنے والوں کے متعلق جو اُصول مناسب سمجھے۔ اُس کا اعلان کر دے ہم ہر ضمن میں اسی اُصول سے کام لیں گے۔ لیکن اگر اسے مسلم علماء، مسلم لیڈروں، مسلم وکیلوں اور مسلم اخباروں کا بارِ نظر معلوم ہوتا ہے تو اس کا صاف اعلان ہو جانا چاہیے لیکن اس بار کی تخفیف کے اضطراب میں اس طرح حکومت کے پاس التجا لے کر دوڑنا کچھ زیادہ اچھا معلوم نہیں ہوتا جس طرح مالوی جی گدایانہ و سجدہ مدبرانہ حیثیت میں انگلستان بھاگے جا رہے ہیں۔

☆

انقلاب ۲۴/ مارچ ۱۹۳۵ء

دار العلوم میں حادثۂ کراچی کے متعلق سوالات

''گولی چلانے میں احتیاط سے کام لیا گیا''

لندن ۲۱/ مارچ۔ کل دار العلوم میں کراچی کے حادثۂ خونیں کے متعلق مسٹر چرچل نے سوال کی کہ حکومت ہند نے مشتعل ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے اَشک آور گیس کیوں اِستعمال نہیں کی، جس طرح کہ امریکہ میں گولی چلانے کے بجائے اس قسم کی گیس استعمال کی گئی تھی۔ کیا انسانیت اور عقل عامہ اس اَمر کی مقتضی نہیں تھی کہ اس قسم کے ہجوم کو کسی بہتر طریقہ سے منتشر کیا جاتا۔ سر سیمول ہور نے جواب دیا کہ حکومت ہند اس تجویز پر غور کر چکی ہے جہاں تک مجھے یاد ہے پنجاب میں ایک دفعہ اشک آور گیس استعمال بھی کی تھی۔ اس تجویز پر غور کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے سر سیمول ہور نے کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہنا نہیں چاہتا جس سے ایوان یہ سمجھے کہ مجھے فوج اور پولیس پر یہ اعتماد نہیں کہ وہ حالات پر بہترین طریقہ سے قابو پا سکتے ہیں۔

مسٹر چرچل نے کہا کہ وزیر ہند کو یہ اَمر ذہن نشین کرنا چاہیے کہ اگر کوئی چیز امپریل گورنمنٹ کی پالیسی کو مدنظر رکھ کر پیش کی جاتی ہے تو اس کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ مقامی حکام یا فوج پر عدم اعتماد کا اظہار کیا جائے۔ سر سیمول ہور نے مزید بیان کیا کہ گولی احتیاط سے چلائی گئی تھی لیکن

Marfat.com

چوں کہ ہجوم بہت زیادہ اور نزدیک تھا اس لیے اس قدر زیادہ تعداد میں لوگ ہلاک اور مجروح ہوئے۔گولی چلنے کے بعد ہجوم پیچھے ہٹ گیا اور نعش کو شہر کے باہر دفن کر دیا گیا۔

☆

انقلاب ۲۴ / مارچ ۱۹۳۵ء

حادثہ کراچی پر گورہ فوج کے افسر کا اظہارِ افسوس

۳۵ / شہداء کا خوں بہا ایک سو روپیہ

کراچی ۲۲ / مارچ: حادثۂ کراچی کے شہدا و مجروحین کے لیے جو ریلیف کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے چندے موصول ہو رہے ہیں۔اس ضمن میں کرنیل وی ای سی ڈیلش وڈ کمانڈنگ رائل سکس کی طرف سے ایک سو روپے کی رقم کے ہمراہ ایک نہایت ہی دردناک خط بھی موصول ہوا ہے جس میں کمیٹی کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اس موقع پر رجمنٹ کو جو ناگوار فرض ادا کرنا پڑا ہے اس پر بے حد متاسف ہے اور خاص کر اس شہر میں جہاں اس نے پانچ سال نہایت پُر امن طریق پر گزارے ہوں۔

☆

نیّر اسلام ۲۴ / مارچ ۱۹۳۵ء

[ریلیف کمیٹی کا قیام اور فوج کا اظہار ندامت]

کراچی۔۲۲ / مارچ: گزشتہ سہ شنبہ کو مسلمانوں کے ہجوم پر گولی چلانے سے جو لوگ مجروح ہوئے۔ان کی امداد اور جام شہادت نوش کرنے والوں کے پس ماندگان کی اِعانت کے لیے ریلیف کمیٹی بنائی گئی ہے جسے زرِ اعانت موصول ہو رہا ہے۔اس کمیٹی کو لفٹنٹ کرنل وی ای سی ڈیلش وڈ ایم سی کمانڈنگ رائل سکس رجمنٹ کی طرف سے ایک صد روپیہ نقد کا عطیہ اور ایک

Marfat.com

ہمدردی کا خط موصول ہوا ہے جس میں رجمنٹ کی طرف سے مصیبت زدگان کو یقین دلایا گیا ہے کہ رجمنٹ کو گولی چلانے کا حد درجہ قلق ہے لیکن سپاہی اپنے فرائض سے مجبور تھے۔ انہیں خاص کر اس اَمر کے پیش نظر بہت زیادہ افسوس ہے کہ انہیں اس شہر کے لوگوں پر گولی چلانی پڑی جن کی ہمسائیگی میں وہ گزشتہ پانچ سال سے پورے امن سے قیام پذیر تھے۔

☆

نیّر اسلام ۲۴ ر مارچ ۱۹۳۵ء

زعمائے کراچی کا پیغام

برادران اسلام! ذمہ دار حضرات کے مشورے کے بعد یہ طے ہوا ہے کہ حادثۂ کراچی کے زخمیوں اور مقتولوں کے وارثوں کی امداد کے لیے ایک ریلیف فنڈ قائم کیا جائے تا کہ زخمیوں اور مقتولوں کے پس ماندگان کی ہر ممکن مالی مدد کی جا سکے۔

مسلمانو! اگر آپ حضرات کے دل میں قوم کے ان مقتول مظلومین اور زخمی بھائیوں کے لیے کوئی جذبۂ قومی موجود ہے تو آپ جلد از جلد اتنا سرمایہ فراہم کر دیں جو ابتدائی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ ہمیں امید واثق ہے کہ ایک بھی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو اس کارِ خیر میں حسب توفیق حصہ نہ لے گا۔ جملہ مسلمانان کی اطلاع کے لیے یہ تجربہ کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ مسٹر حاتم اے علوی خود تمام اصحاب سے جمع شدہ رقم حاصل کر کے اپنے پاس بہ حیثیت خزانچی رکھیں گے۔

نوٹ: جن حضرات کے نام اپیل میں شائع کیے گئے ہیں ان کے سوا کسی دوسرے صاحب کو امدادی رقوم نہ بھیجی جائیں۔

خادمانِ قوم وملت

(مولانا) محمد صادق مدرسہ عربیہ کراچی
شیخ عبدالمجید ایم ایل سی ایڈیٹر الوحید کراچی
حاتم اے علوی

☆

Marfat.com

نیر اسلام ۲۴ر مارچ ۱۹۳۵ء

[غازی عبدالقیوم کا وقت آخر]

کراچی ۔۱۹ مارچ: شب کے گیارہ بجے غازی عبدالقیوم خاں کو اطلاع دی گئی کہ رات کے آخری حصہ میں آپ کو تختۂ دار پر چڑھا دیا جائے گا۔آپ اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔آپ کے چہرے پر ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی،آپ نے تلاوت ساڑھے تین بجے تک جاری رکھی تا آں کہ موت کے انسانی فرشتے نے آپ کو اطلاع دی کہ وقت قریب آ چکا ہے،اس لیے تیار ہو جائیں۔غازی صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ سیپارہ ختم ہونے میں چند اوراق باقی رہ گئے ہیں صرف دس منٹ توقف کریں تا کہ میں ختم کرلوں۔جب آپ سیپارہ قرآن ختم کر چکے تو پھر اپنے پارۂ دل کو راہِ مولا میں قربان کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔آپ باوضو تو تھے ہی آپ نے اپنی تسبیح گلے میں ڈال لی اور قاصد کے ہمراہ ہوئے۔پھانسی کے تختہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے آپ نے پانچ مرتبہ نہایت جوش وخروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے جیل کے در و دیوار گونج اُٹھے جس کا جواب محبوس قیدیوں نے بھی پوری بلند آہنگی سے دیا۔آپ کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کر کے ہتھکڑی لگا دی گئی۔جب آپ پھانسی کے تختہ پر پہنچے تو آپ نے کہا کہ پھانسی کا رسہ میں خود اپنے گلے میں ڈالوں گا۔آپ نے تختے پر چڑھ کر رسّے کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ؛

> ”خوشا نصیب جو آج وصال حبیب کے حقیقی شربت کا جام نوش کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ میری اس قربانی کو قبول فرمائے۔“

آپ نے وصیت کی کہ ہندو مسلم میری موت سے زندگی پیدا کریں اور باہمی شکر رنجیوں کو مٹا دیں اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۶/مارچ ۱۹۳۵ء

فوج نے انتباہ کے بغیر مسلمانوں پر گولی چلائی

کراچی کے حکام کی بے تدبیری اور وعدہ شکنی کی داستان
مسلم اکابر کا حقیقت افروز بیان

شیخ عبدالمجید صاحب سندھی، مسٹر حاتم علوی اور دوسرے اکابر کراچی نے من درجہ ذیل بیان شائع کیا ہے:

ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ غازی عبدالقیوم کی میت کو سپردِ خاک کرنے کے سلسلے میں یکم مارچ سے لے کر (جب کہ یہ اعلان ہوا تھا کہ غازی کو دوشنبہ کے دن بہ تاریخ ۴/مارچ کراچی جیل میں پھانسی دی جائے گی) ۱۹/مارچ تک مقامی حکام کی روش کے متعلق بعض حالات وحقائق حکام اور پبلک کی آگاہی کے لیے پیش کر دیں اور ۱۹/مارچ کو وہ رُوح فرسا حادثہ پیش کیا جب کہ جنازے کے پُرامن جلوس پر بغیر کسی انتباہ واعلان ووجہ جواز کے بے دردانہ گولی چلائی گئی۔

وفد کا تقرر

یکم مارچ کو انجمن مسلمانانِ پنجاب نے مسلم لیڈروں کا ایک جلسہ منعقد کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ غازی عبدالقیوم کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کے متعلق حکام سے کوئی موزوں سمجھوتہ کیا جائے۔ اجلاس میں بیس مسلم نمائندوں کا ایک وفد مرتب کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ وفد کے ارکان دس بجے صبح کے قریب شیخ عبدالمجید صاحب کے مکان پر جمع ہوں اور وہاں سے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ملاقات کے لیے جائیں چناں چہ وفد کے ارکان مقررہ وقت پر شیخ عبدالمجید صاحب کے مکان پر تشریف لے آئے۔ وہاں آٹھ مقتدر حضرات وفد کے لیے منتخب ہوئے۔ شیخ عبدالمجید وفد کے رہنما بنائے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ متذکرہ بالا معاملے کے متعلق حکام متعلقہ سے

Marfat.com

ملاقات کی جائے۔ وفد ذیل کے حضرات پر مشتمل تھا:

۱۔ خان صاحب حاجی فضل الٰہی آنریری مجسٹریٹ
۲۔ خان صاحب عبدالغنی
۳۔ سیٹھ محمد اسحاق آنریری مجسٹریٹ
۴۔ سیٹھ حاجی امام بخش
۵۔ مسٹر نبی بخش محمد پناہ انکم ٹیکس
۶۔ مسٹر حسن علی میر محمد بلوچ، رکن کراچی کارپوریشن
۷۔ مسٹر اے آر خان
۸۔ شیخ عبدالمجید

متعلقہ مقامی افسروں سے ملاقات

اس وفد نے ساڑھے گیارہ بجے صبح ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ان کے گھر پر ملاقات کی، اس وقت وہاں ذیل کے افسر بھی موجود تھے۔ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس، میر مقبول خاں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، مسٹر بھگوان داس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ایک یا دو سب انسپکٹر غازی عبدالقیوم کے چچا صاحب بھی اس وفد میں موجود تھے۔

وفد نے ان افسروں سے تین گھنٹے تک باتیں کیں۔ ارکان وفد کی درخواست یہ تھی کہ پھانسی کے بعد تجہیز و تکفین کے لیے غازی عبدالقیوم کی لاش ان کے حوالے کر دی جائے۔ وہ اس بات کی ذمہ داری اُٹھانے کے لیے تیار تھے کہ اس موقع پر کسی قسم کی بدامنی نہیں پھیلنے دیں گے۔ حکام کی طرف سے جواب دیا گیا کہ غازی عبدالقیوم کے چچا اور دوسرے رشتہ داروں کی خواہش کے مطابق انہیں اس اَمر کی اجازت دے دی گئی ہے کہ وہ غازی موصوف کو دفن کرنے کے لیے ان کے وطن صوبہ سرحد (موجودہ نام خیبر پختونخواہ) لے جائیں۔ لہٰذا مقامی مسلمانوں کو ان کی نماز جنازہ اَدا کرنے یا ماتمی جلوس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن ارکانِ وفد نے مسلمانوں کی طرف سے غازی موصوف کی نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت کے حصول پر زور دیا اور کہا کہ غازی عبدالقیوم کے چچا کو بھی اس تجویز سے اختلاف نہیں کہ لاش کو ان کے وطن لے

Marfat.com

جانے سے پہلے یہاں نماز جنازہ پڑھ لینے دی جائے۔

طاقت کے استعمال کی دھمکی

یہاں پر بیان کر دینا ضروری ہے کہ حکام اور ارکان وفد کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ بہ حیثیت مجموعی نہایت خوش گوار تھی البتہ ایک افسر کے منہ سے بے ساختہ یہ جملہ ضرور نکل گیا کہ اگر مقامی مسلمانوں نے مقامی حکام کی مرضی کے خلاف کوئی اَقدام کیا تو پھر ہمیں بھی طاقت استعمال کرنی پڑے گی۔ وفد کو یہ فقرہ نہایت غیر موزوں معلوم ہوا جس کے خلاف شیخ عبدالمجید نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ میری قوم کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ درآں حال یہ کہ ہماری درخواست صرف یہ ہے کہ انہیں ایک مسلمان بھائی کی میت پر نماز جنازہ اَدا کرنے کی اجازت دی جائے۔ سول نافرمانی کے زور کے دنوں میں بھی جب کہ بعض دفعہ لوگ تشدد پر اُتر آتے تھے۔ حکام ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے صرف لاٹھیاں استعمال کرتے تھے۔ شیخ عبدالمجید نے مزید ارشاد فرمایا کہ حکام کی اس رَوِش کا مطلب یہ ہے کہ انہیں مسلمانوں کے تعاون کی کوئی پروا نہیں۔ اس پر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس دونوں بول اُٹھے۔ ہم تو آپ کا تعاون چاہتے ہیں اور ہمارا طاقت استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ وفد کی درخواست پر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے یقین دلایا کہ مسلم لیڈروں کی درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس بہ ذریعہ تار بھیج دی جائے گی۔ وفد سے کہا گیا کہ وہ اسی دن ساڑھے چار بجے شام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ملاقات کرے۔ اس وقت دوسروں کے علاوہ وہاں خان صاحب گیولے بھی موجود تھے۔ وفد کو بتلایا گیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی آ رہے ہیں اور ان کے آنے پر اطلاع دے دی جائے گی کہ وہ کب انہیں ملیں۔

شیخ عبدالمجید صاحب نے سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا کہ غازی عبدالقیوم کے رشتہ داروں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس کی میت کو اپنے وطن مالوف میں لے جا کر دفن کریں گے۔ ان حالات میں مسلمانوں کی خواہش صرف یہ ہے کہ وہ غازی عبدالقیوم کے جنازہ کی نماز موزوں جگہ اَدا کر سکیں۔ اس کے بعد سٹیشن تک میت کی شایعت کر سکیں۔

Marfat.com

پھانسی کی تاریخ کی التوا

۳؍مارچ کو وفد کے ارکان جنہیں فرداً فرداً نوٹس موصول ہوا تھا۔ ساڑھے دس بجے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دفتر میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور دونوں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس یعنی مسٹر بھگوان داس اور میر مقبول خاں بھی موجود تھے۔ خان صاحب گیولے بھی وہاں تھے وہ بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس آ بیٹھے۔ ابھی ارکان اپنی اپنی نشست پر بیٹھے ہی تھے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک انہیں ایک برقیہ دکھایا، جس کا مفہوم یہ تھا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکومت کی طرف سے ہدایت کی گئی ہے کہ سردست پھانسی ملتوی کر دی جائے اور مزید احکام کا انتظار کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ارکان وفد سے یہ بھی کہا کہ اس پیغام کو اصل صورت میں عوام تک پہنچا دیا جائے تا کہ اس کے الفاظ کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔ اس پر شیخ عبدالمجید صاحب نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا کہ پھانسی کا اِلتوا غالباً اسمبلی کے مسلم ممبران کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو وائسرائے سے رحم کی درخواست پر از سرنو غور کرانے کے لیے ساعی ہیں۔ خان صاحب گیولے نے تجویز پیش کی کہ تار روزنامہ الوحید کے خاص نمبر میں شائع کیے جائیں۔ شیخ عبدالمجید صاحب اس تجویز پر عمل کے لیے فوراً رضامند ہو گئے۔ ارکان وفد سے مزید یہ کہا گیا کہ التوا کے تاروں سے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ موت کی سزا منسوخ ہو گئی ہے بل کہ پھانسی کی جو تاریخ آئندہ مقرر ہوگی اس کی اطلاع مسلم لیڈروں کو دے دی جائے گی، تار کی نقلیں لے کر ارکان وفد واپس آ گئے۔

۴؍مارچ کا ہجوم

جن لوگوں کو پھانسی کے اِلتوا کے تاروں سے اطمینان نہیں ہوا، وہ ۴؍مارچ کی صبح کو کراچی جیل کے باہر جمع ہو گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے بعض کی خواہش یہ تھی کہ غازی عبدالقیوم کا چہرہ کھڑکی سے دکھا دیا جائے لیکن حکام جنہوں نے صبح بعض آدمیوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ غازی عبدالقیوم سے ملاقات کر لیں۔ انہوں نے غازی کو کھڑکی سے دکھانے کی درخواست کر دی۔ بعض ارکانِ وفد کو اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ موقع پر پہنچے۔ انہوں نے

Marfat.com

لوگوں کو منتشر ہو جانے پر راضی کرنا شروع کیا۔ بارہ بجے کے قریب شیخ عبدالمجید صاحب موقع پر پہنچے تو انہوں نے جیل کے دروازے کے سامنے لوگوں کو زمین پر بیٹھے ہوئے پایا۔ خان صاحب حاجی فضل الٰہی، حاجی امام بخش اور سیٹھ اسحاق جیل کے دروازے کے سامنے اجتماع کو روک رہے تھے۔ من درجہ بالا مسلم رہنما اور خان صاحب حاجی عبدالغنی اور شیخ عبدالمجید صاحب ایک گوشے میں علاحدہ مشورہ کے لیے جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ وہ جیل کے دروازے سے ہٹ کر کھڑے ہو جائیں تاکہ لوگ اس طرف آ جائیں۔ لوگوں سے زبانی کچھ نہ کہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے لوگ منتشر ہو گئے۔ بعد ازاں رہنماؤں نے انہیں مخاطب کیا اور یقین دلایا کہ غازی عبدالقیوم کو پھانسی نہیں دی گئی۔ نیز درخواست کی کہ دو آدمی منتخب کر لیے جائیں جن کے واسطے غازی عبدالقیوم کے ساتھ ملاقات کی اجازت حاصل کر لی جائے گی۔ اس طرح اطمینان کر چکنے کے بعد سب اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

پولیس کا لاٹھی چارج

لوگ اس تجویز پر رضا مند ہو گئے اور ایک دو آدمی اس فیصلے کی اطلاع دینے کے لیے ان لوگوں کے پاس بھیجے گئے جو جیل کے دروازے کے سامنے بیٹھے تھے۔ یہ لوگ ابھی وہاں پہنچے بھی نہ تھے جب یہ دیکھا گیا کہ پولیس نے ہلکا سا لاٹھی چارج کیا اور مجمع منتشر کر دیا گیا۔ یہ طرزِ عمل اگرچہ اَفسوس ناک تھا لیکن اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلا۔ اس لیے کہ ہزاروں آدمیوں نے رہنماؤں کے قول کو صحیح سمجھتے ہوئے اور واقعہ پر افسوس کرتے ہوئے اپنے گھروں کا راستہ لیا۔ اس دوران میں اور آدمی آنے لگے جنہیں اس واقعہ یا پھانسی کے اِلتوا کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ یہ آدمی بھی چاہتے تھے کہ ان میں سے چند آدمی غازی عبدالقیوم کے ساتھ ملاقات کر کے پورا اطمینان کر لیں کہ غازی عبدالقیوم کو خفیہ پھانسی دے کر دفن نہیں کر دیا گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پولیس کے ان افسروں کی موجودگی میں جو موقع پر حاضر تھے۔ شیخ عبدالمجید صاحب سے کہا کہ وہ لوگوں سے اس بات کا عہد لے کر کہ غازی کو پھانسی نہ دیے جانے کی نسبت اطمینان حاصل کر کے گھروں کو چلے جائیں گے۔ غازی سے جیل میں ملاقات کر لیں۔ شیخ عبدالمجید نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور درخواست کی کہ خان صاحب حاجی فضل الٰہی آنریری مجسٹریٹ کو بھی ان کے ساتھ جانے کی

Marfat.com

اجازت دی جائے۔

غازی سے ملاقات کی اجازت منسوخ

شیخ صاحب معاً ہجوم میں گئے۔ دو تین منٹ ان کے سامنے تقریر کی، ابھی وہ یہ بھی نہیں کہنے پائے تھے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے غازی عبدالقیوم سے ملاقات کی اجازت دے دی ہے تو مجسٹریٹ نے جو شیخ صاحب کے پیچھے کھڑا تھا۔ حکم دے دیا کہ شیخ صاحب اس معاملے کے متعلق تقریر نہ کریں۔ شیخ صاحب وہیں تقریر کو بند کر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف بڑھے لیکن مجسٹریٹ شیخ صاحب سے بات بھی کیے بغیر جیل کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ ایک لمحہ میں چار پانچ لاریاں جیل کے دروازے پر آئیں جن میں فوجی لوگ سوار تھے۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک صف باندھے کھڑے رہے، پھر چلے گئے۔ مسلم رہنماؤں بل کہ پولیس کے بعض افسروں نے بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اس رویہ پر تعجب کا اظہار کیا جنھوں نے بغیر کسی وجہ کے غازی سے ملاقات کی اجازت منسوخ کر دی اور فوج بلالی۔ حالاں کہ اس کی ضرورت نہ تھی اور ہزاروں لوگ آدھ گھنٹہ پہلے جا چکے تھے اور جو لوگ تازہ آئے تھے وہ دو تین سو سے زیادہ نہ تھے اور یہ سب کے سب جیل کے باہر دیوار کے پاس بالکل پُرامن طریق پر کھڑے رہے۔ اس موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسلمان لیڈروں سے مل کر ان کو اس بات کا یقین دلایا کہ غازی صاحب کو تاحال پھانسی نہیں دی گئی بل کہ وہ زندہ موجود ہیں اس لیے آپ ہجوم کو منتشر کر دیں۔ لیڈروں نے ہجوم سے کہا کہ ہمیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ایک ایک لفظ کی صحت کا یقین ہے اور ضروری ہے کہ چند آدمیوں کے سوا سب منتشر ہو جائیں۔ غالباً چند آدمیوں کے سوا ڈھائی بجے تک تمام لوگ چلے گئے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ غازی کے رشتہ داروں نے شام کے تین چار بجے کے درمیان غازی سے ملاقات کی اور جو چند آدمی اس وقت تک جیل پر موجود تھے انہیں غازی کے رشتہ داروں نے پھانسی کے اِلتوا کا یقین دلایا اور وہ بھی چلے گئے۔ اس وقت سے لے کر غازی کے رشتہ داروں کے سوا کوئی شخص جیل کی طرف نہ گیا۔

چوں کہ غازی عبدالقیوم کے ورثاء کو یقین دلایا جا چکا تھا کہ پھانسی کے بعد میت ان کے حوالے کر دی جائے گی اس بنا پر غازی کے بھائی اور چچا کی طرف سے ایک درخواست ۳؍ مارچ

Marfat.com

کو سٹی مجسٹریٹ کے نام بھیجی گئی۔

غازی کے ورثاء کی درخواست

ا۔ ہم رشتہ دارانِ عبدالقیوم کی استدعا ہے کہ پھانسی کے بعد عبدالقیوم کی میت اَز راہِ مہربانی ہمیں دے دی جائے اور ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اپنے مذہب کے مطابق احاطۂ جیل کے باہر اس کی تجہیز و تکفین کر لیں۔

۲۔ ہم سٹی مجسٹریٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا شکریہ اَدا کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں اجازت دے دی کہ ہم میت کو اپنے گاؤں ''غازی'' (ضلع ہزارہ صوبہ سرحد) کو لے جائیں۔ ہماری درخواست ہے کہ جس دن پھانسی دی جائے اسی دن ۹/ بجے شب کراچی میل سے ہمیں میت کے لے جانے کی اجازت دی جائے۔

اس کے بعد جب پھانسی ملتوی کر دی گئی تو رشتہ داروں نے ایک اور درخواست (مورخہ ۶/ مارچ ۱۹۳۵ء) اسی حاکم کے پاس بھیجی اور اس کی نقول وائسرائے اور گورنر بمبئی کے پرائیویٹ سیکرٹری کو بھی ارسال کیں اور ان حکام بالا دست سے استدعا کی کہ وہ ان کی التجاؤں کی عاجلانہ منظوری کے لیے مقامی حکام کو ہدایت کر دیں۔ اس درخواست کا مضمون حسب ذیل تھا:

''ہم آپ کو اپنی درخواست مورخہ ۳/ مارچ ۱۹۳۵ء کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس میں ہم نے اس اَمر پر مقامی حکام کا شکریہ اَدا کیا تھا کہ انھوں نے ہمیں عبدالقیوم کی میت اس کے گاؤں میں لے جانے کی اجازت دے دی۔ ہم اس شکریہ کا اِعادہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری درخواست کے دوسرے دو نکات کے متعلق اب تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

یعنی اول: جیل کے باہر تجہیز و تکفین کی اجازت۔

دوم: پھانسی کے دن پنجاب میل سے میت لائے جانے کی منظوری۔

اس سلسلے میں ہم آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی گزارش کر دیتے ہیں کہ عبدالقیوم کی والدہ اس کی میت کو بالآخر تدفین کے لیے مدینہ شریف بھیجنا چاہتی ہے اور جونہی ہمارے پاس مصارفِ سفر کا انتظام ہو گیا ہم اس اجازت کے لیے بھی

Marfat.com

درخواست پیش کریں گے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ان معروضات کا جواب شاید اس لیے نہیں ملا کہ پھانسی ملتوی ہوگئی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو بہ ہر حال ہماری استدعا ہے کہ ہماری پہلی درخواست کا جواب جلد دے دیا جائے۔ اس سے ہمارے اندیشوں کا بہت بڑی حد تک اِزالہ ہو جائے گا اور ہم آپ کے تہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔"

سٹی مجسٹریٹ کا جواب

سٹی مجسٹریٹ کراچی کی طرف سے اس کے جواب میں حسب ذیل چٹھی (نمبر ۳۷۷ مورخہ ۷؍ مارچ ۱۹۳۵ء) موصول ہوئی۔

"رحمت اللہ خاں کو اس کی درخواست مورخہ ۹؍ مارچ ۱۹۳۵ء کے جواب میں اطلاع دی جاتی ہے کہ اس کی درخواست مورخہ ۳؍ مارچ کا جواب مناسب وقت پر دیا جائے گا۔"

نئی دہلی اور بمبئی کے جوابات حسب ذیل ہیں:

"نقل چٹھی نمبر ایف ۲۴/ ۱۲۳۷ جوڈیشل، گورنمنٹ آف انڈیا۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ نئی دہلی۔ ۱۵؍ مارچ ۱۹۳۵ء

تمہاری درخواست مورخہ ۶؍ مارچ ۱۹۳۵ء من جانب قیدی سزا یافتہ موت عبدالقیوم حکومت بمبئی کے پاس بھیج دی گئی ہے تاکہ قواعد کے مطابق اس کا تدارک کیا جائے۔"

نقل چٹھی مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۵ء من جانب پرائیویٹ سیکرٹری گورنر بمبئی

مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ میں تمہاری چٹھی مورخہ ۶؍ مارچ ۱۹۳۵ء کی موصولی کا اقرار کروں۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ چٹھی ہوم ڈیپارٹمنٹ میں دفتری غور اور کارروائی کے لیے بھیج دی گئی ہے۔

پھانسی دے دی گئی

نئی دہلی والی چٹھی ۱۷؍ مارچ ۱۹۳۵ء کو کراچی پہنچی۔ اس خط و کتابت کے پیش نظر قدرتی

Marfat.com

طور پر یہ توقع کی جاتی تھی کہ حکومت پھانسی سے پہلے عبدالقیوم کے رشتہ داروں کو اپنے فیصلے سے مطلع کر دے گی لیکن ۱۹/ مارچ ۱۹۳۵ء کو پانچ بجے صبح پولیس والوں نے ان کے رشتہ داروں کو آن جگایا اور انہیں سیدھے شہر کے باہر میوہ شاہ کے قبرستان میں لے گئے۔ اسی اثنا میں غازی عبدالقیوم کو تقریباً چار بجے صبح چپ چاپ پھانسی دے دی گئی اور اس کے رشتہ داروں کو آخری ملاقات تک کا موقع نہ دیا گیا تھا۔ اس کی میت قبرستان مذکور میں پہنچا دی گئی جہاں اس کے لیے ایک قبر بھی تیار کر لی گئی۔ مٹھی بھر پولیس کے آدمی وہاں موجود تھے اور سات بجے تک کوئی ایک سو مسلمان مرد وزن وہاں جمع ہو گئے جو غازی کا چہرہ دیکھنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ میت کو کسی کھلے میدان میں منتقل کیا جائے تاکہ عام نماز جنازہ پڑھی جائے۔ نعش اب لحد میں اُتاری جا چکی تھی اور حافظ غلام رسول (کیمپ کراچی) ایک مختصر نماز جنازہ بھی پڑھا چکے تھے جنہیں پولیس صبح ہی صبح بلا کر لے آئی تھی۔

میت کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا

تاہم لوگوں کی درخواست پر نعش کو قبر سے نکال کر قبرستان سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک میدان میں رکھا گیا۔ یہاں پولیس نے نعش کو لوگوں کے حوالے کر دیا اور خود چلی گئی۔ رفتہ رفتہ ہجوم بڑھنا شروع ہو گیا اور گیارہ بجے صبح تک بیس ہزار اشخاص مرد، عورتیں اور بچے جمع ہو گئے تھے۔ حیرت یہ ہے کہ اس وقت وہاں پولیس کا ایک سپاہی بھی موجود نہ تھا۔ یہ ہجوم قریباً ساڑھے گیارہ بجے ایک جلوس کی شکل میں چوکی دائر عیدگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہجوم ابھی عیدگاہ کے میدان سے قریباً ایک سو گز کے فاصلہ پر تھا کہ ایک فوجی دستے نے ان کا راستہ روک لیا۔ اس اثنا میں ایک اور فوجی دستہ ہجوم کے پیچھے سے آ گیا۔ یہاں سڑک کے دونوں جانب مکانات اور سڑکیں ہیں۔ ہجوم ہر طرف سے گھرا ہوا تھا، اتنے میں ایک موٹر کار بھی آ گئی جس میں ایک فوجی افسر کے ہمراہ دو آنریری مجسٹریٹ (جہاں گیر پٹاٹھا کے اور رائے بہادر شورام دیوان مل) بھی سوار تھے۔ یہ موٹر کار ہجوم میں سے گزر کر آگے پہنچ گئی۔ بہت سے اشخاص نے اس طرز عمل پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ حرکت خلاف مذہب اور نعش کی توہین کے مترادف ہے لیکن موٹر کار کے افسروں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر بعض مکرانی نوجوانوں کو جوش آ گیا اور انہوں نے موٹر پر چند روڑے پھینک دیے اور کہا جاتا ہے کہ رائے

Marfat.com

بہادر دیوان مل کو بھی ایک روڑا لگا تاہم موٹر کار آگے بڑھتی گئی تاکہ آں کہ جلوس کے آخری حصے پر پہنچ گئی۔ اس کے فوراً بعد فوجی دستوں کو یہ حکم ملا کہ گولی چلا دو اور انہوں نے نہایت قریب سے فائر کرنا شروع کر دیا۔

فوج نے گولی چلادی

گولی چلانے سے قبل نہ کوئی انتباہ کیا گیا اور نہ لاٹھی چارج تک نوبت آئی۔ اس ہجوم کے ایک شخص کو بھی اس نوع کی خون ریزی اور قتل عام کا گمان تک نہ تھا۔ مرد عورتیں اور بچے بالکل بے خبر کھڑے تھے کہ ان پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اس پر ہجوم دفعتاً منتشر ہو گیا اور جنازے............کو جبراً میواشاہ کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ گولی چلانے کا منظر بے حد دردناک اور رقّت انگیز تھا۔ قرب وجوار کی دیواریں فائرنگ کی غضب ناکی کا پتہ دیتی ہیں۔ تمام زمین خون کی کثرت سے لالہ زار بن گئی تھی۔ عورتوں اور بچوں کو بلا امتیاز گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ چند ہی منٹ کے اندر ہسپتال میں نعشوں اور مجروحین کی آمد شروع ہو گئی۔ فوج اور پولیس کی لاریاں، پرائیویٹ موٹر کاریں اور بعض دیگر ذرائع سے مجروحین ومقتولین کی اس قدر تعداد آ رہی تھی کہ ہسپتال کے افسران کے انتظام سے معذور تھے۔ مستند اطلاعات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ شہدا کی تعداد چالیس اور مجروحین کی تعداد ایک سو تھی۔ بعض لوگ سول ہسپتال میں داخل ہو کر جاں بحق ہو گئے اور اکثر ایسے لوگ بھی تھے جن کے ہاتھوں، بازوؤں اور ٹانگوں کو کاٹنا پڑا۔

اس سلسلہ میں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض مجروحین ومقتولین کے ورثاء اور احباب ان کو قتل گاہ سے اپنے طور پر گھروں کو لے گئے تھے۔ ایسے اشخاص کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے لیے کوشش ہو رہی ہے۔ بہ ہر حال یہ تعداد من درجہ صدر اعداد وشمار میں شامل نہیں۔

توجہ طلب مسائل

من درجہ صدر بیان سے بعض مسائل خاص طور پر توجہ طلب ہیں مثلاً:

ا۔ حکام نے مقامی مسلم لیڈروں پر ہرگز کوئی اعتماد نہ کیا حالاں کہ وہ اس بات کا یقین دلا چکے تھے کہ پھانسی کے بعد اگر میت کو ان کے حوالے کر دیا گیا تو وہ کسی قسم کی بدامنی اور شورش

Marfat.com

نہیں ہونے دیں گے۔

۲۔ حکام نے اپنی وحشیانہ طاقت کے گمان پر ہر قسم کی ذمہ داری کو اپنے اُوپر لے لیا اور اپنے ارادے کو کامیاب بنانے کا عزم کرلیا۔

۳۔ اگرچہ ۴؍مارچ کو حکام کو اس بات کا یقین دلایا جاچکا تھا کہ جس ہجوم کو ہزاروں کی تعداد میں بتایا جاتا ہے اس پر پولیس کا لاٹھی چارج ہی کافی ہوگا لیکن ۱۹؍مارچ کو نہ کوئی لاٹھی چارج ہوا اور نہ ہجوم کو گولی چلانے سے قبل کوئی تنبیہ کی گئی۔

۴۔ اگر بعض غیر ذمہ دار اشخاص نے آنریری مجسٹریٹوں پر کچھ پتھر بھی پھینکے تو اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ موٹر کار کے سواروں نے ہجوم کو اشتعال کا موقع دیا۔ جس نے جنازہ کے جلوس سے جبراً گزرنے کی کوشش کی۔ نیز ان حالات میں بلا امتیاز گولی چلانے کو کسی حالت میں بھی حق بجانب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۵۔ بعض اخبارات کی اس گم راہ کن خبر نے بھی سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے کہ ہجوم نے باغیانہ شکل اختیار کر لی تھی اور یہ لُوٹ اور خون ریزی کا بازار گرم کرنا چاہتا تھا۔ اس قسم کی اطلاعات کی اس واقعہ کے بعد کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ ۴؍مارچ سے لے کر ۱۹؍مارچ تک کوئی فرقہ وارکشمکش واقع نہیں ہوئی اور ہندو مسلم تعلقات اعتدال پر رہے۔ ہجوم کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ میت کو عیدگاہ کے میدان میں پہنچایا جائے اور جو لوگ میوا شاہ کے قبرستان میں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوسکے۔ عیدگاہ کے میدان میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۶ / مارچ ۱۹۳۵ء (مراسلہ)

کراچی کے حادثۂ خونین کے متعلق پہلا چشم دید بیان

فوجیوں نے گولی چلانے سے قبل کوئی انتباہ نہ کیا

عبدالقیوم کی میت کو دفن نہیں کیا گیا تھا

کراچی ۲۱/ مارچ، جناب ایڈیٹر صاحب اخبار انقلاب

السلام علیکم! میں غازی عبدالقیوم کے جنازہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں پر گولی چلنے کے اصل واقعات لکھتا ہوں، یہ جو کچھ میں لکھوں گا بالکل صحیح ہے اور آپ مہربانی کر کے اپنے قیمتی اخبار میں شائع کر کے مشکور فرمائیں۔

۱۹/ مارچ کی صبح کو ۴/ بجے غازی صاحب کو شہادت کا جام پلا کر میت پولیس کی معیت میں میوا شاہ غازی کے قبرستان کے کمپاؤنڈ میں لائی گئی اور پولیس کی طرف سے قبر کی کھدائی کا پہلے سے انتظام کر لیا گیا تھا۔ پولیس ۶/ بجے کے قریب غازی موصوف کے رشتہ داروں کے گھر گئی اور ان سے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ غازی صاحب سے ملاقات کرا دیں۔ غازی صاحب کے رشتہ داروں میں سے ایک آدمی شہر میں چلا گیا اور اس نے شہر میں خبر کر دی۔

میوا شاہ غازی کے مزار کے باہر چاروں طرف پولیس کا پہرہ تھا۔ اندر بیس پچیس آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد پولیس نے لاش کو دفن کرنے کی کوشش کی مگر چند آدمی اس وقت پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے قبر میں دفن نہ ہونے دیا، وہاں خود لیٹ گئے مگر پولیس نے غازی صاحب کی لاش کو قبر میں اُتار دیا، پتھر اور مٹی نہ دی تھی کہ لوگ کافی تعداد میں آنے شروع ہو گئے، حتی کہ لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ تب پولیس واپس چلی گئی۔ لوگوں نے غازی صاحب کی لاش کو قبر سے نکال کر باہر میدان میں نماز جنازہ اَدا کی۔ عورتیں، مرد، بچے قریباً ایک لاکھ ہوں گے۔ نماز جنازہ اَدا کرنے کے بعد لوگ شہر کی طرف جنازہ لے کر چل رہے۔ اس جلوس کے دوران میں ایک موٹر میں پولیس افسر تھے ان کو چند شرارتی لڑکوں نے معمولی پتھر

Marfat.com

برسائے مگر موٹر فاسٹ سپیڈ میں لے گئے اور جلوس سے نکل گئے۔ چوکیواڑہ کے سرے پر فوج ملٹری اور پولیس کا پہرہ تھا۔لوگ بڑھتے جارہے تھے کہ گولیوں کی بارش شروع ہوگئی۔ میں حلفیہ لکھ رہا ہوں اور میرا چشم دید واقعہ ہے پولیس افسروں نے نہ یہ کہا کہ تم لوگ منتشر ہو جاؤ نہ لاٹھی چلائی اور نہ ہوئی فائر کیے۔ اگر ہوائی فائر کیے جاتے یا لوگوں کو دھمکی دی جاتی یا لاٹھی چارج کیا جاتا تو لوگ ضرور منتشر ہو جاتے۔گولی قریباً پانچ چھ منٹ تک چلتی رہی۔بس پھر کیا تھا بہت سے لوگ زخمی چھپ کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور بہت سے شہید ہوئے۔اخباروں میں جو تعداد زخمیوں یا شہیدوں کی دی جارہی ہے وہ تعداد سول ہسپتال سے لی گئی ہے۔ بہت سے زخمی اپنے گھروں میں علاج کر رہے ہیں اور بہت سے پرائیویٹ ڈاکٹروں سے علاج کر رہے ہیں۔ دو تین عورتیں بھی زخمی ہوئی ہیں۔لوگ چھپ کر گھروں میں علاج کر رہے ہیں۔ میں کوشش میں ہوں کہ صحیح تعداد شہیدوں کی مل جائے۔تعداد صحیح ملنے پر میں پھر آپ کو اطلاع دوں گا۔گولی چلنے سے بہت سے لوگ جو اپنی جھونپڑیوں میں تھے ان کو گولیاں جھونپڑیوں میں لگی ہیں اور زخمی ہوئے ہیں۔

خدا کی قسم کھا کر میں لکھتا ہوں کہ پولیس نے گولی چلانے سے پہلے کسی قسم کی وارننگ یعنی اطلاع نہیں دی۔ اخباروں میں تعداد ٹھیک نہیں بتائی جارہی۔

اخباروں میں خبر دی گئی ہے کہ پولیس پر لوگوں نے حملہ کر دیا اور پولیس نے ہوائی فائر کیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر ایک دو ہی صرف ہوائی فائر کیے جاتے تو بہت سے لوگ واپس چلے جاتے، ہجوم نے کسی قسم کا حملہ پولیس پر نہیں کیا۔ مسلمانوں میں گھر گھر میں ماتم برپا ہے، ہر قوم میں شہید ہوئے ہیں، گولیاں سپاہیوں نے چلائی تھیں۔

ایک دردمند مسلمان

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۶؍ مارچ ۱۹۳۵ء

مجروحین کراچی کی امداد کی جائے

کراچی، ۲۴؍ مارچ ۔ مسلمانانِ کراچی نے ایک عظیم الشان اجتماع میں من درجہ قراردادیں منظور کیں:

ا۔ مسلمانانِ کراچی کا یہ عظیم الشان اجتماع مسلم لیڈروں کے ۲۰؍ مارچ کے اجلاس کی قرارداد کی لفظ بہ لفظ تصدیق کرتا ہے جو غازی عبدالقیوم کی رسم تدفین کے لیے منظور کی گئی تھی۔

قرارداد کے الفاظ حسب ذیل تھے:

''یہ جلسہ ارباب حل وعقد سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایک غیر جانب دار کمیٹی کے ذریعے افسران متعلقہ کے رویہ کی تحقیقات کی جائے۔ مسلمانانِ کراچی کے اس جم غفیر کا عقیدہ ہے کہ متعدد اشخاص کی جاں تلفی بالکل غیر منصفانہ ہونے کے علاوہ افسران متعلقہ کی ناقابلیت کی پوری دلیل ہے کیوں کہ فائر کے بغیر ہی معاملہ صاف ہوسکتا تھا۔ یہ جلسہ اظہارِ افسوس کرتا ہے کہ افسران متعلقہ نے غازی عبدالقیوم کو پھانسی دینے کی تاریخ کے تعین اور ان کی نعش کے متعلق اپنے ان مواعید کے خلاف کارروائی کی جو مسلم لیڈروں سے کیے گئے تھے۔

مسلمانانِ کراچی کو اس اَمر کا نہایت افسوس ہے کہ باوجود یہ کہ مسلم لیڈروں نے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ صورت حالات کو پُرامن رکھ کر تمام معاملات کو اچھی طرح طے کرلیں گے۔ حکومت کے ارباب حل وعقد نے مسلم زعما کے تعاون کی پروا نہ کی۔ اس لیے اس جلسہ کی یہ رائے ہے کہ اتنی جانوں کے اِتلاف کی ذمہ داری محض انہی افسروں پر عائد ہے۔

Marfat.com

۲۔ مسلمانانِ کراچی کا یہ جلسہ حادثہ ہائلہ کراچی کے متعلق جس میں کہ متعدد مرد، عورتیں اور بچے ہلاک اور مجروح ہوئے ہیں۔ غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے۔ یہ جلسہ کراچی کے تمام مسلمانوں سے استدعا کرتا ہے کہ مولانا محمد صادق، شیخ عبدالمجید اور سیٹھ حاتم کی اپیل کے جواب میں چندہ کی ہر ممکن رقم کو پیش کرتے ہوئے اپنی دلی ہمدردی کا ثبوت دیں۔

☆

انقلاب ۲۶ مارچ ۱۹۳۵ء

مصیبت زدگان کراچی کی امداد

پٹنہ، ۲۴ مارچ۔ مسٹر ایم مجید صاحب نے بڑی انجمن خادم الاسلام مسلم یتیم خانہ پٹنہ بہ ذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن نے ایک خاص جلسہ کے ذریعہ مصیبت زدگان کراچی سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کراچی کے مسلم زعماء کے نام تار ارسال کیے ہیں جن میں یتیموں کی پرورش اور ان کی نگہداشت کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

مسلمانان کانپور کا خاص جلسہ

کانپور، ۲۰ مارچ۔ مسٹر ایس ایم فاروقی سیکرٹری لیگ، مسلم ایسوسی ایشن کانپور بہ ذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ مسلمانانِ کانپور نے جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جس میں من درجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی:

”مسلمانانِ کانپور کا یہ جلسہ حادثۂ ہائلہ کراچی کے متعلق غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے شہداء کے ورثاء اور مجروحین سے دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔

یہ جلسہ حکومت سے التجا کرتا ہے کہ ایک آزاد کمیٹی کے ذریعے معاملے کی تحقیق کر کے مجرمین کو سزا دے۔

Marfat.com

یہ جلسہ اسمبلی کے کانگرسی ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اسمبلی میں واقعہ کراچی کی بحث میں مسلم لیڈروں سے تعاون کیا ہے۔''

☆

انقلاب ۲۷/ مارچ ۱۹۳۵ء

حکام کو سزا اور شہداء کے ورثا کو خوں بہا دیا جائے

کراچی کے خونیں حادثہ پر انجمن اسلامیہ شرق پور کا احتجاج

شرق پور، ۲۳/ مارچ۔ مسٹر پی ایم اسلم سیکرٹری انجمن اسلامیہ شرق پور مطلع فرماتے ہیں: انجمن اسلامیہ شرقپور کی مجلس عاملہ کے ارکان کا ایک جلسہ بہ صدارت حکیم سردار محمد صاحب ۲۲/ مارچ کو اسلامیہ سکول شرق پور میں منعقد ہوا۔ من درجہ ذیل قرار دادیں بہ اتفاق آراء منظور ہوئیں:

''ہم نے نہایت خوف و ہراس اور حقارت کے ساتھ اس لرزہ خیز حادثہ کی خبر کو سنا ہے کہ ۱۹/ مارچ ۱۹۳۵ء کو کراچی میں پولیس اور فوج نے غازی عبدالقیوم کی نعش کے گرد جمع شدہ بے گناہ مسلمانوں پر فائر کیے۔ واقعات سے یہ اَمر واضح ہے کہ یہ صورت مقامی حکام کے دانش مندانہ طور پر معاملہ کو ہاتھ میں لینے سے قاصر رہنے اور فوجی و غیر فوجی آدمیوں کی بدانتظامی کے باعث رونما ہوئی۔

اگر حکام کی بدانتظامی سے ناگوار صورت پیدا ہو بھی گئی تھی تو بھی یہ حادثہ خونیں گر فوج کے آدمی ایسی غیر ذمہ داری اور بے پروائی سے کام نہ لیتے۔ وقوع پذیر نہ ہوتا۔ یہاں کراچی کے کثیر التعداد مسلمانوں کی اَموات پر ہم کو افسوس ہے اور ہم شہداء کے پس ماندگان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں۔ وہاں ہم حکومت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایک آزاد تحقیقاتی کمیٹی مامور کرے اور مجرموں کو سزا دے، شہداء کے قریبی رشتہ داروں کو جنہیں ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ تاوان دیا

Marfat.com

جائے۔

ہم حکومت کو پُر زور طریقہ پر جتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت نے اس بارے میں فوری کارروائی نہ کی تو حکومت پر مسلمانوں کو جو اعتماد ہے۔ وہ سب ختم ہو جائے گا۔"

ایک اور قرارداد منظور ہوئی کہ مذکورہ بالا قرارداد کی نقول گورنر جنرل، صدر اسمبلی اور اخبارات کو بھیجی جائیں۔

☆

حادثۂ کراچی کی تحقیقات کی جائے

مسلمانانِ کلکتہ کے مطالبات

کلکتہ، ۲۵ مارچ۔ مسلمانانِ کلکتہ کے ایک عظیم الشان اجتماع نے مسٹر ایچ ایس سہروردی، ایم ایل سی کے زیر صدارت ایک خاص اجلاس منعقد کر کے متعدد قراردادوں کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حادثۂ کراچی کی تحقیقات کے لیے ایک آزاد کمیٹی کو قائم کرے اور شہدا کے ورثاء اور مجروحین کو زر فدیہ دے اور ان کے نقصان کی تلافی کرے۔

ایک دوسرے ریزولوشن کے ذریعے حکومت اور اسمبلی کے ارکان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ تعزیراتِ ہند کی بعض دفعات کی ترمیم کر کے ایسے اشخاص کو عبور دریائے شور کی سزا دے جو ناشائستہ کتابیں لکھ کر کسی مذہب پر ناجائز حملے کر کے کسی قوم کے افراد کی دل آزاری کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۷ر مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

کراچی کے مسلمانوں کی بے گناہی ثابت ہوگئی

مسلم اکابر کا حقیقت افروز بیان

شیخ عبدالمجید سندھی اور دوسرے مسلم اکابر نے کراچی کے واقعۂ ہائلہ کے متعلق جو مفصل بیان شائع کیا ہے وہ اشاعت دیروزہ میں قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کراچی کے خونچکاں واقعہ کی ذمہ داری تمام تر حکام پر ہے۔ انھوں نے پے دَر پے بے تدبیری سے کام لیا، مسلمانوں کی ہر جائز خواہش کو رَد کیا، ہجوم کو مطمئن کرنے اور مطمئن رکھنے کی وہ تمام صورتیں جن پر بغیر کسی اندیشے اور خطرے کے عمل کیا جا سکتا تھا۔ حکام نے انتہائی بے پروائی سے مسترد کیں اور حد درجہ افسوس ناک اَمر یہ ہے کہ مسلمانوں پر گولی چلانے کی وجہ پیدا کرنے کے لیے یہ غلط بیانی کی گئی کہ مجمع نے غازی عبدالقیوم کی میت کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا اور جلوس کو شہر لے جایا جا رہا تھا، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ میت صرف لحد میں اُتاری گئی تھی، دفن نہیں کی گئی تھی۔ نیز مسلمانوں کی خواہش یہ نہ تھی کہ جلوس کو شہر میں پھرائیں بل کہ محض یہ تھی کہ چاکیواڑہ عیدگاہ میں نماز جنازہ اَدا کریں، وہ قبرستان سے نکل کر ایک میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے اور عیدگاہ سے صرف سو گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے جب ان پر بغیر کسی اِنتباہ واطلاع کے بے دردانہ گولی چلائی گئی۔

مسلمان صرف یہ چاہتے تھے کہ انہیں نماز جنازہ اَدا کرنے کا موقع دیا جائے، ان کے مسلمہ رہنما ہر قسم کی ذمہ داری اُٹھانے کے لیے تیار تھے، یہ انتظام ہو سکتا تھا کہ مثلاً چاکیواڑہ عیدگاہ میں یا کسی اور کھلے میدان میں نماز جنازہ اَدا کرنے کی اجازت دے دی جاتی اور کوئی تعرض نہ کیا جاتا، البتہ رہنماؤں سے یہ کہہ دیا جاتا کہ اگر جلوس کو عیدگاہ سے اِدھر اُدھر لے جانے کی کوشش کی جائے گی تو نتائج کی ذمہ داری اُن پر ہوگی۔ عجیب بات یہ ہے کہ مجمع قبرستان سے نکل کر ایک میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا اور عیدگاہ سے صرف سو گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا، کیا یہ ممکن

Marfat.com

نہ تھا کہ اس موقع پر مزید انتظار کر لیا جاتا اور اگر مجمع عیدگاہ میں نمازِ جنازہ اَدا کرنے کے بعد جلوس کو شہر میں پھرانے کی سعی کرتا تو اسے روکا جاتا؟ میت کو قبرستان سے ایک میل لانے کی اجازت دینے اور عیدگاہ سے صرف سو گز کے فاصلے پر گولی چلانے کے لیے کون سی وجہ جواز پیش کی جا سکتی ہے؟

تمام واقعات کو سامنے رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ مجمع پوری طرح پُرامن رہا، اس کی طرف سے کوئی حرکت ایسی سرزَد نہ ہوئی جو خلاف قانون و خلاف آئین تھی، صرف ایک واقعہ ایسا ہے جسے افسوس ناک قرار دیا جا سکتا ہے یعنی یہ کہ جب دو آنریری مجسٹریٹ ایک فوجی افسر کے ساتھ موٹر میں آئے اور مجمع میں سے گزرے تو بعض مکرانی نوجوانوں نے موٹر پر پتھر پھینکے اس پر یقیناً افسوس ہے لیکن اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ موٹر ہجوم میں سے گزارنے کی کوشش سے بعض نوجوانوں کے دل پر یہ اَثر پڑا کہ میت کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ ادنیٰ درجے کی عقل کا انسان بھی اندازہ کر سکتا ہے کہ ایسے موقع پر موٹر میں سوار رہنا اور موٹر کو ہجوم میں سے گزارنے کی کوشش کرنا ماتمی جلوس کے شرکاء کے دل پر اچھا اَثر نہیں ڈال سکتا تھا۔ فوجی افسر کی نسبت تو کہا جا سکتا ہے کہ شاید اسے ہندوستانیوں کے آداب سے ناواقف نہیں ہو سکتے تھے، کیا وجہ ہے کہ انہوں نے عام آداب سے بے پروائی اختیار کی؟ ہندوستان کے تمام شہروں میں عام دستور ہے کہ جنازہ سڑک پر سے گزر رہا ہو تو سواریاں رُک جاتی ہیں یا سڑک کے ایک طرف ہو جاتی ہیں لیکن کراچی میں اس کے برعکس موٹر کو مجمع میں سے گزار کر آگے لے جانے کی کوشش کی گئی اور اس کے بعد نہ مجمع کو روکا گیا نہ لوگوں سے پوچھا گیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور میت کو کہاں لے جا رہے ہیں، نہ انہیں منتشر ہونے کے لیے کہا گیا، نہ گولی چلانے سے قبل اِنتباہ کیا گیا بل کہ معاً گولی چلانے کا حکم دے دیا گیا جس سے بے گناہ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اس بے دَردی اور شقاوت کے مظاہرے کے لیے کون سا عذر پیش کیا جا سکتا ہے؟ مجمع کی روک تھام کی یہ کون سی صورت تھی؟ واقعات سے قطعی طور پر ظاہر ہو گیا ہے کہ جلد سے جلد آزادانہ تحقیقاتی کمیشن مقرر کرنا لازم ہے اور ان تمام بے درد حکام کو عبرت ناک سزا دینا ضروری ہے جنھوں نے انتہائی شرم ناک [غفلت سے] کام لے کر بلا وجہ اور بلا ضرورت ۴۷ قیمتی جانیں ضائع کیں اور ایک سو سے زائد افراد کو زخمی کیا۔

Marfat.com

بیان مظہر ہے کہ:

''اس وقت تک جو معلومات مہیا ہو سکی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہداء کی تعداد چالیس ہے اور ایک سو کے قریب آدمی زخمی ہوئے جن لوگوں کو سول ہسپتال میں داخل کیا گیا ان میں سے متعدد زخموں کی وجہ سے جاں بحق ہو گئے۔ بعض کے زخموں کی نزاکت کے باعث ان کے بازو اور ٹانگیں کاٹنی پڑیں۔ یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ بعض شہدا اور مجروحین کو ان کے دوست اور رشتہ دار اُٹھا کر لے گئے اور وہ سول ہسپتال میں نہیں پہنچے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ ایسے لوگوں کی صحیح تعداد معلوم ہو جائے۔ یہ لوگ شہدا اور مجروحین کی بیان کردہ تعداد میں شامل نہیں ہیں۔''

ایک واقعہ جو خاص طور پر توجہ طلب ہے یہ ہے کہ حکام نے اگرچہ مسلم لیڈروں کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ انہیں مرحوم عبدالقیوم کی پھانسی کی تاریخ سے مطلع کر دیا جائے گا اور نماز جنازہ اَدا کرنے کی اجازت دے دی جائے گی لیکن نہ مسلمانوں کو اطلاع دی گئی، نہ مرحوم کے رشتہ داروں کو اطلاع دی گئی نہ آخری ملاقات کرائی گئی بل کہ چار بجے صبح پھانسی دے چکنے کے بعد مرحوم کے رشتہ داروں کو اطلاع دی گئی اس عہد شکنی اور نہایت ہی اَفسوس ناک عہد شکنی کے لیے کون سی وجہ جواز پیش کی جا سکتی ہے؟

پہلے عوام کو یہ معلوم تھا کہ پھانسی ۴ر مارچ کو دی جائے گی اس کے مطابق لوگ جیل کے باہر جمع ہو گئے، ان کا مطالبہ محض یہ تھا کہ ایک دو آدمیوں کو مرحوم سے ملاقات کا موقع دیا جائے تا کہ اطمینان ہو سکے کہ مرحوم کو خفیہ خفیہ پھانسی دے کر دفن نہیں کر دیا گیا یا مرحوم کا چہرہ کھڑکی میں سے دکھا دیا جائے لیکن اس سے انکار کیا گیا۔ آخر میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے شیخ عبدالمجید صاحب اور خان صاحب حاجی فضل الٰہی کو جیل کے اندر مرحوم سے ملاقات کی اجازت دی اور جب شیخ صاحب عوام کو مطمئن کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ وہ ملاقات کر کے یقین دلا دیں گے کہ مرحوم زندہ ہے تو سب لوگ واپس جائیں۔ عین اس موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ملاقات کی اجازت واپس لے لی۔ یہ عجیب و غریب تلون اور تنگ مزاجی حالات کی اصلاح کا موجب نہیں بن سکتی تھی۔

ضروری اور لازمی ہے حکومت جلد سے جلد آزاد تحقیقاتی کمیشن مقرر کرے۔ مقتین یا

Marfat.com

چالیس آدمیوں کا خون اور ایک سو کے قریب مجروحین کی مجروحیت کوئی معمولی واقعہ نہیں بل کہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ سرحد کی بعض جنگوں میں کم مواقع پر اتنا بڑا نقصان ہوا ہوگا۔ ضروری ہے کہ تحقیقات کے بعد تمام ذمہ دار افسروں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ شہداء کے پس ماندوں اور زخمیوں کے لیے مستقل امداد کا بندوبست کیا جائے۔

اکابر کراچی کے بیان سے ان تمام غلط بیانیوں کی تردید ہوگئی جواب تک کی گئیں اور جن سے شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ شاید مسلمانوں نے جوش کی حالت میں کوئی ناواجب حرکت کی ہو۔ اس بیان نے کراچی کے واقعہ ہائلہ کی دردانگیزی میں دو چند اضافہ کر دیا ہے اور مسلمانوں کی بے گناہی قطعی طور پر آشکارا ہوگئی ہے۔

☆

انقلاب ۲۷ / مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثۂ خونیں کی تحقیقات کی جائے

مسلمانانِ لاہور کے اجتماعِ عظیم کی قراردادیں

لاہور ۲۴ / مارچ۔ آج ساڑھے آٹھ بجے شام مجلس مرکزیہ احرار اسلام ہند، لاہور کے زیر اہتمام باغ بیرون دہلی دروازہ مسلمانانِ لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت جناب چودھری افضل حق ایم ایل سی انعقاد پذیر ہوا۔ جلسہ کی غرض و غایت کراچی کے حادثۂ خونیں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا تھی۔ حاضرین کی تعداد پندرہ ہزار سے زائد تھی۔ خواجہ عبدالرحیم صاحب عاجزؔ کی نظموں کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے واقعۂ ہائلہ کراچی پر ایک معرکۃ الآرا تقریر فرمائی۔ بعدازاں حسب ذیل قراردادیں منظور کی گئیں آخر میں سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر ہوئی۔ جلسہ رات کے ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

۱۔ یہ جلسہ کراچی میں گولی چلائے جانے کے خلاف جس سے متعدد اشخاص شہید اور متعدد مجروح ہوگئے ہیں۔ زبردست صدائے اِحتجاج بلند کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فی الفور ایک آزاد تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے اور ملزمان کو قرار واقعی

Marfat.com

سزائیں دے۔ نیز یہ جلسہ شہدا کے پس ماندگان اور مجروحین کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ مناسب سمجھتا ہے کہ کراچی کے حادثۂ خونیں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے انفرادی کوششوں کی بجائے اجتماعی کارروائی کی جائے چناں چہ یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ ۲۹؍مارچ ۱۹۳۵ء بہ روز جمعۃ المبارک تمام مساجد میں کراچی کے حادثۂ خونیں پر رنج وغم کا اظہار کیا جائے اور آزاد تحقیقات کا مطالبہ کیا جائے۔ نیز شہدا کے پس ماندگان کی امداد کے لیے روپیہ فراہم کر کے ریلیف کمیٹی کراچی کو بھیجا جائے۔

☆

انقلاب ۲۸؍مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثۂ خونیں پر پُر زور احتجاج

مسلمانانِ سکھر کا عظیم الشان جلسہ

۲۲؍مارچ کو سکھر کی سفید مسجد میں مسلمانانِ سکھر کا ایک عظیم الشان جلسہ یار محمد صاحب بٹر زمیندار کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حکومت سندھ کے اس فعل کی مذمت کی گئی کہ اس نے کراچی میں پُرامن اور بے گناہ مسلمانوں کے جلوس پر بلاوجہ تشدد کیا۔ درآں حالاں کہ مسٹر گنیسن کمشنر سندھ کراچی میں موجود تھے اور مجمع کو منتشر کرنے کے عام ذرائع اختیار نہ کیے نہ لاٹھی چارج کیا، نہ گرم پانی استعمال کیا، اور نہ گولیاں چلانے سے پہلے مناسب اِنتباہ کیا گیا۔ اس جلسے میں من درجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی جو وائسرائے گورنر سندھ اور مرکزی مجالس وضع قوانین اور بمبئی کونسل کے مسلمان ممبروں کے پاس بھیجی گئیں۔

آزاد تحقیقات کا مطالبہ

ا۔ مسلمانانِ سکھر کا یہ جلسہ متعلقہ حکام کے غیر ذمہ دار فعل کی سختی سے مذمت کرتا ہے کہ انھوں نے معاملہ کے مالہ وماعلیہ پر اچھی طرح غور کیے بغیر اور غازی

Marfat.com

عبدالقیوم کے جنازے کے جلوس میں شریک ہونے والے پُرامن اور بے گناہ مسلمانوں کو مناسب طریق پر متنبہ کیے بغیر یورپین فوجوں کو گولی چلانے کا حکم دے دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بے گناہ مسلمان جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھی، زخمی ہوئے اور مارے گئے۔ یہ جلسہ حکومت بمبئی سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس دردانگیز واقعہ کی تحقیقات کے لیے ایک آزاد کمیشن مقرر کرے اور جن افسروں پر جرم ثابت ہو انہیں قرار واقعی سزا دے۔

مسلمان ممبروں سے درخواست

۲۔ یہ جلسہ بمبئی کونسل کے سندھی مسلم ممبروں اور مرکزی مجلس وضع آئین کے ممبروں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ حکومت پر زور ڈالیں کہ تحقیقات کے لیے آزاد کمیشن مقرر کیا جائے اور اگر حکومت کمیشن کے تقرر سے انکار کرے تو وہ احتجاج کے طور پر اپنی نشستوں سے مستعفی ہو جائیں۔

پس ماندگان سے ہمدردی

۳۔ یہ جلسہ ان نہتے اور بے گناہ شہیدوں کے متعلقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے جو گولیوں کے ہدف بنے اور بے دردی سے مارے گئے جب کہ وہ غازی عبدالقیوم کے جنازے کے آخری فرائض ادا کر رہے تھے۔

شہدا کے لیے دعائے مغفرت

۴۔ یہ جلسہ تمام شہیدوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اور بارگاہِ ایزدی میں ملتجی ہے کہ شہداء کی رُوحیں ظلِ رحمت میں اَمن حاصل کریں۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۸ر مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثۂ خونیں کے تازہ حالات

حکام کی بے تدبیری، بدعہدی اور نالائقی

(از محمد یونس صاحب علیگ، سیکرٹری کراچی سدھار سوسائٹی)

کراچی میں ۱۹ر مارچ کو دن کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے نہتے اور پُرامن ہجوم پر انگریزی فوج نے جس بے رحمی سے گولیاں چلائیں اس کے متعلق نہایت غلط اور مبالغہ آمیز اطلاعات خبر رَساں ایجنسیوں نے اخبارات کو بھیجی ہیں جس کی غرض و غایت اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ کراچی سے باہر کے لوگوں کو ان مظلوم شہداء کے پس ماندگان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی تک سے روکا جائے اور سرکاری عہدہ داروں کی نالائقی، عدم تدبر اور بدانتظامی پر پردہ ڈال دیا جائے۔

اسلامی پریس کی بے چارگی

کراچی کے شائع ہونے والے اسلامی اخبارات اس حادثہ فاجعہ کے متعلق کسی قسم کی خبر تک شائع نہیں کر سکتے۔ مجسٹریٹ نے تمام اخبارات اور مطابع کے مالکوں، ایڈیٹروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس موضوع پر نہ کوئی مضمون لکھیں، نہ خبر شائع کریں حتی کہ مطابع میں شہداء کے ساتھ ہمدردی کرنے کے متعلق یا ان کے پس ماندگان کی اِمداد کے لیے کوئی اپیل تک شائع نہیں ہوسکتی جب تک کہ سٹی مجسٹریٹ صاحب بہادر اس کے مضمون کو ایک نظر ملاحظہ نہ فرمالیں۔

مقامی رہنماؤں نے ۲۱ر مارچ کو فیصلہ کیا کہ ۲۳ر مارچ کو جمعہ کے دن ایک پبلک میٹنگ کی جائے۔ اشتہار کا مسودہ ایک ایک پریس میں لے جایا گیا لیکن ہر جگہ سے یہی جواب ملتا کہ ہم طبع نہیں کر سکتے اور مجسٹریٹ کے اَحکام کی خلاف وَرزی کر کے اپنے کو مصیبت میں پھنسانے کے لیے تیار نہیں۔ سندھ کے واحد اسلامی جریدہ روزنامہ الوحید نے احتجاجاً اپنی اشاعت ہی بند کر دی ہے۔ اس قسم کا اَقدام دوسرے اسلامی جرائد نقیب، نجات اور ترجمان بلوچ کرنے والے

Marfat.com

ہیں۔ قارئین اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ صورتِ حالات کراچی کے مسلمانوں کے لیے کس قدر صبر آزما ہے۔

کتمانِ حق

اسمبلی کے بھرے اجلاس میں مسٹر گابا کی تجویز کے جواب میں ہوم ممبر نے جو تقریر کی، نیز سر سیموئیل ہور نے پارلیمنٹ میں کراچی کے حادثہ کے متعلق جو کچھ کہا وہ کتمانِ حق کی بدترین مثال ہے۔ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ شہر سے جنازہ کا جلوس نکالیں، انہوں نے پولیس سے زبردستی جنازہ چھین لیا...... وہ لاٹھیوں سے مسلح تھے...... ایک مسلمان نے ایک گورے سپاہی سے رائفل چھیننے کی کوشش کی، مسلمان ملٹری پر حملہ آور ہوئے ...... اگر جلوس کو شہری طرف بڑھنے کی اجازت دی جاتی تو اس قدر قتل و غارت ہوتا جس کی مثال کراچی بل کہ ہندوستان کی گزشتہ تاریخ میں نہ ملتی...... وغیرہ جس قدر اطلاعات شائع ہوئی ہیں یا بیانات دیے گئے ہیں از سرتا بہ پا غلط اور گمراہ کن ہیں۔

پھانسی کا التواء

غازی عبدالقیوم کو پہلے ۴ر مارچ کو پھانسی دی جانے والی تھی یہ اطلاع تقریباً ایک ہفتہ قبل اخبارات میں شائع ہوگئی تھی۔ بعض معززین شہر کا ایک وفد زیر سرکردگی جناب شیخ عبدالمجید صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے ملا۔ غازی مرحوم کے اعزا نے خواہش کی تھی کہ نعش کو ان کے وطن مالوف پہنچایا جائے۔ اس وفد نے زور دیا کہ نعش کو ورثا کے حوالہ کردیا جائے تاکہ وہ عام مسلمانوں کی خواہش کے مطابق تجہیز و تکفین کا مناسب بندوبست کرسکیں۔ حکام کی خواہش ایسی معلوم ہوتی تھی کہ نعش کو سرکاری طور پر غازی عبدالقیوم کے وطن پہنچادیا جائے تاکہ کراچی میں کسی قسم کا جلوس و مظاہرہ نہ ہو۔ وفد نے حکام سے کئی ملاقاتیں کیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حکام کا نقطۂ نظر تبدیل ہوگیا ہے۔ آخری ملاقات کے موقع پر جو ۳ر مارچ کو ہوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسلم زعماء کو وہ تار دکھایا جو پھانسی کے اِلتوا کے سلسلہ میں اس کو گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے موصول ہوا تھا اور وعدہ کیا کہ وہ پھانسی کے متعلق آخری اَحکام کے موصول ہونے پر مسلم رہنماؤں سے مشورہ کریں گے کہ نعش کو کہاں اور کس طرح دفنایا جائے۔ مسلم رہنماؤں نے ان کو قطعی طور پر یقین دلایا تھا کہ اگر نعش کو مسلمانوں کے حوالے کردیا گیا تو کسی قسم کی گڑبڑ نہیں ہوگی

Marfat.com

اور وہ اس سلسلہ میں ہر قسم کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار تھے۔ مسلمانوں کی خواہش صرف اس قدر تھی کہ غازی کے جنازہ کی تجہیز و تکفین وہ خود کریں، حکام خود ایک راستہ مقرر کر دیں، جنازہ کو اس راستہ سے قبرستان تک لے جایا جائے اور جمیع مسلمانوں کو نماز جنازہ میں شرکت کا موقع ملے۔

وعدہ خلافی

پھانسی ۱۴ مارچ کو نہیں دی گئی۔ مسلمان اَمن و سکون کے ساتھ حکومت کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے انہیں یقین تھا کہ اگر غازی کو پھانسی کراچی میں دی گئی تو حکام اپنے وعدہ کے مطابق مسلم رہنماؤں سے مشورہ کریں گے اور جمیع مسلمانوں کو تجہیز و تکفین میں حصہ لینے کا موقع ملے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

یکا یک ۱۹ مارچ کو تقریباً ۱۰ بجے شہر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آج صبح ۴ بجے غازی عبدالقیوم کو جیل میں پھانسی دے دی گئی جس نے یہ خبر سنی۔ رنج و اَلم کے عالم میں جیل یا قبرستان کی طرف رَوانہ ہو گیا۔ اسلامی دکانیں بند ہونے لگیں، گاڑیاں چلنی بند ہو گئیں، مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں اس خبر کے سنتے ہی ماتم بپا نہ ہو گیا ہو، مسلم رہنما بالکل بے خبر تھے، حکام نے ان سے قطعی طور پر مشورہ نہیں کیا، نہ ان کو کسی قسم کی اطلاع دی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ خبر کو مخفی رکھنے سے مسلمانوں کو پتہ تک نہ چلے گا اور وہ خاموشی کے ساتھ غازی عبدالقیوم کی نعش کو درگاہ میواشاہ میں دفن کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوا کہ حکام کا اندازہ غلط تھا اور یہ نتیجہ تھا ان کی غیر تجربہ کاری، نااہلی اور عدم تدبر کا۔

پھانسی اور مابعد کے واقعات

۱۹ مارچ کو ہولی کے دن جب کہ تعطیلات کے سبب ہزاروں آدمی بے کار تھے اور ہندوؤں کے تہوار کا دن تھا، صبح کو ۴ بج کر ۱۰ منٹ پر غازی عبدالقیوم کو تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا۔ چار بجے سے پہلے کسی باہر کے آدمی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جیل کے اندر غازی عبدالقیوم کو پھانسی دینے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ اگر اس راز سے واقف تھے تو پولیس و جیل کے حکام بالا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، سٹی مجسٹریٹ یا درگاہ میواشاہ کے متولی جن کی اجازت سے شب کے بارہ بجے درگاہ کے اِحاطہ میں قبر کھودی گئی۔ ان حضرات کے سوا اس رازِ دروں سے اور کوئی واقف نہ

Marfat.com

تھا حتی کہ غازی عبدالقیوم کے ورثا تک کو اس کا پتہ نہ تھا۔

تقریباً ۵ / بجے صبح کو چند پولیس مین غازی عبدالقیوم کے ناشاد ورثا کے پاس ایک موٹر بس لیے ہوئے پہنچے اور ان کو سوتے سے جگایا۔ ان کو اطلاع دی گئی کہ آج عبدالقیوم کو پھانسی دی جائے گی آخری ملاقات جا کر کر آؤ۔ اس خبر کا سننا تھا کہ ان کا گھر ماتم کدہ بن گیا اور قرب و جوار کے رہنے والے ہمسایوں کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ پولیس کی موٹر بس اعزا کو لے کر روانہ ہوگئی۔ کس طرف؟ جیل کی طرف نہیں قبرستان کی جانب! راستہ میں اعزا نے دریافت کیا کہ ہم کو کہاں لے جا رہے ہو، جیل کا تو یہ رستہ نہیں۔ تب ان کو معلوم ہوا کہ غازی عبدالقیوم کو پھانسی دی جا چکی ہے اور ان کا جنازہ قبرستان میں لے جایا جا چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قبرستان میں اجتماع

یہ لوگ روتے دھوتے قبرستان پہنچے تو دیکھا کہ سچ مچ غازی کا جنازہ موجود ہے اور قبر بھی تیار ہے۔ مولوی غلام رسول پیش امام مسجد قصایاں کو پولیس نے منگوا رکھا تھا۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مرحوم کے اعزا اور چند مسلمان جو درگاہ سے متعلق تھے۔ شریک ہوئے۔ یہ سب کچھ مجسٹریٹ کی موجودگی میں اور پولیس کے پچاس سپاہیوں کی نگرانی میں ہوا۔ نماز ختم ہوتے ہوتے ۷ / بجے کا وقت ہو چکا تھا۔ غازی کا جسم قبر میں رکھا جا چکا تھا، ابھی قبر کو پاٹا نہیں گیا تھا کہ چہار سُو مسلمان درگاہ میوا شاہ کے دروازہ پر جمع ہو گئے جو پولیس نے بند کر رکھا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں نماز جنازہ پڑھنے کا موقع دیا جائے۔ غازی کے اعزا نے بھی اس اَمر کی خواہش کی کہ ابھی مرحوم کے بہت سے خویش و اَقارِب ایسے ہیں جن کا انتظار کرنا چاہیے تا کہ وہ بھی آخری زیارت کر سکیں۔ اس عرصہ میں آس پاس کے عورت مرد بچے جوق دَر جوق درگاہ کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ وہ نماز جنازہ اَدا کرنے نیز غازی کا آخری دیدار کرنے کے آرزومند تھے۔ مجسٹریٹ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ غازی کی نعش قبر سے نکال لیں اور باہر لے جا کر نماز جنازہ اَدا کر لیں۔ مسلمانوں کے پرّے کے پرّے آتے تھے اور نماز جنازہ اَدا کرتے جاتے تھے۔ مجسٹریٹ یا پولیس نے کسی کو کچھ نہیں کہا اور نہ کسی قسم کا تعرض کیا۔ جوں جوں دیر ہوتی گئی مجمع زیادہ ہوتا گیا حتی کہ دس اور گیارہ بج گئے اور حاضرین کی تعداد کا اندازہ بیس اور تیس ہزار کے درمیان پہنچ گیا۔

Marfat.com

غلطی کا احساس

یکا یک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مع اپنے دیگر مشورہ کاروں اور پولیس کی معیت کے نعش کو اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر شہر کی طرف واپس چلے گئے۔ غالبًا ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ باوجود اس قدر اِخفا کے مسلمانوں کو بے خبر نہیں رکھ سکے اور ان کی نیز ان کے مشورہ کاروں کی توقع کے بالکل برعکس مسلمانوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ انتظامی نقطۂ نظر سے حکام کی یہ دوسری غلطی تھی ان کو چاہیے تھا کہ مسلم رہنماؤں کو ۱۹/ مارچ سے ایک دو دن پہلے بلا کر حسب وعدہ فیصلہ کرتے کہ نعش کی تجہیز و تکفین کس طرح کی جائے اور اس طرح چوروں کی طرح کام نہ کرتے پھر اگر یہ نہیں کیا گیا تھا تو نعش کو عام مسلمانوں کے جم غفیر کے حوالہ کر کے یوں واپس چلا جانا اگر حماقت نہیں تھی تو اور کیا تھا؟

مسلمان بالکل پُر امن تھے

مسلمان جوق دَر جوق چلے آ رہے تھے۔ چاروں طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ وہ نماز جنازہ اَدا کرے۔ لوگ وضو کرنا چاہتے تھے۔ وضو کے لیے پانی میسر نہ آتا تھا۔ چالیس ہزار کے مجمع میں بیس ہزار سے زائد آدمی ایسے تھے جنہوں نے نماز جنازہ اَدا نہیں کی تھی، آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا اور ہر شخص نماز میں شرکت کے لیے سبقت کرنا چاہتا تھا۔ اس صورت حالات کو دیکھتے ہوئے عوام کی ایک جماعت کی طرف سے صدائیں بلند ہوئیں کہ چا کیواڑہ عیدگاہ میں نعش کو لے جایا جائے۔ وہاں اطمینان کے ساتھ سب لوگ نماز جنازہ ادا کریں۔ تجویز معقول تھی، لوگوں نے جنازہ کو کندھے پر رکھا اور چا کیواڑہ عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۸ / مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

کراچی کے حکام کی ہول ناک مجرمیت

زہرہ گداز حادثہ کا زہرہ گداز نقشہ

کراچی کے خونچکاں حادثہ کے متعلق جو مزید بیانات مختلف ذمہ دار افراد کی طرف سے موصول ہوئے ہیں ان سے مسلم اکابر کراچی کے بیان کی حرفاً حرفاً تائید ہوتی ہے مثلاً یہ کہ:

۱۔ مسلم رہنما ہر ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار تھے، صرف ماننا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو مرحوم عبدالقیوم کے جنازے کی نماز اَدا کرنے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ متعلقہ حکام نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پھانسی سے قبل مسلم رہنماؤں اور مرحوم کے رشتہ داروں کو اطلاع دے دیں گے نیز مرحوم کی میت ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دی جائے گی۔

۳۔ پھانسی کی تاریخ اور وقت کے متعلق مسلم رہنماؤں یا مرحوم کے رشتہ داروں کو کوئی اطلاع نہ دی گئی بل کہ ۱۹ / مارچ کو صبح کے چار بجے مرحوم کو بلا اطلاع پھانسی دے دی گئی۔ میواشاہ کے قبرستان میں ایک قبر کا انتظام کر لیا گیا۔ مرحوم کے رشتہ داروں کو صبح آخری ملاقات کے بہانے سے جگایا گیا لیکن انہیں میواشاہ کے قبرستان میں پہنچا دیا گیا جہاں پہنچ کر ان پر یہ حقیقت کھلی کہ مرحوم کو پھانسی دی جا چکی ہے۔

۴۔ یہ خبر سن کر مسلمان قبرستان میں جمع ہونے لگے، میت لحد میں اُتاری جا چکی تھی لیکن تدفین عمل میں نہیں آئی تھی کہ مسلمان موقع پر زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے اور حکام وہاں سے چلے آئے۔

۵۔ مسلمان میت کو اُٹھا کر نماز جنازہ کے لیے چاکیواڑہ عیدگاہ میں لا رہے تھے جو قبرستان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔

۶۔ عیدگاہ صرف چار سو گز کے فاصلے پر رہ گئی تھی جب کہ مجمع پر بلا اِنتباہ اور بلا اطلاع گولی

Marfat.com

چلائی گئی۔

۷۔ گولی چلنے تک مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوئی جس سے یہ شبہ بھی پیدا ہو سکتا کہ وہ کوئی فساد برپا کرنا چاہتے ہیں یا ان کا ارادہ ہے کہ میت کو شہر میں لے جائیں اور اس طرح موجب فساد بنیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات میں گولی چلانے کے متعلق کون سی وجہ پیدا ہوئی؟ اگر حکام جلوس کو روکنا چاہتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ اسے خود قبرستان میں نہ روکا گیا اور کم و بیش ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کی اجازت دی گئی؟ کیا وجہ ہے کہ لیاری ندی کے پل پر نہ روکا گیا، حالاں کہ وہ پل جلوس کو روکنے کا ایک بہت اچھا موقع تھا۔ کیا وجہ ہے کہ نہ جلوس والوں سے پوچھا گیا کہ وہ میت کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟

اب گولی چلنے کے واقعات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ چاکیواڑہ عیدگاہ مرکز شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ہے اور اس کے آس پاس مسلمانوں کی آبادی ہے۔

۲۔ جس جگہ گولی چلائی گئی وہ اتنی تنگ ہے کہ جنازہ کے پیچھے جو آدمی آ رہے تھے انہیں علم ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ سامنے فوج ہے اور اگر وہ آگے بڑھے یا منتشر نہ ہوئے تو گولی چل جائے گی نہ وہ گولی چلنے پر ادھر اُدھر بھاگ سکتے تھے۔

۳۔ گولی صرف چند قدم کے فاصلے پر سے چلائی گئی سرکاری بیان مُظہر ہے کہ ۴۷ راؤنڈ چلائے گئے۔ شہدا کی تعداد کم از کم ۴۷ اور زخمیوں کی تعداد کم از کم ۱۰۱ بیان کی گئی ہے، دوسرے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مضروبین کا ابھی تک پتہ نہیں مل سکا۔ اگر سرکاری بیان کو بھی درست سمجھا جائے تو ہر گولی کم از کم تین آدمیوں پر اثر انداز ہوئی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ فاصلہ بہت کم تھا۔

۴۔ گولی چلانے سے قبل نہ کوئی انتباہ کیا گیا نہ مجمع کو منتشر ہونے کا حکم اور وقت دیا گیا نہ لوگوں سے یہ کہا گیا کہ حکام کے نزدیک قیام امن کے جو اُصول ہیں ان کی پیروی نہ کرو گے تو گولی چلا دی جائے گی، نہ ہوا میں فائر کیے گئے نہ گولیوں کا رُخ زمین کی طرف رکھا گیا بل کہ مختلف رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر آدمیوں کے سینوں اور سروں میں گولیاں لگیں۔

Marfat.com

۵۔ ایک نیا انکشاف یہ ہوا ہے کہ موقع پر طبی امداد کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سیکرٹری صاحب کراچی سندھ سوسائٹی کا بیان مُظہر ہے کہ ایمبولینس کاریں تقریباً ایک گھنٹہ بعد موقع پر پہنچیں۔

۶۔ گولیوں سے بعض وہ لوگ بھی مجروح ہوئے جو آس پاس کی جھونپڑیوں میں تھے اور جلوس میں شامل نہ تھے۔

ان واقعات میں کون سی چیز ایسی نظر آتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ متعلقہ حکام نے عقل، سمجھ، تدبیر اور انسانیت سے کام لیا؟ اگر وہ سمجھتے تھے کہ نماز جنازہ اَدا کرنے کی حالت میں بدامنی پیدا ہو جائے گی تو بہتر ہوگا کہ پوری سختی کے ساتھ اس اجازت سے انکار کر دیتے۔ مسلم رہنماؤں سے پہلے ہی کہہ دیتے کہ اجازت نہیں دی جائے گی یا میت کو اپنے اہتمام میں کسی ایسے مقام پر پہنچا دیتے کہ ایسا کوئی موقع پیش نہ آتا۔ اگر وہ مسلمانوں کے مطالبہ اَدائے نماز جنازہ کو جائز سمجھتے تھے تو بہتر ہوتا کہ مسلم رہنماؤں کے ساتھ مشورہ کر کے سارا انتظام کرتے اور رہنما ہر قسم کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے ہمہ تن تیار تھے۔ اگر جلوس کو روکنا منظور تھا تو بہتر ہوتا کہ اسے قبرستان میں روکا جاتا یا لیاری ندی کے پل پر روکا جاتا یا اگر یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمان عید گاہ میں نماز جنازہ اَدا کر کے میت کو دفن کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام کر دیا جاتا اور جب جلوس قبرستان سے تقریباً ایک میل آگے آ چکا تھا اور عید گاہ کے راستے کی طرف مڑنے والا تھا تو پھر گولی چلانے کا کون سا موقع تھا؟ البتہ جلوس شہر کی طرف آتا تو جو مناسب سمجھا جاتا کیا جاتا؟ سب سے آخر میں گولی چلانے سے قبل اِنتباہ ضروری تھا اور لوگوں کو منتشر ہو جانے کا پورا موقع دینا چاہیے تھا لیکن ایسی جگہ پر گولی چلائی گئی اور ایسی حالت میں چلائی گئی کہ نہ عام مجمع اس مصیبت سے آگاہ تھا نہ اُس کے لیے منتشر ہونے کا موقع تھا بلکہ ایسے لوگوں کے بھی گولیاں لگیں جو سرے سے مجمع میں شریک ہی نہ تھے۔

حکومت ہند، حکومت بمبئی اور حکومت برطانیہ کو جو اطلاعات بہم پہنچائی گئیں وہ بالکل غلط اور اَز سر تا پا خلاف واقعہ تھیں۔ آج یہ حقیقت سب کے سامنے آ چکی ہے۔ آج آزاد تحقیقات کی ضرورت واہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ حکومت کا اولین فرض ہے کہ وہ ان اُمور پر فوراً توجہ مبذول کرے اور کراچی کے پُرامن مسلمانوں پر مقامی حکام کی بے تدبیری سے جو ہولناک مصیبت نازل ہوئی ہے اس کی جلد سے جلد تلافی کرے۔

Marfat.com

جتنی نئی تفصیلات سامنے آتی ہیں واقعہ ہائلہ کی دردانگیزی اور زہرہ گدازی میں اضافہ کرتی چلی جا رہی ہیں۔ کراچی کے اخباروں میں کوئی اطلاع شائع نہیں ہوسکتی۔ ''الوحید'' (اخبار) احتجاجاً بند ہے۔ ''ترجمان بلوچ'' میں صرف سیاہ حاشیہ درج ہے۔ ''نقیب'' کا صرف ایک ورق نکلتا ہے جس میں مجبوریوں کا ذکر ہے۔ تمام ہندوستانیوں اور تمام انسانیت دوستوں کا فرض ہے کہ وہ کراچی کے واقعہ ہائلہ کی دردانگیزی پر متوجہ ہوں اور جو حکام اس کے موجب بنے انہیں عبرت ناک سزائیں دلوانے کی ہر مناسب تدبیر اختیار کریں۔

☆

انقلاب ۲۸ / مارچ ۱۹۳۵ء

طول وعرض ہند میں حادثۂ کراچی پر غم وغصہ کی لہر

آزاد تحقیقات اور شہداء کے ورثا کو تاوان دینے کا مطالبہ

اسلامی اداروں اور عظیم الشان جلسوں کی احتجاجی قراردادیں

لاء کالج کے مسلم طلبا کا برقیہ

لاہور، ۲۵ / مارچ۔ راجہ مشتاق احمد خاں بی اے سیکرٹری لاء کالج مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لاہور مطلع فرماتے ہیں کہ؛

''لاء کالج کے مسلمان طلبا نے من درجہ ذیل احتجاجی برقیہ گورنر بمبئی کو ارسال کیا ہے:

''لاء کالج کے مسلمان طلبا کراچی میں مسلمانوں کے نہتے ہجوم پر جس میں خواتین اور اطفال بھی شامل تھے۔ حکام نے جس نامعقول اور غیر دانش مندانہ طریقہ پر فائر کیے اس پر انتہائی غم وغصہ اور خوف وہراس کا اظہار کرتے ہیں۔''

انجمن اسلامیہ امرت سر کا احتجاج

لاہور ۲۶ / مارچ۔ انجمن اسلامیہ امرت سر نے اپنے اجلاس خصوصی میں جو ۲۲ / مارچ کو جناب شیخ صادق حسن بیرسٹرایٹ لاء کی صدارت میں منعقد ہوا، من درجہ ذیل قراردادیں منظور کی ہیں:

Marfat.com

''۱۔ **انجمن اسلامیہ امرت سر** کا یہ جلسہ کراچی کے اَلم ناک حادثہ پر جس میں کثیر التعداد نہتے مسلمان مرد شہید اور مجروح کیے گئے۔ پُر زور طریقہ پر اظہارِ افسوس کرتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس خونیں حادثہ کی آزاد تحقیقات کرے اور جو افسران اس حادثہ کے ذمہ دار ہیں ان کو سنگین سزائیں دے۔

۳۔ یہ جلسہ حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ شہداء کے پس ماندگان کو خون ناحق کا کافی تاوان اَدا کرے۔

۴۔ یہ جلسہ تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ریلیف فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیں۔

۵۔ یہ جلسہ ان ہندو بھائیوں کے جذبہ کی قدر کرتا ہے جنہوں نے مظلومین کراچی کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا ہے۔

۶۔ **انجمن اسلامیہ** نے ایک سب کمیٹی اس غرض سے مامور کی ہے کہ مظلومین کراچی کی امداد کے لیے روپیہ فراہم کرے۔ میاں عمر دین خاں میونسپل کمشنر مذکورہ بالا سب کمیٹی کے سیکرٹری مقرر کیے گئے ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کی قرارداد

۲۲ رمارچ کو بعد نماز مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں شہدائے کراچی کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا اور اتفاق رائے سے من درجہ ذیل ریزولوشن پاس کیا گیا:

''**احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور** کا یہ عام اجلاس کراچی کے بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کے کشت وخون کو نہایت غم وغصہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس حادثۂ ہائلہ کے متعلق ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے اور ان حکام کو کماحقہٗ سزا دے جن کی غفلت سے یہ صورت حالات پیدا ہوئی اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ شہداء کے پس ماندگان کو ان کے خونِ ناحق کا معاوضہ دے۔ نیز یہ اجلاس جملہ شہداء کراچی کے پس ماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے قوم سے اپیل کرتا

Marfat.com

ہے کہ ان کی امداد کے لیے جو فنڈ کھولا گیا ہے اس میں پوری امداد کرنی چاہیے۔

انجمن اسلامیہ منڈی بہاءالدین

انجمن اسلامیہ منڈی بہاؤالدین کے زیر اہتمام ۲۴ / مارچ کو بعد از نماز عصر کراچی کے حادثۂ خونیں کے خلاف مسلمانانِ علاقہ منڈی بہاؤالدین کا ایک جلسہ جامعہ مسجد میں منعقد ہوا جس میں کراچی کے بے گناہ مسلمانوں پر گولی چلانے کے اقدام کے خلاف احتجاج کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حکومت اس معاملہ کے متعلق ایک آزادانہ تحقیقات کرے۔

محمد الدین ایڈیٹر صوفی و

صدر انجمن اسلامیہ

جمعیۃ اسلام لاہور کا احتجاجی جلسہ

لاہور ۲۶ / مارچ۔ آج بعد نماز ظہر مرکزی جمعیۃ اسلام لاہور کا ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں غازی عبدالقیوم کی شہادت کے روز پُر امن اور نہتے مسلمانوں پر گولی چلائے جانے کے خونین سانحہ پر صدائے احتجاج بلند کی گئی اور حکومت سے پُر زور الفاظ میں آزاد و فوری تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا۔

☆

الفقیہ ۲۱ / ۲۸ / مارچ ۱۹۳۵ء

واقعہ ہائلہ کراچی کے کشتگان کی تعداد

کراچی، ۲۳ / مارچ: منگل کے دن کراچی میں نہتے مسلمانوں پر بے پناہ گولیوں کے زخمیوں میں سے آج صبح ہسپتال میں ایک زخمی جاں بحق ہو گیا ہے۔ اس سے شہیدوں کی تعداد ۳۹ / تک پہنچ گئی۔ ہسپتال میں ابھی ۸۷ مجروح موجود ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کی حالت سدھر رہی ہے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۹ / مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کا واقعہ ہائلہ- مسلم ارکان اسمبلی کا فیصلہ

نئی دہلی ۲۶ / مارچ: اسمبلی کے مسلم ارکان نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر کراچی میں گولی چلانے کے واقعہ ہائلہ کی تحقیقات کے لیے حکومت نے کوئی غیر جانب دار پبلک کمیٹی مقرر نہ کی تو ایک غیر سرکاری تحقیقاتی کمیٹی جو مسلم اور غیر مسلم ارکان پر مشتمل ہوگی- بنائی جائے گی تا کہ وہ موقع پر پہنچ کر شہادت لے سکے اور پبلک اور حکومت کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرے۔

مسلمانوں نے غازی عبدالقیوم کی قبر کو نہیں کھودا تھا- ایک غلط خبر کی تردید

لاہور، ۲۷ / مارچ: مولانا محمد صادق، شیخ عبدالمجید، مولوی محمد ثناء اللہ، سید محمد اسلام بیرسٹر، سیٹھ عالم علوی، مشہور و معروف سندھی لیڈروں نے من درجہ ذیل بیان دفتر احرار کے نام بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے:

"ہندوستان کے تمام جرائد نے اپنی اپنی اشاعتوں میں اس غلط خبر کو شائع کیا ہے کہ مسلمانانِ کراچی نے غازی عبدالقیوم کی نعش کو قبر کھود کر باہر نکال لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پولیس نے غازی ممدوح کی نعش کو لحد میں رکھا تھا مگر لحد کو مٹی یا پتھروں سے بند نہیں کیا تھا، اربابِ حل وعقد نے مسلمانوں کو غازی عبدالقیوم کا منہ دیکھنے سے منع نہیں کیا تھا، اسی غرض سے مسلمانوں کا ایک جم غفیر قبر کے نزدیک جمع ہوا تھا، جنھوں نے لحد سے نعش کو نکال کر باہر رکھ دیا تھا تا کہ عوام الناس اس کا منہ دیکھ سکیں اور نماز جنازہ اَدا کی جائے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۹ / مارچ ۱۹۳۵ء

ملتان میں حادثۂ کراچی پر احتجاج

۲۲ / مارچ کو مسلمانانِ ملتان کا ایک جلسہ زیر صدارت سید زین العابدین شاہ صاحب جیلانی صدر انجمن فدایانِ اسلام باغ عام خاص میں منعقد ہوا۔ حاضرین قریباً پندرہ ہزار ہوں گے جس میں محترم صدر کی طرف سے "ملتان کے مسلمانوں کے حقوق کی بربادی"، "کراچی میں اہل اسلام پر قیامت خیز حادثہ" اور "خانیوال میں عید کے دن مسلمانوں پر حملے" کے موضوعات پر ولولہ انگیز تقریر کے بعد من درجہ ذیل ریزولوشن پیش ہوا، جو غایت درجہ جوش و خروش کے عالم میں بالکل متفقہ و متحدہ طور پر پاس ہوا۔

"اسلامیانِ ملتان کا یہ عظیم الشان ماتمی جلسہ کراچی میں غازی عبدالقیوم شہید علیہ الرحمۃ کی پھانسی کے موقع پر اہل اسلام کے غیر مسلح مغموم مجمع پر رائل سکس رجمنٹ کی جانب سے بے پناہ آتش باری پر جس کے نتیجہ کے طور پر سینکڑوں مسلمان شہید و زخمی ہو چکے ہیں۔ نہایت غم و اندوہ ظاہر کرتا ہے اور کراچی کے ماتم زدہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ اس قیامت خیز حادثہ پر دلی ہمدردی کا اِظہار کرتا ہے۔ نیز گورنمنٹ کی خدمت میں اِلتجا کرتا ہے کہ وہ ذمہ دار افسروں کے خلاف مناسب کارروائی کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کی اَشک شوئی کرے۔"

خواجہ عبدالکریم تاصف پروپرائٹر اخبار "نمائندہ" ملتان

☆

Marfat.com

انقلاب ۳۰ر مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

عبدالقیوم مرحوم، گاندھی جی اور انارکزم

ہندوؤں کے ایک ''سیدھے سوال'' کا جواب

''پرتاپ'' کے مہاشہ کرشن جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمان جب کہتے ہیں کہ حضور خواجۂ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم کا قتل کا ازروئے شریعت واجب ہے تو اس کے معنی کیا ہیں؟ وہ مسلمانوں سے اور بالخصوص مسلم معاصرین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا عبدالقیوم کو نتھورام کے قتل کا حق حاصل تھا؟ اس سوال کا جواب ایک مرتبہ نہیں، دس مرتبہ، بیس مرتبہ، سو مرتبہ نفی میں دیا جا چکا ہے۔ کھول کھول کر بیان کیا جا چکا ہے کہ افراد نہ تو افراد کے جرائم کا تعین کر سکتے ہیں نہ انہیں سزا دے سکتے ہیں، مجرمین کے جرائم کا فیصلہ اور ان پر سزاؤں کا نفاذ کلیۃً عدالتوں سے متعلق ہے۔ اسلامی شریعت نے کسی فرد کو یہ حق عطا نہیں کیا کہ وہ بہ طور خود کسی مجرم کو سزا دے دے اور مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ عبدالقیوم کا فعل شرعاً یا قانوناً درست تھا، بل کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ اس واقعہ کی تہ میں وجوہ و محرکات اشتعال بے حد قوی تھے۔ ظاہر ہے کہ عبدالقیوم مرحوم کو نتھورام کے ساتھ کوئی ذاتی یا خاندانی عداوت نہ تھی، نتھورام نے ایک ایسی کتاب شائع کی جس سے ہر مسلمان کو سخت و شدید رنج پہنچا۔ ہر مسلمان کی انتہائی دل آزاری ہوئی، مرحوم عبدالقیوم اس رنج اور دل آزاری کو ضبط نہ کر سکا اور حالت بے خودی و عدم ضبط و اشتعال میں اس سے وہ فعل سرزد ہوا۔ اگر نتھورام کتاب شائع نہ کرتا تو اس فعل کے صدور کا قطعاً کوئی امکان نہ تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مہاشہ کرشن کو اس واقعہ کے مخصوص متعلقات و محرکات سے تجاہل پر اصرار ہے؟

اور مہاشہ کرشن تو ان لوگوں میں سے ہیں جو سرکاری افسروں پر قاتلانہ حملے کرنے والوں کی بالواسطہ حمایت کرتے رہے ہیں، کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے سردار بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کے مقدمے، بھوک ہڑتال اور پھانسی کے زمانے کے تمام فائل پیش کیے جائیں؟ وہ ان ہندوؤں کی ہمیشہ حمایت کرتے رہے ہیں جنھوں نے ذبح گاؤ کی بنا پر مسلمانوں کو وحشیانہ

Marfat.com

مظالم کا تختۂ مشق بنایا اوران سے غالباً یہ حقیقت مخفی نہیں کہ گزشتہ سال اَجودھیا کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر وحشت، بہیمیت اور حیوانیت و درندگی کا جو طوفان نازل کیا تھا وہ کسی عدالت سے پروانۂ جواز حاصل کرنے کے بعد نازل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ جانتے ہیں کہ اس قسم کے بیسیوں واقعات بلا تکلف پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن مہاشہ جی اپنی ایک تحریر بھی پیش نہیں کر سکتے جس میں انھوں نے ایسے وحشی اور تہذیب نا آشنا اور انسانیت ناشناس ہندوؤں کی مذمت کی ہو۔ انہیں شاید یہ بھی یاد نہیں رہا کہ گاندھی جی نے سردار بھگت سنگھ اوران کے ساتھیوں کی پھانسیوں کے موقع پر کیا بیان دیا تھا، محض عمل ہی نہیں بل کہ قول وخیال میں بھی عدم تشدد کے اس داعی اعظم نے دہلی سے ۲۴ر مارچ ۱۹۳۱ء کو جو بیان شائع کیا تھا اس کے بعض حصے درج ذیل ہیں:

> ''اس نوجوان (سردار بھگت سنگھ) اور اس کے رفیقوں کو پھانسی نے تاج شہادت پہنا دیا ہے، ان کی موت سے ہزاروں کو اسی طرح صدمہ ہوا ہے گویا ان کے اپنے رشتہ داروں کی موت واقع ہوئی ہے...... ہم سب کو چاہیے کہ ان کے ایثار، ان کی ہمت اوران کی مصلحت نا اندیش شجاعت کی پیروی کریں، لیکن جس طرح انھوں نے ان صفات کو استعمال کیا اس طرح نوجوانوں کو نہیں کرنا چاہیے۔''

کیا یہ ان لوگوں کی تعریف نہیں ہے جو ایک انگریز افسر کے نہایت ہی افسوس ناک قتل کے جرم میں ماخوذ ہو کر سزا یاب ہوئے تھے اور حد درجہ اَفسوس ناک اَمر یہ ہے کہ وہ جس افسر کو لالہ لاجپت رائے کے انتقام میں قتل کرنا چاہتے تھے اس کے دھوکے میں انہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کا کوئی جرم اور کوئی قصور بھی نہ تھا۔ مہاشہ کرشن بتائیں کہ گاندھی جی کے محولہ بالا ارشاد کی نسبت ان کا کیا ارشاد ہے؟

اس زمانے میں گاندھی جی نے حکومت کے ساتھ نیا نیا سمجھوتہ کیا تھا اوران پر اعتراض ہو رہے تھے کہ سمجھوتے کے باوجود حکومت نے کیوں سردار بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی کی سزا دی، گاندھی جی جانتے تھے کہ سمجھوتے میں پھانسی کو روکنے کی کوئی شرط نہ تھی، لیکن اس کے باوجود انہوں نے کہا؛

> ''سمجھوتے (یعنی گاندھی اروِن میثاق) کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت کا یہ صاف وصریح فرض تھا کہ پھانسی کی سزا کو کم از کم غیر معین ملت کے لیے ملتوی کر دیا

Marfat.com

جاتا۔ حکام نے اپنی اس حرکت سے (یعنی پھانسی دینے سے) سمجھوتے کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور اس وحشیانہ طاقت کا مظاہرہ کیا ہے جو اسے حاصل ہے۔"

یہ رائے عامہ جس طرف گاندھی جی اشارہ کر رہے تھے کیا تھی؟ یہی تھی نا کہ سردار بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو پھانسی نہ دی جائے، اگرچہ وہ ایک بے گناہ افسر کے قتل کے جرم میں سزایاب ہوئے تھے، ان ارشادات کے متعلق مہاشہ کرشن جو کچھ تجویز فرمائیں اسے عبدالقیوم مرحوم کے واقعہ پر بھی چسپاں کر کے دیکھ لیں، اگر ان کا اطمینان نہ ہو تو پھر ہم سے استفسار فرمائیں۔ اس بیان کے آخر میں گاندھی جی نے لکھا تھا:

"ملک میں عام ہڑتال کا ہونا یقینی ہے، وفات یافتہ محبان وطن کی یاد کا احترام اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ نہایت خاموش اور پُرامن جلوس نکالے جائیں۔ اس موقع پر پاکیزگی نفس کے لیے کوششیں کرنی چاہیے۔"

بتائیے کیا یہ عوام کو سردار بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی پر مشتعل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی؟ اقتباس سے ظاہر ہے کہ اگر گاندھی جی کو ہڑتال کا یقین نہ ہوتا تو وہ اس کی بھی دعوت دیتے جس طرح انہوں نے خاموش اور پُرامن جلوس نکالنے کی دعوت دی اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے تعلق میں جائز سمجھا گیا جو عدالت کے فیصلے کے مطابق ایک بے گناہ افسر کے قتل میں سزایاب ہوئے تھے اور جنہوں نے خود ایک شخص کے لیے "سزا" تجویز کی، خود اس کا نفاذ کیا اور حد درجہ افسوس اس بات پر ہے کہ جس شخص کو "سزا" دینی مقصود تھی اس کے بجائے ایک بالکل غیر متعلق شخص کو "سزا" دے دی۔ مہاشہ کرشن نے اپنے غلط مفروضات کی بنا پر شریعت اسلامیہ کی نسبت لکھ دیا ہے کہ

"وہ شریعت بھی کیا جو ہر شخص کو یہ حق دیتی ہو کہ خاص جرم کے ثابت ہوئے بنا جسے چاہے سزا دے دے یہ کسی چشتی زمانے کی یادگار تو ہو سکتی ہے لیکن مہذب دنیا اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

ہمیں بتایا جائے کہ گاندھی جی کا بیان جس فعل کی بالواسطہ تعریف کر رہا ہے اسے کس زمانے کی یادگار قرار دیا جائے۔ اس سلسلے میں اور گزارشات بھی ہیں لیکن ہم انہیں سر دست ملتوی رکھتے ہیں۔

Marfat.com

آخر میں اتنا ضرور کہہ دینا چاہتے ہیں کہ مہاشہ کرشن نے اپنے زیرِ بحث مضمون میں شریعت پر بالواسطہ تعریضات کے علاوہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی تعریض میں تامل نہیں کیا، وہ لکھتے ہیں:

''یہ اَمر بھی قابل لحاظ ہے کہ جب اس جرم (جرم توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی سزا موت مقرر کی گئی تھی تو اس وقت حالات خاص تھے۔ خلفاء (رضی اللہ عنہم) کو اپنی حکومت قائم کرنی تھی۔ دوسروں کے دلوں پر اپنا سکہ جمانا تھا، وہ چاروں طرف دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔ اندرونی دشمنوں سے بھی انہیں مقابلہ تھا اور بیرونی دشمنوں سے بھی، ایسے پراگندہ حالات میں اگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی سزا موت قرار دی گئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آج تبدیل شدہ حالات میں بھی یہی سزا ہے۔''

گویا حضرت خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مختلف جرائم کے لیے جو سزائیں تجویز کیں وہ صرف اس مقصد وغرض کو پیش نظر رکھ کر تجویز ہوئی تھیں کہ ان کی حکومت قائم ہو جائے اور لوگوں پر ان کا سکہ جم جائے اور ان کے سامنے (معاذ اللہ) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول پاک کی سنت مطہرہ کی کوئی روشنی نہ تھی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۳۰/ مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثہ پرخون کے آنسو

بنارس اور لائل پور میں جلسے

بنارس، ۲۴/ مارچ۔ کل شب لنگڑے حافظ کی مسجد میں حادثۂ کراچی کے سلسلہ میں زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالکریم صاحب فاروقی مسلمانانِ بنارس کا ایک اہم جلسہ منعقد ہوا، جس میں جناب اشفاق احمد صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری، جناب مولانا شوکت علی صاحب، جناب مرزا اصغر حسین صاحب، جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے، ایل ایل بی، مولوی ابوالخیر صاحب سابق سیکرٹری بنارس میونسپلٹی نے تقریریں کیں اور ذیل کا ریزولوشن پیش ہو کر نہایت جوش وخروش کے ساتھ منظور ہوا؛

"مسلمانانِ بنارس کا یہ اجتماع کراچی کے خونی واقعات کے سلسلہ میں کراچی کے مقامی عملے کی شرم ناک رَوِش کو نہایت حقارت آمیز نظر سے دیکھتے ہوئے اپنے دلی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور شہیدوں کے اعزا اور مجروحین سے پوری ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے موجودہ نظام حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان اَفسوس ناک واقعات کے متعلق جلد از جلد ایک تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر کر کے معاملات کی تحقیقات کرے اور جن بہائم صفت حکام کے اشارہ سے یہ خون ریزی ہوئی ہے ان کو قرار واقعی سزا دے۔ کیوں کہ اس قسم کی نازیبا اور ڈوگر شاہی کارروائیاں مسلمانانِ ہند کے برداشت سے باہر ہیں۔"

لائل پور میں جلسہ

لائل پور ۲۲/ مارچ۔ بعد نماز جمعہ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسے میں من درجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:

Marfat.com

''مسلمانانِ لائل پور کا یہ پبلک جلسہ شہدائے کراچی کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اور شہداء کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ نیز اپنی حالت غلامانہ محسوس کرتے ہوئے کراچی کے ان حکام پر جو اس قتل عام کے ذمہ دار ہیں- ملامت کرتا ہے اور گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان غلط کار افسروں کو ٹھیک ٹھیک سزائیں دے کر کیفر کردار تک پہنچائے۔''

☆

انقلاب ۳۱ / مارچ، ۱۹۳۵ء

کراچی کے حادثۂ خونین کی غیر سرکاری تحقیقات

اسمبلی کے مسلمان ارکان کا فیصلہ

کراچی کے خونین واقعہ کے متعلق جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے حکومت ہند نے ابھی اس قسم کا کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے کہ اسمبلی کے مطالبہ کے مطابق تحقیقات کے لیے کوئی آزاد کمیشن مقرر کرے چناں چہ اس بنا پر کہ اسمبلی کے اجلاس اب عن قریب ختم ہونے ہیں۔ مسلمان اراکین میں حکومت کی اس لاپرواہی سے سخت تشویش پیدا ہوگئی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک ہفتہ میں حکومت نے آزاد تحقیقات کا انتظام نہ کیا تو اس کا صاف وصریح طور پر یہی مطلب ہوگا کہ حکومت صحیح تفصیلات کو چھپانا چاہتی اور تحقیقات سے گریز کر رہی ہے چناں چہ کل سہ شنبہ کی شام کو سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کی قیام گاہ پر اسمبلی کے سر برآوردہ مسلمان اراکین کا ایک مشاورتی جلسہ ہوا، جس میں حکومت کے سکوت اور تحقیقاتی کمیٹی کے مطالبہ کی طرف سے بے پرواہی پر غور کر کے یہ طے کیا گیا کہ اگر حکومت جلد سے جلد تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر نہ کرے تو فوراً ایک ایسی غیر سرکاری پبلک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے جو ہندو اور مسلمان اراکین پر مشتمل ہو اور وہ جلد سے جلد کراچی پہنچ کر تحقیقات شروع کر دے اور اپنی رپورٹ ملک کے سامنے پیش کر دے تا کہ لوگوں کو صحیح حالات اور ان واقعات سے مستند طور پر واقفیت ہو جائے کہ جو کراچی میں ہوئے ہیں۔

Marfat.com

خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کمیٹی پانچ یا چھ ارکان پر مشتمل ہوگی اور اس کی صدارت کے لیے ایک ایسے تجربہ کار شخص کو منتخب کیا جائے گا جو عدالتی اور قانونی کام کا پورا تجربہ رکھتا ہو اور جس کی قانون دانی کو حکومت بھی تسلیم کرتی ہو۔

☆

انقلاب ۳۱ / مارچ ۱۹۳۵ء (اداریہ)

کراچی کے واقعۂ خونیں کی غیر سرکاری تحقیقات

مسلم ارکان اسمبلی کا درست فیصلہ

کراچی کے حادثۂ خونیں کے متعلق جو حالات تدریجاً سامنے آئے ہیں، ان سے غیر مشتبہ طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ اس سے بدر جہا زیادہ دردانگیز اور بدر جہا زیادہ الم ناک تھا جتنا کہ شروع میں عام طور پر سمجھا گیا تھا۔ شروع میں اکثر اشخاص کا خیال یہی تھا کہ مسلم ہجوم سے ضرور کوئی غیر مناسب حرکت سرزد ہوئی ہوگی جس پر پولیس کو گولی چلانی پڑی اور اس پر رنج اس وجہ سے تھا کہ زیادہ آدمی شہید اور زخمی ہوئے لیکن جب حقیقی اور مستند حالات سامنے آئے تو واضح ہوا کہ ابتدا خبر رساں ایجنسیوں نے اس واقعۂ ہائلہ کی جو اطلاعات مہیا کی تھیں وہ صرف اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی تھیں کہ حکام کی شقاوت، ان کی سنگ دلی اور ان کی بے تدبیری چھپ جائے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا مجبوری کی حالت میں کیا، اب یہ حقیقت عالم آشکار ہے کہ گولی چلانے کا کوئی موقع، کوئی ضرورت اور کوئی مجبوری نہ تھی، نہ مسلمانوں سے کوئی غیر مناسب حرکت سرزد ہوئی، نہ وہ میت کے جلوس کو شہر میں لے جانا یا پھرانا چاہتے تھے بل کہ ان کی خواہش یہ اور صرف یہ تھی کہ مرحوم عبدالقیوم کے جنازے کی نماز ادا کر لیں۔ اگر حکام پھانسی سے پیشتر ذمہ دار مسلم رہنماؤں کو بلا کر جنازے کے مقام ومحل کا تصفیہ کر لیتے تو انہیں (حکام کو) کسی انتظام کی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑتی، حکام نے وعدہ بھی کیا تھا کہ مسلم رہنماؤں سے مشورہ کر لیں گے، انہیں پھانسی کی تاریخ سے مطلع کر دیں گے لیکن مسلم رہنما تو رہے ایک طرف۔ مرحوم عبدالقیوم کے رشتہ داروں کو بھی اطلاع نہ دی گئی اور نہ آخری ملاقات

Marfat.com

کرائی گئی بل کہ ۱۹ مارچ کو صبح کے چار یا پانچ بجے مرحوم کو پھانسی دے چکنے کے بعد ان کے رشتہ داروں کو یہ کہہ کر سوتے سے جگایا گیا کہ چلو عبدالقیوم سے آخری ملاقات کرلو اور انہیں جیل لے جانے کی بجائے میوہ شاہ کے قبرستان میں پہنچایا گیا، جہاں مرحوم کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور قبر تیار تھی۔

یہ خبر شہر میں پھیلی تو مسلمان جنازہ کی ادائیگی کے لیے قبرستان کی طرف جانے لگے، اس پر پولیس اور حکام کے دل میں بلا وجہ سراسیمگی پیدا ہوئی، اس وقت بھی صحیح تدبیر یہی تھی کہ ذمہ دار مسلم رہنماؤں کو بلا کر کہہ دیا جاتا کہ نماز جنازہ اُدا کر لی جائے اور اس کے لیے باہمی مشورہ سے مناسب وقت اور مقام کا تعین کرلیا جاتا لیکن حکام نے یہ بھی نہ کیا بل کہ جب لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہونے لگے تو حکام اور پولیس کے آدمی غائب ہو گئے، یہ بالکل غلط ہے کہ مرحوم کی میت کو دفن کیا جا چکا تھا اور مسلمانوں نے قبر کھود کر میت کو نکالا جیسا کہ بعض ابتدائی اطلاعات میں بیان کیا گیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ میت دفن نہیں ہوئی تھی بل کہ لحد میں اُتاری گئی تھی اور اس کا لحد میں اُتارنا بھی حقیقتہً حکام اور پولیس کی گھبراہٹ کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ جمع ہونے لگے ہیں، فی الفور میت قبر میں اُتار دی تاکہ جلد سے جلد دفن کر دیں لیکن لوگ اُدائے نماز جنازہ کے خواہاں تھے، اس کے لیے ضروری تھا کہ میت لحد سے باہر نکالی جاتی، حکام اور پولیس وہاں سے غائب ہوئے تو مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز جنازہ چاکیواڑہ عیدگاہ میں ادا کریں۔ یہ فیصلہ یقیناً اس لیے کیا گیا کہ شہر سے اور جتنے لوگ نماز جنازہ اُدا کرنے کے خواہاں ہوں، وہ بآسانی ایک معروف مقام پر پہنچ جائیں۔ چناں چہ میت کو عیدگاہ میں پہنچانے کی غرض سے اُٹھایا گیا، ایک میل کا فاصلہ طے ہو چکا تھا صرف چار سو گز کا فاصلہ باقی تھا۔ جلوس عیدگاہ کی سڑک پر مڑنے والا تھا کہ بلا اِنتباہ اور بلا اِطلاع نہایت قریب کھڑے ہو کر گولی چلا دی گئی، یہ مقام ایسا تھا کہ آگے کے آدمیوں کے سوا عام لوگوں کو خبر بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ سامنے فوج ہے اور آگے بڑھنے یا منتشر نہ ہونے پر گولی چل جائے گی۔ مختلف اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گولیاں بعض ایسے آدمیوں کو لگیں جو سرے سے جلوس میں شریک ہی نہ تھے بل کہ اپنی جھونپڑیوں میں کھانا پکا رہے تھے، یا کھانا کھا رہے تھے۔

ان دردانگیز حالات کے انکشاف کے بعد کون سا شخص کراچی کے حکام کی مجرمیت کے

Marfat.com

یقین میں ایک لمحہ کے لیے بھی متامل ہوگا۔ حکومت کا فرض تھا کہ وہ جلد سے جلد آزاد تحقیقاتی کمیشن کے تقرر کا اعلان کرتی لیکن حکومت ہند بھی خاموش ہے اور حکومت بمبئی نے بھی اب تک کچھ نہیں کیا۔ آخر کب تک انتظار کیا جائے؟ دہلی کی اطلاعات مظہر ہیں کہ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون ایم ایل اے نے انہی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسمبلی کے مسلم ممبروں کو جمع کیا۔ اس اجتماع میں فیصلہ ہوا کہ اگر حکومت جلد سے جلد آزاد تحقیقاتی کمیشن مقرر نہ کرے تو ایک غیر سرکاری کمیٹی مقرر کر دی جائے جو اپنی تحقیقاتی رپورٹ عوام کی آگاہی کے لیے ملک اور ارکان اسمبلی کے رُوبرو پیش کرے۔ ہر شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ کوئی تحقیقاتی کمیشن اس بیش بہا متاع زندگی کو واپس نہیں لا سکتا جو ۱۹؍ مارچ کو حکام کراچی کی شقاوت، سنگ دلی اور بے تدبیری کی نذر ہوئی۔ مقصود صرف یہی ہے کہ مجرم حکام کی مجرمیت آئینی طریق پر ثابت ہو جائے تاکہ انہیں عبرت ناک سزائیں دی جاسکیں۔

حکام اس لیے ہوتے ہیں کہ عوام کی حفاظت کریں۔ اس لیے نہیں ہوتے کہ عوام کی جانوں سے جب چاہیں بے پروائی اختیار کرلیں۔ اگر خدانخواستہ تحقیقات میں تاخیر ہوئی تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ صحیح اور حقیقی حالات کو دنیا کے سامنے لانے کی مشکلات بڑھ جائیں گی جو شہادتیں اب تازہ ہیں وہ مٹ جائیں گی۔ ضروری ہے کہ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون اور دوسرے ذمہ دار اصحاب ایسی تدابیر اختیار کریں کہ جلد سے جلد تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہو جائے۔ کیا حکومت کے نزدیک حکام کے اقتدار کی پاسداری اتنی اہم اور اتنی عزیز ہے کہ اسے ۳۷؍ بے گناہوں کی موت اور ایک سو ایک بے گناہوں کی زہرہ گداز مجروحیت بھی متاثر نہیں کر سکتی؟

یہ روش حکومت کے متعلق عوام میں اچھا خیال اور اچھی رائے پیدا نہیں کر سکتی، اگر حکام کراچی کی پوزیشن صاف ہے تو پھر تحقیقات میں کیوں تامل ہے؟ اور اگر صاف نہیں ہے تو پھر ان کی مجرمیت کے اعلان و اعتراف میں توقف کو کس بنا پر جائز سمجھا جاسکتا ہے؟ تحقیقات میں تاخیر سے عوام کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حکومت اندر ہی اندر تمام حالات کا جائزہ لے رہی ہے، اس کی خواہش یہ ہے کہ حکام کی پوزیشن کو محفوظ کرنے کی تمام تدابیر مکمل کر لے۔ اس کے بعد تحقیقات کا اعلان کرے۔ یہ شیوہ حکومت کے لیے ہرگز مفید نہیں بل کہ مضر ہے۔ بہ ہر حال اگر حکومت تحقیقات کے فوری آغاز کے لیے تیار نہیں تو غیر سرکاری تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر میں

Marfat.com

تامل نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون جلد سے جلد تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرا کے کام شروع کرا دیں گے۔ اس کمیٹی میں ہندوؤں کو شامل کر لینے کی تجویز بھی بالکل مناسب ہے۔ مسلمانوں کی مظلومیت ظاہر ہے اور انہیں کسی مجلس اور کسی کمیٹی میں اپنی مظلومیت کو پیش کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔

☆

انقلاب ۳۱/ مارچ ۱۹۳۵ء

کراچی کے خونیں حادثہ پر اسلامی ہند میں عالم گیر اضطراب

متعدد مقامات پر جلسے اور احتجاج

حصار میں جلسہ

حصار (بہ ذریعہ ڈاک) مسلمانانِ حصار کے عظیم الشان اجتماع میں من درجہ ذیل ریزولوشن منظور ہوئے:

"☆ مسلمانانِ حصار کا یہ عظیم الشان جلسہ مسٹر تصدق خان شیروانی کی ناگہانی موت پر اظہارِ افسوس کرتا ہے۔

☆ مسلمانان حصار کا مطالبہ ہے کہ حادثۂ کراچی کے متعلق ایک کمیٹی قائم کر کے متعلقہ افسران کو ان کے غیر دانش مندانہ رویہ کی وجہ سے پوری سزا دی جائے۔

☆ مسلمانانِ حصار کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کراچی کے متعلقہ افسران مسلم لیڈروں کے تعاون کو نظر انداز نہ کرتے تو خون ریزی تک نوبت نہ پہنچتی۔

☆ یہ جلسہ حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ آئندہ ایسے مواقع پر قتل و خون کے بجائے اشک آور یا دوسرے گیس استعمال کیا کرے جو نسبتاً کم مضر ہوں۔

☆ یہ جلسہ کراچی کے شہداء کے ورثاء سے دلی ہمدردی رکھتے ہوئے ہندوستان کے مسلمانوں سے التماس کرتا ہے کہ کراچی میں ان کی شہادت کی یادگار

Marfat.com

تعمیر کی جائے۔"

لاہور میں احتجاجی جلسہ

لاہور: ۲۹ / مارچ۔ آج شاہی مسجد لاہور میں مسلمانوں کا اجتماع شہداء کراچی پر اظہارِ افسوس کے لیے منعقد ہوا۔ جناب خطیب مولانا سید عزالدین صاحب نے ایک موثر تقریر فرمائی اور مسلمانوں کے اَلم ناک حادثے پر اظہارِ خیال کیا اور بتایا کہ یہ واقعہ ہماری مذہبی اور قومی زندگی پر نہایت گہرا اَثر ڈالنے والا تھا پھر باتفاق رائے حسب ذیل تجویز پاس ہوئی۔

"مسلمانانِ لاہور کا یہ جلسہ شہداء کراچی پر انتہائی غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے اور خداوند قدوس کی دَرگاہ میں دست بہ دعا ہے کہ وہ شہدا کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز یہ جلسہ گورنمنٹ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک آزاد کمیٹی مقرر کر کے اس واقعہ کی پوری تحقیق کرے اور شہدا کے اَقربا کے ساتھ پوری مالی اور اَخلاقی ہمدردی کا برتاؤ کرے اور ان کی آئندہ زندگی کو ہر صورت سے کامیاب بنائے۔"

☆

لاہور ۲۸ / مارچ۔ آج کمبوہان ہند لاہور کا ایک خاص اجلاس شیخ محبوب الٰہی ایڈووکیٹ کے دفتر زیر صدارت حاجی رحیم بخش منعقد ہوا جس میں حادثۂ کراچی پر انتہائی غم وغصہ اور شہدائے کراچی کے پس ماندگان سے ہمدردی کا اظہار کے ساتھ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فوراً اس خونیں حادثہ کی آزاد تحقیقات کرے۔

☆

رہتک میں احتجاجی جلسہ

۲۶ / مارچ کو بعد نماز عشاء مسجد کوٹ میں مولانا محمد فیاض صاحب خطیب مسجد کوٹ نے ایک موثر تقریر کی۔ بعد ازاں حسب ذیل ریزولوشن بہ اتفاق رائے پاس ہوئے:

Marfat.com

"یہ جلسہ کراچی کے نہتے مسلمانوں پر غیر محتاط طریق سے افسرانِ ذمہ دار کے حکم سے گولی چلنے کے خلاف جس نے ستر کروڑ مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا ہے۔ مذمت کا ووٹ پاس کرتا ہے۔"

مسلمانانِ کوہاٹ کا احتجاج

کوہاٹ ۲۷ / مارچ (بذریعہ ڈاک) گذشتہ جمعہ (۲۲ / مارچ ۱۹۳۵ء) کو جامع مسجد زیارت حضرت حاجی بہادر صاحب میں مسلمانانِ کوہاٹ نے کراچی کے خونچکان حادثہ پر انتہائی رنج و قلق کا اظہار کیا اور بے گناہ شہداء کی مغفرت کے لیے دعا کی گئی۔

غازی پور میں جلسہ

۱۹ / مارچ۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع میں یہ قرارداد باتفاق آراء منظور ہوئی کہ واقعہ ہائلہ کراچی کی فوراً تحقیقات کی جائے۔

☆

انقلاب ۳۱ / مارچ ۱۹۳۵ء

حادثۂ کراچی پر ہندو سبھا کا اظہارِ مسرت

شادی سخن کہ بر تو ہمیں ماجرا رسد

ملتان ۲۹ / مارچ۔ لالہ شودیال جنرل سیکرٹری ہندو سبھا ملتان لکھتے ہیں کہ ہندو سبھا ملتان نے اپنے خاص اجلاس میں حادثۂ کراچی کے متعلق افسران متعلقہ کے طرزِ عمل کی تائید کی اور ظاہر کیا کہ اگر ایسا رویہ اختیار نہ کیا جاتا تو شہر میں لوٹ مچ جاتی اور آگ لگ جاتی۔ ایک خاص ریزولوشن کے ذریعے تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کے مطالبہ کی مذمت کی گئی۔

☆

Marfat.com

نیّر اسلام ۲۴ ؍مارچ/ یکم اپریل ۱۹۳۵ء

غازی عبدالقیوم کی پھانسی کا خون آشام دن

مسلمانوں کے پچاس ہزار کے ہجوم پر گولیوں کی بارش، خاک وخون میں تڑپتے ہوئی لاشیں
چونتیس شہید اور ڈیڑھ سو زخمی، اسمبلی میں التوائے اجلاس کی تحریک

۱۹ ؍مارچ کا دن انگریزی حکومت کی تاریخ میں خونی حروف سے لکھا جائے گا جب کہ فوج نے پچاس ہزار مسلمانوں کے پُر امن اور نہتے ہجوم پر خطرہ کے موہوم امکانات کی وجہ سے گولیوں کی غیر محتاط بارش کی۔ جس سے (اخبار) اسٹیٹس مین اور متعصب ہندو پریس کے یک طرفہ بیانات کے مطابق چونتیس مسلمان ہولناک طریقہ پر شہید ہوئے اور دو سو کے قریب زخمی ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد ایک سو ایک تک پہنچ چکی ہے اور یہ یقین کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ زخمی اس سے زیادہ ہیں۔

اسلامی ذرائع سے صحیح خبروں کا انتظار کیا جا رہا ہے تاہم اتنا معلوم ہوا ہے کہ اس خبر سے ہندوستان کے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ اسمبلی کے مسلم ارکان خاص طور پر بے چین نظر آتے ہیں اور بعض مسلم رہنماؤں کا خیال ہے کہ گولیوں کی بارش غیر محتاط طریقہ پر ہوئی ہے۔ ہر طبقہ کے لیڈر امن ونظم کی بحالی کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔

ہسپتال میں فوجی اور سول ڈاکٹر کی زیر نگرانی زخمیوں کی مرہم پٹی ہو رہی ہے۔ حکام کی موثر تدبیر کے نتیجہ کے طور پر شہر میں امن وسکون کی فضا بحال ہو رہی ہے اگرچہ بعض مقامات پر اب بھی قدرے جوش پھیلا ہوا ہے۔

اسٹیٹس مین کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ جلوس میں عورتیں اور بچے شامل نہیں تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ہلاک شدگان اور زخمیوں میں باشندگانِ کراچی کی نسبت باہر کے مسلمان زیادہ ہیں۔

مسٹر گابا نے گولی چلنے کے واقعہ کے سلسلے میں اسمبلی میں التوائے اجلاس کی تحریک پیش

Marfat.com

کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

کراچی کے حادثہ کے متعلق معاصر اسٹیٹس مین کے نامہ نگار کراچی نے جو بیان ارسال کیا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

”۔۔۔۔۔جو کراچی میں دو پہر کے وقت شروع ہوا جس میں ۳۳ ہلاک اور ۷۰ زخمی ہوئے کیوں کہ پولیس اور فوج نے گولی چلا دی۔

عبدالقیوم کی مہاراج نتھو رام کے قتل کے الزام میں جوڈیشل کمشنر سندھ کے اجلاس سے سزائے موت کا حکم ہوا تھا چناں چہ ۱۹ر مارچ کو صبح چار بجے اسے کراچی سنٹرل جیل میں پھانسی دے دی گئی اور اس کی نعش ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سٹی مجسٹریٹ اور پولیس پارٹی کی معیت میں میواشاہ جا کر اس کے خاندانیوں کے سپرد کر دی گئی۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ اس نعش کو جلد دفن کر دو۔اس کارروائی کے لیے انتظامات کیے جا رہے تھے۔اتنے میں کچھ لوگ آ گئے اور انہوں نے اس کا چہرہ دیکھنا چاہا، اسی میں دیر ہو گئی اور مجمع بڑھنے لگا حتی کہ نعش کئی بار قبر میں رکھی گئی اور کئی بار مشتاقانِ دیدار نے مٹی ہٹا دی۔

بالآخر اس مجمع کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور قبرستان میں اس مجمع کا رویہ پولیس اور افسروں کی جانب مخالفانہ ہو گیا اور یہ مجمع ان کو چاروں طرف سے گھیرنے لگا اور اس مجمع نے قبر کھود کر نعش کو نکالنا طے کیا۔جوش اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ یہ عظیم مجمع بے قابو ہو گیا اور نعش کو اوپر اٹھا کر کراچی کی جانب لے چلا۔پولیس کے پارٹی اس انتظار میں رہی کہ کوئی مناسب موقعہ آ جائے جہاں اس مجمع کو روکا جا سکے۔اسی اثنا میں صورت حالات نہایت نازک ہو گئی کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو فوج طلب کرنی پڑی۔اگر اس مجمع کو بغیر روک ٹوک شہر میں داخل ہونے دیا جاتا تو نہایت سخت قسم کی امن شکنی کا اندیشہ اور ایسی خون ریزی اور اتنا قتل ہوتا کہ جیسا ہندوستان کے بلوؤں میں کبھی زیادہ سے زیادہ ہوا ہوگا۔

چکی وارہ میں پولیس نے اس مجمع کو روکنا چاہا لیکن پولیس کی یہ کوشش بے سود

Marfat.com

ثابت ہوئی بل کہ مجمع نے جارحانہ رویہ اختیار کیا اور پتھروں اور لاٹھیوں کا استعمال پولیس کے خلاف ہونے لگا۔ تین آنریری مجسٹریٹ بھی پتھروں سے زخمی ہوئے۔ دیگر ہتھیار اور اوزار بھی استعمال میں لائے گئے۔

صورت حالات نہایت ہی نازک ہوگئی۔ ہر ممکن کوشش کی گئی کہ مجمع قابو میں آ جائے مگر کامیابی کسی صورت میں نہ ہوئی۔ اس لیے یہ ضروری ہوگیا کہ شہر کی حفاظت کے لیے آخری وسیلہ اختیار کیا جائے۔ فوجوں کو مجمع کے سامنے کر دیا گیا۔ یہ فوج رائل سسکن رجمنٹ تھی۔ مجمع اس طریق پر بھی نہ رکا اور بڑھتا چلا گیا جب اس مجمع نے فوج کو بالکل گھیر لیا تب فوج کو فائر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۴۷ باڑھ فائر کیے گئے، اس سے مجمع کی پہلی صف پیچھے ہٹ گئی۔ زخمی اور ہلاک شدہ لوگ فوج اور مجمع کے درمیان پڑے ہوئے تھے لیکن پچھلا حصہ آگے بڑھنے پر بھی تلا رہا اور کوشش یہاں تک کی گئی کہ پولیس اور فوج پر بغلی حملہ کیا جائے بل کہ پیچھے سے بھی حملہ کیا جائے۔ لیکن اس عرصہ میں مزید فوج آ گئی۔ اس لیے مجمع اس کوشش میں ناکام رہا اور اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔

فوراً ہی زخمی اور ہلاک شدگان اور ان لوگوں کو جو دم توڑ رہے تھے-سول ہسپتال پہنچایا گیا اور وہاں ان کی دیکھ بھال ہوئی۔ ہسپتال میں اسٹاف کی امداد کے لیے فوجی سرجن اور فوجی ہسپتال کے اسٹاف کو بھی پہنچا دیا گیا۔ بعد کو عبدالقیوم کی نعش پھر میوا شاہ پہنچائی گئی اور وہیں اس کو دفن کیا گیا۔

بظاہر اب بالکل سکون ہے لیکن لیاری وغیرہ میں ابھی اندر ہی اندر جوش موجود ہے۔ شہر کو محفوظ رکھنے کے لیے نہایت مکمل انتظامات کیے گئے ہیں۔ کل رات کو بھی فوج کا پہرہ رہا اور آج بھی پولیس پہرہ دے رہی ہے۔

ایک چشم دید کا بیان ہے کہ جب یہ میت جیل سے قبرستان کو پہنچائی جا رہی تھی

پولیس کی مداخلت کے مجمع پولیس کی صفوں کو چیرتا ہوا نعش تک پہنچ گیا اور نعش کو

Marfat.com

چھین لیا اور اسے لے کر ایک پرے میدان میں جا پہنچے اور وہیں نماز ادا کی گئی۔

مسلم لیڈروں نے نیز پولیس نے ہجوم سے منتشر ہونے کی درخواست کی اور یہ بھی مان لیا کہ ہجوم کی خواہش کے بہ موجب سہ پہر کو دو بجے دفن کر دیا جائے۔

ہجوم کو پُرسکون کرنے کی ہر ممکن کوشش ناکام رہی اور مزید فوج طلب کرنی پڑی۔ پہلے تو مجمع سے منتشر ہونے کو کہا گیا، اس کے بعد ہی ہوائی فائر کیے گئے اور مجمع منتشر ہو گیا۔

جس قتل کے الزام میں عبدالقیوم کو پھانسی کی سزا دی گئی وہ جوڈیشل کمشنر سندھ کے اجلاس واقع کراچی میں ہوا تھا۔ مقتول کا نام نتھو رام تھا اور مقتول کی ایک اپیل کی سماعت ہو رہی تھی کیوں کہ مقتول کو عدالت ماتحت سے پیغمبر اسلام کے خلاف مضمون

☆

نیر اسلام ۸/ اپریل ۱۹۳۵ء

گوجر خان

گوجر خان، ۳۰/ مارچ: سید محمد فضل شاہ صاحب امیر حزب اللہ وسجادہ نشین جلال پور شریف نے ہز ایکسلنسی وائسرائے کو حسب ذیل برقیہ ارسال فرمایا ہے:

''میں اپنے لاکھوں مریدوں اور سب سے بڑی جماعت حزب اللہ کی طرف سے کراچی کے حادثۂ فاجعہ میں حکام کے وحشیانہ طرز عمل پر احتجاج کرتا ہوں۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے نہایت صدمہ پہنچا ہے۔ آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس واقعہ کے متعلق آزادانہ تحقیقات کے بعد ذمہ دار افسروں کو عبرت انگیز سزا دی جائے اور مصیبت زدگان کو کافی معاوضہ دیا جائے۔''

☆

Marfat.com

الفقیہ ۲۱/اپریل ۱۹۳۵ء

مظلومین کراچی کی امداد

انجمن اسلامیہ امرت سر نے اپنے ممبران سے چندہ جمع کر کے دوصد روپیہ کی رقم کی دوسری قسط بہ ذریعہ چیک سیٹھ حاتم علوی صاحب صدر شہدائے کراچی ریلیف فنڈ کی خدمت میں کراچی روانہ کر دی ہے۔

☆

Marfat.com

باب پنجم

غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

انقلاب ۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء

پالا شاہ قصوری کا قتل

پالا شاہ ساہوکار، قصور نے مذہب اسلام اور اَحکام اسلام کے شان میں بے ادبی کے الفاظ کہے تھے اور مسلمانان قصور و بیرون جات اس پر بہت مشتعل ہوئے تھے چناں چہ اس شخص کو ابتدائی عدالت سے سزائے قید بھی ہوئی تھی۔ پچھلے دنوں کسی نے اسی کو قتل کر دیا۔ ایک مسلمان نوجوان محمد صادق (محمد صدیق) الزام قتل میں گرفتار کیا گیا ہے۔ ابتدائی بیانات ہو چکے ہیں۔ عن قریب لاہور سیشن کورٹ میں اس کا چالان پیش ہوگا۔ (نامہ نگار)

☆

انقلاب ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء

میاں محمد صدیق کے مقدمہ کی مزید تحقیقات

قصور ۲۴ ستمبر: آج میاں محمد صدیق کو پولیس نے ریمانڈ لینے کے لیے سردار ہربنس سنگھ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کرنا تھا لیکن اِحاطۂ کچہری میں مسلمانوں کے جم غفیر کو دیکھ کر پولیس میاں صاحب موصوف کو واپس جیل لے گئی۔ مجسٹریٹ صاحب نے جیل میں جا کر ریمانڈ دیا۔ میاں صاحب ہشاش بشاش تھے۔

چند شرارت پسند ہندو اس کوشش میں ہیں کہ اور غریب مسلمانوں کو اس مقدمہ میں پھنسایا جائے چناں چہ آریہ سماج قصور کے بعض سرکردہ لیڈر اس معاملہ میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

☆

نیّر اسلام ۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء

غازی محمد صدیق قصوری کے مقدمہ کی سماعت

قصور، ۸ اکتوبر: آج غازی محمد صدیق صاحب کو خان صاحب چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب سب ڈویژنل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہونا تھا۔ دس بجے سے پہلے ہی مسلمان

Marfat.com

ہزاروں کی تعداد میں اِحاطۂ کچہری میں جمع ہو گئے تھے اور جیل سے لے کر کمرۂ عدالت تک سڑک پر بیٹھے تھے۔ مستورات کا جم غفیر بھی پھولوں کے ہار لے کر اِشتیاق دیدار میں اِیستادہ تھا۔

غازی صاحب کو مسٹر ڈلیس صاحب بہادر کپتان پولیس کی کار میں لایا گیا۔ موٹر تیز رفتاری سے گزر گئی، واپسی پر دیدار کا وعدہ کیا گیا چناں چہ واپسی پر مشتاقانِ دیدار سڑک کے دورَویہ کھڑے ہو گئے۔ غازی صاحب کو جیل لے جانے کے لیے موٹر میں سوار کیا گیا۔ کار آہستہ آہستہ گزاری گئی۔ غازی صاحب نے کھڑے ہو کر تمام مسلمانوں کو اپنے دیدار سے مستفیض فرمایا۔ جناب ڈلیس صاحب بہادر کپتان پولیس، مسٹر ایم اے خان آنریری مجسٹریٹ قصور اور شیخ مرید احمد صاحب تھانہ دار شہر کا انتظام نہایت قابل متین تھا۔ تمام مسلمان ان کے شکر گزار ہیں۔

آج مقدمہ توہین کی مسلیں پیش ہوئی تھیں چناں چہ پیش ہونے کے بعد آئندہ ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۴ء بہ غرض شامل ہونے فہرست گواہانِ صفائی کی مقرر ہوئی۔

☆

انقلاب ۱۳/اکتوبر ۱۹۳۴ء

غازی محمد صدیق قصوری کا مقدمہ سیشن سپرد کر دیا گیا

غازی ممدوح نے حکم سنتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا

قصور، ۱۱/اکتوبر۔ آج غازی حافظ محمد صدیق کا مقدمہ بہ عدالت خان صاحب چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب سب ڈویژنل مجسٹریٹ پیش ہوا۔ کچہری کے وقت سے پیشتر ہزار ہا مرد و زَن جیل کے دروازہ سے لے کر کچہری تک صف بستہ تھے۔ انجمن تبلیغ الاحناف کوٹ پیراں کے رضا کار باوَردی جلوس کی شکل میں کچہری پہنچ چکے تھے۔ پولیس کا زبردست سنگینوں کا پہرہ تھا۔ کمرۂ عدالت میں ماسوائے وکلاء غازی صاحب کے ورثاء حاجی عبدالقادر میونسپل کمشنر، مولانا شیر نواب خاں، حکیم انعام اللہ، چوہدری محمد عاشق صاحبان کے کسی کو اجازت نہ تھی۔ استغاثہ کی طرف سے شیخ امیر علی کورٹ ڈی ایس پی اور غازی ممدوح کی طرف سے مولوی محمد داؤد صاحب وکیل پیش ہوئے۔ فہرست گواہان صفائی داخل کی گئی۔

Marfat.com

گواہان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا سید حبیب آف سیاست مع فائل اخبارات ماہ اکتوبر

۲۔ مولانا ظفر علی خان آف زمیندار مع فائل

۳۔ مولانا (عبدالمجید) سالک آف انقلاب مع فائل

۴۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور

۵۔ جناب خطیب صاحب شاہی مسجد لاہور معرفت سیکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ لاہور

۶۔ مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین لاہور

۷۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

۸۔ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری امرتسر

۹۔ مولانا شیر نواب خاں قصوری

۱۰۔ شیخ محمد عظیم صاحب قصوری

۱۱۔ شیخ خوشی محمد صاحب، قصور

عدالت نے فہرست ملاحظہ کرتے ہی سرکاری پیروکار کو دکھائی جس پر اس نے اعتراض کیا کہ گواہان غیر متعلقہ ہیں۔ ان پر مذہبی سوالات ہوں گے۔ اس قسم کی شہادت کا اصل مقدمہ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ وکیل صفائی نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ برادرانِ وطن کی طرف سے توہین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریروں اور تقریروں کی شکل میں ہمیشہ ابتدا ہوتی ہے باوجود اس اَمر کے کہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمان اپنے محبوب اور جان و مال سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اِہانت کو برداشت نہیں کر سکتے تو پھر وہ کیوں اس قسم کے ہتک آمیز رسائل وغیرہ کی اشاعت کر کے شیدایانِ پیغمبر کو اشتعال دلاتے ہیں چوں کہ ایسے واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں اور علماء کرام نے بھی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے جوابات دیے ہیں اس لیے اس اَمر کی سخت ضرورت ہے کہ تمام واقعات قتل (ریکارڈ) پر لائے جائیں تاکہ عدالت سزایابی کا حکم سناتے وقت اشتعال انگیز واقعات کو پیش نظر رکھے اور حکومت کو قانون میں ترمیم کرنی پڑے۔ مجسٹریٹ نے بحث سن کر فہرست وکیل صفائی کو واپس کر دی اور کہا کہ گواہانِ صفائی غیر متعلقہ

Marfat.com

ہیں، اس لیے درخواست سیشن کورٹ سپرد کردی جائے۔ اس کے بعد غازی محمد صدیق صاحب کو عدالت نے حکم سنایا کہ آپ کا مقدمہ سیشن سپرد کر دیا گیا۔ حکم سنتے ہی غازی صاحب موصوف نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ کمرۂ عدالت میں غازی صاحب نے آب زم زم اور پھل تناول فرمائے۔ چوہدری محمد عاشق اور حکیم انعام اللہ اور دیگر حاضرین نے غازی صاحب سے معانقہ و مصافحہ فرمایا۔ مسٹر ڈیلس ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس نے موٹر کار میں غازی صاحب کو بٹھایا اور حسب سابق آہستہ آہستہ چلانی شروع کی۔ مشتاقانِ دیدار سڑک کے دورویہ صف بستہ تھے۔ فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر نے گونج پیدا کر دی۔ غازی صاحب آہنی زیور زیب تن کیے ہوئے موٹر میں کھڑے ہو کر پیام و سلام اور نعرے بلند کرتے ہوئے اُچھلتے تھے اور پُھولے نہیں سماتے تھے۔ بالآخر ہزار ہا زائرین کی نظروں سے غازی صاحب ممدوح اوجھل ہو گئے اور مسلمانوں کا جم غفیر جلوس کی شکل میں نظمیں پڑھتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ جلوس پُر امن تھا۔ جلوس نئے بازار سے ہوتا ہوا خانقاہ حضرت بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا۔ حاجی عبدالقادر صاحب میونسپل کمشنر قصور نے اختتام جلوس پر تقریر فرمائی اور کہا کہ مذہب اسلام کی یہ ہرگز تعلیم نہیں ہے کہ مذہب سے اختلاف رکھنے والوں کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے مگر یہ یاد رہے کہ مسلمان (توہین رسالت) برداشت نہیں کر سکتا۔ ہم پر سازش کا الزام لگایا جاتا ہے مگر ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب پروانہ شمع پر اپنی جان قربان کرتا ہے تو کسی سے مشورہ کرتا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا، ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح شمع رسالت کے پروانہ کو بھی کسی سازش سے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد غازی محمد صدیق، غازی عبدالقیوم خاں زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے گئے اور پھر جلوس منتشر کر دیا گیا۔

(نامہ نگار)

☆

Marfat.com

(اخبار) نیّر اسلام، یکم دسمبر ۱۹۳۴ء

قصہ عاشق رسول عرف غازی محمد صدیق

گورنمنٹ نے ضبط کرلیا

لاہور۔ یکم دسمبر پنجاب گورنمنٹ نے قصہ عاشق رسول عرف غازی محمد صدیق (پنجابی) کی تمام جلدیں بحق ملک معظم ضبط کر لی ہیں۔ اس پمفلٹ کو غلام محمد المعروف گاموں قصوری نے کوٹ مراد خان قصور ضلع لاہور سے شائع کیا تھا۔ یہ پمفلٹ کی ضبطی پریس ایمرجنسی کے ماتحت عمل لائی گئی ہے۔

☆

انقلاب ۷/دسمبر ۱۹۳۴ء

غازی محمد صدیق کا مقدمہ

۶/دسمبر کو سنٹرل جیل میں سماعت

لاہور، ۵/دسمبر۔ غازی محمد صدیق قصوری کے مقدمہ کی سماعت چھ دسمبر کو سنٹرل جیل میں ہو گی اور آپ کی طرف سے میاں عبدالعزیز بیرسٹر اور مولوی غلام محی الدین قصوری وکیل پیش ہوں گے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۸ر دسمبر ۱۹۳۴ء

غازی محمد صدیق کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا

شمعِ نبوت کے شیدائی کا ہنگامہ خیز بیان

لاہور، ۶ر دسمبر۔ آج لاہور سنٹرل جیل میں مسٹر سیل سیشن جج کے روبرو غازی محمد صدیق کے خلاف پالا مل کو قتل کرنے کے الزام میں مقدمۂ قتل عمد زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند کی سماعت ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے خان صاحب قلندر علی خاں پبلک پراسیکیوٹر اور صفائی کی طرف سے میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر اور شیخ خالد لطیف گابا بیرسٹر پیروکار تھے۔ اس کے علاوہ عدالت میں نمائندگان پریس اور غازی محمد صدیق کے لواحقین بھی موجود تھے جن میں غازی صاحب کی والدہ، چھوٹا بھائی محمد شفیع اور ماموں خوشی محمد قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ تیس چالیس دیگر اشخاص بھی عدالت میں آئے ہوئے تھے جن کو غازی موصوف کے مقدمہ کی سماعت سے خاص دل چسپی تھی چوں کہ غازی صاحب کے مقدمہ پر عام لوگوں کے جمع ہو جانے کا خاص کر احتمال تھا اس لیے مقامی حکومت کے خاص اُحکام کے مطابق مقدمہ کی سماعت سنٹرل جیل میں ہوئی، جہاں مقدمۂ سازش کی سماعت ہوا کرتی تھی۔ عدالت کے باہر ایڈیشنل پولیس کا کافی انتظام تھا۔ مولوی محمد داؤد صاحب وکیل قصور سے پیروی مقدمہ کے لیے آئے ہوئے تھے۔

مقدمہ کے حالات

ٹھیک دس بجے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی اور خان صاحب قلندر علی خان نے اسیسروں اور متعلقین مقدمہ کی آگاہی کے لیے مقدمۂ قتل کے واقعات اور حالات پڑھ کر سنائے جس میں آپ نے فرمایا کہ ۱۶ر مارچ ۱۹۳۴ء کو جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ مقتول نے نماز کا مضحکہ اُڑایا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے جس پر ایک شخص پیر محمد کلیم نے جو مسجد کے پاس ہی دکان کرتا تھا۔ مقتول کی اس حرکت پر اظہارِ ناراضگی کیا اور مقتول کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کیا اور مسٹر ٹیل مجسٹریٹ درجۂ اول کی عدالت سے

Marfat.com

مقتول کو چھ ماہ قید ڈیڑھ سو جرمانہ کی سزا دی گئی جس کی مقتول نے اپیل کی اور اسے تا فیصلہ اپیل ضمانت پر رِہا کیا گیا۔

ملزم محمد صدیق جو فیروز پور کا رہنے والا ہے قصور میں اپنے ماموں کے پاس آیا ہوا تھا اور وہیں سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۴ء کی شام کو ساڑھے آٹھ بجے بلھے شاہ کے مزار کے قریب ایک شخص سردار علی نے شور سنا جب وہ گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ملزم ایک آہنی کھرپے کے ساتھ پالا مل کو مار رہا ہے چناں چہ لوگ موقع پر پہنچ گئے اور عابد علی شاہ کی طرف سے تھانہ میں ابتدائی رپورٹ دی گئی اور ملزم کو حراست میں لے لیا گیا۔ خون آلود کھرپا کیمیکل ایگزامینر کے پاس بھیجا گیا جس نے اس کی تصدیق کی کہ اس پر انسانی خون لگا ہوا ہے۔ مقتول کے جسم پر جو ضربات پائی گئیں ان کی تعداد ۳۷ ہے جو کسی تیز دھار والے آلہ سے لگائی گئی تھیں۔ ملزم نے عدالت ماتحت میں اس اَمر کا اقبال کیا ہے کہ چوں کہ مقتول نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی تھی اس لیے وہ اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور اسے قتل کر دیا کیوں کہ جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے اَدبی کرتا ہے اُسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔

پولیس کی شہادتیں

مقدمہ کی باقاعدہ کارروائی شروع ہونے پر صاحب داد خان کانسٹیبل کی شہادت ہوئی۔ میاں عبدالعزیز صاحب کی جرح کے جواب میں گروہ نے کہا کہ ملزم نے جائے وقوعہ سے بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔

علی اکبر کانسٹیبل نے بیان کیا کہ میں نے مقتول کے خون آلودہ پارچات کے پارسل محرر تھانہ کے پاس پہنچائے تھے۔ خوشی رام محرر تھانہ نے بیان کیا کہ ستمبر ۱۹۳۴ء میں محرر مال تھانہ قصور تھا۔ ۱۸ ستمبر کو اکبر علی شاہ کانسٹیبل تین پارسل میرے پاس لایا تھا جو میں نے کیمیکل ایگزامینر کے پاس بھیج دیے۔ ان کے پارسلوں کی مہریں بالکل صحیح حالت میں تھیں اس کے بعد محمد حسین نقشہ نویس کی شہادت ہوئی۔

میاں صاحب کی جرح کے جواب میں گواہ نے بیان کیا کہ جائے وقوع سے سردار علی کے مکان کا دروازہ نظر آتا ہے مسلمانوں کے مذہب کے مطابق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر اور کوئی قابلِ تعظیم شخصیت نہیں اور مسلمانوں کے نزدیک خدا کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم) کا دوسرا درجہ ہے۔ یہ درست ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے اَدبی کرنے پر مسلمانوں کو سخت جوش اور طیش آتا ہے۔ ریسرچ گواہ نے بیان کیا کہ پالامل مقتول میرا داد تھا اور ساہوکاری کا کام کرتا تھا اور اکثر بلھے شاہ کی خانقاہ پر سلام کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ میں نے مقتول کی نعش کو ڈاکٹر کے رُوبرو شناخت کیا تھا۔

لالہ ویر بھان سب انسپکٹر نے بیان کیا کہ میں نے مقدمہ ہذا کی تفتیش کی تھی اور ملزم و مقتول کے خون آلود پارچات کو مع کھرپے کے قبضہ میں لیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد امین چند پلیڈر نے شہادت دی۔

مجسٹریٹ قصور کی شہادت

سردار ہربنس سنگھ مجسٹریٹ قصور نے بیان کیا کہ میں نے ملزم محمد صدیق کا اقبالی بیان ۱۶/۱۷ ستمبر کی درمیانی شب کو ساڑھے بارہ بجے قلم بند کیا۔ ملزم کو میرے رُوبرو ہتھ کڑی میں لایا گیا تھا، بیان قلم بند کرنے سے پیشتر میں نے ملزم کو ان تمام باتوں سے آگاہ کر دیا تھا کہ میں مجسٹریٹ ہوں اور وہ بغیر کسی دباؤ یا ڈر کے درست درست بیان دے کیوں کہ یہی بیان اگلی عدالتوں میں بہ طور شہادت کے پیش ہوں گے۔ اس نے ان تمام باتوں کو سمجھتے ہوئے اپنی مرضی سے بیان دیا اور بیان سننے کے بعد اس نے اپنے بیان پر اپنا انگوٹھا لگایا اور دستخط کیے۔ ملزم نے میرے رُوبرو کسی قسم کی سختی وغیرہ کی شکایت نہیں کی، اس کے بعد گواہ نے محمد صدیق کا اقبالی بیان پڑھ کر سنایا جس میں غازی محمد صدیق نے بیان کیا تھا کہ وہ عرصہ چار پانچ ماہ سے مقتول کے قتل کا ارادہ کر چکا تھا، کیوں کہ اس نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی تھی۔ ہماری شریعت میں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے ادبی معاف ہو سکتی ہے کیوں کہ اس کی جزا و سزا خدا کے اختیار میں ہے لیکن رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین معاف نہیں ہو سکتی، مجھے خواب میں اس اَمر کی بشارت ہوئی تھی کہ میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرنے والے سے بدلہ لوں چناں چہ میں نے مقتول پالا شاہ کو قتل کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد گواہ پر جرح کی گئی۔

آنریری مجسٹریٹ کی شہادت

مسٹر ایم اے خاں آنریری مجسٹریٹ نے بیان کیا کہ میں نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر موقع کا معائنہ کیا تھا، روضہ کی زمین اور فرش پر خون کے نشانات پائے گئے جو قطرات کی شکل میں مسجد

Marfat.com

کے سامنے ختم ہو گئے، جہاں کی زمین کچھ کھدی ہوئی تھی۔ میں نے موقع کے مطابق رپورٹ مرتب کی، اس کے بعد گواہ نے اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ گواہ نے جرح کے جواب میں کہا کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم سب سے اولیٰ ہے اور میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کو بہت ۔۔۔۔ سمجھتا ہوں اور رسول کو گالیاں دینا بھی فعل قبیح ہے اور ایسے فعل کرنے والے شخص کو جب میں دیکھوں گا مجھے اس سے نفرت ہو گی۔

اس کے بعد پیر محمد دوکاندار کی شہادت ہوئی۔

عباد علی کانسٹیبل کی شہادت

عباد علی کانسٹیبل نے بیان کیا کہ ۱۵ ر ستمبر کی شام کو خانقاہ کے قریب میں نے شور سنا اور موقع پر پہنچ کر دیکھا کہ مقتول ضربات ۔۔۔۔ سے بے ہوش پڑا ہے اور اس کے پاس ۔۔۔۔۔ کو میں پہلے بھی جانتا تھا، اس کے جسم سے خون جاری تھا اور اس کے سر میں بھی ضربات آئی ہوئی تھیں۔ ملزم کے ہاتھ میں ایک خون آلود کھرپا تھا جسے میں نے قبضے میں لے لیا اور سردار علی کو تھانہ میں اطلاع کے لیے بھیجا تاکہ وہ مزید پولیس کو جائے وقوعہ پر لے آئے۔ کچھ دیر بعد رام سنگھ اور صاحب داد کانسٹیبل وہاں آ گئے۔ مضروب کو کانسٹیبل صاحب داد کی معیت میں ہسپتال بھیجا گیا اور ہم ملزم کو مع کھرپا کے تھانہ لے گئے۔ ملزم نے بھاگنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اس کے بعد اجلاس لنچ کے لیے ملتوی ہوا۔

لنچ کے بعد کی کارروائی

سردار علی عینی گواہ نے بیان کیا کہ میں بلھے شاہ کی خانقاہ کا مجاور ہوں اور جائے وقوعہ سے پچاس کرم کے فاصلے پر ہے۔ شام کے ۸ ر بجے میں گھر میں روٹی کھا رہا تھا کہ ایک گونگا اور بہرہ فقیر وہاں آیا جب میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ملزم پالا شاہ مقتول ۔۔۔۔ گواہ ۔۔۔ محمد صدیق کو شناخت کیا ۔۔۔۔ کو میرے رُوبرو چار ضربات لگائی گئیں جو اس کی گردن کی پشت پر لگیں۔ میں ڈر کی وجہ سے آگے نہ بڑھا کہ اتنے میں عباد علی کانسٹیبل وہاں آ گیا جس نے ملزم کے ہاتھ سے کھرپا لے لیا جو خون آلود تھا اور اسے حراست میں لے لیا۔ مجھے بہ غرض اطلاع تھانہ بھیجا گیا جہاں سے میں سپاہیوں کو ساتھ لے کر جائے وقوعہ پر واپس پہنچا۔ اس وقت مقتول خاموش تھا جب میں پہلی مرتبہ جائے وقوعہ پر پہنچا تھا اس وقت پالا مل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان

Marfat.com

میں گالیاں دے رہا تھا۔ وقوعہ قتل سے پہلے میں مقتول کو جانتا تھا وہ اکثر اوقات خانقاہ میں سلام کی غرض سے آیا کرتا تھا۔ واقعہ سے پہلے ملزم کو نہیں جانتا تھا۔

گواہ پر جرح

عدالت کے سوال پر گواہ نے کہا کہ میرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وقوعہ قتل رسول کو گالیاں دی تھیں۔۔۔۔۔۔۔

☆

انقلاب ۱۳؍ دسمبر ۱۹۳۴ء

غازی محمد صدیق قصوری کو سزائے موت

آخر وہی ہوا جس کی توقع تھی کہ لاہور کی عدالت سیشن نے غازی محمد صدیق قصوری کے لیے سزائے موت تجویز کر دی۔ میاں عبدالعزیز اور مسٹر گابا دو بیرسٹر محمد صدیق کی طرف سے پیروکار تھے، انہوں نے نہایت قابلیت سے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہایت سخت اِشتعال اَنگیز ہے اور اس اشتعال کی حالت میں جو جرم سرزَد ہو جائے اس کے متعلق عدالت کو نرمی اختیار کرنی چاہیے اور فیصلے کے وقت مجرم کی کیفیات نفسی کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ محمد صدیق کے مقدمے میں تین اسیسروں میں سے دو نے صاف الفاظ میں سفارش کی کہ مجرم کے لیے موت کے بجائے حبس دَوام کی سزا تجویز کی جائے۔ تیسرے اسیسر نے بھی موت کی سزا پر خاص زور نہیں دیا۔ ایسی حالت میں اگر سیشن جج چاہتے تو اس صورت حالات کا فائدہ محمد صدیق کو پہنچا سکتے تھے لیکن معلوم نہیں کن وجوہ و دلائل کی بنا پر جج نے عذر اشتعال اور اسیسروں کی سفارش کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بہر کیف ہمیں بے حد افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی عدالتیں ابھی تک اس اشتعال کے درجے کا احساس نہیں کر سکیں جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سلسلے میں مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یقین ہے کہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کیا جائے گا۔ مسلمانوں کو اس اپیل کے مصارف کے لیے دل کھول کر چندہ

Marfat.com

دینا چاہیے۔

☆

نیّر اسلام ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء

عبدالقیوم و محمد صدیق

کسی کے دربار میں جاتے ہیں

رات ہے۔ اندھیرا ہے۔ مادی محسوسات نیست و نابود ہیں۔ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا ۔ درخت چپ ہیں۔ جانور چپ ہیں۔ ہوا چپ ہے۔ آسمان چپ ہے۔ زمین چپ ہے اور جس کو چپ کہتے ہیں وہ بھی دَم بہ خود خاموش ہے۔ میں بھی ان خامشیوں کو محسوس کرنے والا ساکت و جامت ہوں۔ کیا بولوں؟؟؟ کس سے بولوں؟؟؟ اور کیوں بولوں؟؟؟ بن بولے صوت سرمد سن رہا ہوں۔

ایک صوتِ سرمدی ہے جس کا اتنا جوش ہے
ورنہ ہر ذرّہ ازل سے تا ابد خاموش ہے

آنکھ نہ دیکھے۔ کان نہ سنیں۔ اِدراک کی قوتیں دَرکِ حسیت سے انکار کر دیں۔ پھر بھی صوتِ سرمدی، آوازِ حق، صدائے قدوس ولم یزل ولا یزال گونجتی ہے اور اس سے یہ غیبی بول ٹپکتے ہی رہیں گے کہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال صلی اللہ علیہ والہ وسلم! تیرا بول بالا ہو۔

......عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر! تُو مہجوروں کے دل کی ٹھنڈک ہو۔

......ابوطالب کے لاڈلے! تیری بات اُونچی ہو۔

......حلیمہ کی معصوم بکریوں کے چرواہے! ننھے کندھوں پر کالی کالی زلفیں لٹکانے والے! تیری بکریاں سلامت رہیں۔

......فاطمۃ الزہرا کے باپ! سد اللہ، ید اللہ، حجۃ اللہ علی کے بھائی! اور خسر، حسن و حسین کے نانا!، عائشہ کے پتی!، ابوبکر کے یارِ غار!، عمر کا دل لینے والے!، عثمان کی حیا کے رکھوالے!، خالد کی تلوار کو کفر شکن بنانے والے!، ابوہریرہ کے خلیل!، ابوذر کے دوست!، ابوسفیان کے

Marfat.com

داماد!،..................زندہ باد.................پائندہ باد!!

عبدالقیوم و محمد صدیق تیرے رُخِ روشن کے دیوانے اور پروانے تجھ پر نثار ہوں۔تجھ پر فدا ہوں اور مدینہ کے سبز گنبد میں نبوت کی تجلیاں دکھانے والے ماہ ہاشمی العرب رب کے جلوہ کو عرب کی صورت میں پیش کرنے والے۔اَحد کے حکم کو اَحمد بن کر دنیا کو پہنچانے والے۔امت کے نفس اَمارہ اور نفس لوّامہ کو نفس مطمئنہ بنانے والے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کی بشارت دینے والے۔امت کی آنکھوں میں آ۔دلوں میں آ۔اور کبھی نہ جا۔کہ تیرے قرب ہی کی ہر دل کو تمنا ہے اور تیری نگاہ ہی کی ہر چشم اُمیدوار ہے

قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

تیرے قدموں میں جھکا ہوا

حسن نظامی

☆

نیّر اسلام ۸/جنوری ۱۹۳۵ء

عدالت عالیہ لاہور میں غازی محمد صدیق کی اپیل

اپیل کی سماعت فروری میں ہوگی

لاہور،۲ رجنوری؛غازی محمد صدیق (جنہیں پالے شاہ کے قتل کے الزام میں عدالت سشن سے موت کی سزا دی گئی تھی) اس کی طرف سے میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء نے عدالت عالیہ لاہور میں اپیل دائر کر دی ہے۔اپیل کی سماعت غالباً فروری میں ہوگی۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۵ رجنوری ۱۹۳۵ء

غازی محمد صدیق کی اپیل
عنقریب سماعت ہوگی

لاہور، ۲۳ رجنوری۔ غازی محمد صدیق کی طرف سے جو اپیل لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی گئی ہے وہ ہفتہ وار فہرست پر آ گئی ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ پانچ چھ روز کے اندر اندر اس کی سماعت چیف جسٹس اور جسٹس عبدالرشید کے روبرو ہو جائے گی۔

☆

انقلاب ۷ رمارچ ۱۹۳۵ء

غازی محمد صدیق کی درخواستِ رحم مسترد کر دی گئی

چھ مارچ کو فیروز پور جیل میں پھانسی دی جائے گی

لاہور ۵ ر مارچ۔ قصور سے بہ ذریعہ فون اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وائسرائے ہند نے غازی محمد صدیق کی جنہیں پالا شاہ کے قتل کے الزام میں سزائے موت دی گئی تھی۔ درخواستِ رحم مسترد کر دی ہے اور کل صبح ۷ ر بجے مطابق ۶ ر مارچ آپ کو فیروز پور ڈسٹرکٹ جیل میں جام شہادت پلایا جائے گا۔ ساڑھے دس بجے صبح غازی صاحب کے لواحقین آپ کی نعش کو فیروز پور جیل سے حاصل کر کے قصور لائے جائیں گے جہاں ایک بجے بعد دوپہر نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور آپ کی تدفین عمل میں لائی جائے گی۔ اُمید کی جاتی ہے کہ جنازے میں بے شمار لوگ شرکت کریں گے۔

(مسلم نیوز سروس)

☆

Marfat.com

الفقیہ ۱۴؍مارچ ۱۹۳۵ء

ہدیۂ عقیدت

بحضور نازش اسلامیاں شہید ناموس ملت اسلام غازی محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اے فدائے حرمت ناموس ختم المرسلین
اے شہید جذبۂ حب شفیع المذنبین
جان کو اپنی فدا کر کے رسول پاک پر
کر دیا روشن چراغ حب فخر عالمین
اس طرف بوسہ دیا تیرے گلو نے دار کو
اس طرف بولے ملائک آفریں صد آفرین
کر گئی ہے قوم کو زندہ یہ قربانی تیری
مفتخر تجھ پر رہیں گے تا ابد اہل یقین
تیرے اس عزم مقدس کا یہ ادنیٰ ہے کمال
مثل پروانہ کھنچے آئے ہیں صد ہا مسلمین
جھولیاں بھر بھر کے گل ہائے عقیدت کی بہم
نعش پر تیری نچھاور کر رہے ہیں اہل دین
زندہ باد اے غازیٔ دین محمد زندہ باد
تا ابد نازل ہو تجھ پر رحمت ربّ العباد

☆

Marfat.com

الفقیہ ۱۴ر مارچ ۱۹۳۵ء

پروانۂ رسالت غازی محمد صدیق کو جام شہادت پلا دیا گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون!!! چھ مارچ ۱۹۳۵ء صبح سات بجے فیروز پور ڈسٹرکٹ جیل میں غازی محمد صدیق کو جام شہادت پلا دیا گیا۔ قصور اور فیروز پور کے مسلمان کافی تعداد میں غازی کی نعش حاصل کرنے کے لیے جیل کے دروازے تک پہنچ چکے تھے جہاں پولیس کا کافی انتظام تھا۔ ۔۔۔ بجے کے قریب جیل والوں نے شہید کی نعش ان کے وارثوں کے سپرد کی۔ مسلمانانِ فیروز پور نے یہ خواہش ظاہر کی کہ شہید کا جنازہ فیروز پور میں پڑھا جائے لیکن قلت وقت کی وجہ سے مسلمانانِ قصور نے معذرت کی اور پھولوں سے سجی ہوئی ایک لاری میں ان کی مبارک نعش کو قصور لے آئے اور جنازہ عید گاہ کے قریب اسلامیہ سکول کے ہال کمرے میں رکھا گیا۔ جہاں ایک بجے سے تین گھنٹے تک پردہ نشین مستورات شہید کا چہرہ مبارک دیکھنے کے لیے آتی رہیں۔

شہید محمد صدیق کی نماز جنازہ اَدا کرنے کے لیے قصور، فیروز پور، کھیم کرن، پٹی، امرت سر، لاہور اور قصور کے نواحی دیہات سے بہت سے مسلمان وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ ٹھیک ایک بجے شہید کا جنازہ اُٹھایا گیا اور ایک جلوس کی صورت میں نصف میل کا فاصلہ تین گھنٹے میں طے کر کے نماز جنازہ پریڈ گراؤنڈ میں اَدا کی گئی جس میں پچاس ہزار سے زاید مجمع نے شرکت کی۔ مستورات کی بھی ایک بیشتر تعداد نے نماز میں حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ کا جنازہ ۔جس کو کندھا دینے کے لیے لمبے لمبے بانس باندھے ہوئے تھے، قبرستان پہنچایا گیا اور چھ بجے سپرد خاک کیا گیا۔

پانچ مارچ کی شام سے ہی قصور کے عوام الناس نے قریباً قریباً اپنا کاروبار بند کر دیا تھا اور چھ مارچ کو وہاں مکمل ہڑتال تھی۔ دکانوں کے علاوہ سکول اور کارخانے بھی بند تھے چوں کہ جملہ مجسٹریٹ صاحبان شہر کے انتظام میں مصروف تھے۔ اس لیے عدالتیں بھی سُونی پڑی تھیں۔ پولیس بہت بڑی تعداد میں مصروف انتظام تھی اور شہر کے ہر اہم مقام پر پہرہ متعین تھا۔ فوجی

Marfat.com

رسالے کے سوار بھی مختلف ناکوں پر موجود تھے۔ پولیس افسر اور فوجی افسر کنٹرول کر رہے تھے لیکن سوائے انتظام کے جنازے کے انتظام یا جلوس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی گئی۔ مسلمانوں کا اجتماع نہایت پُر امن تھا، ان کی طرف سے کسی قسم کی ایسی حرکت نہیں کی گئی جس سے کسی قسم کے نقض اَمن کا اندیشہ ہو لیکن معلوم ہوا ہے کہ چند شرارت پسند ہندوؤں کی طرف اس قسم کی شرارت کی گئی تھی جس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا کر کے امن عامہ میں خلل پیدا کیا جائے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس اَمر کی تکمیل کے لیے گوروکل کانگڑی سے کچھ ہندو لڑکے بلائے گئے جن میں سے ایک لڑکا کلہاڑی سے مسلح حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کئی دنوں سے پکٹنگ کرتا رہا کہ وہاں کوئی ہندو زیارت یا کسی دوسری غرض سے نہ جانے پائے۔ چناں چہ آج جب ہزاروں مسلمان جنازہ کے ساتھ تھے اس مبینہ ہندو لڑکے نے شہر کے ایک حصہ میں ایک آٹھ دس سالہ مسلمان لڑکے پر حملہ کیا لیکن وَار خالی گیا اور لڑکا بھاگ نکلا۔ فوجی سوار نے اس واقعہ کو دیکھا اور حملہ آور کو روک لیا۔ لڑکے کے شور و غل پر پولیس بھی وہاں پہنچ گئی اور ہندو نوجوان کو گرفتار کر لیا گیا جس کے پاس سے بوقت تلاشی ایک کلہاڑی، ایک چھرا اور ایک لمبا چاقو برآمد ہوا۔ (انقلاب مورخہ ۸/ مارچ ۱۹۳۵ء)

☆

نیّر اسلام ۱۶/ مارچ ۱۹۳۵ء

غازی محمد صدیق کو جامِ شہادت پلا دیا گیا

نماز جنازہ چار بجے پڑھی گئی اور پانچ بجے تدفین عمل میں آئی

قریباً ایک لاکھ مسلمان آپ کی زیارت سے سعادت اندوز ہوئے

بہ جرم عشق توام کشتہ اند و غوغائیست

قصور۔ ۶/ مارچ: آج ساڑھے دس بجے قبل دوپہر غازی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ عیدگاہ میں پہنچا۔ امرت سر اور تمام گرد و نواح کے شہروں اور قصبوں سے ہزار ہا زَن و مرد شمع

Marfat.com

رسالت کے اس پروانۂ بے تاب کی زیارت کے لیے جمع تھے۔ مشتاقِ زیارت عورتوں ہی کی تعداد ۲۰، ۲۵ ہزار سے کم نہ تھی۔ ساڑھے بارہ بجے عیدگاہ سے جنازہ اٹھا کر پریڈ کے میدان کی طرف روانہ ہوئے، جہاں نماز جنازہ پڑھنے کا انتظام تھا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ ایک قدم بھی چلنا مشکل تھا۔ اس لیے عیدگاہ اور پریڈ کا درمیانی فاصلہ جو تین فرلانگ کے قریب ہوگا، چار گھنٹہ میں طے ہوا اور جنازہ چار بجے پریڈ میں پڑھایا گیا۔ مولانا سید عبدالحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بزم چشتیہ کے رضا کار، ڈاکٹر عبدالغنی لاہوری، حاجی میاں محمد صادق (باغبان پوری) و انجمن امامیہ کے رضا کار انتظام کر رہے تھے۔ پولیس کے سپاہیوں کے علاوہ انگریزی فوج کا ایک دستہ بھی موجود تھا۔ تصویر اتارنے والوں میں سے یورپین لیڈیاں (لیڈیز) بھی تھے۔ میونسپل کمیٹی قصور کی طرف سے جنازہ گاہ پر پانی پلانے کا انتظام خاص طور پر کیا گیا تھا۔ بہشتی مشکیں اٹھائے راستوں پر کھڑے تھے اور ہر پیاسے کو سیراب کر رہے تھے۔ ساڑھے پانچ بجے غازی صاحب کو پرانے قبرستان میں جو تحصیل کے پاس ہے۔ دفن کر دیا گیا۔ چارپائی پر غازی صاحب کا چہرہ کھلا ہی رکھا گیا تھا تاکہ مشتاقانِ زیارت کو زیارت سے بہرہ اندوز ہونے میں دقت نہ ہو۔ مجموعی طور پر ایک لاکھ سے زیادہ افراد جمع تھے۔ باوجود اس کے کوئی گڑبڑ کسی موقع پر نہیں ہوئی جس سے مسلمانوں کی اس تنظیمی اہلیت پر ہر شخص انگشت بہ دندان تھا۔ پولیس کا انتظام قابل تعریف تھا۔

☆

Marfat.com

(ماہنامہ) انوار الصوفیہ ماہ مئی ۱۹۳۵ء

حالات زندگی غازی محمد صدیق شہید قصوری

عالی جناب حضرت مولانا شیر نواب خان صاحب حنفی نقش بندی قصوری مبلغ اسلام نے مولانا غازی محمد صدیق صاحب شہید کے مختصر حالات زندگی بہ تقریب عرس چہلم مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۳۵ء کو موثر لہجے میں بیان فرمائے جو بجنسہٖ درج ذیل کیے جاتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون. (البقرۃ:۱۵۴)

غازی محمد صدیق صاحب خواجہ برادری ذات ببر کے غیر معروف ممبر تھے۔ آبائی سکونت قصور اور کاروبار فیروز پور تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی شیخ کرم الٰہی اور پیشہ سوداگر چرم تھا۔ غازی صاحب ممدوح عیدالاضحیٰ کی دسویں تاریخ دن کے گیارہ بجے ٹھیک قربانی کے وقت پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم انگریزی مڈل تک تھی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد وظیفہ آ گیا لیکن والد صاحب مرحوم کے انتقال کی وجہ سے دُنیوی تعلیم ترک کرنا پڑی۔ غازی صاحب کے ہم جماعت ہندو، سکھ، مسلم طلبا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا بچپن سے اعلیٰ چال چلن تھا۔ صوم وصلوٰۃ میں پورے پورے پابند تھے۔ تاریخ وصال ۲۹/ ذیقعد ۱۳۵۳ھ مطابق ۶/ مارچ ۱۹۳۵ء تک آپ کی عمر ۲۱ سال ہوئی۔ یوم وصال چہارشنبہ ٹھیک سات بجے صبح ڈسٹرکٹ جیل فیروز پور میں آپ نے تختۂ دار پر جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابتدائی عمر میں آپ فیروز پور کی نماز کمیٹی کے سرگرم ممبر رہ کر تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سات پارے قرآن مجید گرفتاری سے پہلے حفظ کیے اور دس پارے سات ماہ میں جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں رہ کر یاد کیے۔ آپ حنفی المذہب اور صوفی المشرب نوجوان تھے اور مولانا شیخ محمد صاحب فیروز پوری کے صادق مرید تھے۔

Marfat.com

باعث شہادت

مسمّی پالا مل ساہوکار محمد وٹیہ نے نیا بازار قصور میں علانیہ طور پر نماز کی نقلیں اُتاریں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک پر ناواجب حملہ کر کے توہین آمیز کلمات منہ سے نکالے۔ مسمّی پیر محمد عطار جو جالندھر کا رہنے والا کچھ عرصہ سے قصور میں مقیم تھا اور جس کی نماز پر پالا مل نے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اس نے عدالت فوجداری قصور میں پالا مل کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا۔ مقامی حکام میں سے خان بہادر سردار محمد شہباز خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ جاگیردار و صدر بلدیہ قصور کے یہ مقدمہ تفویض ہوا۔ ملزم نے درخواست انتقال مقدمہ دے دی۔ پھر اس عدالت سے یہ مقدمہ منتقل ہو کر خان بہادر شیخ محمد شاہنواز خان صاحب سب ڈویژنل افسر قصور (جو آج کل ریاست بہاول پور میں مشیر مال کے عہدے پر ممتاز ہیں اور پسرور ضلع سیال کوٹ کے رہنے والے ککے زئی خاندان کے ممبر ہیں) نے مقدمہ اپنے پاس رکھ لیا۔ عدالت نے فریقین میں مصالحت کی بے حد کوشش کی لیکن کوئی بات طے نہ ہوسکی۔ آخر ملزم کی بار بار درخواستوں پر یہ مقدمہ مسٹر ڈزنی صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لاہور کی عدالت میں منتقل ہو گیا۔ کافی عرصہ تک لاہور میں مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی، اتنے میں مسٹر ڈزنی صاحب بدل گئے اور ان کی جگہ مسٹر ٹیل صاحب مجسٹریٹ جو مذہباً عیسائی ہیں۔ تعینات ہو گئے۔ عدالت نے پالا مل کو مجرم قرار دے کر چھ ماہ قید بامشقت اور ڈیڑھ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ ملزم نے سشن کورٹ لاہور میں اپیل دائر کی جو مسٹر بھنڈاری صاحب سشن جج کے سپرد ہوئی، جنھوں نے ملزم کو بر ضمانت رِہا کر دیا اور طویل تاریخ دے کر بحث سن لی اور بغیر حکم سنائے پہاڑ پر تشریف لے گئے۔

اتنے میں غازی محمد صدیق صاحب شہید کو فیروز پور میں خواب میں ایک نہایت خوب صورت رِیش کھدر پوش بزرگ نظر آئے، ان کے پیچھے ساتھ ساتھ پالا مل مذکور کو ہاتھ باندھے ہوئے دکھائی دیا۔ بزرگ نے غازی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ شخص شاتم رسول ہے اس کی سزا قتل ہے جو تمہارے سپرد کی گئی ہے۔ اس خواب کو غازی صاحب نے خواب خیال کر کے کچھ پرواہ نہ کی۔ چند دن بعد وہی بزرگ پھر نظر آئے اور فرمایا کہ محمد صدیق تم پورے پورے صدیق بنو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چل کر عاشق رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم ہونے کا پورا پورا ثبوت دو۔ یہ خواب بھی فیروز پور میں ہی آئی۔ اس کے بعد غازی صاحب کو یقین واثق ہو گیا کہ مجھ کو اس خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے چناں چہ دکان کا مال فروخت کر دیا اور اپنی والدہ ماجدہ جو دو نابالغات ہمشیرگان و محمد شفیع بہ عمر بارہ تیرہ سالہ کو لے کر قصور کوٹ رکن الدین خاں میں پرورش کر رہی تھی۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنے حقیقی ماموں میاں خوشی محمد سے زین سازی کا کام سیکھیں گے۔ والدہ نے اتفاق کیا اور حسب خواہش اپنے آبائی مسکن میں رہائش پذیر ہوئے۔ اپنے طور پر پالامل مذکور کو دیکھنے کی جستجو میں لگے رہے۔ چناں چہ حالات سن کر غازی صاحب کو پورا یقین ہو گیا کہ فیروز پور میں دو دفعہ خواب کا اشارہ صحیح و درست ہے۔ والدہ صاحبہ سے اس طریقہ سے اجازت طلب کرتے رہے کہ وہ دینی خدمت کے لیے جان و مال کی قربانی کی منظوری دیں۔ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر نچھاور ہو جائے تو تم جیسا اور مجھ جیسا خوش نصیب کون ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرماتی ہیں کہ تمہارے خورد سالہ بہن بھائی اور میں خود بے کس بیوہ ہوں، اس سلسلہ کو کسی عروج پر پہنچا کر کوئی خدمت سرانجام دے دو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ والدہ صاحبہ کو ہر چند یہ یقین دلاتے رہے کہ کنبہ کی فکر مالک کردگار رازق مطلق کو ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جس سعادت کی مجھے تمنا ہے اس سے محروم رہ جاؤں۔ آخر والدہ نے اتفاق کر لیا اور فرمایا کہ بیٹا کل قیامت کو مجھے جواب دہ نہ ہونا پڑے اس لیے میں اپنے تمام معاملات خدا تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں اور تمہیں خدا کے حوالہ کرتی ہوں۔ غازی صاحب تہجد گزار بزرگ تھے اور اَوراد و وظائف درود شریف، نعت خوانی آپ کا دستور العمل تھا، نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ خوب صورت خوش لباس اور خوش الحان نوجوان تھے۔ تیسری دفعہ آپ کو آخری خواب میں قصور کے اندر یہ منظر دکھائی دیا کہ آپ فیروز پور شہر سے چھاؤنی کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں جب ریلوے پل پر پہنچے تو وہی ضعیف العمر بزرگ نظر آئے اور فرمایا کہ تمہاری قربانی منظور ہو گئی۔ آؤ تمہیں دربار نبوی میں لے چلوں، یہ سنتے ہی غازی صاحب پھولے نہ سمائے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ درختوں میں ایک ایسی مشعل منور ہے جو آج تک کسی آنکھ نے نہ دیکھی تھی۔ یہ تنویر دیکھتے ہی غازی صاحب سر کے بل کود پڑے اور یہ چاہا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم پر گر پڑے لیکن حضور علیہ السلام نے ترحم خسروانہ فرما کر خاص عنایات

Marfat.com

کا مصداق بنایا۔ اس خواب کی بیداری غازی صاحب کی سرفروشی کی صحیح تعبیر تھی چناں چہ اس سے اگلے دن نماز مغرب کے قریب پالامل مقتول کو حضرت بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دیکھا اور فرمایا کہ ظالم سردار دو جہان کی توہین کرتا ہے اور حضور کے غلاموں کے مزارات پر آ کر بے اَدبی کا باعث ہوتا ہے۔ آپ کے جواب میں پالامل مذکور نے بے اَدبی کے الفاظ دوہرائے جیسا کہ سشن کورٹ میں ایک مجاور کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض پالامل کو رنبی آہنی سے غازی صاحب نے مضروب کیا اور وہ احاطۂ دربار میں ہلاک ہو گیا۔ اگر غازی صاحب فرار ہونا چاہتے تو ان کے لیے یہ ایسا نادر موقع تھا کہ کسی تفتیش کنندہ کی توجہ بھی اس طرف مبذول نہ ہو سکتی تھی اور تا قیام قیامت سراغ رَسانی نہ ہوتی مگر واہ رے شجاعت تیرے کیا ہی کہنے۔ اسی وقت نماز مغرب اَدا کی اور عباد علی کانسٹیبل کے آنے پر فوراً کہا کہ میں قاتل ہوں، میں نے شاتم رسول کو قتل کیا ہے۔ اگر اس کے اُٹھانے کے لیے کوئی اور آدمی نہیں تو لاؤ میں چوتھا شخص حاضر ہوں۔ اسے اُٹھا کر تھانہ میں لے چلو۔ بہر حال غازی صاحب تھانہ میں بمعہ مقتول لائے گئے۔ آپ نے جرم کا فوراً اقبال کیا۔ ہنود نے ہر چند واویلا کیا کہ کوئی سازش ہے اس کی سراغ رَسانی کی جائے۔ بیدار مغز حکام نے پوری پوری تفتیش کی لیکن کوئی دوسرا شخص سازش کا شریک نہ پایا گیا۔ پروانۂ شمع رسالت کا چالان زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند مرتب ہو کر بہ عدالت خان صاحب چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب سب ڈویژنل افسر قصور سپرد ہوا۔ شہادت استغاثہ قلم بند ہوتی رہی اور غازی صاحب نے اپنی سابقہ جرات و جسارت کو کام میں لا کر مزید اقبال کیا۔ قصور کی تاریخ میں یہ تاریخیں اپنی زندگی کا ثبوت دیں گی کہ سماعت مقدمہ کے لیے ہزار ہا مخلوق بے قرار ہوتی تھی۔ مسٹر دیس ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل سے آہستہ آہستہ بہ سواری موٹر لاتے اور اسی شان سے واپس لے جاتے۔ پھولوں کی بارش ہوتی اور فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر گونج پھیلا کر رہتے۔

غازی صاحب ممدوح کا مقدمہ سشن سپرد ہو گیا اور سماعت سنٹرل جیل لاہور میں ہوئی۔ سرکار کی طرف سے خان صاحب قلندر علی خاں اور غازی صاحب کی طرف سے میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹرایٹ لاء سابق صدر بلدیہ لاہور، مسٹر خالد لطیف گابا بیرسٹرایٹ لاء ممبر لیجسلیٹو اسمبلی پیش ہوئے۔ وکلاء صفائی کے ہمراہ مولوی محمد داؤد صاحب وکیل قصور جو ابتدائی عدالت

Marfat.com

سے پیروکار تھے۔ بہ طور معاون شامل رہے۔ مقدمے کی پیروی شیخ غلام محی الدین صاحب میونسپل کمشنر قصور، شیخ حاجی عبدالقادر صاحب میونسپل کمشنر قصور، مولانا شیر نواب خان صاحب مبلغ اسلام شروع سے اخیر تک کرتے رہے۔ عدالت سیشن میں شجاع جواں مرد نے ارشاد فرمایا کہ؛

"اگر کسی شخص کی ذات پر حملہ ہو تو وقفہ ہو جانے سے غم و غصہ کم ہو جاتا ہے لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو زندہ نبی ہیں۔ ان کی ذات والا صفات پر کوئی شخص حملہ کرے تو حضور کے غلام اس صدمے کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر یہ شخص جس نے توہین کی ہے بیس سال کے بعد بھی مجھے ملتا تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔"

عدالت کے سوال پر غازی صاحب نے جواب دیا کہ میں کوئی صفائی نہیں پیش کرنی چاہتا۔ چناں چہ سشن کورٹ میں غازی صاحب کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ غازی صاحب نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور اپنی والدہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ والدہ ماجدہ نے سینے سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ؛

"بیٹا!!! ایک بیٹا نہیں بیسیوں تم جیسے بچے میرے پاس موجود ہوں تو سردار دو جہاں علیہ السلام کے قدموں پر قربان کر دوں۔"

بالآخر یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں گیا۔ چیف جسٹس صاحب نے غازی صاحب کی صداقت کی تعریف کرتے ہوئے اپیل نامنظور کی۔ رحم کی درخواست ورثاء نے پیش کی جو نا منظور ہوئی۔ یہاں اس اَمر کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ مقدمے کی پیروی اور درخواست ہائے اپیل وغیرہ غازی صاحب ممدوح کی خواہش کے خلاف پیش کی جاتی رہی۔ وہ تاخیر مقدمہ کے حامی نہ تھے لیکن والدہ صاحب کے حکم سے انکار بھی نہ کر سکتے تھے۔ آخر وہی ہوا جو منظورِ خدا تھا۔

جیل کی ملاقاتوں کے مختصر حالات

غازی محمد صدیق صاحب شہید پابند شریعت اور مسائل سے نہ صرف واقف کار بلکہ پورے پورے عامل تھے۔ غازی صاحب نے والدہ صاحبہ کی خدمت میں عرض کی کہ کاروبار ختم کرنے کی عجلت میں نقصان ہو گیا اور سوداگرانِ چرم کا تقریباً ڈیڑھ ہزار غازی صاحب کے ذمہ واجب الادا ہے، اس لیے والدہ صاحبہ سے استدعا کی کہ وہ اعلیٰ حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سید

Marfat.com

جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کی خدمت میں حاضر ہوں اور بعد سلام پیغام عرض کریں کہ حضورِ والا قرضہ کی ادائیگی کا انتظام فرما دیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ حضور ممدوح کے سلسلہ میں داخل ہیں۔ مولانا شیر نواب خاں کو ہمراہ لے کر بہ وقت روانگی حج مبارک حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سلام و پیام عرض کیا۔ حضور قبلہ عالم ممدوح الصدر نے قرض خواہان کے نام اور سکونت دریافت کیے جو زیادہ تر جالندھر و فیروز پور کے تھے اور اکثر سوداگرانِ چرم آپ کے عقیدت مند تھے۔ مولانا شیر نواب خاں صاحب کو حضور پُر نور نے حکم دیا کہ وہ شاہ صاحب کی طرف سے خط لکھیں کہ:

> "اے قرض خواہان حضرات! آپ اگر عاشق رسول کے قرضہ کو معاف فرمائیں تو یہ فقیر جو دربار نبوی میں روضۂ اَقدس پر حاضر ہو رہا ہے۔ تمہارے لیے دعا کرے گا اور یہ عرض کرے گا کہ اے آقا! تیرے عاشق زار غازی محمد صدیق قصوری نے اپنے عشق و محبت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے اور ان قرض خواہوں نے محض حضور کے قدموں پر نچھاور ہونے کے اعزاز میں رقم یا فتی بخش دی ہے لہٰذا تمام رقوم واجب الادا بخش دیں اور اپنی تحریر بہ وساطت مولانا صاحب غازی صاحب ممدوح کی خدمت میں بھیج دیں۔"

یہ اَمر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور شاہ صاحب قبلہ عالم نے بوقت عزم سفر حجاز ارشاد فرمایا تھا کہ سب قرض خواہ اپنے قرضے معاف کر دیں گے اور اگر کوئی رقم باقی رہ گئی تو فقیر مراجعت وطن پر اَدا کر دے گا۔

ایک دفعہ والدہ صاحبہ نے بہ وقت ملاقات خوراک کی نسبت دریافت فرمایا، غازی صاحب نے مسکرا کر جواباً عرض کیا کہ دال ساگ۔ والدہ صاحبہ مضطرب ہوئیں آپ نے اطمینان دلایا کہ جو لذت شیرینی اور قوت جیل کی روٹی کے ذریعے میرے ہر حصہ کو پہنچتی ہے وہ مرغن غذاؤں کے ذریعے کبھی نہ پہنچی تھی۔

جیل کی ملاقاتوں کا دستور العمل

والدہ صاحبہ یا کوئی عزیز غازی صاحب کی ملاقات کے لیے جیل میں حاضر ہوتے تو سلام مسنون عرض کرنے کے بعد ہر ملاقاتی سے جو پہلی بات ہوتی وہ تلاوت قرآن مجید تھی۔ بعد

Marfat.com

فراغت ضروری اُمور کا جواب ارشاد فرماتے اور ہر دفعہ جام شہادت نوش کرنے کی تڑپ کا اظہار کرتے۔ ایک دفعہ والدہ صاحبہ کو کسی قدر بے قرار دیکھ کر تسلی دی کہ اے والدہ بزرگ وار! آپ کو خیال آتا ہوگا کہ اگر میں شادی شدہ ہو کر اپنی اولاد چھوڑ جاتا تو میرے والد صاحب کا نام روشن رہتا لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ آج میں نعمت عظمیٰ کی تمنا ہے وہ ہرگز نصیب نہ ہوسکتی۔ محترمہ والدہ میری موت پر ہزار زندگیاں قربان ہوں، شاید اس ضرورت کو میرا چھوٹا بھائی زندہ رہا تو پورا کر دے گا۔ آپ سب مطمئن رہیں میں اپنے آباؤ اجداد اور پس ماندگان کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتا ہوں۔

ایک ملاقات میں فرمایا کہ میری جان سے پیارے رسول کی غلام اماں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند دلبند حضرت شیر خدا کے جگر گوشہ صابروں کے سردار امام حسین علیہ السلام چاہتے تو افواج اَشقیا کو نگاہِ غضب سے تباہ و برباد کر دیتے، چوں کہ خاندانِ نبوت نے صبر و استقلال کا ثبوت دینا تھا اس لیے بد دعا نہ کی۔ اگر آپ اور میری ہمشیرگان و برادر خورد اپنے پیشواؤں کے نقش قدم پر چل کر صبر واستقلال رکھیں گے تو اُمید رکھیں کہ ہمارے پیشوا قیامت کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دیں۔ خدائے تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں یہ اَمر تھا کہ شاتم رسول پر برق گرا کر یا اور کسی عذاب کے ذریعے اسے برباد کر دیتا ہے لیکن مجھ جیسے عاصی کو یہ سعادت کہاں نصیب ہوگئی تھی۔

ہمارے کہاں نصیب کہ ایسے نصیب ہوں

بعض دفعہ مودبانہ پیرائے میں پند و نصائح فرماتے کہ میری چند روزہ جدائی میں جب کبھی آپ کی طبیعت زیادہ بے قرار ہو تو تلاوت قرآن مجید اور کثرت نوافل اپنا دستور العمل بنا لینا بے قراری دفع ہو جائے گی۔

ایک دفعہ والدہ صاحبہ نرم بستر لے کر بہ غرض ملاقات جیل میں گئیں، غازی صاحب نے بستر واپس کر دیا اور عرض کی کہ جو آسائش مجھے جیل کے کمبل میں بہم پہنچ رہی ہے کسی نرم بستر میں کب نصیب ہوسکتی۔ جیل کی ملاقاتوں میں میاں خوشی محمد حقیقی ماموں، والدہ ماجدہ، ہمشیرگان، احباب حاجی عبدالقادر، مولانا شیر نواب صاحب اور شیخ محمد حیات خلف الرشید مولانا محمد جمال الدین صاحب مرحوم حاضر ہوا کرتے تھے، ہر ملاقاتی نتائج کے ملاقات اور ملفوظات معرض تحریر

Marfat.com

میں لانا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب مرقوم ہو سکتی ہے۔

فیروز پور جیل میں آخری ملاقاتیں

یوم شہادت سے دو دن پیشتر مولانا شیر نواب خان معیت مولانا شیخ محمد فیروز پوری مولانا شبلی نعمانی مدرس دینیات اسلامیہ ہائی سکول فیروز پور روڈ، حافظ غلام محمد فیروز پوری، شیخ حاجی محمد میونسپل کمشنر فیروز پور صاحبان سلام مسنون کے بعد حفظ شدہ رکوع قرآن مجید تلاوت فرمایا اور جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں لباس جیل میں ملبوس پاؤں میں ایڑیاں مودب بہ صورت تشہد رُو بہ قبلہ عجب انداز سے جلوہ اَفروز تھے۔مخاطب ہو کر اپنے پیرومرشد سے معافی مانگی اور انھوں نے مرید صادق سے اسی طرح ایک ایک حاضر شدہ دوست سے مراسم معافی طے ہوئے۔ مولانا شیر نواب خاں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں ہر مسلمان اور ہر معاون و مددگار کا بے حد مشکور ہوں جنھوں نے میری ہر طرح سے اِعانت فرمائی ہے اور خاص کر آپ پر بہت خوش ہوں کہ آپ نے مجھے حقوق العباد یعنی قرضہ سے نجات دلانے میں جدوجہد کی ہے۔ حضور قبلہ عالم علی پوری جب مدینہ طیبہ سے واپس تشریف لائیں تو میرا دست بستہ سلام عرض کر دینا اور میری طرف سے آپ کا شکریہ اَدا کرنا۔ نیز ان حضرات کو میری طرف سے پیغام عرض کر دینا جنھوں نے مجھے قرضہ سے رِہائی بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں بہ صدق دل دعائیں کرتا ہوں۔ اس رقّت آمیز گفتگو سے متاثر ہو کر مولانا اَشک ریز ہوئے تو غازی صاحب نے مولانا صاحب کو فرمایا کہ بات اچھی نہیں۔ خدا کی امانت خوش اُسلوبی سے اس کے حوالے کرنی چاہیے اور یہ سب برکات آپ حضرات کے فیوض کا نتیجہ ہیں۔

بعد اَزاں آپ نے مولانا شیر نواب خاں صاحب سے دریافت فرمایا کہ یوم شہادت کے لیے کیا انتظامات دَرپیش ہیں۔ مولانا صاحب نے تفصیلاً عرض کیا کہ آپ کو غسل دینے کی میری خواہش ہے۔ جواباً اِرشاد فرمایا کہ غسل کی ضرورت تو نہ تھی لیکن آپ کو اجازت ہے۔ اس کے بعد کا پروگرام عرض کیا گیا کہ فیروز پور سے بہ سواری موٹر قصور مسجد عید گاہ میں لے جائیں گے وہاں مستورات زیارت کریں گی۔ پھر تکمیل جنازہ کی سنت اَدا کرتے ہوئے پریڈ میں نماز جنازہ اَدا ہو گی۔ اس کے بعد بڑے قبرستان نزد دربار حضرت میراں شاہ و دولت خاں عجمی مزار مبارک کے امانت سپرد ہو گی۔ اس واقعہ کو مسرت و انبساط کے ساتھ سنتے رہے اور فرمایا کہ مولانا صاحب یہ

Marfat.com

منازل تو تبھی طے ہوسکیں گی جب آپ کو میرا جسم مل جائے گا۔ جواباً عرض کیا گیا کہ اجازت ہو چکی ہے۔ اس کے بعد غازی صاحب نے غازی عبدالقیوم خاں کی نسبت دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ ان کے لیے ۴ر مارچ یوم شہادت مقرر ہے۔ اس پر غازی صاحب نے سرد آہ کھینچی اور فرمایا غازی عبدالقیوم خاں صاحب بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ وہ کارِ خیر تو دو دن بعد سرانجام دیتے ہیں اور حاضریٔ دربار دو دن پہلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غازی صاحب کی آہ رنگ لے آئی اور غازی عبدالقیوم خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ بمعہ کئی شہداء کراچی دو ہفتے بعد دربارِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ اس گفتگو کے بعد وقت ملاقات ختم ہو گیا اور حسرت وارمان لے کر ملاقاتی واپس آ گئے۔ رخصت ہوتے ہوئے غازی صاحب نے علماء کرام کو فرمایا کہ آپ حضرات کے مواعظ حسنہ مجھے پسند تھے اب تو قیامت کے دن نصیب ہوں گے۔ والدۂ ماجدہ اور خویش اقارب کی آخری ملاقات میں حافظ نور محمد صاحب پیش امام کوٹ رکن دین خان بھی شامل تھے۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ صبح سات بجے سے آٹھ بجے تک سورۂ یسین مبارک تلاوت فرماتے رہیں۔ والدہ صاحبہ اور دیگر اعزا کو تسکین دی اور نہایت خوش وخرم رہنے کی تاکید کی۔ صبر واستقلال وثابت قدمی کے ضروری مسائل بیان فرما کر رخصت کیا۔

مختصر واقعہ یوم شہادت

حکومت کی طرف سے کئی دن پہلے انتظامات ہو چکے تھے۔ قصوری حکام نے ذمہ دار حضرات وورثاء سے باہمی مشاورت سے پروگرام بنایا۔ شیخ امیر علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور چوہدری محمد اصغر صاحب انسپکٹر پولیس نے نظام مرتب کر کے مسٹر ڈیس صاحب ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس پیش کیا، ادھر فیروز پور میں خان بہادر سردار عبدالغفور خاں صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور نواب صمصام الدین خان صاحب انسپکٹر حفاظتی تدابیر میں مصروف رہے چناں چہ اکثر مشتاقانِ زیارت اور حاجی عبدالقادر ومولانا شیر نواب خاں صاحب ایک دن پہلے ہی فیروز پور میں قیام پذیر ہوئے۔

مورخہ چھ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲۹ر ذیقعدہ مبارک ۱۳۵۳ء ٹھیک سات بجے صبح فیروز پور ڈسٹرکٹ جیل میں غازی محمد صدیق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تختۂ دار پر جام شہادت نوش فرمایا۔ جیل کے دروازہ پر ہزار ہا مشتاقانِ زیارت کا جم غفیر بے صبری سے منتظر تھا کہ جسم شہید

Marfat.com

حوالہ والدہ و ذمہ دار حضرات باخذ رسید کیا گیا۔ مسجد بستی تہاڑیاں میں مولانا شیر نواب خان صاحب نے غسل دیا۔ بہ وقت غسل جسم شہید نہایت نرم، معطر اور خوب صورت مانند حیات پایا گیا۔ تنگی وقت کے باعث فیروز پوری حضرات کو بے قرار چھوڑ کر جسم شہید قصور لایا گیا۔ موٹر لاری میں مولانا شیر نواب خاں، حاجی عبدالقادر اور ورثاء کو معیت کا فخر حاصل ہوا۔ قصور میں ہڑتال تھی۔ شہر بھر کے کئی ہزار مسلمان تین میل سر راہ استقبال کے لیے حاضر تھے۔ حساب مجوزہ پروگرام تین گھنٹے عید گاہ میں زیارت کرائی گئی اور پھر تین میل تک جنازہ دُھوم دھام سے اُٹھایا گیا۔ حضرت سید عبدالحق شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور شام کے پانچ بجے جسم شہید حوالہ مرقد ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆

Marfat.com

باب ششم

متفرق واقعات

Marfat.com

I۔ غازی مولوی عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ

انقلاب مورخہ ۸/اگست ۱۹۳۷ء

عبدالمنان کو ۷/سال قید سخت کی سزا

کیمبل پور: ۵/اگست۔ آج مسٹر جی ڈی کھوسلہ سیشن جج نے نوجوان مسلمان مولوی عبدالمنان کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا جس کے خلاف ایک ہندو خوانچہ فروش کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لیے نواحی علاقے کے پٹھان اور علماء بہ تعداد کثیر احاطہ عدالت میں جمع تھے۔ ملزم نے جرم قتل کے الزام سے انکار کرتے ہوئے اپنے بیان کے دوران میں کہا تھا کہ مقتول نے اس کے سامنے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے تھے جنہیں سن کر وہ سخت برافروختہ ہوا۔ انتہائی اشتعال میں آ کر اس فعل کا مرتکب ہوا۔

شیخ عبدالحکیم وکیل صفائی نے اشتعال کے سلسلے میں گواہان استغاثہ پر دوبارہ جرح کی۔ سیشن جج نے اسیسروں کی متفقہ رائے سے اتفاق کرتے ہوئے صفائی کے بیان کو صحیح تسلیم کر لیا اور ملزم کی نوجوانی کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند سات (۷) سال قید سخت کی سزا دی۔ اسیسروں میں غیر مسلم بھی تھے۔

فاضل سیشن جج نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے:

> ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مسلمان اپنے پیغمبر کی شان میں اس طرح کے نازیبا الفاظ سننا برداشت نہیں کر سکتا۔ استغاثہ کے گواہوں کے بیانات اور ملزم کے اقبالی بیان سے واضح ہے کہ ملزم انتہائی اشتعال میں تھا۔''

باہر احاطہ عدالت میں جب مسلمانوں نے یہ فیصلہ سنا تو نعرہ ہائے تحسین بلند کیے اور ''کھوسلہ صاحب زندہ باد'' کے نعرے لگاتے ہوئے عدالت سے چلے گئے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۲راگست ۱۹۳۷ء

مولوی عبدالمنان کو سات سال قید

مسٹر کھوسلہ سیشن جج کیمبل پور نے مولوی عبدالمنان کو جس نے ایک شاتم رسول ہندو کو قتل کر دیا تھا- سات سال قید بامشقت کی سزا دی ہے اور فیصلے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دنیا مسلمان کے لیے اس قدر شدید اشتعال ہے کہ وہ اس پر صبر کر ہی نہیں سکتا اور چوں کہ عبدالمنان نے اس ہندو کو عین حالت اشتعال میں قتل کیا ہے، اس لیے موت کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

خدا کا شکر ہے کہ آخر ایک حاکم عدالت کو توبہ کی توفیق ہوئی کہ وہ اس قسم کے حوادث کو ان کی صحیح روشنی میں دیکھ سکتا ہے۔ علم الدین شہید سے لے کر آج تک متعدد ایسے واقعات ہوئے اور ہر مقدمے میں وکلا نے اشتعال شدید کا عذر پیش کیا لیکن عدالتوں نے اس عذر کو تسلیم نہ کیا اور ہر حالت میں ملزموں کو سزائے موت دے دی۔ حالاں کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن یا بیٹی یا بیوی کی ناموس پر کسی کو حملہ آور دیکھ کر اشتعال میں اسے قتل کر ڈالے تو عدالتیں اس کے اشتعال کو تجویز سزا کے وقت ضرور ملحوظ رکھتی ہیں۔ کاش انہیں احساس ہوتا کہ مسلمان کے نزدیک حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناموس دُنیاوی رشتوں کی ناموس سے بدر جہا زیادہ عزیز و محبوب ہے اور وہ اس ناموس کبریٰ کے تحفظ کے لیے اپنی جان نہایت آسانی سے ہنسی خوشی قربان کر سکتا ہے۔

بہر حال مسٹر کھوکھلہ مستحق مبارک باد ہیں کہ انہیں سب سے پہلے اس حقیقت کے صحیح احساس کی توفیق ارزانی ہوئی۔ اگر اس فیصلے کے متعلق عدالت عالیہ میں اپیل ہوئی اور یقیناً ہوگی تو ان شاءاللہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے منقح ہو جائے گا۔

☆

Marfat.com

II۔ غازی غلام محمد بٹ شہید

۲۷؍مئی ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ مسلمانانِ جہلم کا ایک جلوس بہ سلسلۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مشین محلّہ روڈ (جہلم) سے ہوتا ہوا بازار کلاں جہلم کی طرف جذب وکیف میں یہ نغمہ گنگناتا جا رہا تھا:

تیری سواری یا نبی عرش بریں تک گئی اے
دیکھ کے جلوہ طور دا موسیٰ نوں ہوش نہ رہی اے

جلوس کے عقب سے ایک دیہاتی گدھا سوار کو دیکھ کر سنت سنگھ اور شام سنگھ (مقیم جہلم) نے شانِ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے اس گدھا سوار کو تاج دارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ ''یہ نبی کی سواری جا رہی ہے۔'' غازی غلام محمد نے اپنے نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اَدبی اور گستاخی برداشت نہ کی اور ۲۱؍مئی ۱۹۳۷ء کو موقع ملتے ہی سنت سنگھ کو اس کی کپڑے کی دکان (واقع جہلم) موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ انگریزوں کا دَور تھا ،آپ پر مقدمہ چلا، عدالت میں آپ نے برملا اعتراف قتل کیا اور بڑی بے باکی اور دلیری سے اس کے اسباب بھی بیان کیے۔ آپ کو عدالتی حکم کے مطابق سزائے موت دی گئی۔

آپ کا نام ''غلام محمد'' عرف ''گام'' ہے اور والد کا نام ''غریب علی'' ہے۔ مزار مبارک پر نصب کتبہ کے مطابق آپ کی تاریخ شہادت ۲؍دسمبر ۱۹۳۷ء بہ مطابق ۲۷؍رمضان ۱۳۵۶ھ بروز جمعرات ہے۔ مزار کے لیے راجہ صاحب آف ڈھوک عبداللہ اعظم صاحب نے ڈپٹی کمشنر ہاؤس کے نزدیک بلال ٹاؤن برلب سڑک اپنی ساری زمین وقف کر دی۔

مولانا قاری غلام محی الدین دیالوی کی روایت کے مطابق سزائے موت کے فیصلہ کے بعد غازی غلام محمد نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ میں ابھی تک طریقت کے سلسلوں میں کسی شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکا، یہ کمی پوری کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی خواہش کے باعث موہڑہ شریف کے خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز خواجہ سید مصطفیٰ صبغۃ اللہ شاہ ایرانی رحمۃ اللہ علیہ حکومت کی اجازت سے جیل خانہ کے اندر غازی غلام محمد کے پاس آئے اور انہیں سلسلہ

Marfat.com

عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل کیا۔

(برقی مکتوب (واٹس ایپ) از مفتی علیم الدین نقش بندی بنام ثاقب رضا قادری مورخہ ۱۹/جون ۲۰۱۶ء)

☆

الفقیہ ۷/جون ۱۹۳۷ء

جہلم میں شاتم رسول کا قتل

جہلم، ۲۱/مئی: آج ایک سکھ بزاز کے قتل ہو جانے کی وجہ سے شہر میں سخت ہیجان و اضطراب پھیل گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ پیشتر مقتول سکھ نے سردار دو جہاں فخر کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے، اس پر ملزم کو غصہ آ گیا۔ اس نے اُس کی دکان پر جا کر اس کا کام تمام کر دیا، ملزم نے اقبال کر لیا ہے کہ میں نے اشتعال میں آ کر ہلاک کیا ہے۔

☆

انقلاب یکم اگست ۱۹۳۷ء

غلام محمد کو سزائے موت کا حکم۔ شاتم رسول کو قتل کرنے کا الزام

جہلم: ۳۰/جولائی۔ ایک اطلاع مُظہر ہے کہ مسٹر نالشا سیشن جج نے آج ایک ۲۴ رسالہ نوجوان غلام محمد کو ایک سکھ مسمّی سنت سنگھ اپل پارچہ فروش کو قتل کرنے کے الزام میں سزائے موت کا حکم سنا دیا ہے۔

واقعات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ ۳۰/مئی کو ملزم نے مقتول کی دکان میں جا کر کپڑا خریدنے کے بہانے سے اسے چاقو سے ہلاک کر دیا تھا۔ قتل کی وجہ یہ تھی کہ مقتول سنت سنگھ نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تھے۔ احاطۂ عدالت کے اردگرد پولیس کا زبردست انتظام کیا گیا تھا جہاں ہجوم کی کثرت کی وجہ سے تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

☆

Marfat.com

III۔ غازی عبداللہ قصوری

[ہفت روزہ اخبار الفقیہ کی درج ذیل رپورٹ میں غازی عبداللہ قصوری کا مکمل تعارف، گستاخ رسول کو قتل کرنے کا واقعہ سے شہادت تک کا بیان مفصل آ گیا ہے لہذا الگ تعارف کی ضرورت نہ رہی۔]

الفقیہ ۱۴ر مارچ ۱۹۳۷ء

ضلع شیخوپورہ میں چنچل سنگھ سابق نورا (مسلمان) کا قتل

وہ مرتد ہونے کے بعد توہین رسول کرتا تھا

۴ر جنوری ۱۹۳۷ء کو جب میں شیخوپورہ آیا تو ایک سکھ مسمی چنچل سنگھ سابق نورا (مسلمان) کے قتل کے حادثہ کی اطلاع ملی۔ میں اسی وقت انجمن اہل سنت و جماعت کے ایک ذمہ دار رکن کے پاس واقعہ کے اصلی حالات معلوم کرنے کے لیے گیا چناں چہ جوان کی زبانی حالات معلوم ہوئے وہ از حد دلچسپ ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

ضلع شیخوپورہ علاقہ خانقاہ ڈوگراں چک نمبر ۳۴ میں ایک مسلمان نامی نورا (نور محمد) بمع اپنی مغویہ عورت کے مرتد ہو کر سکھ ہو گیا۔ سکھ ہونے کے بعد وہ ہر وقت توہین رسول کرتا اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 'بزدل' بتاتا کہ آپ نعوذ باللہ اس قدر بزدل تھے کہ مکہ سے بھاگ گئے اور مدینہ میں چلے گئے۔ آس پاس کے گاؤں کے مسلمانوں کے علاوہ اس کے اپنے گاؤں کے مسلمان مرتد اور مرتدہ کے اس اشتعال انگیز رویہ سے سخت تنگ آ چکے تھے لیکن ان حالات کو نہایت صبر و سکون سے برداشت کرتے۔ چناں چہ اندریں حالات ایک شخص مولوی عبداللہ سکنہ پوہلے تحصیل قصور ضلع لاہور اپنے گھر سے چھ جنوری ۱۹۳۷ء کو چلا اور ۲۷ر جنوری ۱۹۳۷ء کو موضع ڈہابا سنگھ جو ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ میں آیا اور رات کو موضع کے گوردوارے میں رہا۔ صبح کو چک نمبر ۳۴ جہاں مرتد رہتا تھا گیا اور اس کا پتہ دریافت کیا۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی مرتدہ

Marfat.com

بیوی دونوں کھیت میں گئے ہوئے ہیں چناں چہ مولوی صاحب بھی اسی طرف چل پڑے جہاں وہ کام کر رہا تھا اس کے پاس جا کر پہلے آپ نے اس کا نام دریافت کیا پھر دریافت کیا کہ تُو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاکم بدہن بزدل وغیرہ کہتا تھا، اُس نے اقرار کیا۔ اُس کے اقرار پر مولوی صاحب نے اسے للکارا کہ دیکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں کا ایک ادنیٰ خادم آج تجھ کو اس توہین کا مزہ چکھانے کے لیے آیا ہے، آ میرا وار سنبھال!!! مولوی صاحب نے ایک تیز چھری جو آپ نے اپنی پانچ چھ فٹ لمبی لاٹھی کے ساتھ باندھی ہوئی تھی اس کی ران میں ایسی گھونپی کہ وہ درد سے لاچار ہو گیا اور جھک کر اپنی ران سے چھری نکالنے لگا۔ مولوی صاحب نے کرپان سے جو اس کی کمر سے لٹک رہی تھی میان سے نکال کر اس کی گردن کو کاٹ ڈالا۔

ادھر اس کی مرتدہ بیوی اپنے خاوند کا یہ حال دیکھ رہی تھی وہ یہ دیکھ کر بھاگی اور ساتھ کے کھیت میں اس کے رشتہ دار مسلمان کام کر رہے تھے۔ انھیں امداد کے لیے چیخ اُٹھی لیکن مولوی صاحب نے دوڑ کر اس کو چونڈے سے پکڑ لیا اور گھسیٹ کر اس کے خاوند کی لاش پر پھینک کر کرپان سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔

مرتد اور مرتدہ کے قتل کرنے کے بعد مولوی صاحب نے گاؤں کے مسلمانوں اور سکھوں کو کہا کہ جا کر تھانہ میں رپورٹ کر دیں۔ میں لاشوں کی حفاظت کر رہا ہوں، ایسا نہ ہو کہ کوئی بے گناہ انسان پولیس کے عتاب میں آ جائے۔ چناں چہ اطلاع ہونے پر پولیس جب آئی تو مولوی صاحب مسجد میں تھے۔ پولیس کو مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ بغیر ہتھکڑی کے مسجد سے نہیں نکلوں گا چناں چہ پولیس نے مولوی صاحب کو ہتھکڑی لگا کر مسجد سے نکال کر ہتھکڑی کھول دی کیوں کہ وہ قاعدہ کے مطابق بغیر بیان یا شہادت لیے اس کو ہتھکڑی لگا نہیں سکتی۔ اس لیے مسجد میں مولوی صاحب کی ضد پر پولیس نے ایسا کیا۔ ۲ر فروری ۱۹۳۷ء کو مولوی صاحب کی دوسری پیشی تھی۔ استغاثہ کے گواہوں کے بیانات ہوئے، ملزم سشن سپرد کر دیا گیا ہے، آیندہ پیشی معلوم نہیں کب ہو گی۔ مولوی صاحب نے سشن میں اپنے بیانات دینے کا اقرار کیا ہے۔ جس دن پیشی تھی عدالت کے باہر مسلمانوں کی کثرت تھی۔ ''اللہ اکبر'' کے دل کش نعرے ہر بار بلند ہوتے رہے۔ مسلمان اس مقدمہ کو خاص مذہبی دل چسپی کے عنوان سے دیکھتے ہیں۔ شیخو پورہ کے مسلمان وکلاء نے بھی اپنی خدمات اس مقدمے کے لیے [پیش کی ہیں جن

Marfat.com

میں] خصوصاً شیخ کرامت صاحب، ملک محمد انور صاحب، شیخ غلام محمد صاحب قابل ذکر ہیں۔
(اخبار نیّر اسلام)

☆

انقلاب، ۱۶ر جولائی ۱۹۳۷ء

عبداللہ کو سنٹرل جیل لاہور میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا

جیل سے باہر مقامی مسلمانوں کا اجتماع اور مظاہرہ

لاہور ۱۴ ار جولائی - آج لاہور سنٹرل جیل میں عبداللہ نامی ایک نوجوان مسلمان کو پھانسی پر لٹا دیا گیا۔ اسے عدالت سشن سے اس الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا کہ اس نے ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں ایک سکھ کو قتل کر دیا تھا۔ ہائی کورٹ میں اپیل کیا گیا جو مسترد کر دیا گیا۔ آج عدالت کے فیصلہ کے مطابق نوجوان کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مقامی مسلمانوں کو اس بات کا علم ہو گیا تھا، اس لیے جیل کے باہر چند مسلمان جمع ہو گئے اور ''عبداللہ زندہ باد'' کے نعرے لگاتے رہے۔ پولیس افسر پولیس کی کثیر التعداد جمعیت کے ساتھ انتظامات میں مصروف تھے۔ پھانسی کے بعد لاش کو پولیس متوفی کے گاؤں لے گئی اور تجہیز و تکفین کے بعد واپس آئی۔

☆

Marfat.com

IV۔غازی مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ

غازی مرید حسین کا سن ولادت ۱۹۱۴ء/۱۹۱۵ء ہے، آپ کے والد بزرگوار کا نام چودھری عبداللہ خاں تھا جو بھلّہ (چکوال) کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ گاؤں میں ان کی اچھی خاصی زمین تھی۔ ان کے کردار حسن تھا اور گفتار میں سلیقہ، ایک روشن ضمیر مردِ مومن سے نسبت روحانی کے سبب چودھری صاحب کا دل دَردوسوز کی کیفیتوں سے لبریز رہتا، آنکھ بالعموم نم رہتی اور زبان یادِ الٰہی میں مصروف، خدا تعالیٰ نے ہر نعمت عطا کر رکھی تھی اور مرید حسین ان تمام دل چسپیوں کا مرکز اور باعث رونق تھا۔ مگر قسمت کے کھیل نرالے ہیں، شہید موصوف کی عمر پانچ برس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ۱۹۱۹ء کے آغاز میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا جب یہ معصوم زندگی کی پانچ بہاریں دیکھ چکا تو آپ کی والدہ صاحبہ نے اپنے لاڈلے اور اِکلوتے بیٹے کو قرآن حکیم اور دوسری اسلامی کتب کی تدریس کے لیے سید محمد شاہ صاحب کے ہاں بھیج دیا۔ یہ بزرگ جامع مسجد بھلّہ کے خطیب و امام مسجد تھے، دوسری طرف عام تعلیم کے حصول کی خاطر اپنے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیے گئے۔ دس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کر چکنے پر انہیں قریبی قصبہ کریالہ کے اینگلو سنسکرت مڈل سکول میں بٹھا دیا گیا۔ آپ شروع سے ہی بَلا کے ذہین اور محنتی تھے، مڈل کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں (جو اَب ڈگری کالج بن چکا ہے) زیر تعلیم رہے۔ آپ کی عمر پندرہ برس سے چند ماہ اوپر ہو چکی تھی۔ دو سال کی مدت پوری کرنے کے بعد میٹرک کے امتحان منعقدہ ۱۹۳۰ء میں شامل ہوئے۔ ۱۹۳۱ء کے آغاز میں نتیجہ میں سامنے آیا۔ آپ نے نہ صرف فرسٹ ڈویژن حاصل کی بل کہ پوری جماعت میں اول رہے اور ضلع میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ گو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور وسائل رکھتے تھے لیکن بعض ناگزیر گھریلو ذمہ داریوں اور گاؤں کی نمبرداری کے بوجھ سے مجبوراً سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔

تحفظ ناموس رسالت کے اس زندۂ جاوید کردار نے جب اخبار میں ڈاکٹر رام گوپال کی

Marfat.com

گستاخی کی خبر پڑھی تو انہیں اپنی رگوں میں خون کے بجائے بجلیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس خبر نے سب اہل ایمان کے کلیجے چھلنی کیے۔ یہ ایک ایسی تیز آگ تھی جس نے ہر مسلمان کے جذبات کو آتش کدہ بنا دیا۔ رام گوپال ایک انتہا پسند، کمینہ فطرت ہندو تھا۔ راج پال مردود اور نھورام سندھی کو وہ اپنا قومی ہیرو خیال کرتا، اس لیے کم بخت نے انہی کا راستہ منتخب کیا اور پھر بالآخر اپنے پیش رووں کی طرح جہنم رسید ہوگیا۔ ڈاکٹر مذکور سر چھوٹو رام کا قریبی رشتہ دار تھا جب اس کو مسلمانوں کے غم وغصہ کی خبر ملی تو اس نے خطرۂ موت کے پیش نظر اپنا تبادلہ جلد ہی پلول سے نارنوند میں کروالیا۔ یہ ضلع حصار میں واقع ہے۔ تبدیلی کے اَحکام پر عمل درآمد ہوگیا مگر یہ تمام کارروائی اس قدر صیغۂ راز میں رکھی گئی کہ محکمے کے بعض اہم افراد سے بھی خفیہ تھی۔ تعیناتی کا نیا مقام بھی بہت کم لوگوں کو معلوم تھا۔

غازی مرید حسین شہید کے جذبات رام گوپال کے خلاف نہایت شدید تھے کہ سوتے میں اچانک ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے، ادھر ادھر بہ غور دیکھا، فضاؤں میں خوشبو رَچ بس گئی تھی جانے دل کے کانوں سے آپ نے کیا سنا کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرنیں فروزاں ہوگئیں۔ شاید احساس کی آنکھ نے جلوۂ جاناں دیکھ لیا تھا کہ اُمیدوں کے چراغ جل اُٹھے، ساری رات آنکھ نہ لگی۔ وقت تھا کہ کٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ شب فراق تھی نہ ساعت وصال، اب کے قلب ونظر میں ٹھن گئی، دل کو آنکھ سے چشمک کہ اسے لذت دیدار حاصل ہوئی۔ آنکھوں کو یہ اضطراب کہ دل سے یادوں کے سلسلے وابستہ ہیں۔ رات جیسے بھی کٹی، کٹ گئی آدھی رات بیت چکی تھی۔ آپ کے ہاتھ میں قلم تھا اور کاغذ کے پُرزے پر کچھ لکھ رہے تھے، بالآخر کاغذ کا پُرزہ تہ کر کے جیب میں ڈالا اور مطمئن ہو کر لیٹ رہے۔ ایک اور شب حضرت قبلہ غازی صاحب نے اپنی رفیقۂ حیات کو بتایا:

> ”مجھے اس اَمر کا حکم دیا گیا ہے کہ شاتم رسول کا کام تمام کردوں۔ سرکار مدینہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی زیارت نصیب ہو چکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے مجھے اس بے غیرت ملیچھ کا حلیہ وغیرہ قلم بند کروایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بہ خوشی اس کی اجازت دے دیں اور نہ صرف مسکرا کر خدا حافظ کہیں بل کہ میری کامیابی کے لیے بھی دعا کریں۔“

غازی مرید حسین شہید جون ۱۹۳۶ء کے آخری ہفتے گھر سے اس عظیم مشن کے لیے روانہ

Marfat.com

ہوئے۔ چاچڑ شریف حاجی صاحب ترنگزئی کے آزاد علاقہ کوئٹہ، مقبرہ داتا گنج بخش علی ہجویری، میانی قبرستان لاہور (یہاں آپ نے اسلامیہ کالج لاہور کے ہاسٹل میں اپنے قریبی دوست کے کمرے میں قیام فرمایا) اور پھر دہلی تک...... ظاہراً یوں لگتا ہے کہ شمع رسالت کا غیور پروانہ شاید مختلف علاقوں کے فاصلے بلا مقصد ہی ناپتا رہا جب کہ ایسا ہرگز نہیں۔ دَرحقیقت یہ کامیاب منصوبہ بندی کا ایک حصہ تھا جس کی تفصیل اس جگہ بیان میں نہیں آسکتی۔ ملت اسلامیہ کے شاہین نے شکار پر جھپٹنے کے لیے پر تولے اور ۱۷ راگست ۱۹۳۷ء کو دہلی سے محوِ پرواز ہوا۔ حصار دہلی سے ۱۰۲ رمیل کی مسافت پر ہے اور نارنوند اس سے آگے قریباً تیس کوس ہوگا۔ غازی صاحب دہلی سے ٹرین پر سوار ہوئے اور ہانسی سٹیشن پر اُترے۔ انہیں صرف تین چار میل آگے جانا تھا۔ آپ نہر کی پٹڑی پر پیدل چل پڑے۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ بہرحال آپ نے یہ رات باہر درختوں کے ایک جھنڈ میں گزاری۔ ۸ راگست ۱۹۳۷ء کو آپ اس محتاط طریقے سے ہسپتال کے قریب پہنچے کہ کوئی بھی شک نہ کرسکا۔ اپنی چھوٹی سی نوٹ بک نکال کر ایک محفوظ جگہ کھڑے ہوگئے اور آنے جانے والوں کو بہ غور دیکھتے رہے۔ بالآخر ایک ہٹے کٹے آدمی پر نظر ٹک گئی۔ یہ وہی بدنام زمانہ گستاخ ڈاکٹر تھا جس نے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسم مبارک کی توہین کی تھی۔ شہباز عشق اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو پہلی نظر ہی میں پہچان گیا۔ آپ نے دیکھا کہ چند اشخاص گپیں ہانک رہے ہیں جب کہ تھوڑی دیر گزرنے پر رام گوپال اخبار پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ قریب بیٹھے کچھ افراد شطرنج کھیل اور دیکھ رہے تھے۔ شیر دل مجاہد موقع کی تلاش میں رہا۔ ڈاکٹر مذکور مطالعہ کرتے ہوئے چارپائی پر دراز ہوگیا۔ اس نے اپنا مکروہ چہرہ اخبار سے ڈھانپ رکھا تھا، بے جان مہروں کا کھیل ختم ہو چکا تو باتوں میں مگن نوجوان بھی ہولے ہولے کھسکنے لگے۔ غازی صاحب آپے سے باہر ہو چکے تھے۔ اب مزید انتظار ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ اس فتنے کو جلد از جلد اَبدی نیند سُلا دینا چاہتے تھے۔ اب اس آوارہ کتے کی ہلاکت یقینی تھی۔ شمع رسالت کا پروانہ اس کے سر پر کھڑا تھا تاہم آپ نے دینی غیرت اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور للکارا:

> ''او گدھے کے مُوذی بیٹے! اُٹھ اور اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ۔ آج تجھے موت کے گھاٹ اُتارنے کو رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا غلام آپہنچا ہے۔''

Marfat.com

وہ پھڑک کر اُٹھا اور دہشت میں نیچے گر رہا تھا کہ آپ نے زور سے نعرۂ تکبیر لگا کر چاقو اس کے سینے میں اُتار دیا...... کتا مر چکا تھا۔ تھانے میں ابتدائی رپورٹ کے بعد کیس کا باقاعدہ اندراج ڈاکٹر رام گوپال کی بیوہ کی طرف سے ہوا۔ انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں نے جائے واردات کا معائنہ کیا۔ مقتول کی نعش پولیس نے خاص اپنی نگرانی میں ہسپتال پہنچائی۔ سول سرجن نے مردے کا پوسٹ مارٹم کیا اور رپورٹ میں لکھا:

''حملہ اتنا شدید اور زخم اس قدر گہرا تھا کہ تمام آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں۔ اس گھاؤ سے مضروب کا بچ رہنا ناممکن تھا جسم کی اندرونی ساخت اور ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتول پر حملہ آور کی دہشت کی وجہ سے سکتہ طاری ہو گیا۔ چوں کہ اس سے خون خشک ہو چکا تھا اس لیے تن مردہ پر لہو کا کوئی دھبا یا داغ نہ ہے۔ یہ زخم کسی تیز دھار آلہ قتل کا لگا ہوا ہے۔ اگر چاقو کا پورا پھل سینے میں پیوست ہو جائے تو بھی ایسا زخم لگ سکتا ہے۔ لباس پر خون کے نشانات موجود نہیں تاہم بنیان پر ایک کٹ واضح ہے۔ آلہ قتل اسی کو پھاڑ کر سینے میں داخل ہوا۔''

قبلہ غازی صاحب کو گرفتار کر کے جامہ تلاشی لی گئی۔ آپ کی جیب سے ایک نوٹ بک برآمد ہوئی جس پر ڈاکٹر مقتول کا پورا حلیہ درج تھا۔ اس کے بارے میں خاصی پوچھ گچھ کی گئی۔ آپ نے بتایا:

''جس عظیم ذات نے مجھے اس اَمر کی اطلاع فرمائی ہے اور مردود ڈاکٹر کی شناخت کروائی، اُن کے حضور تم تو کیا تمہارے خیال کا گزر بھی نہیں ہوسکتا۔ مقتول میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ شان میں ہتک کا مرتکب ہوا تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کرم ہوا، میری قسمت جاگ اُٹھی۔ ایک رات نورِ مجسم رحمت ہر عالم نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب میں مجھے اس کی مکروہ صورت دکھائی گئی۔ میں نے اسے اچھی طرح پہچان لیا۔ اسی وقت اُٹھا اور حلیے کو جامۂ الفاظ پہنایا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے بہ مشکل اس کے گریبان تک پہنچا اور ''اللہ اکبر'' کہہ کر گستاخ کا کام تمام کر چکا ہوں۔ یہ میرا دینی فریضہ تھا۔ آگے

Marfat.com

آپ کا کام ہے جس طرح جی چاہے، قانونی تقاضوں کو پورا کریں۔''

تھانے میں دوران تفتیش آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے رام گوپال کو کیوں قتل کیا ہے؟ انہوں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا، استفسار کیا گیا: ہنس کیوں رہے ہو؟ آپ نے قدرے جذباتی ہو کر فرمایا: کیا روؤں؟ میں تو ایک مدت سے اس کے پیچھے تھا، اب میرے ہنسنے اور ہندوؤں کے رونے کا موسم ہے۔ مقام شکر ہے کہ میری مراد پوری ہوئی۔

مقدمہ سیشن سپرد ہوا۔ جج نے چند روز کی کارروائی کے بعد فیصلہ صادر کیا اور نوٹ میں لکھا:

''ملزم نے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اپنے فعل کو تسلیم کیا ہے نیز بیانات اور گواہوں پر جرح سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ملزم ہی حقیقی قاتل ہے۔ قتل مذہبی جنون میں کیا گیا۔ استغاثہ مبنی بر حقائق ہے اس لیے عدالت کے نزدیک مجرم سزائے موت کا مستحق ہے۔''

کہتے ہیں جس روز حضرت غازی مرید حسین کو سزائے موت سنائی گئی، آپ بہت مسرور اور مطمئن نظر آرہے تھے، انہیں جس قدر مسرت ہوئی، لواحقین اتنے ہی رنجیدہ تھے۔ ایک کو سایۂ رحمت میں چھپ جانے کی خوشی — دوسروں کو جدائی کا بھیانک تصور!!!

آپ جام شہادت نوش کرنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ رشتہ داران کو عرش سے فرش کی سمت کھینچنا چاہتے تھے۔ آپ ہار مانتے تھے نہ وہ شکست...... دونوں طرف ٹھن گئی۔ انہوں نے اپیل کا فیصلہ کیا اور یہ منزل پر پہنچنے کی دعائیں مانگنے لگے۔

قصہ مختصر غازی صاحب کے حسب منشا ہائی کورٹ سے بھی اپیل خارج ہوگئی۔ بنا بریں اس بارے میں بھی کوشش شروع ہو چکی تھی کہ اگر بچاؤ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو تو آپ کو کسی نزدیکی جیل (یعنی کیمبل پور)، میانوالی یا جہلم میں پھانسی دی جائے۔

شمع رسالت کا جاں نثار جہلم کے قید خانے میں منتقل ہو چکا تھا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ان کے جملہ رشتہ دار بہ غرض ملاقات آئے، اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک بار غازی کی والدہ نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا:

''مجھے غم یہ ہے کہ میرے اکلوتے بیٹے کے گلے میں رسّہ ڈالا جائے گا، آہ

Marfat.com

! گھر میں کس کے دَم سے رونق ہو گی۔ مجھے افسوس ہے میرا فقط ایک بیٹا تھا اور وہ بھی چند روز میں بچھڑنے والا ہے۔"

شہید موصوف نے زیرِلب مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"امی! اگر بیٹا ایک ہو تو زیادہ پیارا ہوتا ہے نا۔ اور سب سے پیاری شے ہی اللہ کی راہ میں قربان کرنی چاہیے۔ اس لیے آپ کو اور بھی خوش ہونا چاہیے کہ دین اسلام اور حرمت رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر اپنے اِکلوتے اور پیارے بیٹے کو قربان کر رہی ہیں۔ بھلا آپ سے بڑھ کر اور کون خوش قسمت ہو گا۔"

غازی صاحب کا صبر و استقلال مثالی تھا بل کہ یوں کہیے کہ آپ شہادت کے لیے مضطرب تھے اور ہر شب دعا فرماتے کہ طلوعِ سحر سے قبل ہی خواجۂ بطحا و طیبہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی چوکھٹ تک رسائی ہو۔ کیوں نہیں، آپ اس قافلہ کے سرخیل ہیں جنہیں کوچۂ حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اُٹھ کر سوئے جنت جانا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ بلاشبہ یہ مقام بلند بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔

محبت واخلاص کے باب میں ایک اور شہید ناز کی قربانیوں کا اضافہ ہونے والا تھا۔ وفا کی شاخ پر حسین رنگ گلاب کھلنے میں تھوڑی دیر باقی تھی جب غازی مرید حسین شہید کے بلیک وارنٹ جاری ہوئے تو گویا کالی گھٹاؤں کا موسم اُمڈ آیا۔ رُخِ حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یادوں کا اَسیر قید خانۂ دنیا سے رِہا ہونے والا ہے۔ یہ خبر اس قدر مسرت بخش اور راحت انگیز تھی کہ روز بروز عندلیبِ طیبہ کی رنگت نکھرتی چلی گئی۔ آپ کا چہرہ اتنا پُر رونق اور ہشاش بشاش نظر آتا جیسے کہ چاندنی کا غازہ مَل دیا ہو۔ آپ کی خمار آلودہ آنکھوں میں ایک میخانہ تیرتا رہتا...... ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں بادۂ عرب کے مشتاق کا عرصۂ قیام ۲۴ ستمبر کی ایک سہانی صبح سمٹ گیا...... کہتے ہیں آخری ملاقات میں آپ کی والدۂ محترمہ سے جدائی کا یہ منظر برداشت نہ ہو سکا۔ ممتا کی دل دہلا دینے والی صداؤں سے کرب ناک کیفیت پیدا ہو گئی۔ والدہ محترمہ کو یوں زار و قطار روتے دیکھ کر آپ نے عرض کیا: "ماں، میں چاہتا تو عدالت سے بہ آسانی بچ سکتا تھا مگر یہ خوب صورت راستہ میں نے خود اختیار کیا ہے جس وجہ سے آپ پریشان ہو رہی ہیں۔ میں تو یہاں تک بڑی مشکلوں سے پہنچا ہوں۔ خدارا مت روئیے، میری خوشی اسی میں ہے کہ آپ مجھے مسکراتے ہوئے

Marfat.com

چھوڑ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) میں پہنچوں تو میرے لباس پر آنسوؤں کا کوئی نشان نہ ہو۔ آپ کے ہونٹوں پر تبسم کی ہلکی سی لکیر سے میرا قافلۂ شوق جھوم جھوم اُٹھے گا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کو بیٹے کی قربانی کے سبب خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک قدموں میں جگہ مل جائے گی۔

شہیدِ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)...... غازی مرید حسین کی آرزوؤں کا چمن پورے جوبن پر تھا۔ آپ کو واصل بحق کرنے کے لیے ۸ر رجب المرجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعہ مقرر ہوئی۔ تختۂ دار پر لٹکانے کے تمام مراحل مکمل ہو چکے تھے۔ رات بھر جیل میں قرآن حکیم کی تلاوت، درود شریف کا ورد اور کلمۂ طیبہ کا ذکر ہوتا رہا۔ مسلمان قیدیوں نے فرطِ عقیدت سے تمام رات جاگ کر گزاری۔ غازی صاحب نے شب کا ایک حصہ شکرانے کے نوافل میں گزار دیا، کچھ وقت ام الکتاب کی تلاوت فرمائی اور درود وسلام کے ورد میں مشغول ہو گئے...... چاندنی رات کا غلاف، چہرے سے برستا ہوا نور، پیشانی کی طلعت، نگاہوں کا جلال، اُمیدوں کا چمن، فراق کی لذت، دیوانۂ عشق کا کیف، نظروں کا خمار، سرمدی نغمے کا ترنم، بھیگی پلکوں کی برسات، ایمان کی تپش، لب ہائے گہر ریز کی جنبش اور تصورِ جاناں کا نشہ...... بطلِ حریت، مجاہدِ ملت سر بہ کف، دست بدعا شوقِ شہادت میں سرشار نظر آ رہا تھا۔ طیبہ کی تجلیوں کو آنکھوں میں برسائے ان کے ہونٹوں پر نعتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) مچل رہی تھی......

الغرض سپرنٹنڈنٹ جیل اور چند وارڈن آپ کی کوٹھڑی کے قریب آ کر رُکے اور کہا: پھانسی کا وقت قریب ہوا چاہتا ہے۔ داستانِ محبت کی تکمیل کے لیے ہمارے ساتھ سوئے دار چلیے۔ آپ کے ہونٹوں پر تبسم کی ایک واضح جھلک تھی، فرمایا: شکر الحمدللہ...... چلئے! میں حاضر ہوں...... جانثارِ خیر الانام (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے باہر نکلتے ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ تمام قیدیوں نے ہم آواز ہو کر جواب دیا اور ''اللہ اکبر'' کے الفاظ سے فضا گونج اُٹھی۔ حضرت قبلہ غازی صاحب عالمِ شوق میں مچلتے، نعرۂ تکبیر لگاتے، تیز تیز ڈگ بھرتے، اَکڑتے، سنورتے، سنبھلتے، سینہ تانے اور نعت پڑھتے پھانسی گھر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

اب آپ نذرانۂ جاں لیے آنکھوں میں عقیدت کے پھول سجائے مقتل میں پورے قد

Marfat.com

سے کھڑے تھے، چہرے پر بشاشت تھی۔ پیشانی نورِ سعادت سے یوں چمک رہی تھی جیسے یکا یک اُفق پر کوئی روشن ستارہ نمودار ہو جائے۔ لڑکھڑاہٹ، گھبراہٹ نام کو نہ تھی، جیلر اور مجسٹریٹ گھڑیوں پر نظر لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے مدینہ شریف کی طرف منہ کر کے تین بار بہ آواز بلند کلمہ شریف کا ذکر کیا اور پھر درود شریف کے ملکوتی وظیفہ میں جُت گئے۔ تھوڑی دیر گزرنے پر سر جھکا دیا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں عرض کرنے لگے:

''میرے آقا (صلی اللہ علیک وسلم)! غلام حاضر ہے۔ بندہ اپنی حقیر جان کا تحفہ آپ کے قدموں پر نچھاور کرنا چاہتا ہے۔ قبول فرمالیجیے، یارسول اللہ...... انظر حالنا یارسول اللہ...... صلی اللہ علیک وسلم

فجر کی اذان کے ساتھ ہی جلاد نے اشارہ پا کر تختہ کھینچ دیا...... حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے غلام صادق کے استقبال کو تشریف لائے تھے۔ بے تاب رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک کف پا سے لپٹ گئی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)...... غازی مرید حسین شہید نے نہایت سکون کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ تختۂ دار پر آپ کے جسم مبارک کو تڑپنے پھڑ کنے کی بالکل زحمت نہ اُٹھانا پڑی۔ بس ایک ہی لحظہ میں اللہ کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ۲۲ سالہ دیوانہ فرزانہ واصل بحق ہو گیا۔

نماز جمعہ کے بعد قریباً چار بجے آپ کو بھلّہ شریف کے نزدیک ''غازی محل'' میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ لحد میں صندوق سے جو اضافی جگہ بچ رہی تھی اس میں عقیدت مندوں نے پھول پھینکے اور چند لمحات کے بعد آپ پتیوں کے ڈھیر میں دب گئے۔ حوران خلد، کشور حسن کے احاطے میں اشارۂ ابرو سے کہہ رہی تھیں: ''شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمت کا تقاضا تھا کہ آپ کے پسینۂ مبارک کے چند قطرے شہید کے کفن کی چادر پر ٹپک گئے ہیں۔ اب ان کی خواب گاہ صبح محشر تک مہکتی رہے گی۔

(ماہ نامہ نعت، لاہور۔شہیدان ناموس رسالت نمبر (حصہ سوم) مارچ ۱۹۹۱ء، تحریر: رائے محمد کمال)

☆

Marfat.com

انقلاب ۳/اگست ۱۹۳۴ء

شفاخانہ حیوانات پلول کے ڈاکٹر کی حیوانیت

ہسپتال کے گدھے کا نام "احمدؐ" رکھ دیا

آج دفتر جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر میں نہایت معتبر ذرائع سے ذیل کی دل خراش اور ناقابل برداشت خبر پہنچی ہے:

"قصبہ پلول میں ایک شفاخانہ حیوانات ہے اور اس میں نسل کشی کے واسطے ایک گھوڑا اور ایک گدھا رکھا ہوا ہے۔ ہسپتال کا انچارج ایک دَرِیدہ دَہن ہندو برہمن ڈاکٹر ہے۔ اس ڈاکٹر نے وٹرنری سپرنٹنڈنٹ کے ایما سے گدھے کا نام "احمدؐ" رکھا ہوا ہے۔ اور وہ گدھا اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کی اس ناپاک حرکت سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہو رہے ہیں اور ایک عام ہیجان پھیل رہا ہے۔ ڈاکٹر مذکور سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ گدھے کا نام سپرنٹنڈنٹ نے تجویز کر کے بھیجا ہے اور سپرنٹنڈنٹ سکھ ہے۔"

یہ ہے اقتباس اس چٹھی کا جو ہمارے دفتر میں پہنچی ہے۔ ہم وٹرنری محکمہ کے حکام اعلیٰ سے خصوصاً اور پنجاب گورنمنٹ سے عموماً درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوری محکمانہ تحقیقات کر کے ایسے نابکار لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کریں تا کہ مسلمانوں کے مجروح قلوب کو تسکین ہو ورنہ اس کے بدنتائج کی تمام تر ذمہ داری حکام پر عائد ہو گی۔

شیخ عبدالحکیم گجراتی

منصرم دفتر جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام۔ انبالہ شہر

☆

Marfat.com

انقلاب ۱۶/ اگست ۱۹۳۴ء

جماعت احمدیہ لدھیانہ کی ضروری قرار دادیں

آج ۱۰/ اگست ۱۹۳۴ء کو بعد از نماز جمعہ جماعت احمدیہ لدھیانہ کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں من درجہ ذیل قرار دادیں بالاتفاق منظور ہوئیں:

۱۔ شیخ مبارک احمد صاحب، مولوی فاضل (مرزائی) نے اخبارات پیش کیے کہ پلول ضلع گوڑگانوہ میں ایک سرکاری ویٹرنری ڈاکٹر نے ایک نسل کشی کے گدھے کا نام ''احمد'' رکھا ہوا ہے جس کو سن کر جماعت احمدیہ لدھیانہ سخت نفرت وحقارت کا اظہار کرتی ہے اور گورنمنٹ سے پُرزور درخواست کرتی ہے کہ وہ ایسے شخص کے خلاف جس نے سرکاری ملازمت میں رہ کر ایسے خطرناک فعل کا ارتکاب کیا ہے جس کے باعث جمہور مسلمانانِ ہند کے دلوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ اس فعل شنیعہ سے ہمارے رسول پاک صلعم کی کھلی ہوئی توہین ہے جن کے نام نامی پر ہر مسلمان اپنا تن من دھن قربان کرنا سعادتِ دارین خیال کرتا ہے۔ حکومت سے پُرزور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کو فوراً برطرف کر کے عبرت ناک سزا کا مستوجب ٹھہرائے ورنہ مسلمانوں کے اندر خطرناک طور پر ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اُمید ہے کہ حکومت اپنے تدبر کا فوری ثبوت دے گی جو رعایا نے ایک عظیم طبقہ کے تشکر وامتنان کا باعث ہوگا۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۲۴ راگست ۱۹۳۴ء

پلول کے احمق وٹرنری افسر

قارئین کو یاد ہوگا کہ وٹرنری اسسٹنٹ اور سپرنٹنڈنٹ حلقہ نے پلول کے شفاخانہ حیوانات میں ایک گدھے کا نام ''احمد'' رکھ کر تمام مسلمانانِ ہند کے قلوب کو مجروح کر دیا تھا اور ہر طرف سے اس ناپاک حرکت کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا جب شیخ محمد عمر صاحب صدر اوقاف کمیٹی پلول نے ڈائریکٹر وٹرنری سروس پنجاب کی توجہ اس اشتعال انگیز واقعہ کی طرف مبذول کرائی تو صاحب موصوف نے اپنے محکمے کے ایک فرد کی اس بیہودگی پر بے حد افسوس کا اظہار کیا اور یقین دلایا کہ ایسی لغویت آئندہ نہ ہوگی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ میرے اظہارِ افسوس کے بعد اب اس معاملے کو ختم کر دیں۔ اگرچہ ڈائریکٹر کے اس مکتوب کے بعد بھی مسلمانوں کا یہ مطالبہ باقی تھا کہ قصورواروں کو سزا دی جائے لیکن بہر حال مسلمان اس اظہارِ افسوس پر مطمئن تھے لیکن اس کے پانچ سات روز بعد ڈائریکٹر صاحب کا ایک اور مکتوب شیخ محمد عمر کے نام موصول ہوا جس میں عجیب وغریب توجیہہ کی گئی تھی کہ وٹرنری اسسٹنٹ اور سپرنٹنڈنٹ کے خلاف محض ایک غلط فہمی کی بنا پر اشتعال پیدا ہو گیا، اصل میں گدھے کا نام ''احمد'' نہیں بل کہ ''احمق'' رکھا گیا تھا۔

جس شخص نے ڈائریکٹر صاحب کو یہ تاویل سجھائی ہے وہ دَرحقیقت خود پرلے درجے کا اَحمق ہے اور اس تاویل سے مسلمانوں کے زخمی قلوب پر نمک چھڑکا گیا ہے۔ ہمیں پرائیویٹ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ گدھے کا نام ''احمد'' ہی رکھا گیا تھا اور اس تاویل سے اشخاص متعلقہ نے ڈائریکٹر صاحب کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے تاکہ قصوروار عہدہ دار محکمانہ سزا سے محفوظ رہیں۔ ہم اس تاویل کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں اور ہمارا یہ مطالبہ بہ دستور ہے کہ جس شخص نے یہ ناپاک حرکت کی ہے اس کو قرار واقعی سزا دے کر مسلمانوں کے مشتعل جذبات کا ٹھنڈا کیا جائے۔

☆

Marfat.com

انقلاب ۳۱ / اگست ۱۹۳۴ء

پلول کے وٹرنری ہسپتال کا واقعہ

پلول کے وٹرنری ہسپتال میں ایک گدھے کا نام ''احمد'' رکھنے پر مسلمانوں میں جو ہیجان و اضطراب پیدا ہوا۔ اس سے حکومت اچھی طرح باخبر ہے۔ سب سے پہلے حکام بالا نے اس شرم ناک شرارت پر اظہارِ افسوس کیا لیکن اس کے بعد یہ لکھا کہ گدھے کا نام ''احمد'' نہیں بل کہ ''احمق'' رکھا گیا تھا۔ یہ عذر نہایت نامعقول اور صاف طور پر غلط اور بے بنیاد تھا اور مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اس عذر کے پیش کرنے سے ان کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد بالکل خاموشی ہو گئی۔ ہم صاف الفاظ میں انسپکٹر جنرل وٹرنری ڈیپارٹمنٹ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے جذبات اس معاملے میں اب تک برانگیختہ ہیں اور جب تک سپرنٹنڈنٹ کو جو اس شرارت کا اصلی ذمہ دار ہے۔ قرار واقعی سزا نہ دی جائے گی۔ مسلمان مطمئن نہ ہوں گے۔ ہم حکومت کو نہایت مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس معاملے کو معمولی نہ سمجھے۔ مسلمان اپنے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت پر جانیں قربان کر دینا معمولی بات سمجھتے ہیں۔ مبادا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ جائے اس لیے تدبر کا تقاضا یہی ہے کہ اس شرارت کے ذمہ دار کو سزا سے بچانے کی کوشش نہ کی جائے۔

☆

انقلاب ۹ / ستمبر ۱۹۳۴ء

پلول کے شفاخانہ حیوانات کے سپرنٹنڈنٹ پر حملہ کی کوشش
ایک مسلمان نوجوان کو چار ماہ قید کی سزا

دہلی، ۷/ ستمبر؛ چکوال کا مسلم طالب علم جس نے اس سال ہی امتحان انٹرنس پاس کیا ہے۔ جامع مسجد کے نزدیک مشتبہ حالت میں چکر لگاتا ہوا پایا گیا، ایک پولیس کے سپاہی نے اس سے چند سوالات کیے جس کے جواب میں اس نے صاف الفاظ میں بتلا دیا کہ وہ چکوال کا رہنے والا ہے اور وہ پلول کے اس سکھ وٹرنری سپرنٹنڈنٹ کو قتل کرنے کے لیے آیا تھا جس نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہوئے اصطبل کے گدھے کا نام ''احمد'' رکھ دیا۔ نوجوان کے ہاتھ

Marfat.com

میں ایک لاٹھی تھی، پولیس کے سپاہی نے جب اس کو بہ غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ گپتی ہے۔ سپاہی مذکور اس کو گرفتار کر کے تھانے میں لے گیا۔ وہاں بھی نوجوان نے یہی بیان دیا۔ مجسٹریٹ کی عدالت میں نوجوان نے مزید بتلایا کہ وہ سکھ اسسٹنٹ سرجن کو قتل کرنے کے لیے آیا تھا اور اس مقصد کے لیے اس نے اتنا طویل سفر طے کیا، مگر جس وقت وہ پلول میں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اسسٹنٹ سرجن کہیں تبدیل ہو گیا ہے، علاوہ اس کے اسے یہ خیال بھی آیا کہ اس کے والدین ضعیف ہیں اگر قتل کے جرم میں اسے موت کی سزا مل گئی تو ضعیفی کے عالم میں ان کی دست گیری کون کرے گا۔ ملزم نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اپنا ارادہ تبدیل کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ تعلیم اسلام کے مطابق جہاں رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے اسی طرح والدین کی اطاعت بھی اولاد پر فرض ہے مگر آخر الذکر امر اولاد کے لیے اول الذکر ہے۔ مقدم ہے۔ نوجوان نے کہا کہ ان حالات کے ماتحت اس نے سکھ ڈاکٹر کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔

مجسٹریٹ نے سماعت مقدمہ کے بعد نوجوان کو چار ماہ کی سزائے قید کا حکم دے دیا۔

☆

نیّر اسلام ۱۶/ ستمبر ۱۹۳۴ء

شفاخانہ حیوانات پلول کے گستاخ ڈاکٹر کو قتل کرنے کا قصد!

چکوال ضلع جہلم کے ایک بست سالہ مسلم لڑکے کو چار ماہ قید با مشقت

دہلی، ۷/ ستمبر: سردار سنت سنگھ کی عدالت سے آج چکوال ضلع جہلم کے ایک بست سالہ مسلم نوجوان کو جس کا نام محمد یوسف ہے اور جو پلول کے شفاخانہ حیوانات کے ڈاکٹر کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اپنے قبضہ میں بلا لائسنس اسلحہ رکھنے کے جرم کی پاداش میں زیر دفعہ ۱۹ (الف) قانون اسلحہ چار ماہ قید با مشقت کی سزا کا حکم سنایا گیا۔

محمد یوسف نے حسب ذیل بیان دیا:

''میں نے ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' میں پلول کے ڈاکٹر کی گستاخی کی تفصیل

Marfat.com

پڑھی جس نے ایک گدھے کا نام آقا و مولا حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ''احمد'' رکھ کر اسلامیانِ عالم کے جذبات کو مجروح کیا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا کہ میں اسے قتل کر کے چین لوں گا لیکن مجھے اپنے بوڑھے باپ کا خیال آ گیا جو معذور ہے جس کے لیے میں ہر روز ایک میل کے فاصلہ سے دودھ لاتا ہوں۔ میرے جذبات اس قدر مشتعل ہو چکے تھے کہ میں ایک دن پلول روانہ ہو گیا اور میں نے قصد کر لیا کہ خواہ مجھے قید کر دیا جائے یا پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ میں ضرور گستاخ ڈاکٹر کو کیفرِ کردار کو پہنچا کر رہوں گا۔

میں نے رات پلول کی ایک مسجد میں گزاری اور رات کو یکا یک مجھے پھر اپنے والد کا خیال آیا اور میں قرآن کریم عائد کردہ اس فرض کو نہ بھول سکا جو والدین کی خدمت کے سلسلہ میں اولاد کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر کا بھی تبادلہ ہو چکا تھا، اس لیے میں دہلی لوٹ آیا۔''

مجسٹریٹ نے محمد یوسف کو چار ماہ قید کی سزا دی اور فیصلہ میں لکھا کہ اس کا ارادہ خوف ناک تھا اور جرم بھی سنگین ہے لیکن چوں کہ اس کے سر پر مذہبی جنون سوار تھا۔ وہ نوجوان ہے اس نے حال ہی میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے اور اس کے والدین بوڑھے ہیں اس لیے اسے صرف چار ماہ قید بامشقت کی سزا کافی ہے۔

☆

انقلاب ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء

گدھے کو ''احمق'' سے ''بہادر'' بنا دیا گیا

وہی ڈھاک کے تین پات۔ حکومت پنجاب کا اعلان

شملہ ۱۳ ستمبر: حکومت پنجاب کی طرف سے من درجہ ذیل اعلان ہوا ہے:

چوں کہ بعض اخبارات میں ایک گدھے کے نام کے متعلق غلط اور اشتعال انگیز اطلاعات شائع ہو رہی ہیں، لہٰذا پنجاب گورنمنٹ یہ اعلان کرتی ہے کہ شفاخانہ حیوانات کے کسی حیوان کا نام ''احمد'' نہیں رکھا گیا اور نہ کبھی کسی نے یہ تجویز کیا کہ کسی

Marfat.com

حیوان کو اس نام سے پکارا جائے۔ اس گدھے کا اصل نام ''احمق'' تھا لیکن آئندہ غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے لیے اب اس کا نام ''بہادر'' رکھ دیا گیا ہے۔

☆

انقلاب ۹ر نومبر ۱۹۳۴ء

زمیندار کا پریس ضبط کر لیا گیا
ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جائے گی

مولانا اختر علی خان سے ٹیلی فون پر یہ معلوم کر کے بے حد صدمہ ہوا ہے کہ ۷ر نومبر کو تیسرے پہر حکومت پنجاب کے حکم سے **منصور سٹیم پریس** جس میں ''زمیندار'' چھپتا تھا۔ ضبط کر لیا گیا یعنی پریس کی مشین اور سارا سامان پولیس نے اپنے قبضے میں لے لیا، غالباً اس ضبطی کی وجہ یہ ہے کہ جس مضمون کی بنا پر ''زمیندار'' اور اس کے پریس سے چار ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی تھی وہی مضمون ''زمیندار'' میں طلب ضمانت کا حکم موصول ہونے کے بعد دوبارہ شائع کر دیا گیا تھا۔

''زمیندار'' نے ابھی طلب کردہ ضمانت داخل نہیں کی اور بہ حالات موجودہ اگر وہ ضمانت داخل بھی کی گئی تو من درجہ بالا وجہ کی بنا پر اس کے بھی ضبط ہو جانے کا خطرہ ہے، اس لیے فی الحال مولانا ظفر علی خان یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ضمانت داخل کی جائے یا فی الحال توقف کیا جائے۔ بہ ہر کیف ہمیں اپنے معاصر سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے، ہمارے نزدیک حکومت کو اس قدر شدید اور منتقمانہ رویہ اختیار نہ کرنا چاہیے اور کوئی نہ کوئی ایسی سہولت ضرور پیدا کرنی چاہیے کہ ''زمیندار'' دوبارہ نکل سکے۔ معلوم ہوا ہے کہ مالکان زمیندار پریس کی ضبطی کے خلاف عدالت عالیہ میں اپیل دائر کرنے والے ہیں۔

بعد کی اطلاع

لاہور ۷ر نومبر۔ آج شام کے ساڑھے آٹھ بجے مقامی پولیس نے مسٹر گاربٹ چیف سیکرٹری حکومت پنجاب کے دستخطوں سے جاری شدہ نوٹس کی مولانا ظفر علی خاں سے تعمیل کراتے ہوئے منصور سٹیم پریس کو بحق سرکار ضبط کر لیا، مولانا ظفر علی خاں صاحب نے شکریہ کے ساتھ نوٹس کی تعمیل کی۔ **منصور سٹیم پریس** کی ضبطی زمیندار کے **تبلیغ نمبر** میں ایک شائع شدہ نظم پر جو غازی

Marfat.com

عبدالقیوم کے متعلق مولانا محمد سعید عثمانی کے قلم سے لکھی گئی تھی اور دوسرے ''پلول کا گدھا'' کے مضمون کو دوبارہ شائع کرنے پر ہوئی ہے۔ منصور سٹیم پریس کی دو مشینوں، انجن، چودہ پتھروں کو مع دیگر سامان متعلقہ کے ضبط کرلیا گیا جو بیس ہزار روپے کی مالیت کا بیان کیا جاتا ہے۔ سامان کی فرد بنانے کے بعد پریس کے دروازوں کو مقفل کر کے پولیس کا پہرہ متعین کر دیا گیا۔

اس سے پیشتر اخبار **زمیندار** سے تین ہزار اور **منصور سٹیم پریس** سے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی جا چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مالکان **زمیندار** اخبار اور پریس کی ضمانت داخل کرنے کے بعد کسی دوسرے پریس میں **زمیندار** کی اشاعت کا انتظام کریں گے۔ (مسلم نیوز سروس)

☆

انقلاب ۱۵/دسمبر ۱۹۳۴ء

زمیندار کی ضمانت کی واپسی --- ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض قارئین استفسار کر رہے ہیں کہ حکومت نے **زمیندار** سے پہلے تین ہزار روپے بہ طور ضمانت لے لیے پھر واپس کر دیے۔ اس میں کیا راز ہے۔ ہم نے باخبر حلقوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جب **زمیندار** سے ایک مضمون ''**پلول کا گدھا**'' کی بنا پر ضمانت طلب کی گئی تو حسب دستور دس دن کی میعاد ادخالِ ضمانت کے لیے دی گئی لیکن **زمیندار** کے طابع و ناشر نے اس وقت ضمانت داخل کی جب دو تین دن میعاد سے اوپر گزر چکے تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے حکومت سے توسیع میعاد کی نئی منظوری حاصل کیے بغیر وہ ضمانت قبول کر لی لیکن حکومت کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ میعاد پر دو تین زائد گزر جانے کی وجہ سے اس ضمانت میں قانونی نقص پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ ضمانت واپس ہو جانی چاہیے لیکن چوں کہ حکومت **زمیندار** کو بلا ضمانت نہ چھوڑ سکتی تھی اس لیے ایک اور مضمون کی بنا پر تین ہزار روپے طلب کر لیے گئے اور پہلی ضمانت جو حکومت کے نزدیک خلاف قانون قرار پا چکی تھی۔ واپس کر دی گئی۔ چناں چہ مولانا ظفر علی خاں صاحب نے وہی تین ہزار روپیہ دوبارہ داخل کرا دیا۔

☆

Marfat.com

ضمیمہ

غازیانِ ناموس رسالت کے متعلق لٹریچر کا تعارف

Marfat.com

کتاب کا نام: **غازی علم الدین شہید**
مصنف: رائے محمد کمال
صفحات: ۲۱۶
ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سن اشاعت: بار اول: ۱۹۸۳ء
بار دوم: ۱۹۸۵ء

یہ کتاب غازی علم الدین شہید کی پہلی جامع سوانح ہے۔ مولف کتاب نے مصادر و مراجع کی جستجو میں بہت محنت کی ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۷ پر ماخذ کی تفصیل دی گئی ہے جن میں روزنامہ **انقلاب**، روزنامہ **سیاست**، روزنامہ **زمیندار**، روزنامہ **الجمعیۃ**، اے آئی آر ۱۹۳۰ء لاہور، روزنامہ **کوہستان**، روزنامہ **مشرق**، ہفت روزہ **چٹان**، اور معاصر ہندو اخبار **پرتاپ** (جالندھر) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ نیز لاہور ہائی کورٹ میں محفوظ غازی صاحب کے مقدمہ کی کارروائی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے غازی مرحوم کے دوست احباب اور عزیز و اقارب سے بھی معلومات لے کر کتاب میں شامل کی ہیں۔

☆

کتاب کا نام: **سیرت غازی علم الدین شہید**
مصنف: محمد حسیب القادری
صفحات: ۱۶۰
ناشر: اکبر بک سیلرز، لاہور
سن اشاعت: بار اول: ۱۹۸۳ء

اس کتاب میں غازی صاحب کے خاندانی احوال درج ہیں۔ نیز آپ کی ولادت سے شہادت تک کے سفر کا بیان ہے۔ کتاب کا مقدمہ جناب ابو واصف چشتی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔

☆

Marfat.com

کتاب کا نام: غازی علم الدین شہید (منظوم)
مصنف: سیف الحق ضیائی
صفحات: ۲۸۸
ناشر: کتابستان پبلشنگ کمپنی، اردو بازار، لاہور
سن اشاعت: باراول: جون ۲۰۰۱ء

یہ کتاب منظومات پر مشتمل ہے۔ مرتب کتاب پیشہ کے اعتبار سے سپریم کورٹ آف پاکستان کے وکیل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں غازی صاحب کی تصویر ہے۔ ڈاکٹر ظفر علی راجا، ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی (مدیر ماہ نامہ درویش، لاہور)، سید اظہر حسن ندیم (ڈی آئی جی پولیس)، مخدوم محمد سجاد قریشی (سابقہ گورنر پنجاب)، ڈاکٹر طاہر القادری، چوہدری محمد حنیف کھٹانہ (سابق صدر لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن، پاکستان) کے پیغامات درج ہیں۔ صفحہ ۶۰ اور ۶۱ پر ''غازی علم الدین شہید میڈل'' یافتگان برائے سال ۱۹۹۶ء اور ۱۹۹۷ء کی فہرست درج ہے جن میں حکیم محمد سعید (چیئرمین ہمدرد دواخانہ، وقف پاکستان)، ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، انجینئر سلیم اللہ خان، ڈاکٹر سید کاظم بخاری، پیرزادہ عطامحی الدین شاہد (ایڈیشنل سیشن جج)، ڈاکٹر خالد رانجھا، ڈاکٹر پروفیسر اجمل خان نیازی، محمد اسلم ناگی (جج بینکنگ کورٹ ٹربونل)، چوہدری مشتاق احمد خالد (سابق سول جج، پنجاب)، چوہدری محمد یونس (سول جج، پنجاب) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ میڈلز غازی علم الدین شہید میموریل سوسائٹی کی جانب سے دیے گئے۔

کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے' حصہ اول اردو اور حصہ دوم میں پنجابی اور حصہ سوم میں فارسی منظومات اور قطعات ہیں۔ حصہ اول میں جن شعراء نے غازی صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

سید ہلال جعفری، ذوق دہلوی، محمد حنیف نازش قادری، ضیا محمد ضیا، حزیں کاشمیری، اصغر نثار قریشی، علیم ناصری، حافظ لدھیانوی، عزیز لدھیانوی، منیر نوابی، قمر یزدانی، امداد صدیقی

حصہ دوم (پنجابی) میں درج ذیل شعرا کا کلام شامل ہے:

Marfat.com

استاد عشق لہر، محمد اقبال دیوانہ، استاد اللہ دتہ صابر، ساغر بٹ، یوسف موج، لالہ محسن رفیع جواز، غفور شاہد، ارشد جبریل، حنیف رہبر، ہمایوں پرویز شاہد، محمد بشیر ناطق، اثر انصاری فیض پوری، نذر حسین جانی، غلام رسول حیدری، حاجی عبدالعزیز، امداد صدیقی۔

حصہ سوم (فارسی) میں ان شعراء کا کلام درج ہے:

سید ذوالفقار علی نسیم، خان صابر خلیل امرتسری، مولانا ابوظفر نازش رضوی، پیر غلام دستگیر نامی، عبدالرحمٰن خان قنبر لدھیانوی۔

☆

کتاب کا نام: غازی علم الدین شہید

مصنف: کامران اعظم سوہدروی

صفحات: ۲۴۰

ناشر: مشتاق بک کارنر، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: باراول: ۲۰۱۲ء

اس کتاب کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں غازی صاحب کے سیرت و کردار کے علاوہ عدالتی ریکارڈ کو جدید کمپوزنگ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

☆

کتاب کا نام: غازی علم الدین شہید

مصنف: فرحان ذوالفقار

صفحات: ۳۲۰

ناشر: حمزہ بکس، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: باراول: ۲۰۰۸ء

اس کتاب میں غازی صاحب کے احوال شہادت کے علاوہ عدالتی ریکارڈ کو عکسی اور جدید کمپوزنگ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

☆

Marfat.com

کتاب کا نام: غازی علم الدین شہید
مصنف: ظفر اقبال نگینہ
صفحات: دوسو(۲۰۰)
ناشر: جنگ پبلشرز، لاہور
سن اشاعت: باراول: مئی ۱۹۸۸ء

یہ کتاب دستاویزی حیثیت کی حامل ہے۔اس کتاب میں پہلی بار غازی صاحب مرحوم کے مقدمہ کے مکمل ریکارڈ کو عکسی صورت میں پیش کیا گیا نیز قارئین کی سہولت کے لیے کمپیوٹر کمپوزنگ کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔دستاویزات میں پولیس رپورٹ، کارروائی سیشن عدالت مع فیصلہ، عدالت عالیہ میں اپیل، مقدمہ کی کارروائی اور فیصلہ، بکنگھم کورٹ (پریوی کونسل) میں اپیل مع فیصلہ کی نقول دی گئی ہیں۔

کتاب کے سرورق پر غازی صاحب کی تصویر دی گئی ہے۔فلیپ کور پر سردار سکندر حیات خان (سابق وزیر اعظم آزاد جموں و کشمیر) اور جسٹس مجید ملک (سپریم کورٹ آزاد کشمیر) کے تاثرات ہیں۔اس کتاب کو جنگ نیوز گروپ کے مالک میر شکیل الرحمٰن نے اپنے اہتمام سے شائع کیا۔

☆

کتاب کا نام: شہید ناموس رسالت غازی علم الدین شہید
مصنف: خولہ متین
صفحات: ۱۲۶
ناشر: علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار، لاہور
سن اشاعت: ۲۰۰۷ء

اس کتاب کو محترمہ خولہ متین نے مرتب کیا ہے۔اس کتاب میں غازی صاحب مرحوم کے متعلق مختلف احباب فہم و دانش کے منظوم و منثور تاثرات و مقالات جمع کیے گئے ہیں۔

☆

Marfat.com

کتاب کا نام: غازی علم دین شہید

مصنف: راؤ جاوید اقبال

صفحات: ۴۰

ناشر: شعبہ نشر و اشاعت لوہ کوٹ کلچرل اینڈ ہیریٹیج سوسائٹی،
لاہور، آفس 1، فلور 9، امتیاز پلازہ بند روڈ، چوک یتیم خانہ، لاہور

سن اشاعت: باراول: اگست ۲۰۰۸ء

یہ کتاب کلچر انفارمیشن اینڈ یوتھ افیئر، حکومت پنجاب کے خصوصی تعاون سے شائع ہوئی۔ کتاب کا انتساب ڈاکٹر تنویر الاسلام رانا (صوبائی وزیر ثقافت، پنجاب) کے نام ہے جب کہ اوریا مقبول جان (معروف کالم نگار و تجزیہ نگار) کی ملی، مذہبی، سماجی اور ثقافتی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تالیف میں فاضل مولف نے قدیم اخبارات مثلاً روزنامہ پیسہ، انقلاب، زمیندار وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں غازی علم دین شہید کا شجرہ نسب اور اخیر میں آپ کے مزار مبارک کی مکمل تفصیلات مع تعارف دیگر مدفونین دیا گیا ہے۔ اخیر کتاب میں اس دوکان کی تصویر بھی دی گئی ہے جس میں غازی علم دین نے راج پال ملعون کو واصل جہنم کیا تھا۔

☆

کتاب کا نام: نیا قصہ شہادت - غازی علم الدین شہید

مصنف: درج نہیں

صفحات: ٦

ناشر: ایجوکیشنل پریس، جالندھر شہر

سن اشاعت: دسمبر ۱۹۲۹ء

غازی موصوف کی بارگاہ میں پہلا منظوم خراج عقیدت ہے۔

☆

Marfat.com

کتاب کا نام: **نیا قصہ-غازی علم الدین صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ**

مصنف : منشی ظفر حسین صاحب ظفرؔ ابن ایچ اے صاحب مرحوم
کوٹ خواجہ سعید، لاہور

حسب فرمائش: منشی گل احمد تاجر کتب و مالک صابریہ بک ڈپو لاہور نولکھا بازار

صفحات: ۸

ناشر: صابریہ بک ڈپو، نولکھا بازار لاہور

سن اشاعت: نومبر ۱۹۲۹ء بار دوم

اس رسالہ کے آخر میں غازی علم الدین شہید کے بچپن سے جوانی اور پھر شہادت کے احوال پر مشتمل ایک کتاب ''سوانح عمری غازی علم الدین شہید'' کا اشتہار بھی درج ہے۔

☆

کتاب کا نام: **نواں قصہ غازی مرید حسین شہید علیہ الرحمۃ**

مصنف: درج نہیں

صفحات: ۱۶

ناشر: طالب حسین رشکؔ، متصل مسجد احمدیہ چکوال

ملنے کا پتہ: شیخ عبدالغفور اینڈ سنز، جنرل مرچنٹ چکوال ضلع جہلم

مطبع: اتحاد پریس، لاہور

سال اشاعت درج نہیں۔ البتہ ایک طویل نظم کے آخر میں تاریخ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء درج ہے، یوں یہ غازی مرید حسین شہید کے متعلق سب سے اول رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ راقم کو اس رسالہ کا عکس محترم جناب حسن نواز شاہ (نڑالی-گوجر خان) نے عنایت کیا۔ اس میں غازی صاحب کی شہادت پر مختلف شعراء کی کہی گئی نظمیں شامل کی گئی ہیں جن میں محمد غالب اشکؔ صحرائی (سیکرٹری بزم ادب، چکوال)، ذکاء اللہ بسملؔ، ابوالفضل مولانا محمد کرم الدین دبیرؔ (رئیس اعظم بھیں تحصیل چکوال) اور مولانا محمد عبدالرحمٰن دردؔ (سکنہ مسوال، قصبہ ڈھڈیال تحصیل چکوال) شامل ہیں۔

رسالہ کے آخر میں ناشر کی جانب سے پنجابی اشعار پر مشتمل ''سوانح عمری غازی مرید

حسینؒ" کا اشتہار دیا گیا ہے جس کے مصنف/شاعر مولانا محمد عبدالرحمٰن درد مسوالی ہیں۔

☆

کتاب کا نام: قصہ غازی مرید حسین عاشق خیر الوریٰ علیہ الرحمۃ

مصنف: قاضی جلال حسین (ضلع سرگودھا کے قصبہ کوٹ مومن کے رہائشی)

صفحات: --

ناشر:

کتاب مطبوع اور پنجابی نظم میں ہے۔

☆

کتاب کا نام: عشق رسول کے ایمان افروز واقعات

مصنف: مولانا عماد الدین محمود

صفحات: ۱۶۰

ناشر: ادارہ تالیفات ختم نبوۃ، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: بار چہارم: ۲۰ مارچ ۲۰۰۹ء

اس کتاب کا آغاز سلطان نورالدین زنگی کے واقعہ سے کیا گیا ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سلطان کے خواب میں آ کر دو آدمیوں کی نسبت اشارہ کر کے بے چینی کا اظہار کرنا، سلطان کا تفتیش کرنا اور روضۂ رسول کے بارے نصاریٰ کی خطرناک سازش کو ناکام بنانا وغیرہ تفصیل سے درج ہے۔ اس واقعہ کے بعد غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی عبداللہ شہید، غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔

کتاب کے سرورق کے مطابق اس میں سلطان نورالدین زنگی سے لے کر غازی علم الدین شہید تک کے واقعات عشق رسول کو جمع کیا گیا ہے۔ جب کہ فاضل مصنف نے سلطان نورالدین زنگی کے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد غازی علم الدین شہید کا واقعہ بیان کیا ہے اور درمیانی عرصہ کے واقعات کی کھوج میں کوشش صرف نہیں کی۔ لہٰذا یہ عبارت "سلطان نورالدین زنگی سے لے کر غازی علم الدین شہید تک" کی بجائے "غازی علم الدین شہید سے غازی عامر

Marfat.com

عبدالرحمٰن چیمہ شہید تک'' ہوتی تو زیادہ جامعیت کا اظہار ہوتا۔

☆

کتاب کا نام: **غازی علم دین سے غازی عامر چیمہ تک**

مصنف: محمد مقصود احمد شہید

صفحات: ۱۲۰

ناشر: مکتبہ عرفان، ۳۷ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: باردوم: ذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ

یہ کتاب غازیان ناموس رسالت- غازی علم الدین شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی عبداللہ شہید، غازی مرید حسین، غازی صدیق شہید، غازی عبدالرحمٰن، غازی امیر احمد شہید، غازی عبداللہ شہید، غازی غلام محمد شہید اور غازی عامر چیمہ شہید کے مختصر تذکرہ پر مشتمل ہے۔

مولف نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند منظور حسین کو بھی غازیان ناموس رسالت کی فہرست میں شامل کرلیا ہے جوکہ درست نہیں۔ رائے محمد کمال نے اس بابت اپنے مقالہ ''**تحفظ ناموس رسالت کی چند گم شدہ کڑیاں-شخصیات و واقعات**'' (مشمولہ ماہ نامہ **نعت**، لاہور-**شہیدان ناموس رسالت نمبر** بابت اپریل ۱۹۹۱ء) میں اس کی تردید کی ہے اور قاضی منظور حسین کے بھائی قاضی مظہر الدین کے خط کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ قاضی منظور حسین نے ذاتی رنجش اور خاندانی جائیداد کے قضیہ کے سبب ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں:

> ''اسے میری غیر ذمہ داری کہیے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کو شہیدان ناموس رسالت کی صف میں لا کھڑا کیا اور ریکارڈ میں سخت غلطی واقع ہوگئی۔ اب میں اس معاملہ کو اپنی خطا گردانتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی مولانا منظور حسین صاحب غازی علم الدین شہید و غازی مرید حسین شہید کے قافلے میں شامل نہیں۔''

لہٰذا مولف مذکور کو چاہیے کہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کرلیں۔

کتاب کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کے آخیر میں عہد رسالت سے دَورِ حاضر تک گستاخان رسول کا نام اور ان کو انجام تک پہنچانے والے غیور مسلمانوں کے نام اور سن وقوعہ پر

Marfat.com

مشتمل ایک فہرست دی گئی ہے۔

☆

کتاب کا نام: غازی میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: رائے محمد کمال

صفحات: ۱۵۲

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

سن اشاعت: باراول: اگست ۱۹۸۶ء

کتاب کے آغاز میں غازی میاں محمد شہید اوران کے والد گرامی، برداران اور رفقاء کی تصاویر دی گئی ہیں۔ تصنیف وتحقیق کے مراحل سے فاضل مولف کس طرح گزرے اس کا ذکر انہوں نے اپنے پیش لفظ میں کیا ہے۔ کتاب کے اخیر میں ولسن اینڈ کمپنی (سولسٹرز، پریوی کونسل ایجنٹس) کے دو خطوط کا عکس بھی دیا گیا ہے۔ غازی صاحب موصوف کے حالات زندگی و واقعۂ شہادت کے تعلق سے یہ اولین کتاب ہے۔

☆

کتاب کا نام: ناموسِ رسالت کے سات شہید

مصنف: رائے محمد کمال

صفحات: ۴۴۸

ناشر: جہانگیر بک ڈپو، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: ۲۰۰۶ء

اس کتاب میں غازی عبدالرشید شہید، غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی میاں محمد شہید اور غازی محمد عبداللہ شہید کے حالات اور جرات و دلیری کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ رائے محمد کمال نے غازیان ناموس رسالت کے احوال کا کھوج لگانے اور اصل مصادر و ماخذ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کی ہے۔ اور بلاشبہ غازیان ناموس رسالت کے حوالہ سے آپ کا نام اتھارٹی مانا جاتا ہے۔

☆

Marfat.com

کتاب کا نام: شہیدان ناموس رسالت

مصنف: محمد متین خالد

صفحات: ۳۹۰

ناشر: فاتح پبلشرز، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

سن اشاعت: سن ندارد

اس کتاب میں فاضل مولف نے شہیدان ناموس رسالت کے متعلق مختلف جراید و رسائل میں شائع ہونے والے مقالات کو یک جا کر دیا ہے۔ غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی عبداللہ شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی امیر احمد شہید، غازی عبدالمنان شہید، غازی احمد دین شہید، غازی زاہد حسین کے متعلق متعدد مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ دیگر مقالات میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، توہین رسالت کی سزا-عہد رسالت میں، توہین رسالت کا اصل قانون، بسنت اور توہین رسالت، شاتت سرکاری کوششیں اور مسلمان حکمران، رسول اللہ کے دشمنوں کی نفسیاتی تحلیل، شاتمان رسول کا عبرت ناک انجام وغیرہ شامل ہیں۔

مقالہ نگاران میں حاجی نواب الدین گولڑوی، راجا رشید محمود، صاحب زادہ سید خورشید گیلانی، پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان شاہ، ڈاکٹر ام خولہ، محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)، ڈاکٹر محمود احمد غازی، پروفیسر محمد اکرم رضا، ڈاکٹر اختر چیمہ، ظفر اقبال نگینہ، ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

☆

کتاب کا نام: غازی و شہید مرید حسین

مصنف: محمد کعب شریف

صفحات: ۱۷۶

ناشر: محمد صادق، ساکن سدوال (تحصیل و ضلع چکوال)

سن اشاعت: بار سوم: ۲۰۰۳ء

Marfat.com

یہ کتاب شہید ناموس رسالت غازی مرید حسین کے خاندانی حالات و تعارف، رام گوپال کی گستاخانہ جسارت اور قتل سے لے پولیس و عدالتی کارروائی کی تفصیلات، غازی موصوف کا وصیت نامہ، واقعۂ شہادت اور تجہیز و تکفین کی روداد پر مشتمل ہے۔ جدید ایڈیشن میں اردو و پنجابی مناقب شامل کی گئی ہیں۔

☆

کتاب کا نام: سوانح حیات پروانۂ شمع رسالت غازی مرید حسین شہید

مصنف: رائے محمد کمال

صفحات: ۱۲۳

ناشر: شہیدان ناموس رسالت پبلی کیشنز، چاہ میراں، لاہور

سن اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۹ء

☆

کتاب کا نام: تحریک مسجد شہید گنج کے گم نام مجاہد۔ غازی محمد اسحاق شہید

مصنف: جلال الدین ڈیروی

صفحات: ۸۰

ناشر: مدرسہ تعلیم القرآن دربار غازی محمد اسحاق شہید، سلامت پورہ، لاہور

سن اشاعت: جون ۲۰۰۵ء

تحریک مسجد شہید گنج، لاہور کے ایک گم نام مجاہد غازی محمد اسحاق شہید کے حالات پر یہ پہلا رسالہ ہے۔ غازی اسحاق شہید عالمی شہرت یافتہ قاری غلام رسول کے برادر اکبر تھے۔ اس رسالہ میں غازی صاحب کے خطوط کا عکس اور مزار کی تصویر بھی شامل ہے۔

☆

کتاب کا نام: ممتاز قادری کیس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کا شرعی جائزہ

مصنف: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
نائب ناظم اعلیٰ ملی مجلس شرعی، پاکستان

Marfat.com

ممبر مرکزی رویت ہلال کمیٹی، پاکستان

صفحات: ۲۴

ناشر: ملی مجلس شرعی، لاہور- پاکستان

سن اشاعت: باردوم:۲۰۱۶ء

اس مختصر رسالہ میں غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سپریم کورٹ آف پاکستان کے غیر شرعی فیصلہ کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

☆

کتاب کا نام: **غازی ملک ممتاز حسین قادری کا اقدام-اسلام، ایمان اور قانون کی روشنی میں**

مصنف: علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

نائب ناظم اعلیٰ ملی مجلس شرعی، پاکستان

ممبر مرکزی رویت ہلال کمیٹی، پاکستان

صفحات: ۲۴

ناشر: اسلامک میڈیا، لاہور- پاکستان

☆

کتاب کا نام: **غازی یا قاتل**

مصنف: ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی

صفحات: ۲۸۸

ناشر: زاویہ پبلشرز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

سن اشاعت: بار اول:۲۰۱۲ء

یہ کتاب دراصل فاضل مولف کے چار تحقیقی رسائل کا مجموعہ ہے جن کو اب چار ابواب کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے۔ چاروں ابواب کے نام بالترتیب یہ ہیں:

باب اول: ھل یقتل المسلم بالمرتد (کیا مسلمان کو مرتد کے بدلے قتل کیا جائے گا؟

Marfat.com

باب دوم: کیا مرتد کے قتل کیے جانے پر اس کی تعزیت اور تاسف کا اظہار کرنا جائز ہے؟

باب سوم: جاوید احمد غامدی کا نظریہ ارتداد اور اس کا تحقیقی جائزہ

باب چہارم: توہین رسالت کی سزا قرآن وسنت اور بائبل کی روشنی میں

یہ تمام رسائل فاضل مولف نے غازی ممتاز حسین قادری علیہ الرحمۃ کی حمایت میں تحریر کیے اور قرآن وسنت اور فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں ثابت کیا کہ ملک ممتاز حسین قادری کو ''غازی'' کہنا درست ہے اور سلمان تاثیر اپنے اقوال وافعال کے اعتبار سے مرتد ہے۔ کتاب ہذا پر علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد خان قادری، علامہ خلیل الرحمٰن قادری اور علامہ سید عظمت شاہ گیلانی کی تقاریظ ہیں۔

☆

کتاب کا نام: مقدمہ شہید ناموس رسالت غازی ملک محمد ممتاز حسین قادری (حکومتی وعدالتی قتل اور میڈیا کی بے حسی کی بدترین مثال)

مصنف: صادق علی زاہد

صفحات: ۳۲

ناشر: ختم نبوت ریسرچ سنٹر، محلہ بال لیلا ننکانہ صاحب

سن اشاعت: جولائی ۲۰۱۶ء

اس مختصر رسالہ میں آسیہ ملعونہ کی گستاخی سے لے کر ممتاز قادری کی شہادت کے واقعات کو معتبر ماخذ کی روشنی میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

☆

کتاب کا نام: ملک ممتاز حسین قادری۔شخصیت اور سفر آخرت

مصنف: مولانا شہزاد قادری ترابی

صفحات: ۱۳۶

ناشر: تحریک لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پتہ درج نہیں)

سن اشاعت: ۲۰۱۶ء

قرآن وسنت کی روشنی میں گستاخ کی سزا اور غازی ممتاز حسین قادری کے اقدام پر سیر

Marfat.com

حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ نیز تعزیرات پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت سے متعلق شق ۲۹۵ سی کا تعارف، آسیہ ملعونہ کا معاملہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ غازی ممتاز قادری کے مقدمہ وشہادت کے متعلق اخباری تراشوں کے عکس بھی شامل کتاب ہیں۔

☆

کتاب کا نام: کروں تیرے نام پہ جاں فدا

مرتب : محمد کاشف رضا

صفحات: ۳۶۸

ناشر: درج نہیں۔

سن اشاعت: مارچ ۲۰۱۶ء

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ناموس رسالت وقانون ناموس رسالت کے متعلق علماء کرام و ماہرین قانون کے مقالات پر مشتمل ہے۔ دوسرا باب غازی ممتاز حسین قادری کے حالات پر مشتمل ہے، تیسرے باب میں غازی ممتاز قادری کی گرفتاری کے بعد کاٹی گئی ایف آئی آر اور یمن کے دارالافتاء سے جاری شدہ فتوی پر مشتمل ہے۔ چوتھے باب میں غازی ممتاز قادری کے بھائی ملک دل پذیر اعوان اور وکلاء کے انٹرویوز ہیں، پانچواں باب میڈیا کا کردار پر مشتمل ہے جس میں مختلف کالم نویسوں کے کالم شامل کیے گئے ہیں جب کہ آخری باب مناقب پر مشتمل ہے۔

☆

کتاب کا نام: محافظ ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری

مصنف : مفتی محمد حنیف قریشی

صفحات: ۵۶۲

ناشر: شباب اسلامی، راول پنڈی، پاکستان

سن اشاعت: جنوری ۲۰۱۲ء

یہ کتاب غازی ممتاز قادری کی حیات میں شائع ہونے والی اولین کتاب ہے، اس کتاب میں ممتاز قادری کے ابتدائی حالات، سلمان تاثیر کا قتل، ایف آئی آر، عدالت میں پیشی وغیرہ کا

Marfat.com

حال مفصل بیان کیا گیا ہے، نیز اخبارات و رسائل کے عکوس کے علاوہ ممتاز کالم نگاروں کے متعدد کالموں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اخیر کتاب میں غازی ممتاز قادری کے چند خطوط کا عکس بھی دیا گیا ہے۔

☆

کتاب کا نام: شہید ناموس رسالت عامر عبدالرحمٰن چیمہ علیہ الرحمۃ

مصنف: محمد متین خالد

صفحات: ۳۶۰

ناشر: علم وعرفاں پبلشرز، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت:

ستمبر ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار نے توہین آمیز خاکے شائع کیے تو عالم اسلام میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ پوری دنیا میں مظاہرے ہوئے۔ جنوری ۲۰۰۶ء میں ۲۲ ممالک کے ۷۵ اخبارات و رسائل نے ان خاکوں کو دوبارہ شائع کیا۔

۲۸ سالہ پاکستانی نوجوان عامر چیمہ نے ۲۰ مارچ ۲۰۰۶ء کو خاکے شائع کرنے والے جرمن اخبار کے ایڈیٹر ہنرک بروڈر پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کی پاداش میں برلن پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا اور جیل میں تشدد کرتے ہوئے ان کی شہ رَگ کاٹ دی اور واقعہ کو خودکشی کا رنگ دینے کی ناکام کوشش کی۔ تاہم اس دوران عامر چیمہ غازیان ناموس رسالت کی صف میں خود کو شامل کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ غازی عامر چیمہ کی شہادت پر ملک کے معروف صحافیوں، علماء و دانشوروں نے اپنی تحریروں میں غازی موصوف کو خراج عقیدت پیش کیا۔ پیش نظر کتاب اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے اداریوں، مقالات اور منظومات کا مجموعہ ہے جو کہ بلاشبہ ایک اہم دستاویزی حیثیت کی حامل ہے۔

کتاب کا نام: تذکارِ شہید ناموس رسالت ممتاز حسین قادری علیہ الرحمۃ

مصنف: سردار محمد اکرم بٹر

صفحات: ۳۰۴

ناشر: ادارہ نوید سحر، لاہور

Marfat.com

سن اشاعت: فروری ۲۰۱۷ء

☆

کتاب کا نام: غازی عبدالقیوم شہید- ذرۂ خاک سے مہر عالم تاب تک

مصنف: --

صفحات: ۱۴

بہ تعاون: الحق ویلفیئر ٹرسٹ، فیڈرل بی ایریا بلاک ۱۳، کراچی

ناشر: غازی عبدالقیوم شہید یادگاری کمیٹی، کراچی

☆

جرائد و رسائل کے خصوصی شمارے:

ماہ نامہ درویش، لاہور- **عاشقان پاک طینت نمبر**

خصوصی شمارہ مئی ۱۹۹۴ء

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

جلد: ۶، شمارہ: ۵، صفحات: ۹۶

مقام اشاعت: المصطفیٰ ہومیو کلینک، ۵۴ عبدالکریم روڈ، لاہور

اس خصوصی شمارہ میں غازی عبدالرشید شہید، غازی علم دین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی محمد اسحاق، غازی عبداللہ، غازی احمد دین اور غازی معراج دین شہید کے متعلق مقالات ہیں۔ مقالہ نگاران میں ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، ملک شیر محمد، فیاض احمد کاوشؔ، سید خورشید احمد گیلانی، سردار علی صابری، سید وحید الدین، منیر نوابی، مفتی محمد مختار، محمد اختر چیمہ، ظفر اقبال، محمد محسن اقبال اور ضیا جالوی کے نام شامل ہیں۔

☆

ماہ نامہ نعت، لاہور- **شہیدان ناموس رسالت نمبرز**

مدیر اعلیٰ: راجا رشید محمود

مقام اشاعت: اظہر منزل، چوک گلی نمبر 10/5، نیو شالیمار کالونی، ملتان روڈ، لاہور- پاکستان

ماہ نامہ نعت، لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جنوری ۱۹۹۱ء سے مئی ۱۹۹۱ء تک لگا تار پانچ

Marfat.com

خصوصی شمارے شہیدان ناموس رسالت کے متعلق جاری کیے۔ چھٹا خصوصی شمارہ جولائی /اگست ۱۹۹۹ء میں ''تحفظ ناموس رسالت'' کے عنوان سے جاری ہوا۔ ۲۰۰۶ء میں غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید ہوئے تو ساتواں خصوصی شمارہ ستمبر ۲۰۰۶ء میں ''شہیدان ناموس رسالت'' کے عنوان سے جاری کیا گیا جو کہ پہلے جاری کردہ تمام شماروں سے زیادہ ضخیم تھا۔ ان تمام شماروں کے مندرجات کی تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

= شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ جنوری ۱۹۹۱ء

اس شمارے میں معروف نعت گو شاعر راجا رشید محمود، پروفیسر اکرم رضا، پروفیسر ضیاء المصطفیٰ، نواب الدین گولڑوی اور علامہ سید احمد سعید کاظمی کے مقالات شامل ہیں۔ مقالات کے عنوانات بالترتیب یہ ہیں:

محبت کے تقاضے اور سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت، تحفظ ناموس رسالت - اہمیت اور تقاضے، گستاخ سرکار کو قتل کیا جائے گا، توہین رسالت کی سزا، گستاخ رسول کی سزا۔

منظومات میں حفیظ جالندھری، محمد حسین آسی، یونس حسرت، افضل کوٹلوی، نظیر لدھیانوی، حافظ لدھیانوی، نازش قادری، ضیا محمد ضیا، خالد بزمی، حزیں کاشمیری، اصغر نثار قریشی، مولانا ظفر علی خان، پروفیسر محمد اکرم رضا اور راجا رشید محمود کی نظمیں شامل ہیں۔

کل صفحات ۱۱۲ ہیں۔

= شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ فروری ۱۹۹۱ء

ابھی دستیاب نہیں ہوا۔

= شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ مارچ ۱۹۹۱ء

اس شمارے میں رائے محمد کمال، محمد کعب شریف، صابر علی چشتی، غلام نصیر الدین چشتی، چودھری محمد ایوب، ڈاکٹر لیاقت علی نیازی (سابق ڈپٹی کمشنر چکوال وریٹائرڈ ڈائریکٹر لاہور میوزیم)، ملک منیر نوابی اور فضہ عابدہ نقوی کے مقالات شامل ہیں۔

اس شمارے میں غازی مرید حسین شہید اور میاں محمد شہید کے متعلق مقالات اور منظومات ہیں۔ غازی میاں محمد شہید کا آخری خط جو کہ انہوں نے اپنے بھائی ملک نور محمد کے نام لکھا تھا۔ بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس شمارے کے کل صفحات بھی ۱۱۲ ہیں۔

Marfat.com

= **شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ اپریل ۱۹۹۱ء**

اس خصوصی شمارے میں غازی عبدالقیوم شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی محمد عبداللہ شہید اور غازی امیر احمد شہید کے متعلق مقالات اور منظومات شامل ہیں۔ ''سوگوار مسلمانوں پر فائرنگ'' کے عنوان سے راجا رشید محمود نے غازی عبدالقیوم شہید کے جنازے پر انگریز فوج کی فائرنگ کے اسباب اور اس کے نتیجے میں ہونے والی شہادتوں کے درست حقائق بیان کیے ہیں۔ ''تحفظ ناموس رسالت کی چند گم شدہ کڑیاں'' کے عنوان سے رائے محمد کمال نے چند گم نام شہیدان ناموس رسالت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس شمارے کے صفحات بھی ۱۱۲ رہیں۔

= **شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ مئی ۱۹۹۱ء**

اس شمارے میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے انچارج پروفیسر سید محمد سلطان شاہ، ڈاکٹر شہناز کوثر، راجا رشید محمود، اظہر محمود، رائے محمد کمال، نسرین اختر کے مقالات شامل ہیں۔ حصہ منظومات میں محشر بدایونی، فیض الرسول فیضان، ہلال جعفری، راجا رشید محمود، آغاز برنی کا کلام شامل ہے۔ اس شمارے کے صفحات بھی ۱۱۲ رہیں۔

= **تحفظ ناموس رسالت نمبر برائے ماہ جولائی/اگست ۱۹۹۹ء**

اس شمارے کے مرتب و مصنف رائے محمد کمال ہیں اور اس شمارے میں گستاخ رسول کی شرعی سزا بارے قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے دلائل پیش کیے گئے ہیں نیز سلمان رشدی ملعون کی بھرپور مذمت کی گئی ہے۔ اس شمارے کے کل صفحات ۲۰۰ رہیں۔

= **شہیدان ناموس رسالت نمبر برائے ماہ ستمبر ۲۰۰۶ء**

اس خصوصی شمارے کا دوسرا نام ''غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید نمبر'' ہے اور اس کے مرتب افضال احمد انور ہیں۔ اس شمارے میں ڈنمارک سے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت، مسلمانوں کے ردعمل اور ملعون کارٹونسٹ پر حملہ اور غازی عامر چیمہ شہید کی گرفتاری سے شہادت، میت کی پاکستان آمد اور تجہیز و تکفین و تدفین اور چہلم کے حالات کا مفصل بیان ہے۔

منظومات میں راجا رشید محمود، ضیا محمد ضیا، ارشد فارانی، سید عارف محمود مہجور رضوی، محمد

Marfat.com

ابراہیم عاجز، ضیا نیر، پروفیسر محمد حسین آسی، عبدالقیوم طارق سلطان پوری، حکیم سرو سہارن پوری کا کلام شامل ہے۔ یہ شمارہ ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

☆

ماہ نامہ العاقب، لاہور کا خصوصی شمارہ۔ **غازی ملک ممتاز حسین قادری**

مدیر: محمد وحید نور

صفحات: ۲۴۰

ناشر: فدایان ختم نبوت، جامع مسجد رحمۃ اللعالمین ﷺ، مدینہ کالونی نزد گرینڈ بیٹری سٹاپ متصل شیل پٹرول پمپ، چوک یتیم خانہ لاہور

سن اشاعت: جنوری/ مارچ ۲۰۱۷ء

یہ خصوصی شمارہ غازی ممتاز قادری کے متعلق تقریباً ۴۶ مقالات و منظومات پر مشتمل ہے۔ ایک مقالہ غازی احمد شیر خان نیازی کے متعلق ہے نیز رسالہ کے آخر میں راقم کا مقالہ "رد قادیانیت میں پیسہ اخبار کا حصہ" بھی شامل کیا گیا ہے۔ غازی ممتاز قادری کے متعلق مدیر رسالہ وحید نور، معروف صحافی انصار عباسی، چوہدری رفیق احمد باجوہ (ایڈووکیٹ)، پروفیسر بابر حسین بابر، محمد نوید شاہین (ایڈووکیٹ)، پروفیسر متین الرحمٰن، پروفیسر ظہیر احمد ظہیر اور پیر سید عرفان شاہ مشہدی کے مقالات شامل ہیں۔ غازی ممتاز قادری کے والد کے تاثرات نیز غازی صاحب کے وکلاء کے انٹرویوز بھی شامل اشاعت ہیں۔

رسالہ کے ہر صفحہ کے نیچے بارڈر میں امام مالک کا مشہور قول "ما بقاء الامة بعد شتم نبیھا" مع اردو ترجمہ "کیا گستاخ رسول سے انتقام لیے بغیر مسلم امہ کو زندہ رہنے کا حق ہے؟" درج کیا گیا ہے۔

☆

انٹرنیشنل ماہ نامہ پاکستانی، کراچی۔ **شانِ رسالت نمبر**

ایڈیٹر: وسیم الدین

صفحات: ۵۰

تاریخ اشاعت: اپریل، مئی ۲۰۰۶ء

Marfat.com

۲۰۰۶ء میں جب مختلف یورپی ممالک کے اخبارات نے توہین آمیز خاکے شائع کیے تو دنیا بھر کے مسلمان سراپا احتجاج ہو گئے۔ اسی دوران غازی عامر چیمہ شہید کا کردار بھی سامنے آیا جنہوں نے ملعون اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا اور غیرت دینی کا بھرپور اظہار کیا۔ ماہ نامہ پاکستانی کا یہ شمارہ اسی پس منظر میں جاری ہوا۔ اس خاص شمارہ کا موضوع اگرچہ شان رسالت ہی ہے لیکن اس میں غازیان ناموس رسالت کے متعلق مضامین بھی شامل ہیں چناں چہ اس خاص شمارہ کے صفحہ نمبر ۵ پر ''بیسویں صدی کا پہلا شہید غازی عامر چیمہ شہید'' کے عنوان سے محترمہ سعدیہ وسیم کا مضمون ہے۔ (مضمون کا عنوان ''اکیسویں صدی کا پہلا شہید'' ہونا چاہیے تھا) نیز رسالہ کے صفحہ نمبر ۳۰ پر برطانوی دور حکومت کے ہندوستان میں عاشقان رسول کے ہاتھوں توہین رسالت کرنے والوں کے ''عبرت ناک انجام کی داستانیں'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون ہے جسے رسالہ کا باب نمبر ۱۳ بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں غازی خدا بخش، غازی عبدالعزیز، غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی زاہد حسین اور غازی عبداللہ شہید کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

اس خاص شمارہ کے دیگر اہم مقالات کے عنوان درج ذیل ہیں:

گزارش احوال واقعی- چند حقائق چند تجاویز، ہم شرم سار ہیں (اداریہ)، یہودی سکھ عیسائی ہندو بدھ مت کے ممتاز دانش وروں کا رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت (از: بلقیس شیخ)، مغرب اور اسلام (از: پروفیسر خیال آفاقی)، توہین رسالت اور ہمارا شعور (از: شاہنواز فاروقی)، عظمت اسلام موومنٹ کے امیر میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی سے نمائندہ ماہ نامہ پاکستانی کی ملاقات کا احوال، نئی کربلا (از: شاہنواز فاروقی)، مسلمانوں میں فرقے - یہودیوں کی گھناؤنی سازشوں کے پیداوار (از: دانیال وسیم)، تاریخ کا ایک ورق-صلیبی جنگوں سے تہذیبی تصادم تک (ترجمہ از: طاہر منصور فاروقی)، عالم کفر کا واحد ہدف-مسلمان (از: رضی الدین سید)، اے کاش کوئی ایک تو ایسا ہوتا! (از: خالد عمران)، ایک بھولا ہوا سبق (از: مولانا عبدالغفور)، توہین رسالت کے ممکنہ مقاصد (از: عطا محمد جنجوعہ)، توہین رسالت کے خلاف عوامی احتجاج (از: محمد علی سید)، اہل مغرب کی ناکام سازش (از: محمد اسماعیل ریحان)، کیا ہم جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے اہل

Marfat.com

ہیں (از: پروفیسر خیال آفاقی)، توہین رسالت کا بدترین سانحہ۔مسلم حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی (از: شاہنواز فاروقی)، دشمن کی نت نئی سازشیں اور ہماری ذمہ داریاں (از: حکیم سید محمود احمد)، توہین رسالت اور مسلم حکمرانوں کی بے چارگی (از: خواجہ رضی حیدر)، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے (از: علامہ سید رضی جعفر نقوی)، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور قرآن پاک کی گواہی (باب اول)، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا کارٹونوں کی اشاعت کے ذریعہ منصوبہ۔سازش بے نقاب (باب دوم)، ملعون اخبارات کی فہرست جنہوں نے توہین رسالت پر مبنی کارٹون شائع کرنے کی جسارت کی (باب نمبر۳)، توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کو شائع کرنے والے غیر ملکی اخبارات کے خلاف کارروائیاں (باب نمبر۴)، عالمی مذہبی سیاسی راہنماؤں اور حکمرانوں کا احتجاج (باب نمبر۵)، توہین رسالت پر مبنی کارٹون بنانے والے ۱۲ آرٹسٹوں کے قتل پر انعامات (باب نمبر۶)، ایڈیٹر، وزیراعظم اور وزراء کے شرم ناک رویے (باب نمبر۷)، ڈنمارک کی مصنوعات بائیکاٹ کرنے والے ممالک (باب نمبر۸)، توہین انبیاء کرنے والوں کے ساتھ سلوک کے لیے اللہ کے احکامات۔قرآن پاک کی روشنی میں (باب نمبر۹)، ڈنمارک کی مصنوعات کے نام اور نشانات (باب نمبر۱۰)، عہد رسالت میں توہین کرنے والوں کے ساتھ سپہ سالار اعظم کا سلوک (باب نمبر۱۱)، جنگ یمامہ (باب نمبر۱۲)، عبرت ناک انجام کی داستانیں (باب نمبر۱۳)، انبیاء اور مذاہب کی توہین کے سدّ باب کے لیے امریکہ، برطانیہ، یورپی ممالک اور پاکستان کے قوانین کا جائزہ (باب نمبر۱۴)، مستقبل میں مذاہب و انبیاء و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تضحیک کے سدّ باب کے لیے تجزیہ اور تجاویز (باب نمبر۱۵)

شمارہ کے بیک کور پر شہدائے نشتر پارک کی تصاویر ہیں اور اس سانحہ پر سنی تحریک سے اظہار تعزیت کیا گیا ہے۔

اسی شمارے کا دوسرا ایڈیشن مارچ ۲۰۰۸ء میں شائع کیا گیا جس میں اوپر ذکر کردہ مضامین میں سے چند کا انتخاب کیا گیا۔دوسرے ایڈیشن کے کل صفحات ۲۲ ہیں۔

☆

روزنامہ امت، کراچی/راول پنڈی کی خاص اشاعتیں

روزنامہ امت نے گزشتہ سال (۲۰۱۶/۱۷ء) غازیان ناموس رسالت پر خصوصی طور پر

Marfat.com

تحقیق کروائی اور متعدد قسطوں میں غازیان ناموس رسالت کے متعلق تفصیلی مضامین شائع کیے۔ روزنامہ امت کے صحافی محترم جناب احمد خلیل جازم نے غازیان ناموس رسالت کے تعلق سے بہت تلاش وجستجو سے کام لیا اور نہایت اہم مضامین قلم بند کیے۔

☆

الیکٹرونک میڈیا پر نشر ہونے والے پروگرامز کی تفصیل:

اس حصہ میں الیکٹرونک میڈیا پر نشر ہونے والے پروگراموں، فلموں، ڈراموں اور خصوصی رپورٹوں کا ذکر مقصود ہے۔ اس مختصر ریویو سے ان فلموں، ڈراموں کی کہانی یا فلمائے گئے کردار اور پیش کردہ واقعات کی تائید ہرگز خیال نہ کی جائے۔

فلم- غازی علم الدین شہید کے متعلق دو فلمیں بن چکی ہیں۔ ایک فلم بہت عرصہ قبل بنائی گئی تھی جب کہ سنہ ۲۰۰۲ء میں ادارہ گجر آرٹ پروڈکشنز نے غازی علم دین شہید کے ورثاء محمد رفیق اور محمد رشید کی اجازت سے غازی علم دین شہید پر ایک اور فلم تیار کی۔ اس فلم میں معروف اداکار معمر رانا نے غازی علم الدین کا کردار ادا کیا۔

☆

ڈرامہ- غازی عبدالقیوم شہید

پاکستان ٹیلی ویژن

یہ ڈرامہ یوٹیوب پر دیکھا تھا لیکن اس کا لنک اب تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا۔ لہذا تفصیلات پیش کرنے سے قاصر ہوں۔

☆

ڈاکومنٹری فلم- غازی عبدالقیوم شہید

جیو نیوز

رپورٹر: طارق ابوالحسن

Marfat.com

سال: ۲۰۱۰ء

یوٹیوب لنک: https://www.youtube.com/watch?v=Cb66_3ksta4

☆

لائیو ود فرح -- خصوصی پروگرام غازی عامر چیمہ شہید

میزبان: فرح حسین

مہمان: پروفیسر نذیر چیمہ مع اہلیہ (غازی عامر چیمہ شہید کے والدین)

اے ٹی وی

اس پروگرام میں فرح حسین نے غازی عامر چیمہ شہید کے والدین کو نہایت عقیدت اور ادب واحترام سے مدعو کیا اور ان سے غازی عامر چیمہ شہید کی زندگی کے متعلق سوالات کیے اور غازی عامر چیمہ شہید سے بھرپور عقیدت کا اظہار کیا۔

☆

غازی عامر چیمہ شہید کی بارہویں برسی پر خصوصی رپورٹ

چینل 24

سال: مئی ۲۰۱۸ء

یوٹیوب لنک: https://www.youtube.com/watch?v=bipntUolpcg

☆

صبح نور پروگرام - غازی علم الدین شہید

۹۲ چینل

میزبان: جسٹس (ریٹائرڈ) نذیر احمد غازی

مہمان: مفتی فاروق القادری، رائے محمد کمال، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

بتاریخ: ۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۶ء

☆

Marfat.com

صبح نور پروگرام- غازی ممتاز قادری

۹۲ چینل

بتاریخ: یکم مارچ ۲۰۱۶ء

میزبان: جسٹس (ریٹائرڈ) نذیر احمد غازی

مہمان: ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر نوید اظہر، علامہ اعظم نوری

غازی ممتاز قادری کی شہادت کے روز یہ پروگرام نشر کیا گیا۔ پروگرام کے میزبان جسٹس ریٹائرڈ نذیر احمد غازی صاحب نے پابندی کے باوجود بڑی جرات و دلیری سے غازی ممتاز حسین قادری شہید کو خراج عقیدت پیش کیا اور حکومتی اقدام کی بھرپور مذمت کی۔

یہ پروگرام یوٹیوب پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

☆

Marfat.com

دار النعمان پبلیشرز
DARUN NOMAN PUBLISHERS

معاصر اخبارات جرائد و رسائل کی روشنی میں

غازیانِ ناموسِ رسالت ﷺ

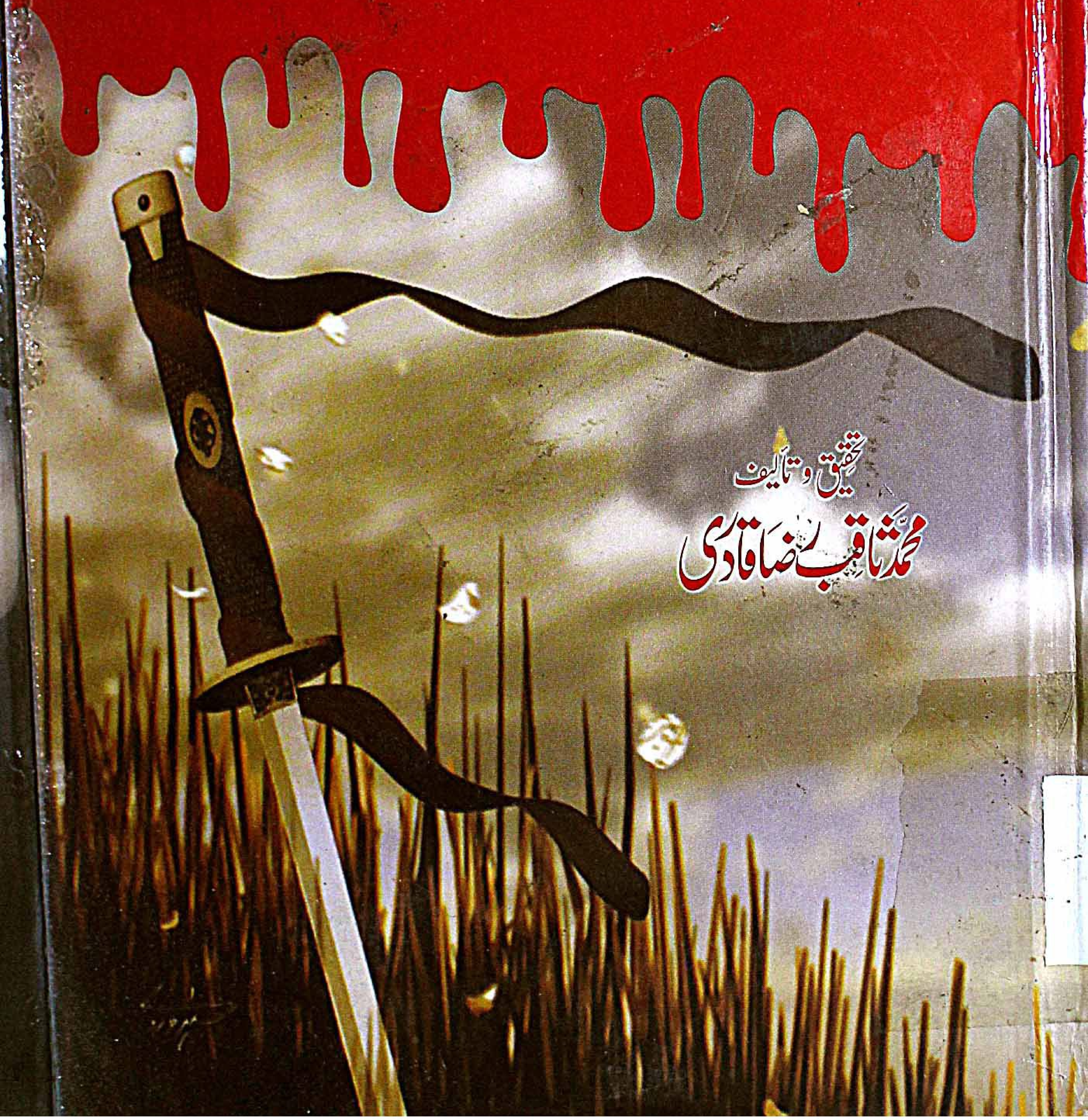

تحقیق و تالیف

محمد ثاقب رضا قادری

Marfat.com